عمران سیریز
جلد نمبر
11
بوغا
34 - عمران کا اغوا
35 - جزیروں کی روح
36 - چیختی روحیں
37 - خطرناک جواری
38 - ظلمات کا دیوتا
ابن صفی

O

صفدر ان دنوں میک اَپ کرنے اور آواز بدلنے کی مشق کر رہا تھا، اس لئے فرصت کے اوقات میں عمران کا تعاقب کرنا اُس کا محبوب مشغلہ بن کر رہ گیا تھا! لیکن اس کا مقصد اپنی مشاقی کے امتحان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا!

اکثر عمران نے اُسے ٹوکا بھی تھا اور بتایا تھا کہ اُس کے میک اَپ میں کس قسم کی خامی رہ گئی!۔ لہجہ اور آواز بدلنے کے اصولوں پر بحث بھی کی تھی!۔ اور پھر ایسے حالات ہوں تو لاگ ہو ہی جائے گی!۔

اب صفدر کو دھن تھی کہ کبھی فخریہ انداز میں عمران کو آگاہ کر سکے کہ وہ فلاں موقع پر اُسے پہچان نہیں سکا تھا!۔ اور اسی دوران میں یہ حقیقت بھی اُس پر واضح ہوئی کہ عمران عادتاً حماقتیں کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ سمجھتا تھا کہ اس سے احمقانہ حرکتیں بعض مصالح کی بنا پر ہوتی ہیں! لیکن اِن دنوں اس نے اندازہ لگایا کہ حماقتوں کا زور عموماً تنہائی ہی میں ہوتا ہے؟ اِس سے اس کے علاوہ اور کیا سمجھا جا سکتا تھا کہ حماقتیں اس کی فطرت ثانیہ بن کر رہ گئی ہیں!

اس وقت بھی وہ پلازا ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تنہا اُداس بیٹھا تھا! چہرے پر حماقتیں پھوٹ پڑی تھیں! البتہ لباس شریفوں اور باسلیقہ لوگوں ہی کا سا تھا!۔ نفیس قسم کا ایوننگ سوٹ!۔

صفدر آج بھی میک اپ میں تھا! اور دل ہی دل میں بیحد خوش تھا کہ آج عمران اسے نہیں پہچان سکا! حالانکہ کئی بار دونوں کی نظریں بھی ملی تھیں لیکن صفدر نے اسکی آنکھوں میں اس قسم کے آثار نہیں دیکھے تھے جن کی بنا پر وہ سمجھ سکتا کہ اُس نے اُسے پہچان لیا ہے!

وہ اس سے زیادہ دور نہیں تھا! اور وہ بھی اپنی میز پر تنہا ہی تھا!۔۔ اور بڑی دیر سے اُن تینوں ڑکیوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سُن رہا تھا جو اس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر بیٹھی ہوئی کافی پی رہی تھیں! صفدر کی پشت ان کی طرف تھی!۔

"میں کہتی ہوں گاؤدی ہے!۔"

"اگر نہ ہوا تو!"

"میرا ذمہ"!

"پھر کیا کیا جائے۔!"

"چلیں اُس کی میز پر۔!اکیلا تو ہے۔!"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا!۔"

"پھر بھی کچھ نہیں ہو سکتا!تم ڈرتی کیوں ہو!میں کہتی ہوں کہ اگر گاؤدی نہ ہوا تب بھی ہمارا کیا بگڑے گا!زیادہ سے زیادہ یہی سمجھے گا کہ ہم فلرٹ ہیں!وقت گذارنا چاہتے ہیں!۔"

صفدر کو یقین تھا کہ موضوع گفتگو عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!۔لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ صفدر مڑ کر اُن لڑکیوں کی طرف دیکھتا!کیونکہ اس سے مزید گفتگو کے سُننے سے محروم ہو جانے کا اندیشہ تھا!اس لئے وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔البتہ کبھی کبھی کنکھیوں سے عمران کی طرف ضرور دیکھ لیتا تھا!۔

پھر نہ جانے کیوں لڑکیوں کی آوازیں دب سی گئیں!صفدر انہیں صاف نہیں سُن سکتا تھا!۔

اِدھر ہوٹل کے آرکسٹرا نے موسیقی شروع کر دی اور ایک رقاصہ میزوں کے درمیان تھرکنے لگی!وہ بڑی پھرتیلی اور شوخ وشنگ تھی!اس نے مصری رقاصوں کا سا لباس پہن رکھا تھا!اور ایک بڑا سا ریشمی رومال ہلاتی جا رہی تھی!بعض اوقات وہ رومال گاہکوں کے گالوں کو چھوتا ہوا اُن کے سروں سے گذر جاتا!۔

شاید وہ بھی عمران کو تاک چکی تھی!ایک بیک وہ اُسی کے میز کے قریب رک کر تھرکنے لگی اور ایک گیت بھی شروع کر دیا!۔

"بھونرے!بھونرے!!کلی ہی اڑ کر تیرے پاس آئی ہے دیکھ
کتنی بہاریں لے آئی ہے
اس کی پھواریں لے آئی ہے
پیاسے!پیاسے!!آتش گل نے کیسی چھلکائی ہے دیکھ"

صفدر نے عمران کو بدحواس ہوتے دیکھا!۔وہ بوکھلا بوکھلا کر رقاصہ کے رومال سے بچنے کی

کوشش کر رہا تھا!سارا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا اور اسی دوران میں صفدر نے اپنی پوزیشن بدل لی!اب وہ ان تینوں لڑکیوں کو دیکھ سکتا تھا!وہ عمران میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھیں!ایک اُن میں بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی اور دو ہنس رہی تھیں!سنجیدہ لڑکی کسی سوچ میں گم معلوم ہوتی **تھی!ویسے نظریں اس کی بھی عمران ہی پر تھیں!۔**

اِدھر یک بیک رقاصہ نے رومال میز پر ڈال کر تھرکتے ہوئے اس طرح عمران کی طرف ہاتھ بڑھائے جیسے اُس کی گردن میں بازو حمائل کر دے گی!

عمران کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا!پھر قہقہوں کے شور میں آرکسٹرا کی موسیقی بھی دب گئی!

رقاصہ بھی قہقہے لگاتی ہوئی ہال کے دوسرے گوشے میں چلی گئی!صفدر نے بھی اسے ضروری نہیں سمجھا کہ عمران کو اٹھنے میں مدد دے!وہ بدقت تمام اٹھا کرسی سیدھی کی!اور بالکل اُسی انداز میں اپنے کپڑے جھاڑنے لگا جیسے وہاں دوسروں کی موجودگی کا اُسے علم ہی نہ ہو!جیسے کسی ویرانے میں سائیکل سے گر کر گرد وغبار میں اَٹ گیا ہو!

پھر یک بیک چونک کر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا ایک بار پھر قہقہے بلند ہوئے اور وہ بھی کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بیٹھ گیا!

صفدر اس کی ایکٹنگ پر عش عش کر رہا تھا!کیا مجال کہ کسی قدم پر تصنع کا ذرا سا بھی اظہار ہو سکے۔!

اب اس کے چہرے پر حماقت اور شرمندگی کے ملے جلے آثار نظر آرہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ اُس کرسی سے نہ اٹھ سکے گا!۔

دفعتاً لڑکیوں والی میز سے ایک اٹھی اور تیر کی طرح عمران کی طرف آئی اور عمران اس طرح بھڑکا جیسے کسی ننھے سے پرندے نے باز کے چنگل سے بچنے کے لئے کوئی لاحاصل سی جدوجہد کر ڈالی ہو!

لڑکی مسکراتی ہوئی بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گئی تھی!اور عمران احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا تھا!

آرکسٹرا کی موسیقی مدھم سروں میں پھیل رہی تھی!اس لئے صفدر کا اندازہ تھا کہ اُن کی

گفتگو بھی سن سکے گا۔

" یہ رقاصہ بڑی کمینی معلوم ہوتی ہے!" لڑکی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا!

" جی ہاں۔جی ہاں۔ عمران اپنی اِس تائید میں زور بھرنے کے لئے گردن کو جھٹکے دیتا ہوا بولا تھا!۔اور پھر اُس کے چہرے پر بہت زیادہ سراسیمگی کے آثار دکھائی دیئے تھے!۔اور آنکھوں میں اشتباہ کی جھلکیاں موجود تھیں!

" یہ آدمی نہیں پہچان سکتیں۔" لڑکی پھر بولی۔

" جی ہاں۔جی ہاں۔" اس بار بھی عمران کا لہجہ پہلے ہی کا سا تھا۔

" اَب وہ اگر ادھر آئی تو ہم اُس کی مرمت کر دیں گے۔ کیا میں اپنے ساتھیوں کو بھی اِسی میز پر بُلا لوں۔"

" ضرور۔ضرور بڑی خوشی سے۔" عمران نے خوشی ظاہر کی۔

پھر وہ دونوں لڑکیاں بھی اُسی کی میز پر نظر آئیں۔

ادھر موسیقی پھر اونچے سُروں میں آگئی تھی اور صفدر کو اس پر تاؤ آنے لگا تھا کیونکہ اب اُن کی گفتگو آسانی سے نہیں سنی جا سکتی تھی۔

لیکن وہ ان کے ہونٹ ہلتے دیکھ رہا تھا۔ جسموں کے حرکات سے اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ سب بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر رہی ہیں۔اس کے بر خلاف عمران کسی شرمیلی لڑکی کی طرح دانتوں میں اُنگلی دبائے کبھی مُسکرانے لگتا اور کبھی دوہرا ہو جاتا۔

ان حماقت مآبیوں کے باوجود بھی وہ بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ صورت شکل میں خرابی ہی کیا تھی۔ صورت تو بعض اوقات خود مسلط کردہ حماقت بگاڑ دیا کرتی تھی لیکن اُسی وقت جب وہ شرمانے اور لجانے کی ایکٹنگ کرتا تو ایرانی اور مغل مصوروں کی نزاکت کاریوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ دیکھنے والوں کا ذہن انہیں صدہا سال پرانی رومان پرور فضا میں پہنچا دیتا تھا جہاں مرد بھی آہو چشم اور آرٹسٹک خدوخال رکھنے والے ہوا کرتے تھے۔

صفدر محسوس کر رہا تھا کہ لڑکیاں اُس کی حرکتوں پر تیز ہوتی جا رہی ہیں۔ مگر اُن کی کہی ہوئی باتیں موسیقی کے شور میں اُبھرنے نہیں پاتی تھیں۔ صفدر کو بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ اُس کا دِل چاہ رہا تھا کہ سازندوں کی گردنیں دبا دے.... رقاصہ کو اٹھا کر کھڑکی کے باہر پھینک دے۔

موسیقی بلند سے بلند آہنگ ہوتی گئی۔ صفدر بیٹھا دانت پیستا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد موسیقی تھم گئی۔ شائد رقاصہ بھی تھک گئی تھی اور سازندے بھی دم لینا چاہتے تھے۔

لیکن ہال میں شور ہو رہا تھا۔ وہ لوگ جو بلند آہنگ موسیقی کی وجہ سے بلند آوازوں میں گفتگو کر رہے تھے یکلخت اپنی آوازیں دبانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے اس لئے ہال تھوڑی دیر تک مچھلی بازار کا جواب بنا رہا۔

صفدر کی توجہ صرف عمران کی میز کی طرف تھی۔ اُس نے ایک لڑکی کو کہتے سُنا۔

"کیا بتاؤں آپ سے مل کر کتنی خوشی ہے شہزادے صاحب مگر آپ کی اسٹیٹ کا کیا نام ہے۔"

"ریاست چم چم چروٹی۔"

"یہ کہاں ہے۔ میں نے تو پہلی بار نام سُنا ہے۔" متحیرانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ننگا پربت کی ترائی میں ایک آزاد ریاست ہے۔"

"اور آپ اتنے بڑے شہزادے ہو کر یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔'

"ہم تنہائی چاہتے ہیں۔ ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ بچوں کی طرح ہماری دیکھ بھال کی جائے۔"

"اسم گرامی کیا ہے شہزادے صاحب!"

"ہم نہیں پہنتے ہمیں اِس سے بھی نفرت ہے۔" عمران نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

اور لڑکیاں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔

پھر ایک بولی۔ "ہم نہیں سمجھے۔"

"اسم گرامی کیا ہوتا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ارے.... یہی.... نام۔"

"او.... ہو ہو ہو...." عمران احمقانہ انداز میں ہنسا۔" ہم سمجھے تھے شائد تاج کو کہتے ہیں۔ اتنی گاڑھی اردو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم ابھی اردو سیکھ رہے ہیں۔"

عمران کا لہجہ سچ مچ ایسا ہی تھا جیسے اُردو اس کی مادری زبان نہ ہو۔

"آپ کے یہاں کون سی زبان بولی جاتی ہے۔"

"ہماری زبان کیپولی کٹنگا کہلاتی ہے۔"

"کیسی ہوتی ہے کچھ بول کر سُنایئے۔"

"کیا بول کر سنائیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"کچھ بھی جو سمجھ میں آئے۔"

"اچھا....!" عمران کچھ سوچتا ہوا۔ "خیر.... تو یہ بولتے ہیں ہم۔ پنپے دِھر واب نی ٹکڑی آموداکش چی پوں۔"

لڑکیاں ہنسنے لگیں اور عمران نے بُرا سا منہ بنایا۔ تیسری سنجیدہ لڑکی نے دونوں کو ڈانٹا اور عمران سے بولی۔ "آپ کچھ خیال نہ فرمایئے گا شہزادے صاحب یہ بہت شوخ ہیں۔ ہاں تو اس جملے کا مطلب کیا ہوا۔"

"ہمیں انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی بہت دلکش لگتی ہے۔" عمران نے ترجمہ سنایا۔

"شہزادے ہی ٹھہرے۔" ایک لڑکی نے پھر قہقہہ لگایا۔ پھر عمران نے جیسے ہی اُس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔ سنجیدہ لڑکی بول پڑی۔ "تم دونوں وہاں بیٹھو۔ جاؤ۔"

اُس نے اُسی میز کی طرف اشارہ کیا تھا جس سے اٹھ کر وہ عمران کی میز پر آئی تھی وہ دونوں چپ چاپ اٹھ گئیں۔

"یہ دونوں میری سیکرٹری ہیں۔" لڑکی نے کہا۔

"مگر ہم اپنے ملازموں کو اتنا منہ لگانے کے قائل نہیں ہیں۔"

"بس کیا بتاؤں غلطی ہوگئی۔" لڑکی نے موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔"

"ہم نہیں بتائیں گے۔" عمران نے روٹھے ہوئے کے سے انداز میں کہا۔

"نہیں بتایئے۔ پتہ نہیں کیوں آپ کی طرف دل کھنچتا ہے۔"

صفدر نے ٹھنڈی سانس لی اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی پشت پر وہ دونوں لڑکیاں کھُسر پھُسر کرتی ہوئی ہنس رہی تھیں۔

"ہمارا نام سن کر لوگ ہنسنے لگتے ہیں مگر ہم کیا کریں۔ یہ نام ہم نے خود تو اختیار نہیں کیا

تھا۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

"بڑے گدھے ہیں وہ لوگ جو ناموں پر ہنستے ہیں۔"

"ہمارے ابا حضور ہمیں چھوٹے شاہ کہتے ہیں اور خود بڑے شاہ کہلاتے ہیں۔ اور حضور امی شاہینہ کہلاتی ہیں۔"

"خوب!" لڑکی کی شکل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُس نے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ہضم کرنے کی کوشش کی ہو۔!

"اور کاغذات پر ہمارے نام جو لکھے جاتے ہیں وہ بہت لمبے چوڑے ہیں۔ مثلاً ہمیں لکھا جاتا ہے۔ شہزادہ والا شان چشمک الطمنچہ بندوق اُلملک تھری ناٹ تھری جنگ بہادر چھوٹے شاہ۔ اور حضور ابا کے لئے لکھا جاتا ہے والئی بندگان عالی ٹومپسن ریٹ ٹیٹ والی توپ الملک دھرتی دھمک جنگ بہادر بڑے شاہ۔"

"حضور امی کے القابات بھی تو بتایئے۔" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمیں یاد نہیں ہو سکتا ہمارے باورچیوں میں سے کسی کو یاد ہوں۔ حضور ابا تو انہیں صرف چھوٹے کی ماں کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور اُن کے القابات وغیرہ یا نام لکھنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ دراصل ان کی حکومت صرف باورچیوں پر ہے اور وہ صرف زبانی احکامات صادر فرماتی ہیں۔"

"اوہ.... اچھا۔ کیا بتاؤں پرنس کہ آپ سے مل کر کتنی خوشی ہوئی ہے۔ کبھی میرا باپ بھی آئرن پرنس کہلاتا تھا۔ مگر اب۔"

"یہ کیا ہوتا ہے!"

"لوہے کا سب سے بڑا امپورٹر۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" عمران نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیوں!" لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُسی طرح منہ بنائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "ہمارے یہاں تو ایکسپورٹ امپورٹ کرنے والے صرف بنیئے کہلاتے ہیں" لڑکی خواہ مخواہ ہنسنے لگی تھی "مگر پرنس آپ اتنے شرمیلے کیوں ہیں۔"

"کیوں نہ ہوں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔ میں اپنا سوال واپس لیتی ہوں۔"

"نہیں دیتے۔" عمران نے چڑچڑاہٹ ظاہر کی اور لڑکی ہنسنے لگی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس ملک کے لوگ اتنے ہنسوڑ کیوں ہیں۔ جب دیکھو تب دانت نکلے ہوئے ہیں۔ ہماری ریاست میں تو اگر آدمی شارع عام پر ہنستا ہوا نظر آئے تو اُسے وہی سزا دی جائے گی جو سڑک کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرنے کی ملتی ہے۔"

"کمال ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔" لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہنسنا صرف شاہی خاندان کے افراد کو زیب دیتا ہے اور قانونی طور پر صرف وہی بر سر عام ہنس سکتے ہیں۔

"لیکن میں نے ابھی تک آپ کو ہنستے نہیں دیکھا۔"

"ہم عوام میں بہت مقبول ہیں اِس لئے مصلحتاً ہنسنا چھوڑ دیا ہے۔"

"خوب.... بھلا مصلحتاً کیوں!"

"ارے بھئی! پھر وہ ہمیں کس طرح اپنے دُکھ درد میں شریک سمجھیں گے۔ ویسے تنہائی میں ہمیں ان ڈھکوسلوں پر بے تحاشہ ہنسی آتی ہے۔"

"آپ کا قیام کہاں ہے!"

"قیام۔ ارے یہاں ہماری کئی کوٹھیاں موجود ہیں جہاں چاہیں قیام کر سکتے ہیں۔"

"آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے دوسرے افراد بھی ہوں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ ہم سفر میں ایسے روگ نہیں پالتے۔"

"آہا۔ آپ واقعی شہزادے ہیں۔ مگر کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے۔"

اس سوال پر عمران شرما گیا۔ دانتوں میں انگلی دبا کر نظریں نیچی کر لیں اور جھینپے ہوئے انداز میں مُسکرانے لگا۔

"بولیئے نا۔"

عمران پہلے تو اُسی انداز میں خاموش بیٹھا رہا پھر جلدی سے بولا۔ "حضور ابا سے پوچھیئے۔" اور دونوں ہاتھوں سے مُنہ چھپا کر دوہرا ہو گیا۔

"ارے۔ واہ۔" لڑکی ہنس پڑی۔ "آپ نے تو پردہ نشین لڑکیوں کو بھی مات کر دیا۔"

عمران نے تھوڑی دیر تک سر ہی نہیں اٹھایا گفتگو کیا کرتا۔ بدقت تمام وہ سیدھا ہوا لیکن اب بھی چہرے پر حماقت کے آثار باقی تھے۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ کیا عمران کے ظاہر و باطن میں مماثلت نہیں ہے کیا وہ اسی طرح لڑکیوں پر ڈورے ڈالتا ہے۔

"ارے شہزادے صاحب! بھلا یوں کام کیسے چلے گا۔" لڑکی نے پھر اُسے بولنے پر مجبور کیا۔

"پھر کیسے چلے گا۔" عمران نے نظریں نیچی کر کے کہا۔

"آپ شادی سے شرماتے ہیں۔"

"و.... و.... دیکھئے.... دراصل...." عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"نہیں ہوئی۔" لڑکی نے پوچھا۔

عمران نے نفی میں سر ہلا کر پھر نظریں جھکا لیں۔

اب صفدر نے محسوس کیا کہ لڑکی کچھ مضطرب سی نظر آرہی ہے۔ وہ بار بار اپنی ساتھیوں کی طرف دیکھ رہی تھی پھر اُس نے انہیں کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ صفدر نے ایک طویل سانس لی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ لڑکیاں کس چکر میں ہیں۔ اُس نے شروع میں ان کی آپس کی گفتگو بھی سُنی تھی۔

دفعتاً لڑکی نے عمران سے کہا۔ "اچھا پرنس کیا ہم دوست بن گئے ہیں۔"

"ارے واہ۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "ہمیں کتنی تمنا تھی۔ اُف.... فوہ.... بات دراصل یہ ہے کہ ہماری تعلیم و تربیت محل ہی میں ہوئی ہے۔ ہم نے بہت انگریزی پڑھی ہے لیکن کبھی کالج یا اسکول نہیں گئے۔ ہم انگریزی کی کتابوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی کے بارے میں پڑھا کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔ جھوٹ ہے ان دونوں میں دوستی کیسے ہو سکتی ہے۔ ایک بار ہم نے حضور ابا سے بھی پوچھا تھا لیکن ہم پر شاہی ڈانٹ پڑی تھی۔"

"شاہی ڈانٹ۔ واہ" لڑکی پھر ہنس پڑی۔ "بھلا یہ شاہی ڈانٹ کیسے پڑتی ہے۔"

"بھئی پتا نہیں یہاں ڈانٹ ڈپٹ کا کیا طریقہ ہے۔ یہاں کی تو دنیا ہی نرالی ہے۔ ہمارے یہاں کچھ محلاتی دفاتر ہوتے ہیں۔ ان میں ڈانٹ ڈپٹ کا بھی ایک دفتر ہے۔"

"بھلا آپ پر کیسے ڈانٹ ڈپٹ پڑی تھی۔"

"بس حضور ابا نے ایک پرچہ لکھ کر ہمیں دیتے ہوئے حکم صادر فرمایا تھا کہ ڈانٹ ڈپٹ کے دفتر جاؤ۔ ہم اس کا مطلب سمجھتے تھے۔"

"کیا مطلب سمجھتے تھے؟"

"یہی کہ ڈانٹ پڑے گی مگر۔" عمران ہنسنے لگا۔ خوب ہنسا اور پھر بولا۔ "بھئی کیا بتائیں اُس محکمے کا سربراہ ایک بوڑھا آدمی ہے اُس کے منہ میں ایک دانت بھی نہیں ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ وہی کرتا ہے بس کیا بتائیں کیسا لطف آتا ہے جب وہ ڈانٹنے لگتا ہے۔ کہتا ہے شہزادے صاحب آپ گھگے ہیں۔ بے ہوف ہیں۔ آئندگا ایسا نہ ہونا چاہئے۔ ہم اُس کے اُن الفاظ پر غور کرتے ہیں جن کا صحیح تلفظ دانتوں کی عدم موجودگی کی بناء پر ناممکن ہے۔ غور کرتے ہیں اور ہنستے ہنستے ہمارا برا حال ہو جاتا ہے اور اس پر وہ اور چراغ پا ہوتا ہے اور غصے سے پاگل ہو کر اپنی چھاتیاں پیٹنے لگتا ہے۔ ہم اور ہنستے ہیں اور وہ جوش غضب میں قلابازیاں کھانے لگتا ہے۔"

"مگر یہ محکمہ عجیب ہے۔"

"مجبوراً یہ محکمہ قائم کرنا پڑا ہے کیونکہ حضور ابا کے خیال شاہی کے مطابق انہیں ڈانٹنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اس لئے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کا محکمہ بھی قائم کرنا پڑا ہے۔"

"خیر۔ تو ہاں آپ لڑکیوں سے دوستی کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہمیں بڑا شوق تھا لڑکیوں سے دوستی کا۔ اسی لئے ہم آپ کے ملک میں آئے ہیں۔ لیکن ابھی تک ہماری کسی سے دوستی نہیں ہو سکی۔"

"اگر ہو جائے تو!" لڑکی بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہم بہت مسرور ہوں گے۔"

"بس چلئے ہم دوست ہو گئے۔" لڑکی بولی۔

"زہے نصیب..... یعنی کہ ہم شائد غلط بول گئے۔ قہے نصیب کہتے ہیں شائد۔"

"نہیں پہلے ہی آپ نے صحیح کہا تھا۔ زہے نصیب۔" لڑکی نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اچھا پرنس ابھی آئی۔ مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ کیا آپ میرا انتظار کریں گے۔"

"ضرور ضرور۔ ہم حماقت تک آپ کا انتظار کریں گے۔"

"آہا۔!" لڑکی مسکرائی۔ "شائد آپ قیامت کو حماقت کہہ رہے ہیں۔"

"قیامت۔ ہاں۔ قیامت دیکھو ہم اردو سیکھ رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ اچھا تو میں ابھی آئی۔" وہ اٹھ گئی اور اب وہ بھی آمدورفت کے دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

صفدر بھی اٹھ گیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیوں اُٹھی ہے؟ کچھ دیر پہلے اُس نے اپنی ساتھیوں کو کہاں بھیجا تھا۔

O

سردی یونہی زیادہ تھی۔ پھر مہندی کی باڑھ نے اُسے کچھ اور شدید کر دیا مگر صفدر جہاں تھا وہاں سے جنبش نہیں کر سکتا تھا کیونکہ قد آدم باڑھ کی دوسری طرف وہ تینوں لڑکیاں موجود تھیں اور ان کی گفتگو ایسی ہی تھی کہ صفدر کے پیر وہیں جم کر رہ گئے تھے۔

ایک آواز۔ "میرے خیال سے تو ٹھیک ہے۔"

"دوسری آواز۔ "لیکن اگر وہ احمق نہ ثابت ہوا تو۔"

تیسری آواز۔ "تمہاری مین میخ کچھ نہ ہونے دے گی۔ میں کہتی ہوں آخر کسی کو آزمایا تو جائے۔ اگر احمق نہ ثابت ہوا تب بھی کیا ہم خسارے میں رہیں گے۔ یہی سمجھ لینا کہ ایک دلچسپ تفریح ہوتی رہی ہے۔"

دوسری آواز۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی احمق شہزادہ ہی ہے۔"

تیسری آواز۔ "خیر چھوڑو۔ کیا کہتی ہو۔ کیا کیا جائے۔"

دوسری آواز۔ "میری دانست میں اُسے بہلا پھسلا کر لے چلو۔ دوستی تو کر ہی لی ہے تم نے۔"

"مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ تنہا کیوں ہے۔ اگر شہزادہ ہوتا تو....." تیسری آواز تھی۔

دوسری آواز۔ "پھر تم نے شروع کر دی بحث۔ اب ہمارے کان نہ کھاؤ۔ اگر اس مشورہ پر عمل کرنا ہے تو کرو ورنہ میں تو چلی۔ اُسے آزمانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ فوراً ہی واپس نہ جاؤ۔ یہ دیکھو کہ وہ تمہارا انتظار کرتا ہے یا نہیں۔ اگر منتظر ملے تو سمجھ لو کہ کار آمد ہے بس پھر ہم یہیں سے

اُسے غائب کر دیں گے۔"

"تو میں ابھی واپس نہ جاؤں۔"

"ہرگز نہیں۔ آؤ چل کر کسی قریبی ریستوران میں وقت گزاریں۔"

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سُنی اور تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ وہ تینوں کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے گذر کر باہر جارہی ہیں۔

صفدر نے سوچا اب موقع ہے عمران کو حالات سے باخبر کر دینا چاہئے۔ وہ تیزی سے ڈائننگ ہال میں واپس آیا۔ عمران اب بھی موجود تھا۔ صفدر سے نظریں ملتے ہی وہ مُسکرایا اور صفدر نے ایک طویل سانس لی۔ تو اُس نے اُسے پہچان لیا تھا۔

صفدر اُس کے قریب پہنچ کر بہت ادب سے جھکا اور سیدھا کھڑا ہوتا بولا

"اے چمروٹی کے شہزادے صاحب! آپ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

"گڈ!" عمران نے مُسکرا کر کہا۔ "آج تمہاری حماقت بار آور ہوئی ہے۔ کیوں کیا خبر ہے!"

صفدر نے مختصراً لڑکیوں کی گفتگو دہرائی اور پھر پوچھا۔ "آپ کا کیا خیال ہے۔"

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "تم نے بڑی اچھی خبر سنائی لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے بیانات کی صداقت تسلیم کرلیں اس کے لئے تمہیں بھی کچھ کرنا پڑے گا"۔

"جو کچھ فرمایئے!"

"اُن کی واپسی پر میرے پاس آکر تم مجھے کورنش بجالاؤ گے اور ایسی زبان میں کچھ کہو گے جو تمہارے فرشتوں کی بھی سمجھ نہ آسکے۔ بس کچھ اوٹ پٹانگ بک دینا۔ تھوڑی دیر تک ہم دونوں اپنی مادری و پدری زبانوں میں گفتگو کرتے رہیں گے۔ پھر جب میں غصیلے انداز میں ہاتھ ہلا کر کچھ کہوں تو تم خوفزدہ انداز میں پھر کورنش بجالانا اور اُلٹے پاؤں واپس.... باہر انتظار کرنا۔ تمہیں بہر حال مجھ پر نظر رکھنی ہے لیکن اُس وقت تک کوئی ایکشن ہرگز نہ لینا جب تک کہ میری طرف سے اشارہ نہ ملے۔ بس اب جاؤ۔"

صفدر پھر ڈائننگ ہال سے باہر آگیا۔ اب اسے لڑکیوں کی واپسی کا انتظار تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک میں نظر آئیں اور صفدر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔

O

عمران نے ان تینوں کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا لیکن خود کو بے خبر ظاہر کرتا رہا۔ سنجیدہ لڑکی تیر کی طرح میز کی طرف آئی اور اُس کی دونوں ساتھی قریب کی ایک خالی میز پر چلی گئیں۔

"مجھے افسوس ہے پرنس۔" لڑکی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آپ کو اتنی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" عمران مسکرایا۔ "مگر ہم بے حد پریشان ہیں۔"

"کیوں؟"

"ابھی ہمارا اسیکرٹری تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔ ہم بمشکل تمام اُس سے خود کو چھپا سکے۔"

"کیوں! چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ارے وہ کسی بُری روح کی طرح ہمارے سر پر مسلط ہو جاتا۔ حضور ابا کی ہدایت تھی کہ ہمیں کسی وقت تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

"کیا اس وقت بھی یہاں آپ کا کوئی آدمی موجود ہے۔" لڑکی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے متفکرانہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔ وہ کمبخت ہمیں یہاں نہ پاکر واپس گیا ہوگا۔ ہم نے اُسے دیکھتے ہی باتھ روم میں قدم پنجہ فرمایا تھا۔"

"قدم رنجہ۔" لڑکی نے تصحیح کی۔

"اوہ۔ شکریہ۔ آپ واقعی بہت اچھی دوست ہیں۔ آپ کے ساتھ رہ کر ہم اچھی اردو بولنے لگیں گے۔"

"ضرور۔ ضرور۔" لڑکی نے سر ہلا کر کہا۔

لیکن ٹھیک اُسی وقت عمران میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔ "دیکھ لیا نا نہجار نے اس بار دیکھ لیا۔"

"کس نے دیکھ لیا۔" لڑکی نے بوکھلا کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"اُسی نامراد سیکرٹری نے کمبخت شائد یہیں منڈلاتا رہا تھا۔"

اتنے میں صفدر میز کے قریب پہنچ کر نہایت ادب سے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر اوٹ پٹانگ آوازیں نکالنے لگا۔ اِس بار اُس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں نظر آرہی تھیں۔ کم از کم کوئی ایسا آدمی تو اُسے نہیں پہچان سکتا تھا جس نے کچھ دیر پہلے اُسے یونہی روا روی میں دیکھا ہو۔

عمران نے جواباً کچھ کہا۔ پھر تھوڑی دیر تک انہیں ناقابل فہم الفاظ کا تبادلہ ہوتا رہا اس کے بعد دفعتاً عمران کا لہجہ غصیلا ہو گیا۔ صفدر خاموشی سے سنتا رہا اور عمران کے خاموش ہوتے ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور کچھ دور اُلٹے پیروں چل کر ایڑیوں پر گھوم گیا۔ اُس کا رُخ صدر دروازے کی طرف تھا۔

"گدھا کہیں کا۔" عمران دانت پیس کر بڑبڑایا۔ "گویا ہم ننھے سے بچے ہیں۔ شہر میں کھو جائیں گے۔"

"کیوں پرنس کیا کہہ رہا تھا۔" لڑکی نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ارے بکواس کر رہا تھا۔ کہنے لگا ہم سب بے حد پریشان تھے۔ آپ بتائے بغیر یہاں چلے آئے۔ ہم نے کہا بھاگ جاؤ۔ اگر آس پاس کہیں دکھائی دیئے تو بڑی سخت سزا ملے گی۔ بس چلا گیا۔ اب بتایئے کیا ہم کہیں کھو جائیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ دیکھ بھال تو زندگی کا لطف ہی نہیں اٹھانے دیتی۔"

"اور۔ کیا۔ ارے ہاں۔ ابھی تک ہمیں اپنی دوست کا نام بھی نہیں معلوم ہوا۔"

"میرا نام شالی ہے۔"

"اوہ۔ یہ تو شائد بیوی کی بہن کو بھی کہتے ہیں۔"

"ارے نہیں۔" لڑکی ہنس پڑی۔ "اُسے سالی کہتے ہیں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ سمجھ گیا۔ سین شین کا فرق ہے۔"

"جی ہاں۔ کیا آپ نے اُردو پڑھی بھی ہے۔"

"ہاں۔ ہمیں اردو، عربی، فارسی اور انگریزی پڑھائی گئی تھیں لیکن ان زبانوں کی بول بال مشکل ہے۔"

"بول چال۔" شالی نے تصحیح کی۔

"شکریہ۔ دیکھئے ہے نا مشکل۔ میں دراصل بامحاورہ زبان بولنے کی کوشش کرتا ہوں اس لئے غلطی ہو جاتی ہے۔"

"میں آپ کو کافی مدد دوں گی۔"

"دوست جو ٹھہریں۔" عمران احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

شالی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "چلئے میں آپ کو اپنا گھر دکھادوں۔"

"مم۔ مگر۔"

"ہاں کہئے۔ کیا بات ہے۔"

"آپ کے والدین بُرا تو نہ مانیں گے۔ ہماری ریاست میں لوگ اسے معیوب سمجھتے ہیں۔"

"اوہ۔ اِس کی فکر نہ کیجئے۔ میں اپنی کوٹھی میں تنہا رہتی ہوں۔"

"ارے۔" عمران آنکھیں پھاڑ کر اچھل پڑا۔ چند لمحے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا۔ "ہمیں حیرت ہے کہ لڑکیاں بھی تنہا رہتی ہیں۔"

"یہ میری دونوں سیکرٹری بھی تو ہیں لیکن وہ بُرا نہیں مانیں گی۔"

عمران کچھ نہ بولا

"تو پھر چلئے۔" شالی نے تھوڑی دی بعد کہا۔

"ضرور چلیں گے۔ مگر ذرا ٹھہر جایئے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہم اطمینان کر لیں کہ ہمارا کوئی آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ لڑکیوں سے دوستی کی خبریں شاہی کانوں تک پہنچیں۔"

شالی خاموش ہو گئی۔ اب وہ مطمئن نظر آنے لگی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بہت بڑی فکر سے نجات مل گئی ہو۔

عمران نے اٹھ کر پورے ہوٹل کے چکر لگائے۔ شالی بھی اُس کے ساتھ ہی ساتھ رہی اور پھر عمران نے کہا۔

"ہمیں یقین ہے اِس وقت یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔"

"تو پھر چلیں نا۔"

"ضرور۔ ضرور۔"

ایک لمبی خوبصورت کار انہیں اٹھائے ہوئے کمپاؤنڈ سے باہر نکلی۔ شالی کے ساتھیوں میں سے ایک اُسے ڈرائیو کر رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں اگلی ہی سیٹ پر تھیں اور شالی عمران کے ساتھ پچھلی سیٹ پر۔

"کل تک ہم اداس رہا کرتے تھے لیکن اِس وقت ہم اتنے مسرور کیوں ہیں۔" عمران نے

پر مسرت لہجے میں پوچھا۔

"میں بتاؤں شہزادے صاحب!" ڈرائیو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

"تم خاموش رہو۔" شالی جلدی سے بول پڑی۔

"میرا بھی حق ہے۔" جواب ملا۔

"محترمہ گالی.... ہمیں بد تمیزی پسند نہیں ہے۔" عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا اور دونوں لڑکیاں بیساختہ ہنس پڑیں۔

"میرا نام شالی ہے۔" شالی نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہ۔ معاف کیجئے۔ ہمیں دراصل بھول جانے کی بھی عادت ہے۔" عمران اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ تھوڑی دیر تک بُرا سامنہ بنائے بیٹھا رہا پھر کہا۔ "بعض اوقات اس عادت کی وجہ سے ہمیں پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" شالی ہنس کر بولی۔ "ہم بے تکلف دوست ہیں نا۔"

"بے تکلف بھی ہیں۔" عمران نے مسرت اور تحیر سے ملے جلے لہجے میں پوچھا۔

"بالکل۔ قطعی۔"

"اوہو۔ اوہو۔" عمران نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "ہم کتنے مسرور ہیں کتنے خوش ہیں۔ کتنے بھڑ بنگل ہیں۔"

"بھڑ بنگل کیا!"

"اوہ۔ ارے۔ اُف فوہ۔ مسرت کی زیادتی میں ہم اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔ بھڑ بنگل ہماری زبان میں خوش قیمت۔ قیمت۔ ہی تو کہتے ہیں۔ خوش قیمت کو کہتے ہیں بھڑ بنگل۔"

"نہیں شائد آپ خوش قسمت کہنا چاہتے ہیں۔"

"اوہاں۔ خوش قسمت۔ قسمت۔ ٹھیک ہے۔ پتہ نہیں کب ہمیں اردو بولنا آئے گا۔"

"آپ ویسے بھی خاصی اردو بول لیتے ہیں لیکن لہجے پر قادر نہیں ہیں۔ اس کی البتہ مشق بہم پہنچانی پڑے گی۔"

"مشق۔ ہاں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہائے اللہ۔ اوئی اللہ۔ اور لاقسم بالکل اُسی انداز میں کہیں جیسے آپ لوگ کہتے ہیں مگر ہم سے نہیں بنتا۔ کتنا اچھا لگتا ہے کانوں کو کتنا بھلا لگتا ہے۔ اچھا

یہ نوج کیا ہے ہم اس کے معنی نہیں سمجھتے۔ ایک بوڑھی عورت سے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ میں یاد نہیں کہ ہم نے اُس سے کیا کہا تھا جس کے جواب میں اُس نے ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہا تھا ہم نے اردو کی لغات چھان ماری لیکن اِس لفظ کے معنی ہمیں کہیں نہ ملے۔ آپ بتایئے۔"

"مم.... میں.... بتاؤں...." شالی کچھ سوچتی ہوئی ہکلائی۔

"ہاں بتایئے تاکہ ہمیں اس کے استعمال کا سلیقہ ہو سکے۔"

"ارے واہ۔ آپ بھی ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہہ لیا کیجئے۔" ڈرائیو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

"مگر سوال یہ ہے کہ معنی معلوم ہوئے بغیر ہم اسے کیسے استعمال کر سکیں گے۔ مثلاً ہمیں یہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ ہم کب نوج کہیں۔"

"میں بتاؤں گی۔" لڑکی نے کہا۔ "محترمہ شالی کی اُردو بھی بہت زیادہ اچھی نہیں ہے کیونکہ ان کی ماں ہنالولو کی تھیں اور باپ سمالی لینڈ کے۔"

شالی خاموشی سے اپنا نچلا ہونٹ چبا کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں۔

"اچھا تم ہی معنی بتاؤ۔" عمران نے کہا۔

"نوج اشاراتی اثبات بھی ہے اور صوتی بھی۔"

"ارے باپ رے اتنی گاڑھی اردو۔"

"آپ نے عربی اور فارسی بھی تو پڑھی ہے۔" لڑکی نے کہا

"اوہاں۔ ٹھہریئے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ اشاراتی اثبات۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ہاں سمجھ گئے۔ مگر صوتی۔ صوتی۔ صوتی۔ اور اشاراتی اثبات اچھا ٹھیک ہے۔ ہاں سمجھ گئے لیکن اشاراتی اور صوتی کا چکر سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ناک پر انگلی رکھنا اشارہ ہے۔" لڑکی بولی۔ "جس کا مطلب ہے "ہاں" یعنی یہ اشاراتی اثبات ہوا۔ اور لفظ نوج کے معنی بھی "ہاں" ہے۔ محل استعمال یہ ہے کہ جب اثبات میں بہت زیادہ زور پیدا کرنا ہو تو **انگلی رکھ کر نوج کہئے۔"**

"ارے واہ۔" عمران بچوں کی طرح خوش ہو کر اچھل پڑا۔ "اب بالکل سمجھ میں گیا۔ شکریہ۔"

شالی نے غصیلے انداز میں ڈرائیو کرنے والی لڑکی کی طرف دیکھا مگر اس بار بھی خاموش ہی رہی۔

کار گرینڈ کالونی کی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران نے الووں کی طرح دیدے نچائے لیکن کچھ بولا نہیں۔

عمارت شاندار تھی لیکن وہاں عمران کو ان تینوں لڑکیوں کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔

تینوں آپس میں بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھیں مگر عمران نے ان کے اِس رویہ پر نہ تو حیرت ہی ظاہر کی اور نہ کسی قسم کا تبصرہ ہی کیا۔

O

جولیانافٹنر واٹر الجھن میں مبتلا تھی۔ پچھلی رات صفدر نے اُسے یہاں تک اطلاع دی تھی کہ عمران گرینڈ کالونی کی عمارت گرین ہاؤز میں داخل ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کے حالات اُسے معلوم نہیں ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عمران کو اس طرح پھسلا لے جانے والی لڑکیاں کون ہو سکتی ہیں؟ اور اس حرکت کا مقصد کیا ہو گا؟

کیا وہ خود اس معاملے کو دیکھے؟ لیکن پھر یہ سوچ کر غصہ آ گیا کہ عمران اُس کا مضحکہ اڑائے گا۔ وہ پہلے بھی کئی بار ایسے حالات میں اُسے بہت شرمندہ کر چکا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ آخر وہ اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہے؟ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اُس کے نجی معاملات میں کیوں دخیل ہوتی ہے؟ ایسے مواقع پر جولیا کٹ کر رہ جاتی اور اُسے غصہ بھی آتا مگر وہ مجبور تھی کیوں کہ عمران کے علاوہ اسے اور کسی کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔

آفس میں داخل ہو کر اُس نے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ اُس کے لئے کوئی پیغام تو نہیں ہے۔

دو بجے تک وہ اُلجھن میں مبتلا رہی کیونکہ صفدر کے ساتھ ہی چوہان، نعمانی اور صدیقی بھی آفس سے غائب تھے۔ خاور سے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا تھا کہ وہ چاروں رات ہی سے کسی اہم کام کے سلسلے میں غائب ہیں۔ کام کی نوعیت کا علم شائد خاور کو بھی نہیں تھا ورنہ وہ کم از کم جولیا

ے تو ہرگز نہ چھپاتا۔

دو بجکر دس منٹ پر اُس کے مخصوص فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف صفدر ہی تھا۔

"میں تنگ آ گیا ہوں ان عمران صاحب سے۔" صفدر نے کہا۔

"کیوں کیا ہوا!" جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔

"رات ہی سے ہم چاروں اُس عمارت کی نگرانی کر رہے تھے لیکن اب اس وقت وہ عمارت سنسان پڑی ہے اور مالک مکان اب اُسے کسی دوسرے کرایہ دار کے سپرد کر رہا ہے۔"

"وضاحت سے بیان کرو۔" جولیا جھلا گئی۔

"آج صبح دس بجے کار میں تینوں لڑکیاں باہر نکلی تھیں۔ چوہان نے کار کا تعاقب کیا تھا۔ کار میں صرف وہی تینوں تھیں۔ عمران ان کے ساتھ نہیں تھا۔ ڈیڑھ بجے چوہان واپس آیا اُس نے بتایا کہ وہ کار تو بحری سفر پر روانہ ہو گئی ہے۔"

"صفدر کیوں احمقانہ باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو!"

"عمران کا معاملہ ہے نا! ہر آدمی پاگل بن کر رہ جاتا ہے!۔"

"سیدھی سادھی باتیں کرو!" جولیا غرائی۔

"ارے بھئی! خفا کیوں ہوتی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس بار میاں عمران کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں چلے گا! وہ کار بندرگاہ گئی تھی اور اُسے بار برداری کے ڈاک پر لے جایا گیا تھا! جہاں کرین کے ذریعہ ایک بار بردار اسٹیمر پر بار کی گئی! تینوں لڑکیاں بھی اسی اسٹیمر پر سوار ہوئی تھیں!۔ عمران وہاں بھی نہیں دکھائی دیا تھا!۔

پھر جب چوہان نے واپس آ کر اس کی اطلاع دی تو میری تشویش بڑھ گئی، میں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک گاڑی آ کر رکی اُس پر سے دو آدمی اترے! اور اندر چلے گئے! جب وہ واپس آئے تو ان کی گفتگو سے میں نے اندازہ کیا کہ اُن میں سے ایک مالک مکان ہے اور دوسرا شائد اُس عمارت کو کرایہ پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔! میری الجھن بڑھ گئی! میں نے آگے بڑھ کر مالک مکان سے اُن تینوں لڑکیوں کے متعلق پوچھا اُس نے کہا کہ محترمہ شالی نے مکان خالی کر دیا ہے اب میں اُسے دوسرے کرایہ دار کو دے رہا ہوں! یہ سُن کر میں چکرا گیا اور

فوراً ہی کسی لٹ جانے والے تاجر کی سی ایکٹنگ شروع کر دی۔ میں اُسے بتایا کہ تین لڑکیاں میری زیورات کی دوکان پر گئی تھیں انہوں نے آٹھ ہزار کے زیورات خریدے۔! تین ہزار وہیں نقد دے دیئے اور پانچ ہزار کیلئے کہا کہ میں اپنا ایک آدمی اسکے ساتھ کر دوں وہ گھر پہنچ کر ادا کر دیں گی۔ لہٰذا دکان کا منتظم ان کے ساتھ کر دیا گیا! انہوں نے اسی عمارت کا پتہ دیا تھا! واقعہ دس بجے کا بتایا!۔ مالک مکان اس اطلاع پر بوکھلا گیا! میں نے خیال ظاہر کیا کہ وہ لڑکیاں مکان چھوڑ گئی ہیں تو وہ آدمی یقینی طور پر قتل کر دیا گیا ہوگا! جو پانچ ہزار روپے وصول کرنے کے لئے اُن کے ساتھ آیا تھا!۔ کرایہ دار نے مالک مکان کو سہارا دیا وہ چکرا کر گر ہی پڑا ہوتا! میں بڑی کامیابی سے اپنا پارٹ ادا کر رہا تھا!۔ پھر میں نے اُس مکان کی تلاشی لے ڈالی لیکن عمران کا کہیں پتہ نہ تھا!۔"

تم نے ٹھیک طور پر نگرانی کی ہی نہیں کی ہوگی!۔" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا!

"خیر یہ تو میں یا میرے ساتھی ہی بہتر جان سکتے ہیں۔! "صفدر کا لہجہ بھی ناخوشگوار تھا۔ جس کے نتیجے میں جولیا کو خود کو سنبھالنا پڑا اور اس نے اپنے لہجے میں بے تعلقی پیدا کر کے پوچھا!" کیا اسٹیمر کا نام اور گاڑی کے نمبر نوٹ کیئے گئے تھے۔!"

"ہاں اسٹیمر کا نام "سکرو" تھا! اور کار کا نمبر بھی نوٹ کرو۔!" صفدر نے کار کے نمبر بتائے اور جولیا نے انہیں سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر نوٹ کیا!۔

"اسٹیمر کے متعلق کیا معلومات حاصل کیں"! جولیا نے پوچھا!۔

"ابھی تک کچھ بھی نہیں:۔ ویسے! وہ پرشین گلف کے لئے روانہ ہوا ہے!۔"

"روانہ ہو چکا ہے!۔"

"ہاں ایک بج کر چالیس منٹ پر۔ خیر اب بتاؤ! مجھے کیا کرنا ہے:۔ کیا تم اس کی اطلاع ایکس ٹو کو دے سکتی ہو!۔"

"ضروری نہیں ہے!۔" جولیا نے یک بیک پھر تیز ہو کر کہا!" تم نے یہ سب کچھ کس کے حکم پر کیا تھا۔ ہو سکتا ہے عمران کا کوئی نجی معاملہ ہو!۔"

"یہ سب کچھ میں نے عمران ہی کے حکم سے کیا تھا!۔"

"وہ حکم دینے والا کون ہے ؟۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا!۔ لیکن کیا میں تمہیں پچھلے احکامات یاد دلاؤں جو تمہارے ہی توسط سے

ہم لوگوں کو وقتاً فوقتاً پہنچتے رہے ہیں! کیا تم نے کئی بار یہ نہیں کہا کہ عمران کے معاملات میں ایکسٹو سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا اور یہ ایکس ٹو ہی کا حکم تھا!۔"

"خیر۔ خیر ختم کرو!۔ جولیا نے خشک لہجے میں کہا!" لیکن دوسرے احکامات کے منتظر رہو۔!"

اُس نے سلسلہ منقطع کر دیا! اب وہ ایکس ٹو سے گفت و شنید کرنا چاہتی تھی! آج کل وہ ہر وقت دانش منزل ہی میں مل سکتا تھا!۔

آج کل کے حالات عجیب تھے! جب سے نئی حکومت قائم ہوئی تھی! ہر وقت غیر ملکی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا خدشہ لگا رہتا تھا اس لئے سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کی وجہ سے عمران کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں!۔ وہ زیادہ تر اپنی قیام گاہ سے غیر حاضر رہتا! یہی وجہ تھی کہ آج کل بلیک زیرو مستقل طور پر بحیثیت ایکس ٹو اس کا رول ادا کر رہا تھا! لہٰذا ہر وقت اُسے دانش منزل ہی میں موجود رہنا پڑتا تھا! اگر کوئی خاص بات معلوم ہوتی اور وہ خود اُس کے متعلق کوئی واضح فیصلہ نہ کر سکتا تو عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا! پھر اُس سے جو ہدایت ملتی اُس کے مطابق احکامات صادر کرتا!۔

جولیا نے اس سے فون پر رابطہ قائم کر کے عمران کے حالات سے آگاہ کیا!

"اچھا!۔" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی تھرائی ہوئی سی آواز آئی!" مگر اس نے مجھے اس معاملے سے آگاہ نہیں کیا جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اُسے اِس کا موقع ہی نہیں مل سکا! اچھی بات ہے۔ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرو! اور اپنے آدمیوں میں سے کسی کو بھی اِدھر اُدھر نہ ہونے دو! میں بندرگاہ کے آفیسروں سے "سکرو" کے متعلق پوچھ گچھ کر کے تمہیں اطلاع دوں گا۔!"

پھر سلسلہ منقطع ہو گیا تھا! اور جولیا اُس کی دوسری کال کے انتظار میں ایک ایک پل شمار کرنے لگی تھی! ساتھ ہی دل ہی دل میں عمران کو بُرا بھلا بھی کہتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے اکثر اُس کا ذہنی توازن بگڑنے لگتا تھا!۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے بلیک زیرو کی کال ریسیو کی! وہ کہہ رہا تھا "ہاں۔ دیکھو "سکرو" پرشین گلف کے لئے روانہ ہوا ہے۔ اور اس کی کار یقینی طور پر بار کی گئی تھی! مگر ٹھہرو! تمہارا بیان ہے کار میں صرف وہی تینوں لڑکیاں تھیں عمران نہیں تھا!۔"

صفدر کا یہی بیان ہے جناب!۔" جولیا نے کہا!

"ٹھیک ہے تو پھر درست ہی ہوگا! اور مجھے یقین ہے کہ صفدر نے نگرانی بھی بخوبی کی ہوگی! وہ کافی ہوشیار ہے۔ ہاں تو گاڑی کا ماڈل اور میکر کیا تھا!۔"

"اوہ۔ یہ تو نہیں معلوم ہو سکا! جناب! صفدر نے نہیں بتایا!

"حالانکہ مارک کرنے کی چیز یہی تھی! آخر تم لوگ اپنی عقلیں پوری طرح کیوں نہیں استعمال کرتے۔ سنو موڈل اور میکر کی بنا پر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ عمران اُسی گاڑی میں موجود رہا ہوگا! لیکن تمہارے آدمی دھوکا کھا گئے! اُس گاڑی کا ڈکے کسی بیہوش آدمی کو چھپانے کے لئے کافی ہوگا! کیونکہ اُس میں خاصی کشادگی ہوتی ہے۔!"

"مگر جناب! کیا کسٹم نے اسے چیک نہ کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ ڈوک پر ضرور چیک کی گئی ہوگی۔"

"غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے!" ایکس ٹو کی آواز آئی!" ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے گاڑی چیک نہ ہو سکی ہو! بہر حال وہ گاڑی جزیرہ موبار کے لئے بک ہوئی ہے!۔ اگر کوشش کی جائے تو اُس اسٹیمر کے پہنچنے سے پہلے ہی تمہارے آدمی موبار پہنچ سکتے ہیں! ایک تیز رفتار لانچ ڈوک نمبر چھ پر اُن کی منتظر ہے! تین آدمی ماہی گیروں کی وضع قطع میں اُس کے ذریعہ موبار جائیں گے۔ لانچ کا نام نوٹ کرو!۔ ویلفریڈ فشرز۔۔ لکھ لیا۔۔ ٹھیک۔! صفدر چوہان نعمانی۔ جائیں گے! کیا صفدر دفتر میں موجود ہے!۔"

"جی ہاں میں نے سبھوں کو یہیں طلب کر لیا ہے!"

انہیں فوراً روانہ کردو!۔ انہیں بیس منٹ کے اندر ہی ڈوک پر پہنچ جانا چاہئے!"

"بہتر ہے۔!"

سلسلہ منقطع ہو گیا!۔

O

عمران نے نیم بیداری کے عالم میں ایک کروٹ لی اور نتیجے کے طور پر اُسے پوری طرح بیدار ہو جانا پڑا کیونکہ نیچے گرنے کی وجہ سے آواز بھی ہوئی تھی! اور چوٹ تو بہر حال آتی کیونکہ بستر فرش سے تقریباً ڈھائی فٹ اونچا تھا!۔ وہ کراہ کر بیٹھ گیا!۔

کچھ دیر تک آنکھیں ملتا رہا پھر آنکھیں بھی کھولیں اور اُچھل کر کھڑا بھی ہو گیا!

کمرہ وہ نہیں تھا جس میں پچھلی رات اُس نے تینوں لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھایا تھا! مگر وہ اپنے پیروں سے چل کر خوابگاہ میں کب آیا تھا! اُس نے ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کی کہ کھانے کے بعد اُس نے کیا کیا تھا مگر یاد نہ آیا! تو گویا وہ کھانے کی میز پر سو گیا تھا!۔ اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ جب کہ اُسے کھانے کی میز سے اٹھنا بھی نہیں یاد آ رہا تھا!

"اچھا۔ جی!۔" عمران ایک طویل انگڑائی لے کر بڑبڑایا!" پھر قد آدم آئینے پر نظر پڑتے ہی مُسکرا کر آنکھ ماری اور آہستہ سے بولا!" بیٹا۔۔۔ عمران۔۔۔۔ فرض کرلو کہ تم مر گئے ہو! اور کیا برخوردار۔۔۔۔ تم سچ مچ گدھے ہو گئے تھے۔ اگر اُسی بیہوشی کے عالم میں تمہارے گلوئے نازک پر کوئی بکری چھری چلا دیتی تو شائد بسم اللہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکتے!۔ ڈفر کہیں کے۔!"

پھر وہ سوچنے لگا کہ آخر وہ لڑکیاں کس چکر میں ہیں! لیکن اُس کا ذہن فوری طور پر کوئی جواب فراہم نہ کر سکا!۔

دفعتاً کسی قسم کی آہٹ سن کر مڑا۔ دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا!۔۔۔۔ پھر ایک بالشت چوڑے درزے سے اُسے اُس لڑکی کا چہرہ نظر آیا جو اُسے بہت زیادہ چھیڑتی رہی تھی!۔۔۔۔ یہ شالی کی سکریٹریوں میں سے ایک تھی! ویسے عمران کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ وہ شالی کی ملازمائیں ہوں گی!۔ وہ انہیں تین شریر دوست لڑکیاں سمجھتا تھا!۔

دروازہ پورا کھل گیا اور لڑکی اندر چلی آئی۔

"کیا آپ جاگ پڑے ہیں شہزادے صاحب!" اُس نے پوچھا!۔

عمران نے بڑی سنجیدگی سے ناک پر انگلی رکھ کر جواب دیا!" نوج"

اور بے ساختہ قسم کا قہقہہ لڑکی کے حلق سے آزاد ہو گیا!

"کیا بیہودگی ہے۔!" عمران پیر پٹخ کر چیخا!

"اوہ معاف کیجئے گا!" یک بیک لڑکی سنجیدہ ہو گئی!۔" معاف فرمایئے گا! یور ہائی نس مجھے ہنسی کا مرض ہے! لوگ اِسے ہنسی سمجھتے ہیں! لیکن یہ دراصل کھانسیاں ہیں!۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہم نے معاف فرمادیا لیکن وقت کیا ہوا۔ ہماری گھڑی ٹاؤنچ گئی ہے۔"

"ٹاؤنچ کیا! میں نہیں سمجھی جناب۔" لڑکی نے پلکیں جھپکائیں۔

"اوہ۔۔۔۔ لاحول ولا۔۔۔۔ ہم اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔ ٹاؤنچ۔ ٹاؤنچ۔ یعنی۔ کیا کہتے ہیں

آئسے جب گھڑی کی مشین رُک جاتی ہے۔"
"اوہ اچھا گھڑی بند ہو گئی ہے۔" لڑکی نے کہا۔
"او ہاں ٹھیک...... بند ہو گئی ہے۔"
"اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں۔"
"ہائیں ابھی تک آٹھ ہی بجے ہیں۔" عمران نے حیرت سے آنکھیں نکالیں آٹھ بجے تو ہم ہوٹل ہی سے اٹھے تھے۔ اے سیکرٹری تم ہمیں ککلمپ بنانے کی کوشش نہ کیا کرو۔ سمجھے!"
"ککلمپ کیا ہوتا ہے جناب۔"
"ہماری زبان مین گدھی کے بچے کو کہتے ہیں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"نہیں سرکار۔" لڑکی ہاتھ جوڑ کر گھگھیائی۔ "اتنی ہمت کہاں ہے ہم میں۔"
"خیر۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہمیں ٹھیک وقت بتاؤ اور ہم کئی معاملات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"
"سرکار کی ہر بات کا تشفی بخش جواب دیا جائے گا۔ آپ یقین فرمائیں جناب اس وقت ٹھیک آٹھ بجے ہیں۔"
"مگر سیکرٹری یہ کیسے ممکن ہے کہ ابھی تک آٹھ بجے ہوئے ہیں۔ کیا ساری دنیا کی گھڑیاں ٹاؤنچ ہو گئی ہیں یعنی کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ہاں بند ہو گئی ہے۔"
"نہیں سرکار آپ بہت سوئے ہیں۔ کل رات بھر سوتے رہے آج دن بھر سوتے رہے۔"
"ہائیں......!" عمران نے حیرت سے دیدے پھاڑ دیئے اور پھر کچھ سوچنے لگا آخر تھوڑی دیر بعد متذبذب انداز میں بولا "مگر...... سیکرٹری...... سوال یہ ہے کہ ہم سوئے کب تھے۔ ہمیں تو یاد پڑتا ہے کہ ہم کھانے کی میز پر تھے۔ اس کمرے میں آنا ہمیں قطعی یاد نہیں ہے۔"
ارے سرکار خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کو بیدار دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ ہماری مالکہ محترمہ شالی تو بیحد پریشان ہو گئی تھیں انہیں غش پر غش آرہے تھے۔ ہوا یہ سرکار کہ آپ کھانا کھاتے ہی اچانک سو گئے۔ بہت ہلایا جلایا آوازیں دیں لیکن جواب ندارد آخر ڈاکٹر پر ڈاکٹر آنے شروع ہو گئے رات بھر شہر کے دس بڑے ڈاکٹر آپ کے بستر کے قریب بیٹھے رہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ نیند ایک رح کے ذہنی مرض کا نتیجہ ہے۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کو بھول جانے کی عادت تو نہیں

ہے۔ شائد آپ نے محترمہ شالی کو بتایا تھا کہ آپ کو بھول جانے کا مرض ہے انہوں نے ڈاکٹر بھی بتایا۔ تب سارے ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کی نیند لمبی بھی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے ایک دو سوتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہفتہ بعد جاگیں یا دوبارہ بیدار ہونے میں پورا ایک ماہ بھی لگ سکتا ہے۔ یہ سُن کر ہمارے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔"
"میرے خدا۔ پیروں تلے سے زمین نکل گئی؟" عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا پھر یونہی سانس کر بولا۔ "نہیں جھوٹ۔"
"ارے یہ تو محاورہ ہے سرکار۔ پیروں تلے سے زمین نکل جانے کا مطلب ہے بہت زیادہ پریشان ہو جانا۔"
"آہا.... محاورہ.... ہم نے محاورے کے متعلق کچھ پڑھا تو تھا بڑے عجیب عجیب محاورے پڑھے تھے۔ ارے ہاں تو ہم یہ معاملہ تو بھول ہی گئے تھے۔ سیکریٹری کیا واقعی ہم اسی طرح سوئے تھے۔"
"محترمہ شالی سے پوچھ لیجئے سرکار۔ غلط ہو تو گردن اڑا دیجئے گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ ہوش میں آگئے۔ ٹھہریئے میں محترمہ شالی کو خوشخبری سنا دوں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر اُن پر دل کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اگر پرنس کو کچھ ہوا تو میں بھی زہر کھا کر مر جاؤں گی۔ اُفوہ! کتنی دشواریوں میں پڑ کر ہم آپ کو یہاں تک لائے ہیں۔"
"کہاں تک لائے ہو۔ ارے کیا ہم اُس محل میں بھی نہیں ہیں۔"
"نہیں جناب! آپ کے لئے ڈاکٹروں کا یہی مشورہ تھا کہ آپ کو کسی پُر فضا مقام پر لے جایا جائے جہاں کی آب و ہوا دارالحکومت کی آب و ہوا سے بہتر ہو لہذا ہم آپ کو اِس جزیرے میں لائے ہیں۔"
"ہائیں.... جزیرے میں۔ کس جزیرے میں کہاں لائے ہو۔" عمران کی آنکھیں پھر حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔
"بڑی عمدہ جگہ ہے سرکار۔ جنت کا نمونہ سمجھ لیجئے۔ اب اس وقت تو باہر اندھیرا ہے ورنہ کھڑکیاں کھول دیتی۔"
"اوہ ختم کرو۔" یک بیک عمران جھلا گیا۔ "ہمارے سیکریٹریوں میں سے کسی کو بلاؤ۔"

"مجھے بھی اپنی ہی سیکرٹری تصور فرمائیے۔"

"نہیں فرماتے۔ تم کون ہو ہمیں مشورہ دینے والی۔ ہمارے آدمیوں کو بلاؤ۔"

"یہاں آپ کا کوئی آدمی نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ ہم کہیں بھی تنہا نہیں جاتے۔ ہمارے ساتھ ہمارے آدمی ضرور ہوں گے۔"

"آپ اِس کنیز کی بات بھی تو سُنئے سرکار۔ بھلا آپ کے آدمیوں کو کیا معلوم کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں۔ ہمیں اُن کا پتہ کب معلوم تھا کہ ہم انہیں اس کی اطلاع دیتے بس چپ چاپ آپ کو لے کر یہاں چلے آئے۔"

"یہ کیا بیہودگی ہے۔" عمران پیر پٹخ کر بولا۔ "ہم یہاں چلے آئے اور ہمارے آدمیوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے.... اگر کوئی ریاست کا دشمن ہمیں گمنامی میں قتل کر دے تو۔"

"ارے توبہ توبہ۔" لڑکی اپنا منہ پیٹنے لگی۔ "آپ ہمیں اپنی ریاست کا دشمن کیوں سمجھتے ہیں کیا ہم آپ کو اُس وقت نہیں قتل کر سکتے تھے سرکار جب آپ پر وہ عجیب و غریب نیند طاری ہوئی تھی۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہو تم مگر پھر بتاؤ کہ ہم اسے کیا سمجھیں۔ کیا تم ایسا نہیں کر سکتی تھیں کہ حکومت کو ہماری اس نیند کی اطلاع دیتیں۔ تمہیں یہی کرنا چاہئے تھا اب ہمارے آدمی کتنے چقلچاش ہونگے۔"

"جج.... جی کیا فرمایا.... کیا ہوں گے۔"

"اونہہ ہم پھر اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔ چقلچاش یعنی کہ اُسے کیا کہتے ہیں.... مطلب یہ کہ بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو رہا ہو گا لیکن آپ دل جانتے ہیں دل...."

"دل۔" عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا "یعنی کہ کپولی۔"

"بس محترمہ شالی دِل کے ہاتھوں مجبور تھیں۔"

"یعنی کہ کپولن کے ہاتھوں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"کپولن کیا۔ میں نہیں سمجھی سرکار۔"

"ارے کچھ نہیں۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "ہماری زبان میں مرد کے دل کو کپولی اور عورت کے دل کو کپولن کہتے ہیں۔ مگر وہ دل کے ہاتھوں کیوں مجبور تھیں اوّل تو ہمارے خیال سے دل کے ہاتھ پیر نہیں ہوتے اور فرض کرو کہ ہوتے بھی ہوں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔ ہم تھری ناٹ تھری جنگ بہادر چھوٹے شاہ ہیں۔"

"مجھے علم ہے سرکار۔ میں نے اس لئے کہا تھا کہ آپ یقین نہ کریں گے کیونکہ خود مجھے بھی محترمہ شالی کی کہانی پر یقین نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ پانچ سال سے آپ کو خواب میں دیکھتی رہی ہیں اور وہ یہ بھی بتاتی ہیں کہ خواب ہی میں آپ انہیں بتایا کرتے تھے کہ آپ کسی اسٹیٹ کے پرنس ہیں لیکن آنکھ کھلنے پر انہیں اسٹیٹ کا نام نہیں یاد رہتا تھا جب آپ نے بتایا تو انہیں یاد آگیا.... آپ انگریزی تو بہت اچھی بولتے ہوں گے پرنس۔ اب ہم انگریزی ہی میں گفتگو کیا کریں گے۔"

عمران نے کان کھڑے کرنے چاہے مگر موقع نہ تھا۔ البتہ اُسے اس بات کا جواب تو دینا ہی پڑا تھا۔ اُس نے بڑے شرمیلے لہجے میں کہا تھا۔ "نہیں۔ یہی میرا سب سے کمزور مضمون تھا۔ اگر دو آدمی تیزی سے بولنا شروع کر دیں تو ہم کچھ سمجھ ہی نہیں سکیں گے۔ اِسی کمزوری کی بناء پر ہم نے ابھی تک مغربی ممالک کا دورہ نہیں کیا۔ پڑھنے میں یہ حال ہے کہ کبھی کبھی تفریحاً ڈکشنری کی مدد سے انگریزی اخبارات کے اشتہار پڑھ لیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو پھر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آج شہر کی تفریح گاہوں میں کیا ہو گا۔"

"اچھا تو خیر...." لڑکی نے مُردہ دلی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مجبوری ہے پھر ہم اُردو میں گفتگو کریں گے۔"

"یہی بہتر ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "اس طرح ہماری اُردو بہتر ہو سکے گی.... اوہ.... ہم پھر بھول گئے۔ آخر ہم ہیں کہاں۔ پرنسس شالی کہاں ہیں۔"

"آہ ...... محترمہ شالی کی نہ پوچھئے۔ وہ آپ کے غم میں دیوانی ہو رہی ہیں" لڑکی نے ٹھنڈی سانس لے کر غمناک لہجے میں کہا۔ "اور اب انہیں زیادہ غم ستائے گا۔ کیونکہ آپ نہ انگریزی میں گفتگو کر سکتے ہیں اور نہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔"

"بھلا اس میں مغموم ہونے کی کیا بات ہے۔"

"انہیں انگریزی سے عشق ہے۔ اس لئے وہ عام طور پر انگریزی ہی میں گفتگو کرتی ہیں۔ ہم بھی اس کے عادی ہو گئے ہیں، اس لئے اُردو میں گفتگو کرتے وقت ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے کہ کہیں کوئی نامناسب بات زبان سے نہ نکل جائے۔ اب آپ کی وجہ سے ہمیں بھی ہر وقت اُردو ہی میں گفتگو کرنی پڑے گی ورنہ آپ بُرا مانیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ بھلا ہم کیوں بُرا ماننے لگے۔ مگر ہم سے اُردو میں ہی گفتگو کی جائے۔ اور کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں!" عمران نے اس طرح دانت پیس کر ہاتھ اٹھایا جیسے اپنی پیشانی پر گھونسہ مارے گا۔

"ارے.... ارے.... سرکار.... یہ کیا۔" لڑکی بوکھلا کر بولی۔

"کچھ نہیں۔ ہم بالکل گدھے ہیں۔ اس انداز میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے زندگی بھر تمہارے ہی ساتھ رہنا ہے۔!"

"کاش ایسا ہی ہو سکے۔" لڑکی نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ارے.... واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ گویا ہم بالکل بوں ڈر ہیں۔"

یہ کیا ہوتا ہے پرنس!"

"پھر پھسل گیا ایک لفظ ہماری زبان کا.... ہم کہاں تک تمہیں مطلب بتائیں۔ بونڈر بیوقوف کو کہتے ہیں.... خیر.... ہاں تو کب ہم اپنے محل چرروٹی ہاؤز میں تشریف لے جائیں گے۔ ہمارے آدمی ہمارے لئے رو رہے ہوں گے۔"

"اس وقت تو کوئی لانچ بھی نہیں ملے گی سرکار۔"

"ارے.... ہاں لاحول ولا.... اس جزیرے کا کیا نام ہے اور یہ دارالحکومت کے ساحل سے کتنی دور ہے۔"

"آپ جزیرہ موبار میں ہیں جو ساحل سے صرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔"

"خیر پرواہ نہیں ہمیں تیرنا بھی آتا ہے۔"

"نہیں سرکار محترمہ شالی کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"کیوں ٹوٹ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اِدھر والوں کا دل ہے کیا بلا جو ہاتھ پیر بھی رکھتا ہے اور ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ ہماری طرف تو بالکل سیدھے سادے کپولی اور کپولن

ہوتے ہیں جن کی ٹوٹ پھوٹ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ اُن کا قیمہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ آپ کو دل دے بیٹھی ہے۔"

"اور ہم اتنے اُلو کے پٹھے ہیں کہ لے بیٹھے ہیں۔" عمران نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ خفا کیوں ہوتے ہیں سرکار۔"

"تم ہمیں پاگل بنا دو گی۔ کبھی دل کے ہاتھ پیر لگتے ہیں۔ کبھی دل ٹوٹ جاتا ہے اور کبھی دل کا لین دین شروع ہو جاتا ہے.... یاخدا ہم کسی پاگل خانے میں تو نہیں بند کر دیئے گئے۔ سچ بتاؤ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتی ہو۔ اگر دولت کی خواہش ہے تو ہم اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے لاکھوں خرچ کر سکتے ہیں۔ تم صرف زبان ہلا کر دیکھو۔ ہمیں خواہ مخواہ بیوقوف نہ بناؤ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے طویل مدت کی نیند کا پروگرام بنایا ہو۔ ارے ہماری ریاست کے مخچو بھی اتنی لمبی نیندیں نہیں لیتے۔"

"یہ مخچو کیا ہوتے ہیں سرکار!"

"جو لوگ مخچ استعمال کرتے ہیں۔"

"مخچ کیا ہوتا ہے!"

"ہماری خالہ کا کلیجہ....!" عمران جھلا کر دہاڑا۔ "ہم نہیں جانتے کہ اردو میں مخچ کو کیا کہتے ہیں۔ وہ کالی ہوتی ہے اسے پانی میں ملا کر کے پیتے ہیں اور اونگھتے ہیں۔"

"افیون تو نہیں۔" لڑکی کو پھر ہنسی آ گئی۔

"ہم نہیں جانتے.... جاؤ.... چلی جاؤ۔ ورنہ اگر تھری ناٹ تھری جنگ کو غصہ آ گیا تو اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے کیونکہ یہاں کا قانون دوسرا ہے۔ جاؤ۔"

عمران حلق پھاڑ کر دہاڑا اور لڑکی اس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگی تھی کہ پھر پلٹ کر دیکھا بھی نہیں۔

تنہائی میں پھر عمران نے دیدے نچانے شروع کئے اور پھر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ اس کمرے میں ایک برقی ٹیبل لیمپ روشن تھا جس کی روشنی شیڈ دار ہونے کی وجہ سے محدود دائرے میں پھیل رہی تھی۔ عمران نے کھڑکی کھول دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے

چہرے پر برف کا برادہ کھینچ مارا ہو۔ ہوا مرطوب تیز اور بیحد سرد تھی۔ مجبوراً کھڑکی بند کر دینی پڑی اور باہر تو اندھیرے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں نظر آیا تھا۔

دفعتاً پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی اور شالی کی دوسری سیکرٹری کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے!" عمران اُسے پھاڑ کھانے دوڑا۔

"آپ نے مجھے طلب فرمایا ہے سرکار۔" لڑکی نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں نہیں۔" عمران نہ جانے کیوں بے حد چڑچڑا نظر آنے لگا تھا۔

تت.... تو پھر آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔"

"بس اب ہمیں جہنم میں جھونک دو۔"

"محترمہ شالی نے کہا ہے کہ لباس تبدیل فرما لیجئے!.... کچھ لوگ حضوری کے خواہاں ہیں:...." لڑکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"محترمہ شالی کو یہیں بھیج دو! ہم ان سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں!۔"

"حضور.... وہ اس وقت چند مہمانوں کے درمیان ہیں! اور چاہتی ہیں کہ اُن مہمانوں کو آپ کے حضور باریاب کرائیں۔!"

"ہائیں.... ہائیں.... اس پورے جملے کا کیا مطلب ہوا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا!

"مطلب یہی ہوا سرکار وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں! آپ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں۔!"

"ہم کسی سے بھی نہیں ملیں گے دفع ہو جاؤ.... جاؤ نکلو یہاں سے۔!" عمران گھونسہ تان کر اُس کی طرف جھپٹا!.... اور وہ بھی بڑی بدحواسی کے عالم میں رخصت ہوگئی! اس بار عمران نے دروازے کو بولٹ ہی کر دیا!۔

اَب اُسے خیال آیا کہ اُس کے جسم پر جاپانی طرز کا سلیپنگ سوٹ ہے!۔ سرہانے شیلف پر پرانا ایوننگ سوٹ رکھا ہوا نظر آیا جس کی تہیں بڑے سلیقے سے لگائی گئی تھیں۔

وہ باتھ روم میں چلا گیا! اور ابھی وہیں تھا کہ کسی نے بند دروازے پر دستک دی!۔

لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ عمران کے کان پر جوں رینگتی!۔

تھوڑی دیر بعد وہ لباس تبدیل کر رہا تھا اور دروازے پر دستکوں کا سلسلہ بھی جاری تھا!

پھر اُسے شالی کی آواز بھی سنائی دینے لگی!.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رو کر اُسے آوازیں دے رہی ہو!۔

عمران نے پھر اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے اور کھوپڑی سہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے!۔

"کھولئے۔ پرنس.... دروازہ کھولئے.... مجھ پر رحم کیجئے!۔"

عمران نے دروازہ کھول دیا! سامنے شالی کھڑی تھی! اُس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں اور گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں نظر آ رہی تھیں! بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سچ مچ عمران کی اس پُراسرار نیند کی وجہ سے مشوش اور مغموم رہی ہو!۔

"خدا کا شکر ہے....!" وہ چھت کی طرف ہاتھ اٹھا کر گڑگڑائی! " میں اپنے پرنس کو تندرست اور بیدار دیکھ رہی ہوں!"

"مگر محترمہ شالی.... ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ہمیں کسی جزیرے میں اٹھا لائی ہیں۔"

"پھر بتایئے کیا کرتی۔ میں غم کے مارے مری جا رہی تھی! ڈاکٹروں نے کہا کہ شہر کی گنجان آبادی سے پرنس کو ہٹا لے جایئے ورنہ ان کی حالت اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔" شالی نے ایک لحظہ توقف کے بعد کہا۔

"ہمارے آدمیوں کو اطلاع کیوں نہیں دی گئی!۔"

"کاش ہمیں آپ کی قیام گاہ کا علم ہوتا! ہم آپ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔! ہم کیا کرتے! اب آپ انصاف کیجئے کہ ہمارے خلاف آپ کا غصہ کس حد تک جائز ہے۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا!" ہاں ٹھیک ہے!۔ مجبوری تھی۔ لیکن ہم دارالحکومت سے کتنی دور ہیں!۔"

"صرف بیس میل کے فاصلے پر! اس وقت تو آپ تشریف نہیں لے جا سکیں گے! کیونکہ گھاٹ پر شائد ایک لانچ بھی موجود نہ ہو۔ لیکن!۔ کل آپ جب بھی چاہیں گے تشریف لے جا سکیں گے۔ میرا خیال ہے کہ۔!"

"چلو۔ ٹھیک ہے! ہمیں کوئی اعتراض نہیں! مگر آپ رو کیوں رہی ہیں! عورتوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ہمارا دل بھی رونے کو چاہتا ہے! آنسو خشک کیجئے محترمہ شالی!.... ورنہ تھری ناٹ

تھری جنگ بہادر بھی رو پڑیں گے!۔ اگر رو پڑے تو ہفتوں کے لئے فرصت .... کیونکہ رونے سے نزلے کی تحریک شروع ہو جائے گی.... ہم دائمی نزلے کے مریض ہیں.... اس لئے رونے دھونے سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں!۔"

شالی کچھ نہ بولی! غالباً سوچ رہی تھی کہ اُسے ہنسنا یا افسوس کرنا چاہئے۔!

بہر حال اُس نے جلدی جلدی آنسو خشک کر ڈالے۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی! "میں بہت ستم رسیدہ ہوں! کاش آپ کو میری دشواریوں اور پریشانیوں کا علم ہوتا!...."

"ہمیں بتاؤ بھی تو!.... تم ہماری محسن ہو! ہمیں بھی اپنی خدمت کا موقع دو!۔"

"خدمت....! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پرنس، ارے میں تو آپ کے لئے جان بھی دے سکتی ہوں!"

"اُف فوہ! اب ہمیں اتنا شرمندہ نہ کرو! ہمیں افسوس ہے کہ ابھی ہم تمہاری خادماؤں پر خفا ہوئے تھے! مگر کیا کریں.... وہ ہمیں دیکھ کر ہنستی ہیں اور ہمیں غصہ آجاتا ہے!"

آپ بالکل برا نہ مانئے! وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوتی ہیں! ہنسی کا مطلب کچھ اور نہیں ہوتا! بیچاریوں نے ساری زندگی میں پہلی بار کوئی شہزادہ دیکھا ہے۔ اچھا اب خاصہ تناول فرمائیے:...."!

"خاصہ کیسے تناول فرمایا جاتا ہے!" عمران نے حیرت سے پوچھا؟

"اوہ.... مطلب یہ کھانا کھا لیجئے۔!"

"ذرا ٹھہریئے.... یہ نئے الفاظ والا جُملہ مجھے لکھ لینے دیجئے!۔ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور فونٹین پن سے لکھنے لگا.... اور الفاظ زبان سے بھی ادا کرتا رہا "خاسا.... تناول.... فرمالیجئے.... اوہ دیکھئے....! یہ بڑی مصیبت ہے!.... خاسا کیسے لکھا جائے.... "س".... "ص" یا "ث" سے.... بس اسی معاملے میں آپ کی اُردو پر بڑا غصہ آتا ہے.... آواز ایک ہی جیسی مگر.... یہ چرخہ لگا ہوا ہے۔ پھر یہ کمبخت زیر زبر پیش جو عام طور پر تحریر میں نہیں آتے.... ایک بار ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی تھی! ہمارے حضور ابا بھی اُردو کے عالم ہیں لہذا وہ اکثر ہم سے اردو میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ تاکہ دوسرے ہماری گفتگو کا مطلب نہ سمجھ سکیں! جب ہم اُردو سیکھ ہی رہے تھے ایک دن ہم نے ایک مکالمہ پڑھا جس میں کسی نے کسی سے پوچھا تھا کہ کیا تمہیں میری یاد آتی تھی اس پر جواب دینے والے نے کہا تھا کہ آپ کی یاد تو دم کے ساتھ

ہے۔ اسی دن حضور ابا نے کسی معاملے میں پوچھ لیا کہ چھوٹے شاہ ہم تمہیں یاد آئے تھے.... ہم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا.... عالی جاہ آپ کی یاد تو دُم کے ساتھ ہے.... یعنی ہم نے دم پر پیش لگا دیا تھا!۔ حضور ابا کو جلال آیا! ہم کتاب لینے دوڑے گئے جس میں یہ جملہ پڑھا تھا!.... حضور ابا نے دیکھا اور سر مبارک پیٹ لیا:۔ کہنے لگے! یہ بڑی مصیبت ہے!.... اچھا اب ہم اردو کی کوئی ایسی کتاب دیکھنا پسند نہیں کریں گے جو مُعَرب نہ ہو!۔ ساری ریاست میں اعلان کر دیا کہ اُردو کی ساری کتابیں محکمہ تعلیم کے سربراہ کے دفتر میں جمع کر دی جائیں! دو ہی دن میں ہزاروں کتابوں کا ڈھیر لگ گیا! حضور ابا کو اس کام کے لئے ایک الگ محکمہ قائم کرنا پڑا جو دن رات مطبوعہ کتابوں میں صرف زیر زبر پیش لگایا کرتا ہے! بہر حال اُس کے بعد ہم اِس قابل ہوئے تھے کہ آلو اور اُلو میں تمیز کر سکیں!"

جیسے ہی وہ سانس لینے کے لئے رُکا! شالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا! "خاصہ۔ ص سے لکھئے!۔"

عمران نے جملہ لکھ کر اُس کے معنی لکھے!۔ اِس وقت اُس کا طرزِ تحریر بالکل بچوں کا سا تھا! بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی مبتدی بچے نے کوئی جملہ لکھنے کی کوشش کی ہو!۔

نوٹ بک اور فاؤنٹین پن جیب میں رکھ کر اُس نے کہا! "چلئے!۔"

وہ اُسے ایک بڑے کمرے میں لائی!۔ یہ ڈرائنگ روم تھا! اور یہاں اُن دونوں لڑکیوں کے علاوہ ادھیڑ عمر کا ایک مرد بھی موجود تھا!.... جس کے چہرے ہی سے مکاری ٹپکتی تھی!۔

"یہ ایک نامی ایڈووکیٹ ہیں!۔ پرنس!" شالی نے کہا! "مسٹر داراب!.... میرے مشیر قانونی.... اور آپ پرنس آف چم چم چمروٹی!۔"

"میرے آداب قبول فرمائیے! یور ہائی نس!۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا!

"ہمیں تم سے مل کر خوشی ہوئی قانون داں!۔" عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جو نہایت ادب سے ہاتھوں میں لیا گیا!۔

"آپ یہاں خوش ہیں نا.... جناب!" وکیل نے پوچھا!

"[illegible]!.... "عمران نے نہایت سنجیدگی سے ناک پر انگلی رکھ کر کہا!۔

دونوں لڑکیاں منہ دبا کر کمرے سے باہر نکل بھاگیں! وکیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور شالی اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی!.... پھر وہ جلدی سے بولی! اُوہ.... تشریف رکھئے نا پرنس!۔

کب تک کھڑے رہیں گے۔"

"اوہاں.... ٹھیک ہے!.... " ٹھیک ہے.... "عمران اسی زرنگار کرسی پر بیٹھ گیا جو شائد خصوصیت سے اسی کے لئے بچھائی گئی تھی۔

"یہ کیا قصہ ہے"۔ وکیل نے انگریزی میں شالی سے پوچھا!

"انہیں دونوں کی بیہودگی ہے!" شالی نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا۔"انہوں نے اِسے سمجھایا ہے کہ ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہنے سے اثبات میں زور پیدا ہو جاتا ہے۔!"

"ہوں!۔" وکیل کسی سوچ میں پڑ گیا!.... اور شالی عمران سے بولی۔ "پرنس آپ کو ناگوار تو نہ گذرے گا اگر ہم آپس میں انگریزی بولیں۔!"

"نہیں!۔" عمران نے سر ہلا کر جواب دیا! "ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ کی خادمہ ہمیں بتا چکی ہیں کہ آپ عام طور پر انگریزی میں گفتگو کرنے کی عادی ہیں!۔"

"آپ بھی انگریزی ہی میں مشق کیجئے نا!" شالی ٹھنک کر بولی!۔

"ہمارے لئے مشکل ہے! ہمیں اِس زبان سے اتنا پیار نہیں ہے کہ ہم اس کے لئے محنت کر سکیں بس پسند ہے اپنی اپنی.... البتہ انگریزی لباس ہمیں پسند ہے۔!"

"مجھے شبہ ہے شالی!" وکیل نے انگریزی میں کہا!

"مگر میں قطعی مطمئن ہوں....!"

"تم ابھی بچی ہو!۔"

خیر.... میں دیکھوں گا!۔" وکیل نے کہا اور سگریٹ کیس نکال کر عمران کے سامنے پیش کرتا ہوا اُردو میں بولا!" ملاحظہ فرمایئے"۔

"ہمیں کسی مل کی چمنی بننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے!۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا!

"اوہ.... کتنا پیارا جملہ ہے.... واہ!" وکیل خوشامدانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ شالی نے بھی داد دی! اور عمران کسی خوشامد پسند آدمی کی طرح خوش نظر آنے لگا!

دفعتاً وکیل نے شالی کو مخاطب کر کے انگریزی میں کہا!" یہ انتہائی درجہ بد اخلاق کمینہ اور بیہودہ آدمی معلوم ہوتا ہے.... میرا دل چاہتا ہے کہ جتنی بھی گالیاں یاد آسکیں اسے سنا ڈالوں۔"!

عمران نے سب کچھ سنا لیکن اُس کی بے تعلقی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنے پایا! وہ سمجھتا تھا کہ وکیل اُس کا امتحان کرنا چاہتا ہے! ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر عمران نے کیسی شاندار اداکاری کا مظاہرہ کیا ہوگا!۔

اب وہ دونوں اُس کے چہرے پر اپنے رویئے کا ردِ عمل ٹٹول رہے تھے۔

لیکن شائد انہیں ناکامی ہی ہوئی تھی کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں وکیل نے کہا!

"دل نہیں چاہتا کہ یقین کرلوں مگر فی الحال یقین کر لینے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے!۔

"پرنس!۔ کیا اب آپ خاصہ تناول فرمانا پسند فرمائیں گے۔" شالی نے عمران سے پوچھا۔

"ہاں.... ضرور.... "عمران نے جواب دیا۔

شالی نے تپائی پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا.... اور "سیکریٹریوں" میں سے ایک اندر داخل ہوئی۔

"خاصہ لگاؤ۔" شالی نے کہا۔

"تیار ہے.... محترمہ!" لڑکی نے کہا اور کنکھیوں سے عمران کو دیکھتی ہوئی رخصت ہو گئی جو اس وقت کسی اُداس اُلو کا ہم جلیس معلوم ہو رہا تھا۔

شالی اٹھی اور اُس نے ڈرائنگ روم کے دروازے کا پردہ ہٹایا۔ سامنے ایک پُر تکلف میز نظر آرہی تھی جس پر انواع واقسام کے برتنوں کے ڈھیر تھے۔

عمران شاہانہ انداز میں آگے بڑھا۔ وکیل بُرا سا منہ بنائے ہوئے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

کھانا شروع کرنے سے پہلے عمران نے کہا۔" ہمیں افسوس ہے کہ ہم کھانے پر ہر قسم کی گفتگو سے احتراز کرتے ہیں لیکن یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کھانے کی میزوں پر لوگ عموماً گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ آپ لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ہمیں بولنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہم اپنی قومی عادت سے مجبور ہیں اور شائد یہی ہماری مذہبی عادت بھی ہے۔"

"یقیناً.... پرنس ہم بھی احتراز کریں گے۔" شالی نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں ضروری نہیں ہے۔ آپ گفتگو کریں۔ ہم بُرا نہیں مانیں گے بس ہمیں مخاطب نہ کیجئے گا۔"

اس وقت وہ دونوں شریر لڑکیاں میز پر نہیں تھیں۔ تین باوردی بیرے سرو کر رہے تھے۔ شائد ایک آدھ منٹ تک صرف چمچوں اور پلیٹوں کے ٹکرانے کی آوازیں ہی کمرے میں گونجتی رہیں پھر وکیل نے شالی کو انگریزی میں مخاطب کیا۔

"مگر آپ اسے یہاں روکیں گی کیونکر.... اور کیا یہ ضروری ہے کہ وہ ہماری ہی مرضی کا پابند ہو کر رہے۔ مجھے تو یہ کوئی بہت ہی ضدی آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ...... یہی آدمی میرے کام آسکے گا۔"

"میں تمہیں اتنی بھولی نہیں سمجھتا تھا مِس۔ جانتی ہو یہ کون ہے اور تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔ چم چروٹی ایک آزاد ریاست ہے اور اس کی حیثیت یقینی طور پر ایک سرکاری مہمان کی ہو گی۔"

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اسے یہاں کبھی نہ لاتی۔ میں نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ یہ سرکاری مہمان نہیں ہے۔ نجی دورے پر آیا ہے اور اس کا قیام بھی گورنمنٹ ہاؤز میں نہیں ہے۔"

"پھر بھی.... آخر پرنس ہی کی کیوں سوجھی!"

"بس چہرے ہی سے ظاہر ہونے والی حماقت اِس چیز کی مُحرک ہوئی تھی۔"

"ارے بھئی پھر بھی.... یہ ایک والئی ریاست کا بیٹا ہے۔"

"ختم بھی کیجئے! مسٹر ایڈووکیٹ! اگر راہ پر نہیں آئے گا تو تفریح ہی سہی۔ کیا آپ کو اس کی صحبت میں لطف نہیں آیا۔"

"میں ایک کاروباری آدمی ہوں محترمہ۔" وکیل نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ اِس قسم کی مجالس سے لطف اندوز ہوتا پھروں۔ آپ جانئے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی خطرے کو دعوت دی ہو۔"

"بس اب ختم کیجئے۔ اَب آج سے تیسرے ہی دن میں آپ کو اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کر سکوں گی۔ اس وقت تک کے لئے اِس مسئلے پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔"

"آپ کی مرضی.... مگر ان حضرت کا قیام کہاں ہے۔"

"کھانا ختم کرنے کے بعد آپ ہی پوچھ لیجئے گا۔ مجھے تو ابھی تک یہ معلوم کرنے کا موقع ہی

نہیں مل سکا۔"

"تو اب آپ کا قیام جزیرے ہی میں رہے گا۔"

"یقیناً! میں شہر میں اِس قسم کے خطرات نہیں مول لے سکتی۔"

"لیکن یہاں حفاظت کی کیا صورت ہو گی۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ آپ کے دشمن آزاد ہیں۔"

"پرواہ نہ کیجئے۔" تین بہترین قسم کے نشانہ باز میرے ساتھ ہیں۔"

"آپ سچ مچ بہت دلیر ہیں محترمہ۔" وکیل مسکرایا۔

"ضرورت سب کچھ بنا دیتی ہے ورنہ میں تو ایک کمزور اور ڈرپوک لڑکی تھی جسے دن رات ناچنے اور گانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہتا تھا۔"

"واقعی آپ میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ میں آپ کو اتنی مضبوط دل لڑکی نہیں سمجھتا تھا۔ اب مجھے یقین ہے کہ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی ورنہ میں تو مایوس ہو چکا تھا!"

"لفظ مایوسی سے مجھے نفرت ہے۔" شالی نے کہا۔

عمران کسی افیونی کی طرح گردو پیش سے بظاہر لاپرواہ کھانے میں مشغول تھا۔

O

کھانے کے اختتام پر دونوں لڑکیاں پھر کمرے میں آموجود ہوئیں۔

اُن میں سے ایک نے عمران سے کہا۔ "ٹوائیلٹ کے لئے ادھر تشریف لے چلئے جناب۔"

اور عمران اُسی دروازے کی طرف مڑ گیا جدھر اشارہ کیا گیا تھا۔ یہ ایک وسیع باتھ روم تھا جس کی تیاری پر ہزاروں خرچ ہوئے ہوں گے۔ عمران ہاتھ دھونے لگا۔ دونوں لڑکیاں ساتھ تھیں۔

اُن میں سے ایک نے دوسری کو مخاطب کر کے کہا۔ "کتنے دنوں سے محترمہ شالی نے گیت نہیں گائے۔ کتنے دنوں سے انہوں نے رقص نہیں کیا۔ کیا آج کی سی حسین رات پھر کبھی میسر ہو۔ کیا وہ آج بھی نہ گائیں گے۔"

"مگر ہم میں اتنی ہمت کہاں ہے کہ ہم اُن سے درخواست کر سکیں۔ مالک، مالک ہی ہوتا ہے۔" دوسری بولی۔

"تو کیا وہ پرنس کی فرمائش بھی ٹال دیں گی۔"

"پتہ نہیں۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ پرنس فرمائش کریں۔"

وہ دونوں اِس وقت انگریزی ہی میں گفتگو کر رہی تھیں جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ عمران سے فرمائش کرنا چاہتی ہیں مگر عمران بالکل ٹھس ہو کر رہ گیا تھا۔

وہ شالی کے رقص و نغمے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی رہیں۔ لیکن جب عمران کے کانوں پر جوں نہ رینگی تو ایک نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ "پرنس کیا آپ ہماری ایک درخواست منظور کریں گے۔"

"ضرور کریں گے۔" عمران بالوں میں کنگھا کرتا ہوا بولا۔ وہ انہیں آئینے میں دیکھ رہا تھا۔

"مسِ شالی بہت اچھی رقاصہ اور گلوکار ہیں۔"

"خوب! رقاصہ تو ہم سمجھتے ہیں لیکن یہ گلوکار کیا ہوتا ہے۔" عمران نے مُسکرا کر پوچھا۔

"مطلب.... یہ کہ وہ بہت اچھا گاتی ہیں۔"

"بہت خوب۔" عمران بہت زیادہ خوش ہو کر اُن کی طرف مڑا۔ "ہمیں بے حد خوشی ہوئی ہے۔ رقص و نغمہ سے ہمیں عشق ہے۔ ہماری روح جھومنے لگتی ہے۔ رقص کرنے لگتی ہے۔ مگر ہم شالی سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"وہ آپ کا کہنا نہیں ٹالیں گی سرکار۔"

"اور اگر ٹال دیا تو ہم اپنا بگڑا ہوا چہرہ کہاں لے جائیں گے۔ ہام.... اچھا اب ہمیں راستہ دکھاؤ۔ اُوہ دیکھو کیا یہاں فون ہے۔"

"ہے سرکار۔"

"ہم کم از کم اپنے آدمیوں کو مطلع ہی کر دیں۔"

"فون تو نہ جانے کب سے خراب پڑا ہے۔" ایک لڑکی نے کہا۔ "یہ کوٹھی عرصہ سے خالی پڑی تھی۔ محترمہ شالی زیادہ تر دارالحکومت یا دوسرے شہروں میں رہتی ہیں۔ اب چونکہ یہاں کچھ دِن قیام کرنا ہے اس لئے کل فون بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ آج محترمہ شالی نے محکمے کو فون کی خرا

ے آگاہ کر دیا ہے۔"

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس طرح اپنے آدمیوں کو مطلع کریں۔" عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اُس کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

ڈرائنگ روم میں وکیل اب بھی موجود تھا۔ اُس نے تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہنے کے بعد اس کا پتہ پوچھ ہی لیا۔

جواب تیار تھا۔ عمران نے نہایت اطمینان سے رانا تہوّر علی صندوقی کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔ "تہور صندوقی ہمارا پی قوں زادہ ہے ہم اُسے بہت پسند کرتے ہیں لیکن وہ نابکار آج کل دارالحکومت میں موجود نہیں ہے۔ بہر حال ہم اُسی کے محل میں قیام فرما ہیں۔ یوں ہم چیروٹی ہاؤز میں بھی قیام پذیر ہو سکتے تھے لیکن ہم نے سوچا کہ وہاں ہماری بڑی نگہداشت ہوگی اور ہمیں شہزادوں کی طرح رہنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارا ایک پی قوں بھی رہتا ہے جو بچپن میں ہمارا اتالیق بھی رہ چکا ہے۔ وہ ہمیں ہر وقت آداب شاہی میں لپٹا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ ہم اُس کی بات نہ مانتے تو حضور ابا تک شکایت جاتی۔"

"خیر.... خیر.... آپ سے مل کر بہر حال خوشی ہوئی۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔" وکیل نے اُٹھتے ہوئے کہا اور رخصت ہونے سے پہلے پرنس آف چیروٹی کو تعظیم دی۔

عمران کے چہرے پر نہ جانے کیوں گہری اُداسی چھا سی گئی تھی اور اُس اداسی نے اُس کے چہرے کو پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز اور قابلِ رحم بنا دیا تھا۔ شالی نے غالباً اسے موڈ میں لانے کے لئے پوچھا۔ "یہ پی قوں زادہ یا پی قوں کیا ہوتا ہے۔"

"اوہ....!" عمران اس طرح چونک پڑا جیسے اب تک اونگھتا رہا ہو۔ "کیا پوچھا آپ نے۔"

شالی نے سوال پھر دوہرایا۔

"پی قوں۔ اُسے کہتے ہیں۔ وہ کیا ہوتا ہے.... وزیر.... وزیر.... یہ تہوّر علی سخت نالائق ہے کہ ایسے ہی موقع پر غائب ہو گیا جب ہم یہاں مقیم ہیں۔"

"آپ کچھ اُداس سے نظر آرہے ہیں۔ پرنس!"

"کچھ نہیں! ہمیں اپنے آدمیوں کی فکر ستا رہی ہے کہیں وہ کسی پریشانی میں نہ پڑ جائیں۔ ہمیں مردہ سمجھ کر حضور ابا تک پیغامات پہنچانا نہ شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم بڑی مصیبتوں میں

گرفتار ہو جائیں گے۔ کیا یہاں کہیں بھی ہمیں فون نہ مل سکے گا۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے پرنس! کوٹھی کا فون نہ جانے کب سے خراب پڑا ہے۔ اب شائد کل ہی درست ہو سکے۔ میں نے محکمے کو مطلع کر دیا ہے۔"

دفعتاً کسی کمرے سے سازوں کی آواز آئی اور عمران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا یہ آوازیں گراں گذر رہی ہیں!"..... شالی نے مسکرا کر پوچھا!

"ہرگز نہیں یہ تو ہماری روح کے لئے شربت روح افزاء کا کام کرتا ہے! یہ کون بجا رہا ہے اُسے یہاں بلوائیے!۔"

فوراً فرمائش پوری کی گئی! یہ وہی دونوں شریر لڑکیاں تھیں ایک وائلن بجا رہی تھی اور دوسری طبلہ!

عمران کی فرمائش پر انہوں نے ایک گت چھیڑ دی!۔ اور شالی بیٹھے ہی بیٹھے پیر تھرکانے لگی!

عمران اس کے قریب کھسک کر آہستہ سے بولا۔ "یہ خادمائیں کہہ رہی تھیں کہ آپ کو رقص و نغمہ میں دخل ہے!۔"

"کچھ یوں ہی سا!....." شالی مسکرائی "کیا آپ کو دلچسپی ہے۔!"

"نوج....!" عمران نے ناک پر انگلی رکھی! اور شالی کا منہ پھر بگڑ گیا! اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اُن دونوں لڑکیوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور انگریزی میں برس پڑی!

"یہ کیا بیہودگی کر ڈالی ہے تم لوگوں نے! اب یہ اسی طرح ناک پر انگلی رکھتا رہے گا! وکیل کے سامنے کتنی شرمندگی ہوئی تھی!۔"

"ارے کچھ ہماری دلچسپی کا سامان بھی ہونا چاہئے!۔" ایک لڑکی نے ہنس کر کہا!۔

"تب پھر جہنم میں ڈالو! کچھ بھی نہیں ہو سکے گا!" شالی کی جھلاہٹ بدستور برقرار رہی!

یک بیک عمران کھڑا ہو گیا!.... اُس کے چہرے سے بھی غصہ کا اظہار ہو رہا تھا! اُسے اس حالت میں دیکھ کر تینوں بوکھلا گئیں!

"کک.... کیوں! پرنس.... کک کیا بات ہے!" شالی ہکلائی!

"ہم نے آپ سے رقص کرنے کی فرمائش نہیں کی تھی!۔ پھر آپ اِن بیچاریوں پر کیوں خفا ہو رہی ہیں! انہوں نے صرف تعریف کی تھی کہ آپ رقص و نغمہ کی ماہر ہیں۔"

"ارے یہ بات نہیں ہے پرنس!"..... شالی نے اطمینان کی سانس لی! "بیٹھئے.... بیٹھئے! میں تو کسی دوسری بات پر خفا ہو رہی تھی! آپ کے لئے میں ضرور رقص کروں گی!۔"

پھر اُس نے اٹھ کر ایک بیورو کی دراز سے گھنگرؤں کی جوڑی نکالی اور انہیں ٹخنوں پر باندھنے لگی!۔

پھر ذرا سی دیر میں عمران ایسا محسوس کرنے لگا جیسے سچ مچ اُسے کہانیوں والی پریاں پرستان میں اُٹھا لائی ہوں!

شالی ایک اچھی موسیقار اور ماہر رقاصہ معلوم ہوتی تھی! عمران بیٹھا جھومتا اور داد دیتا رہا!۔

پھر یہ شغل اُسی وقت ختم ہوا جب وہ تھک کر نڈھال ہو گئی ۔!

O

رات تاریک تھی اور صفدر اندھا دھند آندھی اور طوفان کی طرح راستہ طے کر رہا تھا! اُسے چوہان اور نعمانی کے پاس پہنچنا تھا! جو موبار کے مشرقی کنارہ پر اُس کے منتظر تھے!۔

وہ پہلی بار اس جزیرے میں آیا تھا اور یہاں کی فضا اُسے بہت پسند آئی تھی! جزیرے کا رقبہ چار میل سے زیادہ نہ رہا ہو گا! یہاں کی سرسبزی اور شادابی اُسے بہت پسند آئی تھی!..... یہاں دارالحکومت کے بعض متمول لوگوں کی کوٹھیاں تھیں! جنہیں روشن کرنے کے لئے سمندر میں کیبل ڈال کر دارالحکومت سے بجلی کے تار لائے گئے تھے۔ اور اسی طرح ٹیلیفون کے تاروں سے بھی دونوں مقامات کو مربوط کیا گیا تھا! یہ ایک اچھی خاصی موسمی تفریح گاہ بھی تھی! موسم گرما میں جنوب سے آنے والی گرم ہوائیں جب دارالحکومت کے موسم کو تکلیف دہ بنا دیتی تھیں موبار جنت نظیر نظر آتا تھا! اور سردیوں میں بھی جب شمال کی یخ بستہ ہوائیں ایک آدھ ہفتے کے لئے اِدھر کا رخ کرتی تھیں تب بھی موبار ہی اُن خشک اور بے حد ٹھنڈی ہواؤں سے نجات دلاتا تھا!

وہ لوگ سکرو سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکے تھے!۔ ہو یہ کہ جب وہ بندرگاہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ لانچ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے!۔ پھر وہاں انہیں اس کا بھی موقع نہ مل سکا کہ ایکس ٹو کو اس کی اطلاع دیتے! بہر حال آدھے گھنٹے بعد لانچ روانگی کے قابل ہو سکی تھی!

وہ موبار پہنچے تھے! اور سکرو ان سے پندرہ منٹ پہلے ہی موبار کا گھاٹ چھوڑ چکا تھا! لیکن

یہاں یہ معلوم ہو گیا کہ کار کس عمارت میں گئی تھی۔

صفدر نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ تنہا اُس عمارت تک جائے! اس لئے چوہان اور نعمانی کو گھاٹ ہی پر چھوڑ گیا تھا! اس عمارت تک اس کی رسائی ہو گئی تھی! لیکن وہاں پہنچ کر اُس نے یہ بھی دیکھا تین مسلح آدمی بڑی مستعدی سے عمارت کے گرد پہرہ دے رہے ہیں!۔

پھر اندھیرا پھیل گیا! اور صفدر سوچتا ہی رہ گیا کہ عمارت کے اندر پہنچنے کے لئے کون سی تدبیر اختیار کرے۔ وہ دراصل اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ عمران زندہ بھی ہے یا مر گیا! ہو سکتا ہے اُس کار کے ڈکے میں اس کی لاش ہی بند رہی ہو جسے ٹھکانے لگانے کے لئے یہاں لایا گیا ہو!

پہرہ دینے والے اندھیرے میں کافی چاق و چوبند رہے! وہ بار بار ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالتے.... اور ان کی ٹانگیں متحرک ہی نظر آتیں!.... صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔!

یک بیک ایک کھڑکی کھلی اور صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں! کیونکہ کھڑکی کے دوسری طرف عمران نظر آیا تھا!.... اور وہ اتنا ایٹ ایز دکھائی دے رہا تھا کہ صفدر کو اپنی تشویش پر تاؤ آنے لگا! عمران سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھا اور آنکھوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو!۔

کھڑکی جلد ہی بند کر لی گئی! صفدر ایک طویل سانس لے کر گھاٹ کی طرف مڑ گیا! وہ سوچ رہا تھا کہ اب کوئی خطرناک کھیل شروع ہونے والا ہے!....

وہ چلتا رہا!.... اور بڑی آسانی سے راہ بھول گیا! اندھیرا تو تھا ہی سمتوں کا تعین نہ کر سکا! اور پھر جب اُسے لہروں کا شور سنائی دینے لگا تو اُس نے محسوس کیا کہ وہ غلط راستے پر آ نکلا ہے کیونکہ گھاٹ کا پانی تو پُر سکون تھا! دور دور تک بڑی لہریں نہیں دکھائی دیتی تھیں! وہ پھر مڑا.... لیکن اچانک پیروں کو تکلیف دیئے بغیر نشیب میں قلابازیاں کھاتا چلا گیا!.... سر پر پڑنے والی ضرب اتنی ہی شدید تھی کہ وہ سنبھل نہ سکا! قلابازیوں کی تعداد اُسے یاد نہ رہی کیونکہ چوتھی قلابازی کے بعد ہی شعور کی مشین بند ہو گئی تھی!۔

ہوش کتنی دیر بعد آیا تھا! اس کا اندازہ بھی آسان نہیں تھا! ویسے اُس نے یہ ضرور معلوم کر لیا کہ اُس کی گھڑی آٹھ بج کر تیرہ منٹ پر بند ہوئی تھی! ہو سکتا تھا یہ اُس وقت بند ہوئی ہو جب وہ

نشیب میں لڑھک رہا تھا!۔ قلابازیوں کا خیال آتے ہی اس کے جسم کے مختلف حصوں میں سوزسی ہونے لگی اور سر کا وہ حصہ شدت سے دُکھنے لگا جہاں چوٹ پڑی تھی!

وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا! سارے جسم پر معمولی اور غیر معمولی خراشیں تھیں جن کی سوزش اُسے انگاروں کا بستر یاد دلا رہی تھی!۔

یک بیک وہ بوکھلا گیا! کیونکہ کمرہ ہل رہا تھا!.... زلزلہ.... وہ بدحواسی کے عالم میں اٹھا اور پھر یہ حقیقت اس پر واضح ہوئی کہ وہ کسی بحری جہاز کے کیبن میں ہے! وہ کھڑکی کی طرف جھپٹا!.... تاروں کی چھاؤں میں سمندر کی دیو پیکر لہریں صاف نظر آ رہی تھیں!۔

وہ کافی دیر تک کھڑکی کی سلاخ پکڑے کھڑا رہا!.... جسم کی سوزش سے زیادہ سر کا درد تکلیف دہ ہو رہا تھا!.... تقریباً بیس منٹ یہی سوچنے میں گذر گئے کہ اب اُسے کھڑکی سے ہٹ کر کیبن کا دروازہ کھولنا چاہئے! لیکن نقاہت نے ایسا کرنے سے باز رکھا تھا۔ بدقت تمام وہ دروازے تک آیا، لیکن اسے کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا!۔ شاید وہ باہر سے مقفل تھا۔!

وہ پھر برتھ پر گر گیا جو کافی آرام دہ تھی لیکن درد سر کیسے رفع کرتی! اُس پر پھر غشی سی طاری ہونے لگی! اس سے پہلے کبھی ایسی کمزوری نہیں محسوس ہوئی تھی! وہ اپنے اونگھتے ہوئے ذہن کے خلاف جدوجہد کرنے لگا لیکن ناکامی ہی ہوئی۔ اُس پر پھر غشی سی طاری ہونے لگی۔

دوسری بار ہوش آنے پر اس نے جہاز کا سائرن سُنا! یا پھر ہو سکتا ہے کہ سائرن کی کرخت آواز ہی سے اُس کی نیند کا سلسلہ ٹوٹا ہو!۔ اُس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اب جہاز حرکت نہیں کر رہا!.... ابھی وہ برتھ سے اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا!۔

"اسے اُٹھا کر عرشے پر لے چلو"۔! ریوالور والے نے دوسرے آدمی کو حکم دیا!۔

صفدر نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا! حالات کی نوعیت کا اندازہ کئے بغیر وہ کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا تھا! وہ آدمی اُس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ خود ہی اٹھ گیا!.... دروازہ کھلا ہوا تھا!۔

وہ چپ چاپ دروازے کی طرف بڑھا۔ ریوالور کی نال اُس کی کمر سے آ لگی!۔

اِس طرح وہ جہاز کے عرشے پر آیا!.... یہاں تین چار آدمی شائد پہلے سے ہی اُس کے منتظر تھے! انہوں نے اُسے گھیرے میں لے لیا!۔

"وہ اُسے عرشے کی ریلنگ تک لائے اور ریوالور والے نے ریوالور کے دستے سے اُس کی کمر تھپتھپا کر کہا!" دیکھو دوست۔! ریلنگ سے ایک سیڑھی لٹک رہی ہے! بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی نیچے اُتر جاؤ! ورنہ دوسری صورت یہی ہوگی کہ ہم تمہیں اٹھا کر نیچے پھینک دیں!.... لیکن اس پر غور کرلو کہ دوسرا طریقہ مفید نہ ہوگا۔"!

صفدر کا ذہن اب کسی حد تک کام کے لائق ہو گیا تھا! مگر یہ کیا دیوانگی تھی؟ وہ اُسے پانی میں کیوں اُتار رہے تھے؟.... جہاز کسی ساحل پر نہیں تھا!.... بلکہ ایسی جگہ تھا جہاں چاروں طرف حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا!۔ رات اتنی تاریک نہیں تھی کہ گردوپیش اندھیرے ہی میں گم ہوتا!۔

O

دوسری صبح عمران خواہ مخواہ دیر تک سوتا رہا! آنکھ تو معمول کے مطابق ہی کھلی تھی لیکن وہ آٹھ بجے تک آنکھیں بند کئے پڑا رہا! اور اٹھا بھی تو اس طرح کہ انہیں شریر لڑکیوں میں سے کسی نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا!

وہ اُٹھا تو لیکن اس نے اپنے چہرے پر ایسا اضمحلال طاری کر لیا تھا جیسے برسوں کا بیمار ہو!۔

"اوہ.... سرکار!۔" لڑکی نے گھبرائے ہوئے سے انداز میں کہا!۔ "کیا مزاج عالی کچھ گرانی محسوس کر رہا ہے!"

"دیکھو! بھئی! ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ گاڑھی اُردو ہماری یونگ میں نہیں آتی۔"

"یونگ کسے کہتے ہیں پرنس۔"

"بدبختی ہے ہماری!" عمران پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا!" کوشش کے باوجود بھی ہم اپنی زبان کے الفاظ نہیں روک پاتے۔ غالبًا ہمیں یونگ کے بجائے عقل یا سمجھ کہنا چاہئے تھا!۔ خیر۔"!

لڑکی نے باتھ روم کی جانب اُس کی رہنمائی کرنی چاہی!

"ہمیں علم ہے!۔" عمران نے بیزاری سے کہا!" جاؤ۔ ہم تنہائی چاہتے ہیں!۔ جاؤ دیکھو فون ٹھیک ہوا یا نہیں!۔"

"جا رہی ہوں! مگر فون ابھی کیسے ٹھیک ہو سکے گا! ابھی تک ہیڈ آفس سے کوئی آدمی نہیں آیا۔" وہ چلی گئی!

آدھے گھنٹے بعد عمران لباس تبدیل کر رہا تھا! لیکن اُس کے چہرے پر پائے جانے والے آثار میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی! وہ اب بھی برسوں کا بیمار معلوم ہو رہا تھا!۔

شالی ناشتے کی میز پر اس کی منتظر تھی! اُس نے اس کی حالت پر حیرت ظاہر کی!

"یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے پرنس! طبیعت تو ٹھیک ہے نا!" اس نے بوکھلا کر پوچھا!

"ٹھیک ہی ہے!" عمران نے مردہ سے آواز میں کہا اور ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا!

"کیا یہاں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ پرنس!۔"

"نہیں....!" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی!" تکلیف تو اب پہنچے گی۔"!

"میں نہیں سمجھی!۔"

"کچھ نہیں! کچھ بھی نہیں!۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا اور سر جھکا لیا۔

"نہیں پرنس یہ نہیں ہو سکتا! آپ کو بتانا پڑے گا! میں آپ کے چہرے پر پژمردگی نہیں دیکھ سکتی! دیکھئے یہ اچھی بات نہیں! آپ میرا دل دکھا رہے ہیں۔!"

"نہیں تو!...." عمران کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی!۔" ہم نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا! ہم کو دل دُکھانے سے نفرت ہے! ہم ہمیشہ دل سکھاتے ہیں!۔"

"سکھاتے ہیں۔ دل!۔" ایک لڑکی نے حیرت سے کہا!" دل کیسے سکھایا جاتا ہے سرکار"!۔

"جیسے دُکھایا جاتا ہے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا!۔

"ہم اب بھی نہیں سمجھے.... یور ہائی نس!" دوسری بولی!۔

"بھئی ہمیں زیادہ اُردو نہیں آتی۔ دُکھ سکھ ہی پڑھا ہے ہم نے... دُکھ سے دُکھانا اور سکھ سے سکھانا!۔"

"تم لوگ اپنی زبانیں بند نہیں کرو گی!" شالی دونوں لڑکیوں پر بگڑ گئی!

"نہیں خفا ہونے کی ضرورت نہیں!" عمران نے درد بھرے لہجے میں کہا!" ابھی ہم رخصت ہو جائیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری ذات سے کسی کو دکھ پہنچے!"

"اُوہ.... تو آپ سچ مچ چلے جائیں گے!۔"

"کیوں نہ جائیں!"....عمران نے پوچھا۔

"کاش آپ کچھ دن اور ٹھہرتے۔!"

"آہ....ہماری بھی یہی خواہش تھی!....مگر....!"

"مگر....کیا پرنس! نہیں اگر آپ یہاں قیام فرمانا چاہتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو یہاں سے نہیں لے جاسکتی!۔"

عمران سر جھکائے بیٹھا تھا! اس جملے پر اُس نے سر اُٹھا کر شالی کی طرف دیکھا اور شالی ہو سکتا ہے کہ سچ مچ سٹپٹا گئی ہو! کیونکہ عمران کی آنکھوں میں آنسو تھے!۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا

"نہیں....نہیں....ایسا نہ کہو! ہمارے حضور ابا بہت بڑی طاقت ہیں....وہ ہمیں زندہ نہ رہنے دیں گے!۔" وہ ظالم ہیں جابر ہیں! کاش کسی طرح ہمیں ان سے چھٹکارا مل سکے!۔"

"آپ چھٹکارہ چاہتے ہیں؟"

"بالکل چاہتے ہیں! کیونکہ پابندیوں سے ہمیں نفرت ہے!" عمران نے کہا اور اُس کی آنکھوں میں رُکے ہوئے آنسو گالوں پر بہہ آئے....!

ایک لڑکی بلاؤز سے رومال نکال کر اُس کی طرف جھپٹی اور جلدی جلدی اُس کے آنسو خشک کئے! عمران نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔!

"جب تک آپ کا دل چاہے رہئے! یہاں سے آپ کو کوئی نہ لے جاسکے گا۔" شالی نے کہا!

"آپ نہیں سمجھ سکتیں محترمہ شالی!....ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے! اخبارات میں ہماری تصاویر شائع ہوں گی۔ ریاست چمروٹی آپ کی ریاست سے درخواست کرے گی کہ ہمیں ڈھونڈھ نکالا جائے! پھر آپ بھی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائیں گی! ہمارے آدمی آج دن بھر ہمیں تلاش کریں گے!۔ اس کے بعد تصاویر شائع ہونے لگیں گی! ریڈیو پر ہماری گمشدگی کا اعلان ہوگا؟"

"پھر بتایئے! میں آپ کے لئے کیا کروں؟"

"بس یہ دعا کیجئے کہ ریاست میں انقلاب ہو! اور ابا قتل کردیئے جائیں!"

"اوہ....ایسا بھی کیا؟" دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں!۔

"تم چپ رہو!...." شالی نے پھر انہیں ڈانٹا!

"نہیں انہیں حیرت ظاہر کرنے دیجئے!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا!" حقیقت یہ ہے کہ ہم نے حضور ابا کے لئے اپنی نیک تمنا کا اظہار کیا ہے!۔ ہماری ریاست کے طور طریقے دوسروں سے الگ ہیں۔ ہماری رعایا جس حکمران سے انتقام لینا چاہتی ہے اُسے بہت دنوں تک زندہ رہنے دیتی ہے....وہ اپنی زندگی سے تنگ آکر گلی کوچوں میں چیختا پھرتا ہے! کوئی قتل کردے....کوئی خدا کے نام پر قتل کردے مجھے اور لوگ اس پر ہنستے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ وہ زیادہ دن تک زندہ رہ کر اپنی عاقبت بگاڑتا رہے۔ تاکہ مرتے ہی سیدھا جہنم میں بھیج دیا جائے!۔ جس حکمران سے رعایا خوش ہوتی ہے اُسے فوراً قتل کردیتی ہے تاکہ اتنا نیک آدمی جلدی سے جنت میں پہنچ سکے!"

"معاف کیجئے گا یہ کوئی ریاست ہے یا آپ کسی سرکس کا حال بیان فرما رہے ہیں!" ایک لڑکی بولی!۔

"اچھا تم لوگ تو جاؤ یہاں سے" شالی نے اٹھتے ہوئے کہا! اور وہ دونوں ہنستی ہوئی بھاگ گئیں۔ پھر شالی نے عمران سے کہا!" اوہ۔ پرنس دیکھئے چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے! پہلے چائے پیجئے۔ پھر اس مسئلے پر غور کریں گے!"

عمران خاموش ہوگیا! شالی اُس کے لئے چائے بنا رہی تھی!۔

عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔ "ایک صورت ہو سکتی ہے!"

"کیا....!" شالی چونک پڑی!

"ہم اپنے آدمیوں کو آگاہ کردیں کہ نجی طور پر تفریح کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں تلاش نہ کیا جائے اور روزانہ دن میں ایک بار انہیں اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہیں! اس طرح ہم کچھ دن تمہارے ساتھ گذار سکیں گے اور کسی قسم کا ہنگامہ بھی نہ ہوگا!....مگر یہ ہماری کمبختی ہے کہ تمہارا فون خراب ہوگیا ہے۔ اب بتاؤ ہم کیا کریں!۔"

"فون آج ہی ٹھیک ہو جائے گا! پرنس!....آپ فکر نہ کیجئے!....اَب ہنسئے بھی آپ کا اُداس چہرہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا!۔"

عمران تھوڑی دیر تک خاموشی سے چائے پیتا رہا! پھر خوابناک سی آنکھیں بنا کر بولا!۔ "ہمیں کیسے یقین آئے کہ ہم جاگ رہے ہیں!۔"

"کیوں؟"

"اف.... فوہ.... کچھ سمجھ میں نہیں آتا!.... اس سے پہلے کبھی ہمارا ساتھ غیر عورتوں سے نہیں پڑا!.... ہم بچپن ہی سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ نامحرم عورتوں کا قرب جہنم کا راستہ ہے! مگر.... مگر.... کیا اَب کیا کہیں۔ کیا سمجھیں۔"

"ارے چھوڑیئے۔!" شالی ہنس پڑی! "وہ بُری عورتوں کی باتیں ہیں! میں تو ایک شریف لڑکی ہوں۔!"

"ہاں ہم یہی سوچ رہے ہیں! صرف بُری عورتوں کو نامحرم کہتے ہوں گے!۔"

شالی نے اُس کے سامنے پلیٹ کھسکاتے ہوئے کہا!" آپ نے یہ حلوہ تو لیا ہی نہیں!۔"

"اوہاں.... شکریہ!.... حلوہ ہم شوق سے کھاتے ہیں!.... مگر حضور ابا کو یہ بھی ناپسند ہے!"

"واقعی بڑے ظالم معلوم ہوتے ہیں!۔"

"ہمارا سینہ چھلنی ہے!...." عمران نے ٹھنڈی سانس لی!

"اوہ.... ختم بھی کیجئے! آپ کیوں پریشان کن باتیں سوچ رہے ہیں!۔"

"عادت پڑ گئی ہے۔"

ناشتے کے بعد شالی اُسے ایک بڑے کمرے میں لے گئی جہاں بلیرڈ اور پنگ پانگ کی میزیں تھیں! لیکن عمران نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اُسے یہ کھیل آتے ہیں!.... ویسے اُس نے شالی کو یہ ضرور بتایا تھا کہ وہ اکثر لوگوں کو کھیلتے دیکھ چکا ہے! خود کبھی کھیلنے کا اتفاق نہیں ہوا.... شالی اُسے پنگ پانگ سکھانے لگی! عمران بے ڈھنگے پن سے کھیلتا اور دیوار قہقہہ بنتا رہا!.... دونوں لڑکیوں میں سے ایک وہیں موجود تھی!۔

دوسری نے دس بجے اطلاع دی کہ فون ٹھیک ہو گیا ہے! شالی عمران کو فون والے کمرے میں لائی! عمران سے نمبر مانگے اور جزیرے کے ایکسچینج سے لائن مانگی!۔

تھوڑی دیر بعد رانا پیلس سے فون مل گیا! آج کل بلیک زیرو دانش منزل میں رہا کرتا تھا اور عمران کی ہدایت کے مطابق اُس کی کالیں رانا پیلس سے دانش منزل کے لئے ڈائرکٹ کر دی جاتی تھیں! اس وقت بھی یہی ہوا.... رانا پیلس کے نجی ایکسچینج پر طاہر صاحب یعنی بلیک زیرو کی کال

دانش منزل کے نمبروں پر منتقل کر دی گئی!۔

"ہیلو.... مسٹر طاہر.... ہم چھوٹے شاہ تھری ناٹ جنگ بول رہے ہیں!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا!

"ہاں.... اے تم خاموش رہ کر ہماری بات سنو....! ہم نہیں بتا سکتے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں! ہمارے آدمیوں سے کہو کہ ہمیں تلاش نہ کریں، جب ہمارا دل چاہے گا خود ہی تشریف لائیں گے! اور ہمارے گدھے سیکرٹری سے کہہ دو کہ حضور ابا کو ہماری خیریت سے برابر مطلع کرتا رہے.... کیا.... اوہ.... نہیں.... اچھا اچھا.... دیکھو اُسے ضرور تلاش کرو! اگر وہ کھو گیا تو ہمیں اپنی تفریحات کو خیر باد کہہ کر فوری طور پر واپس آنا پڑے گا۔ آخر وہ گیا کہاں!.... ہائیں.... کہاں.... اف فوہ.... وہ بالکل گدھا ہے! ہم وہاں ہرگز نہیں ہیں!.... وہ جھوٹا تھا.... پتہ نہیں کہاں جا مرا.... خیر.... دیکھو! خبردار یہ بات باہر نہ جانے پائے کہ ہم لاپتہ ہو گئے ہیں!۔ ایک بار پھر خبردار.... ورنہ تم ہمارے غصہ سے واقف ہو.... بس ہم اپنی پسند کی تفریح کر رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ اس کی خبر حضور ابا تک پہنچے۔ اس لئے ہم لاپتہ ہو گئے ہیں!.... تم ہمارے آدمیوں پر کڑی نظریں رکھو تاکہ وہ حضور ابا کو مطلع نہ کر سکیں!.... اس کے عوض ہم تمہیں بہت بڑا انعام دیں گے!"

تھوڑی دیر تک وہ خاموش کچھ سوچتا رہا پھر غصیلے لہجے میں بولا!" ہم کچھ نہیں جانتے! یہ ہمارا حکم ہے!.... اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو تمہارا ٹھکانہ کسی جہان میں نہ ہو گا! چھوٹے شاہ کا غصہ ابھی تم نے دیکھا نہیں ہے! بس بکواس بند۔ رانا تہور علی صندوقی بھی ہمارا ہی نمک حرام ہے.... نہیں شائد نمک خوار ہے.... بس!"۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا مگر اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار پائے جا رہے تھے!۔

"کیوں پرنس کیا بات ہے....!" شالی نے پوچھا!

"کچھ نہیں! ہماری شربت!...." عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا!

"شائد آپ شامت کہنا چاہتے تھے!...." شریر لڑکی نے ٹوک دیا!۔

عمران نے تفکر آمیز انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا" شائد!" اور پھر سوچ

میں غرق ہو گیا! بلیک زیرو نے اُسے مطلع کیا تھا کہ صفدر چوہان اور نعمانی جزیرہ موبار پہنچے تھے لیکن صفدر وہاں سے غائب ہو گیا جو اُن دونوں کو ساحل پر چھوڑ کر اُس کی تلاش میں گیا تھا! چوہان اور نعمانی نے پورا جزیرہ چھان مارا مگر اُس کا کہیں پتہ نہیں ملا! ویسے انہیں اس عمارت کا علم ہو گیا ہے جس میں عمران مقیم ہے.... اب عمران سوچ رہا تھا کہ اُسے بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہئے! یہ کوئی بڑا کھیل معلوم ہوتا ہے! یہ لوگ اُس سے کیا چاہتے ہیں؟ سب سے بڑا سوال تھا!.... کسی احمق آدمی کا اغوا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ بھی ایسی صورت میں جب کہ اغواء کرنے والی لڑکیاں ہوں؟ پچھلی رات اُس نے شالی اور وکیل کی گفتگو بھی سنی تھی! جس کا مقصد ہنوز تاریکی میں تھا۔!

"کیا سوچنے لگے ہیں پرنس!...." شالی نے کچھ دیر بعد ٹوکا!....

"ہمیں توپ الملک یعنی اپنے حضور ابا پر بے حد غصہ آ رہا ہے۔"

"کیوں آخر کیوں؟"

"اُن کا ایک آدمی ابھی تک ہماری سراغرسی کرتا رہا ہے.... ہماری ٹوہ میں رہا ہے! وہ ہمارے پیچھے لگا ہوا یہاں تک آیا تھا!.... اور اب غائب ہو گیا ہے! وہ ایک مقامی ہی آدمی ہے! یہاں تمہارے ملک میں بھی ہمارے حضور ابا کے ایجنٹ موجود ہیں جو مقامی لوگ ہیں! وہ اپنے ساتھ ہمارے دو آدمیوں کو بھی لایا تھا لیکن انہیں ساحل پر چھوڑ کر ہماری تلاش میں نکلا تھا! لیکن پھر ہمارے آدمی رات بھر اُس کا انتظار ہی کرتے رہ گئے! وہ واپس نہیں گیا! پھر آج ہمارے آدمی تھک ہار کر واپس چلے گئے!.... تہور علی کا منیجر طاہر جو ایک مقامی آدمی ہے۔ ہم سے فون پر گفتگو کر رہا تھا! اسی نے ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ وہ تینوں جزیرۂ موبار گئے تھے! اس پر ہم نے کہا کہ وہ گدھے ہیں! ہم جزیرہ موبار میں نہیں ہیں!.... اب بتاؤ ہم کیا کریں۔"

عمران خاموش ہو کر جواب طلب نظروں سے اُسے دیکھنے لگا! یہ ساری گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی! مگر صفدر کا غائب ہو جانا ہی اِس گفتگو کا محرک بنا تھا! اگر وہ انہیں لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوگا تو انہیں عمران کی صداقت کا یقین آ جائے گا!.... صفدر کی طرف سے تو اُسے اطمینان تھا کہ اگر اُس پر تشدد کیا گیا تو اُس کی زبان سے پرنس آف چرونی ہی کی کہانی نکلے گی!

"یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔؟" شالی نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"ہے نا....!"

"بالکل....؟"

"پھر ہم واپس جائیں....!"

"اوہ.... میں اتنی جلدی ہار مان لینے کی عادی نہیں ہوں پرنس!" شالی مسکرائی۔

"اوہ! اس ملک کی عورتیں بھی ہار جیت کی باتیں کرتی ہیں! ہمیں سخت حیرت ہے!۔"

"کیوں آپ کے یہاں کی عورتیں کیسی ہوتی ہیں!۔" شریر لڑکی نے پوچھا۔

"وہ غیر مردوں سے گفتگو نہیں کر سکتیں! باورچی خانے کی شہزادیاں ہوتی ہیں!۔ مرغی کی شکل دیکھ کر بتا دیں گی کہ مہینے میں کتنے انڈے دیتی ہو گی! مجھے یقین ہے کہ تم نہ بتا سکو گی!"

"دیکھو پرنس تم بالکل پرواہ نہ کرو! یہاں ہمارے کچھ دشمن بھی ہیں! ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تمہارے آدمی کو پکڑ لیا ہو! لیکن کیا وہ اُس سے متعلق معلومات حاصل کر سکیں گے!"

"اُوہو! تو کیا تمہارے دشمن تمہارے دوستوں کی ٹوہ میں بھی رہتے ہیں!۔"

"ہو سکتا ہے کہ رہتے ہی ہوں۔!"

"تب تو ہماری واقعی شامت آ جائے گی۔!"

"اوہ.... آپ اتنے ڈرپوک کیوں ہیں پرنس!۔"

"ہم ڈرپوک....!" عمران نے سینے پر ہاتھ مار کر تن گیا!۔ ہونٹ بھینچ لئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں!۔" اور وہ تیزی سے اُس کمرے کی طرف مڑ گیا جس میں رات بسر کی تھی!۔

O

صفدر ریت کے ایک تودے پر چپ پڑا ہوا تھا اور ایک بحری پرندہ تیز آواز نکالتا ہوا اُس طرح منڈلا رہا تھا جیسے اُسے مردہ سمجھتا ہو!

سورج کی کرنیں تکلیف دہ نہیں تھیں!.... بلکہ وہ تو ایسی لگ رہی تھیں جیسے مسامات میں داخل ہو کر جسم کا درد نچوڑ رہی ہوں! نیچے ریت کا نرم بستر بھی آرام دہ تھا!۔

وہ اپنے اوپر منڈلانے والے بحری پرندے کو لاپرواہی سے دیکھ رہا تھا! وہ سوچ رہا تھا کہ اُس

نے اُسے مردہ سمجھ کر جھپٹا مارنے کی کوشش کی تو خود ہی بھگتے گا! نہ تو وہ اس وقت بیہوش تھا! اور نہ اتنی زیادہ کمزوری ہی محسوس کر رہا تھا! بس اس طرح پڑے رہ کر تھکن ہی اُتاری جا رہی تھی!

ویسے یہ اور بات ہے کہ اس تودے پر پڑے ہونے کی وجہ اب تک اُسکی سمجھ میں نہ آئی ہو!.... آنکھ کھلنے پر اُس نے خود کو اسی تودے پر پڑا پایا تھا اور پچھلی رات کے واقعات اس کے ذہن میں چکرانے لگے تھے!.... اُسے رسیوں کی وہ سیڑھی یاد آئی جو جہاز کی ریلنگ سے نیچے لٹک رہی تھی اور جس کے ذریعے اُسے پانی پر اُترنے پر مجبور کیا جا رہا تھا!۔ اُسے اُترنا ہی پڑا تھا اور کچھ دور نیچے اُترنے پر اُسے معلوم ہوا تھا کہ سیڑھی کا دوسرا سرا ایک موٹر لانچ میں لٹک رہا ہے۔ تب اُسکی جان میں جان آئی تھی! اور جیسے ہی وہ لانچ میں پہنچا تھا۔ تین چار آدمی اُس سے لپٹ گئے تھے۔ پھر اسے یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ ویسے یہ تو یاد تھا کہ لانچ پر پہنچتے ہی لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ حرکت میں آگئی تھی اور جہاز سے دور ہونے لگی تھی! پھر یہ بھی یاد آیا کہ اُس کے بعد ہی اُس کا گلا گھونٹا جانے لگا تھا!.... ظاہر ہے اس کا مقصد یہی رہا ہو گا کہ وہ کچھ یاد رکھنے کے قابل نہ رہ جائے!۔

اب یہ تودہ تھا اور سر پر منڈلانے والا بھوکا پرندہ.... دور دور تک کسی دوسرے آدمی کا پتہ نہ تھا! تھوڑے ہی فاصلے پر سمندر کی لہریں ریت پر چڑھ آتیں اور پھر لوٹ جاتیں!۔

وہ دیر تک لہروں کا تماشہ دیکھتا رہا! کبھی تو معلوم ہوتا جیسے کوئی بڑی لہر اُس تودے پر سے بھی گذر جائے گی! لیکن ایک بار بھی ایسا نہ ہو سکا!

جب آفتاب کی شعاعوں میں حدت محسوس ہونے لگی تو وہ اٹھا اور تودے کے سب سے اونچے حصے پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا!

یہ بھی ایک جزیرہ ہی تھا! مگر جزیرہ موبار تو ہر گز نہیں تھا! بائیں جانب والے نشیب میں کافی بڑی آبادی نظر آ رہی تھی! مگر اس بستی میں موبار کی بستی جیسی شاندار عمارت کوئی بھی نہیں تھی! ان کے بجائے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے نظر آ رہے تھے! اکا دکا پختہ عمارتیں بھی تھیں! لیکن بد وضع سی! دقیانوسی اسٹائل کی!۔

صفدر بستی کی طرف چل پڑا.... سر پر منڈلانے والا پرندہ چیختا ہوا دور نکل گیا تھا! شائد اُسے مایوسی ہوئی تھی!۔

بستی میں پہنچ کر صفدر کو معلوم ہوا کہ وہ ماہی گیروں کی بستی تھی!۔ اور چونکہ وہ خود بھی کسی ماہی گیر ہی کے لباس میں تھا اس لئے اُس کی طرف کوئی بھی متوجہ نہ ہوا۔ بھوک کے مارے اُس کی آنتیں اینٹھنے لگی تھیں۔ اُس نے اپنی جیبیں ٹٹولیں! لیکن وہ بھی خالی تھیں! حالانکہ پچھلی رات اُس کے پاس ڈیڑھ سو سے کچھ زائد ہی رقم تھی۔

وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا! جسے بازار ہی کہنا چاہئے!۔ یہاں راستوں پر لکڑی کے دو رویہ کیبنوں میں دوکانیں تھیں اور فضا میں مچھلیوں کی ہلکی بساندھ مسلط تھی! نم اور نمکین ہوا ذہن کو بوجھل کئے دے رہی تھی! اور وہ بڑی شدت سے ایک کپ گرما گرم چائے کی ضرورت محسوس کرنے لگا تھا!

"او.... نیلی پینٹ والا!".... صفدر چونک کر مڑا.... اور اُسے یقین ہو گیا کہ آواز اُسے ہی دی گئی تھی!.... ایک دوکان کے قریب ایک نیم مغربی سی لڑکی نظر آئی جس کے پیروں کے پاس ایک بڑی سی جھابی رکھی ہوئی تھی!.... اُس کے جسم پر مغربی طرز کا لباس تھا! لیکن رنگت اتنی صاف نہیں تھی جس کی بنا پر اُسے مغربی سمجھا جا سکتا! ویسے خدوخال دلکش تھے! صفدر اُس کی طرف بڑھا!۔

"توم.... مسدوری کرے گا۔"

"مزدور.... میم صاحب...." صفدر نے اطمینان کا سانس لے کر سوچا کہ اب وہ اپنا پیٹ بھر سکے گا!۔

اُس نے وزنی جھابی اٹھالی اور لڑکی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا! لڑکی کا لباس قیمتی نہیں تھا! اور نہ اُسے استعمال کرنے کے سلسلے میں سلیقہ ہی برتا گیا تھا! بادی النظر میں وہ کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھنے والی نہیں معلوم ہوتی تھی!۔

صفدر کو شائد ڈھائی تین فرلانگ چلنا پڑا تھا! اور پھر وہ ایک چھوٹی سی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا!

"آجاؤ.... آجاؤ....!" لڑکی کہتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی!.... پھر وہ ایک دروازے میں داخل ہوئی جس سے ہلکا سا دھواں باہر نکل رہا تھا!

"آجاؤ...." اُس نے پھر کہا!۔

اب صفدر نے خود کو ایک مختصر سے باورچی خانے میں پایا جہاں ایک بوڑھی سی عورت بیٹھی اُبلے ہوئے آلو چھیل رہی تھی۔ صفدر نے جھابی فرش پر رکھ دی اور لڑکی کے اشارے پر ایک گوشے میں پڑے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گیا۔

"کتنا مسدوری!" لڑکی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں میم صاحب!۔" صفدر نے لا پروائی سے شانوں کو جنبش دی! "مسدوری ایک کپ چائے بھی ہو سکتی ہے.... اور چائے کے ساتھ دو ایک سلائیس بھی!"

"تم ادھر کا نہیں جان پڑتا۔" لڑکی نے کہا اور عورت سے انگریزی میں بولی! "چائے گرم کرو۔"

یہ عورت بھی دیسی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن اس کا لباس بھی مغربی ہی طرز کا تھا۔

"ہاں! میم صاحب۔ میرے چند دشمن مجھے یہاں پھینک گئے ہیں! انہوں نے میرا سارا روپیہ چھین لیا! میں کل رات تک مفلس نہیں تھا!۔"

"کیا تم جواری ہے۔" لڑکی نے پوچھا!

"نہیں میم صاحب! میں ایک شریف آدمی ہوں۔!"

"پھر تم کیسے لٹ گیا!.... اِدھر.... جہازوں پر جوا ہوتا!.... جہازی لوگ ان کو ہرا کر ادھر اُدھر پھینک دیتا!.... بہت دور.... شہر سے جواریوں کو لاتا۔ جہاز پر جوا کھیلتا۔ پھر.... جسیرے میں پھینک دیتا!"

"اوہ.... مگر میں تو جزیرہ موبار میں ٹہل رہا تھا! کچھ نامعلوم آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا تھا! ایک اسٹیمر پر لے گئے تھے، پھر میں سو گیا!۔ آنکھ کھلی تو یہاں تھا!۔"

"نہیں.... تم جھوٹا!...." لڑکی ہنس پڑی!

"ہاں میم صاحب....! میری جیب میں اچھی خاصی رقم تھی! جو انہوں نے نکال لی....!"

"موبار کدھر ہوتا!...."

دارالحکومت سے بیس میل دور ہے۔!"

"دارالحکومت کدھر ہوتا!۔"

صفدر سوچنے لگا اب جواب کیا ہونا چاہئے! اتنے میں بوڑھی عورت نے چائے گرم کر لی!

صفدر کو چائے کے ساتھ کچھ سلائیس بھی ملے اور وہ مر بھکوں کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑا۔

"اب تم کیسے جائے گا۔" لڑکی نے پوچھا!

"مزدوری کر کے رقم اکٹھی کروں گا تاکہ دارالحکومت تک سفر کر سکوں! اس جزیرے کا کیا نام ہے!"

"جسیرہ۔!"

"یہ تو عام نام ہوا۔ میں خاص نام چاہتا ہوں!"

"بس سب اسے.... آئی لینڈ جسیرہ ہی کہتے ہیں!۔ ادھر جہاز آتا.... سامان لاتا.... لیکن کسی کو لے نہیں جاتا.... کسی کو نہیں لاتا!۔"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے!" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"تم.... اِدھر رہے گا۔" لڑکی نے پوچھا!۔ اور صفدر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا جواب دے۔

لڑکی نے کہا! 'تم ہمارا ڈیڈی کا دیکھ بھال کرو! ام تم کو خوش کر دے گا!۔"

"اچھا بات ہے۔ ہم دیکھے گا۔!" صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا! اس نے سوچا کہ شاید اِس کے ڈیڈی ہی سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں!۔"

"تم انگریسی سمجھتا۔!"

"ہاں سمجھتا بھی.... اور بولتا بھی۔!"

"اوہ تب تو تم بہت اچھا۔ بہت اچھا!...." یکایک بوڑھی عورت بول پڑی۔

"تمہارا نام کیا ہے!۔" لڑکی نے انگریزی میں پوچھا!

"اوہارا.... مسی!"

"تم کیا کام کرتے تھے!...."

"میں مچھلی پکڑنے والوں کی ایک فرم میں کلرک تھا!۔"

"اوہ.... تو تم پڑھے لکھے آدمی ہو! بڑی خوشی ہوئی!" لڑکی سچ مچ خوش نظر آنے لگی!۔

"میں ہر قسم کی خدمت انجام دے سکتا ہوں مسّی! مزدوری بھی کر سکتا ہوں!" صفدر نے کہا!۔

صفدر نے ڈٹ کر ناشتہ کیا! اور پھر وہ انگریزی میں گفتگو کرنے لگے!۔

"میں نے دس سال سے مہذب آدمیوں کی شکلیں نہیں دیکھیں!۔" لڑکی نے کہا!" تم شائد شہر سے آئے ہو!۔ مجھے وہاں کی باتیں بتاؤ...!اکثر ڈیڈی کے پاس شہر سے لوگ آتے ہیں!لیکن وہ مجھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ عقلمند لوگ ہوتے ہیں! برف سی سفید ڈاڑھیاں۔ لمبے چوغے اور گردنوں میں صلیبیں لٹکی ہوئی۔"

"کیا آپ کے والد پادری ہیں!۔" صفدر نے پوچھا!۔

"میں نہیں سمجھ سکتی!کہ وہ کیا ہیں!میں نے کبھی انہیں چوغہ پہنے ہوئے نہیں دیکھا!اور نہ وہ صلیب ہی لٹکاتے ہیں!لیکن شہر سے ان کے پاس مقدس ہی لوگ آتے ہیں!.... مجھے اُن سے بڑی وحشت ہوتی ہے!اب تم آگئے ہو۔ اب میں تم سے گفتگو کیا کروں گی!۔ ڈیڈی کی باتیں تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتیں.... وہ دن رات موٹی موٹی کتابوں میں ڈوبے رہتے ہیں!.... مجھ سے بہت کم گفتگو کرتے ہیں!.... میں اچھی طرح اُن کی دیکھ بھال نہیں کر پاتی!.... اب تمہارے آجانے سے مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا!.... خاموشی سے چائے پیتا رہا!.... وہ تیزی سے سوچ رہا تھا!وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ یہاں اجنبی ہے!راستے میں بھی راہ گیر اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے تھے! ظاہر ہے کہ اُسے یہاں اپنی موجودگی کی وجہ بتانی ہی پڑے گی! یہ لڑکی تو شائد اُس کے بیان سے مطمئن ہو گئی ہے، پھر اُسے اس کی پرواہ ہی نہیں ہے کہ وہ یہاں کیوں اور کیسے آیا ہے!

بہر حال اب اگر کسی نے استفسار کیا تو اُس کا جواب کیا ہونا چاہئے؟ وہ سوچتا رہا اور پھر یہی فیصلہ کیا کہ اُسے پرنس آف چھروٹی ہی والی کہانی پر جم جانا چاہئے۔ کچھ دیر کے لئے وہ اُس کے سیکرٹری کا رول ادا کر چکا تھا!لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ وہ عمران کی طرح اوٹ پٹانگ زبانوں اور بکواسوں کا ماہر نہیں تھا!.... ہو سکتا تھا کہ سیکرٹری کے رول میں اُس کی پول کھل جاتی!.... لہٰذا اُس نے چھروٹی اسٹیٹ کے کسی مقامی ایجنٹ کا رول اختیار کرنا مناسب سمجھا!۔ اس طرح وہ چھروٹی اسٹیٹ کی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود بھی خود کو اُس سے آشنا ثابت کر سکتا تھا!۔

صفدر احمق نہیں تھا کہ یہاں اپنی موجودگی کو لایعنی سمجھ لیتا!۔ آخر یہاں اِس طرح پھینکے جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے!۔ کیا وہ اُس سے عمران کی حقیقت نہیں معلوم کرنا چاہتے!لیکن شائد

اُن کا طریق کار متشددانہ ہونے کی بجائے نفسیاتی ہے!وہ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں۔ جن کے تحت بوکھلا کر صفدر خود بخود ہی سچی بات اُگل دے!۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر اُسے یہاں لا پھینکنے والے دیوانے ہی تھے!.... کیونکہ یہ حرکت اگر کوئی مقصد نہیں رکھتی تو اِسے دیوانگی کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے!

وہ ایک کپ ختم کر چکا تو دوسرا لبریز کر دیا گیا!بوڑھی عورت بھی اب بہت زیادہ مہربان نظر آنے لگی تھی!

اب صفدر جلد از جلد لڑکی کے ڈیڈی سے ملنا چاہتا تھا!.... وہ کون تھا جس سے ملنے کے لئے یہاں اِس غیر مہذب بستی میں لمبے چوغے والے پادری آیا کرتے تھے اور اس کی بیٹی کو اُن سے وحشت ہوتی تھی!۔

اُس نے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا!تو کیا یہ اس لڑکی کی ماں تھی؟

صفدر پوچھ نہ سکا!.... وہ اتنی جلدی معلومات میں اضافہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا!البتہ وہ اُن سے اِس بستی کے متعلق گفتگو کرتا رہا!

لڑکی بے حد خوش نظر آ رہی تھی!لیکن بوڑھی عورت کے متعلق صفدر کا خیال تھا کہ وہ بہت محتاط ہو کر گفتگو کر رہی ہے!

چائے کے بعد لڑکی نے کہا!...."چلو میں تمہیں ڈیڈی کے پاس لے چلوں!...."

اِس مختصر سی عمارت میں کئی چھوٹے چھوٹے کمرے تھے!۔ اور جو سب سے بڑا تھا اُس میں چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آ رہی تھیں!اور وہاں صفدر کو ایک عجیب الخلقت آدمی دکھائی دیا جو ایک موٹی سی کتاب پر جھکا ہوا تھا!

یہ پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا آدمی تھا!کھوپڑی صاف تھی!لیکن صفدر کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اِس صفائی میں دست قدرت کا دخل نہیں تھا!بلکہ وہ کسی آدمی ہی کے استرے کی رہن منت تھی!گالوں پر گھنی ڈاڑھی تھی!لیکن مونچھیں بھی اُسترے کی دستبرد سے نہیں بچی تھیں!اس حلئے میں تو ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہی بہار دکھاتا تھا لیکن اِسے کیا کیا جائے کہ اُس کے جسم پر جدید ترین وضع کا ایک بیش قیمت سوٹ تھا! گلے میں ٹائی بھی تھی!.... اور بحیثیت مجموعی وہ کسی شریف آدمی کا کیری کیچر معلوم ہو رہا تھا۔ آہٹ پر اُس نے ایک پل کے لئے سر اٹھا کر اُن پر اُچٹتی ہوئی

نظر ڈالی اور پھر کتاب پر جھک گیا!

"ڈیڈی ہمیں بالآخر آدمی مل گیا!...." لڑکی نے خوش ہو کر کہا!

"بڑی دلچسپ اطلاع ہے!" ڈیڈی نے کتاب سے نظر ہٹائے بغیر کہا!" حالانکہ مجھے سالہا سال سے تلاش تھی لیکن ایک بھی نہ مل سکا۔"

"یہ آپ کا ہاتھ بھی بٹائیں گے! کافی پڑھے لکھے آدمی ہیں! اب آپ اپنی لائبریری کے لئے متفکر نہیں رہ سکتے۔!"

اِس نے صفدر کو نیچے سے اوپر تک گھور کر دیکھا اور سر کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا!" بیٹھ جاؤ....! اور بے بی اب تم جاؤ۔"

لڑکی اُلٹے پیروں واپس گئی! صفدر بیٹھ چکا تھا!

"نام...." اس نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا!

"اوہارا....!"

"یہاں کب سے ہو....!"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے!...." صفدر نے کہا!" آپ کے پاس شائد اتنا وقت نہ ہو کہ آپ سن سکیں!"

"کہانیاں مجھے پسند ہیں! وقت نکال سکتا ہوں! مگر شرط یہ ہے کہ سچی کہانی نہ ہو!۔"

"میں نہیں سمجھا جناب!۔" صفدر نے حیرت سے کہا!

"سچی کہانیوں میں کوئی نئی بات نہیں ہوتی.... تم مقامی آدمی نہیں معلوم ہوتے.... کیونکہ مقامی آدمی تو کسی کی نوکری کرتے ہی نہیں!.... ظاہر ہے کہ باہر ہی سے آئے ہو گے! اور اِس آنے کے سلسلے میں وہی پرانی داستان سناؤ گے جو اِس سے پہلے بھی کئی آدمی سنا چکے ہیں!۔"

"میں نہیں جانتا کہ اُن لوگوں نے کونسی کہانی سنائی ہو گی....! صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں!

"کیا تم جواری ہو....!"

"نہیں....!" صفدر نے طویل سانس لی اور بولا!" میں نہیں سمجھ سکتا! ابھی یہی سوال آپ کی صاحبزادی نے بھی کیا تھا!۔"

"آہا.... تب تو تمہاری کہانی اس سے مختلف ہو گی! میں ضرور سنوں گا!" عجیب الخلقت آدمی نے کہا!

یک بیک کتابوں کی الماری کے پیچھے کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا اور عجیب الخلقت آدمی اُچھل کر کھڑا ہو گیا!

"جاؤ دوست اوہارا.... پھر سنوں گا تمہاری کہانی!.... میرا بچہ جاگ گیا ہے.... جاؤ نکلو یہاں سے تمہیں دیکھ کر وہ ڈرے گا۔"

پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرتا رہا!۔ اور صفدر کمرے سے نکل آیا!۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کس پاگل خانے میں آپھنسا ہے! پتہ نہیں وہ ہوش میں آچکا ہے یا بیہوشی ہی کے عالم میں کوئی خواب دیکھ رہا ہے!۔

O

عمران کو بڑی اچھی نیند آئی تھی! لیکن اسے کیا کرتا کہ سو نہ سکا! پتہ نہیں کس تکلیف کی بنا پر آنکھ کھل گئی تھی!.... تکلیف خواہ کچھ رہی ہو اُس کا احساس تو نہیں ہوا تھا لیکن سینے پر ٹکی ہوئی رائفل کی نال فوراً ہی نظر آگئی!

"ثاہ.... فی.... خلفشار ہونڈری....!" عمران بڑبڑایا!.... وہ اتنا احمق نہیں تھا کہ اس موقع پر "ارے باپ رے" کا نعرہ لگا کر اپنی قومیت کا اعلان کر دیتا!

رائفل والے کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا!۔

عمران تھوڑی دیر تک اُسے گھورتا رہا پھر گرج کر بولا!" چہ گر فروش ڈگنڈا.... چھونی فراش فی اکدل۔!"

"چپ چاپ پڑے رہو!.... یا ایسی زبان بولو.... جو میری سمجھ میں آسکے!"

نقاب پوش نے انگریزی میں کہا!.... اور عمران نے پھر اپنی مادری و پدری زبانوں کا مجموعہ جھاڑ کر رکھ دیا!

"کیا بک رہے ہو!...." اِس بار نقاب پوش نے اردو میں کہا!

"تمیز سے گفتگو کرو! ہمارا مرتبہ پہچانو.... واہیات کہیں کے!...." عمران اردو میں دہاڑا۔

اور ٹھیک اسی وقت تینوں لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں! اُن کے چہرے زرد تھے! اور وہ پتھر کی مورتیاں معلوم ہو رہی تھیں! اُن کے پیچھے بھی دو رائفل بردار نقاب پوش تھے!

پھر چوتھا نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا.... یہ قد آور خالی ہاتھ تھا!

"کیوں؟.... یہی ہے.... انور چوہان!...." اُس نے گرج کر شالی سے پوچھا!

"ہاں!.... یہ انور چوہان ہیں! میرے شوہر!...." شالی مردہ سی آواز میں بولی اور عمران نے اپنے دیدے نچائے!

"تم جھوٹی ہو! دنیا کو دھوکا دے رہی ہو!...." نقاب پوش گرجا۔

"تم لوگ کمینے ہو! مجھے میرے حق سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہو!...." شالی نے دفعتاً غصیلے لہجے میں کہا!" میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے!.... تم لوگ یہ سمجھو کہ میں اکیلی ہوں! اگر خون خرابے کی ضرورت پیش آئی تو وہ بھی ہو جائے گا!"

"یہ انور چوہان نہیں ہے!.... کیوں تم انور چوہان ہو!...." عمران سے پوچھا گیا وقتی طور پر عمران کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اُس کا جواب نفی میں ہونا چاہئے یا اثبات میں....!"

"ہاں یہ انور چوہان ہیں!" تینوں لڑکیاں بیک وقت بولیں اور ایسی بے بسی سے عمران کی طرف دیکھنے لگیں کہ اُس نے بھی خود کو انور چوہان ہی بنا ڈالنے کا تہیہ کر ڈالا!

"تم جواب دو! ورنہ گولی مار دی جائے گی!" نقاب پوش نے عمران سے کہا

"ہاں! ہمارا نام انور چوہان ہے!" اُس نے کہا اور لڑکیوں کے چہرے کھل اُٹھے!

اور شالی فوراً ہی بولی!" انہوں نے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں صاف کر دی ہیں!"

"ہاں ہمیں.... وہ جنگل گراں گزرتا تھا!" عمران نے کہا!

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا! پھر اپنے ساتھیوں سے بولا" چلو دوستو آج یہ کانٹا بھی نکل گیا!.... انور چوہان کو باندھ لو....!"

"نہیں!.... یہ نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا!" شالی چیخنے لگی اور قد آور نقاب پوش نے اُس کا منہ دبا لیا۔ دوسری طرف رائفل والا نقاب پوش عمران سے اٹھنے کو کہہ رہا تھا۔ عمران اٹھا

اور ایک طرف کھڑا ہو کر کانپنے لگا۔

"اے.... تت تم.... یہ مم.... مت سمجھنا کہ ہم ڈر گئے ہیں۔" وہ کانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"ہمیں سس.... سردی.... لل.... لگ رہی ہے۔"

وہ سب ہنسنے لگے.... لڑکیوں کے مُنہ فق تھے.... لیکن یہ کیفیت دیر تک نہ رہ سکی۔ رائفل والا نقاب پوش جو غالباً مطمئن تھا رائفل رکھ کر رسی سنبھالنے لگا تھا۔ اچانک عمران کا شکار ہو گیا۔ اُس نے اُسے سر سے بلند کر کے قد آور نقاب پوش پر کھینچ مارا۔ بس پھر شور ہونے لگا۔ عجیب سی افراتفری مچ گئی۔ لڑکیاں سہم کر مختلف گوشوں میں جا دبکیں اور کمرہ میدان جنگ بن گیا۔ نقاب پوشوں میں سے ایک تو فرش ہی پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور تین عمران پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن ان کی کوشش تھی کہ عمران کو بے بس کر دیں مگر وہ ایک بار سے زیادہ اُسے ہاتھ نہیں لگا سکے تھے۔ وہ اس طرح چھلانگیں لگا لگا کر ان کی مرمت کر رہا تھا کہ اُس پر نظر ٹھہرانا بھی محال تھا۔ اُس کی کوشش تھی کہ وہ رائفلوں پر ہاتھ نہ ڈال سکیں۔ ایک رائفل تو ایک بار کی ٹھوکر سے کمرے کے باہر جا ہی چکی تھی مگر شائد اُن تینوں کو بھی رائفلوں کی پرواہ نہیں تھی وہ اُسے بے بس کر کے شائد باندھ ہی لینا چاہتے تھے۔

"پکڑو! گدھو! کیوں اُونگھ رہے ہو۔" قد آور نقاب پوش نے اپنے ساتھیوں کو للکارا۔ اتنے میں عمارت میں کئی گھنٹیاں چیخنے لگیں۔

اور نقاب پوش نے چیخ کر کہا بھاگو۔ چوتھا جواب سنبھل کر فرش پر بیٹھ گیا تھا سب سے پہلے نکل کر بھاگا اور وہ سب اتنی تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹے کہ عمران ٹھٹک کر رہ گیا وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُن میں سے کسی کو پکڑے یا جانے دے۔

لیکن پھر وہ بھی اُن کے پیچھے دوڑ گیا۔ گھنٹیاں برابر بج رہی تھیں اور ساتھ ہی عمران پرنس پرنس کی چیخیں بھی سُن رہا تھا۔ یہ تینوں لڑکیوں کی آوازیں تھیں۔ وہ شائد نہیں چاہتی تھیں کہ عمران اُن کے تعاقب کا خطرہ مول لے۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑے کمرے میں اکٹھے ہوئے۔ حملہ آور اپنی تینوں رائفلیں چھوڑ گئے تھے۔ عمران اُن میں سے ایک کو بھی نہیں پکڑ سکا تھا۔ اُس کی سمجھ ہی میں نہیں آسکا تھا کہ دو کمروں میں گذرنے کے بعد وہ فضا میں پرواز کر گئے تھے یا انہیں زمین نگل گئی تھی۔

تینوں مسلح پہرے دار سر جھکائے کھڑے تھے اور شالی اُن پر برس رہی تھی۔

"ہمیں دھوکے سے کچھ پلایا گیا تھا۔ بیگم صاحب!" ایک پہرہ دار بولا۔ "ورنہ ہم کبھی ڈیوٹی نہیں سوئے یقین کیجئے۔"

"تم نے کیا پیا تھا۔"

"اندر سے کافی آئی تھی۔"

"وہ تو روز ہی جاتی ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ آج اُس میں کچھ نہ کچھ ضرور تھا کیونکہ پیالی ختم کرتے ہی ہمارے سر چکرانے لگے تھے۔ یقین کیجئے ہم نے ایک دوسرے سے اس کی شکایت بھی کی تھی۔ پھر ہمیں یاد نہیں کہ ہم کس کس حالت میں کہاں کہاں پڑے رہے تھے۔ پھر جب آنکھ کھلی تو اندر شور سُنا۔ اندر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ گھنٹیاں بجائیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔"

عمران جو بہت غور سے اُس کی بات سُن رہا تھا دفعتاً ہاتھ ہلا کر بولا۔ "دفع ہو جاؤ۔ جاؤ.... ہوشیار رہو۔ آئندہ ایسا نہ ہونا چاہئے۔"

پہرے دار سلام کر کے رخصت ہو گئے.... اَب اُن تین خانگی ملازموں کی فکر ہوئی جو عمارت ہی میں سوتے تھے وہ اپنے کمروں میں بیہوش پائے گئے اور کسی طرح بھی ہوش میں نہ آسکے۔ عمران نے ڈاکٹر کو طلب کرنے کی تجویز پیش کی لیکن شالی نے کہا کہ وہ اس کہانی کو باہر نہیں جانے دینا چاہتی۔ عمران خاموش ہو گیا.... ویسے اب اُس کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی کافی کی ٹرے لائی۔

اور اَب وہ دونوں بھی اُن کے ساتھ ہی میز پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت عمران نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ شالی ویسے بھی اُسے پہلے ہی بتا چکی تھی۔ وہ اُس کی ملازمائیں ضرور ہیں لیکن وہ انہیں سہیلیوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔

"اب ہمیں بتاؤ کہ یہ کیا قصہ تھا۔" عمران نے کافی کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ "حیرت کے مارے ہماری آنکھیں نکلی پڑ رہی ہیں کہ تم نے نہ صرف ہمارا نام بدل دیا تھا.... بلکہ...."

اُس نے دانتوں میں انگلی دبا کر سر جھکا لیا اور شرم سے کان کی لویں تک سرخ ہو گئیں۔

لڑکیاں جو ابھی تک سہمی ہوئی تھیں۔ اِس شرماہٹ پر کسی طرح بھی اپنے قہقہے نہ روک سکیں اور شالی کی سنجیدگی میں جھلاہٹ اور شرمندگی کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔

عمران بدستور سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر ایک لڑکی نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"جی ہاں پرنس.... نہ صرف آپ کا نام بدل گیا بلکہ آپ ان کے شوہر بھی ہو گئے۔"

"بس بس! اب ہم کچھ سننا نہیں چاہتے۔" عمران بگڑ گیا۔

"پرنس خدا کے لئے.... خفا نہ ہوئیے۔" شالی اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گھگھیائی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم لوگ چاہتی کیا ہو۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم پاگل نہ ہو جائیں۔"

میں ایک مظلوم اور ستم رسیدہ لڑکی ہوں پرنس۔ کیا آپ ہماری مدد نہیں کریں گے۔" شالی نے روہانسی ہو کر کہا۔

"ہماری سمجھ میں کچھ آتا ہی نہیں۔ ہم مدد کیا کریں گے۔"

"بس آپ محترمہ شالی کے شوہر بن جائیے" ایک لڑکی نے کہا اور عمران پھر کسی شرمیلی لڑکی کی طرح بدک گیا۔

"بھئی.... خدا کے لئے تم دونوں خاموش رہو۔" شالی نے کہا۔ "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اس کا تذکرہ تو اس وقت ہوا ہے کہ میرا شوہر کتنے خطرات میں گھر جائے گا۔ انور چوہان کی زندگی ہر وقت خطرے میں ہو گی۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ وہ پرنس کو پکڑ لے جانا چاہتے تھے۔"

"اور وہ ہمیں پکڑ لے گئے!" عمران نے بُرا مان کر غصیلے لہجے میں کہا۔ "محترمہ شالی ہم ہر قسم کے خطرات میں پڑنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ اس وقت ہماری بڑی توہین ہوئی ہے۔ غضب خدا کا.... کسی میں اتنی جرأت ہو کہ وہ تھری ناٹ تھری جنگ بہادر کو باندھ کر لے جانے کی کوشش کرے۔"

"واقعی پرنس! میں تو آپ کی جنگ کا نقشہ دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اگر وہ بھاگ نہ جاتے تو شائد آپ اُن چاروں کو مار ہی ڈالتے۔ اتنا طاقتور آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا جو کسی آدمی کو سر سے اونچا اٹھا کر پٹخ دے۔" شالی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"واہ ہم نے تو بہت دیکھے ہیں ایسے آدمی۔" وہ شمعون دولالہ.... اُف فوہ.... وہ تو بڑی بڑی عمارتیں گرادیا کرتا تھا۔"

"شمعون دولالہ!" لڑکی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"ارے ہاں.... وہ سینما میں ہوتا ہے نا.... اُس کا نام کچھ اور تھا ہم نے اُس کا عربی میں ترجمہ کر لیا ہے۔ وہ تھا نہیں.... جس کی قوت بالوں میں تھی۔ سر مونڈ دیا گیا تھا تو بالکل بھینس ہو کر رہ گیا تھا۔ ہمیں یقین نہیں آیا تھا لیکن پھر یقین آ گیا تھا۔"

"اچھا میں سمجھی آپ شائد سیمسن اینڈ ڈی لائلہ کی بات کر رہے ہیں مگر آپ کو کیسے یقین آیا تھا۔ مجھے تو اب تک یقین نہیں آیا۔"

"نہیں بالوں میں ہوتی ہے قوت۔ کسی نہ کسی قسم کی قوت ضرور ہوتی ہے وہ اُسے کیا کہتے ہیں اُردو میں جو گیت بناتا ہے۔ ہماری زبان میں تو بگڈم کہلاتا ہے۔"

"گیت بناتا ہے۔" لڑکی سوچتی ہوئی بولی.... "پوئٹ.... اوہاں شاعر.... اُردو میں شاعر کہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہمیں یاد نہیں تھا۔ ویسے ہم یہ لفظ سینکڑوں بار پڑھ چکے ہیں۔ ہماری ریاست میں بھی بہت سارے شاعر ہیں جو بے تحاشہ بال بڑھاتے ہیں۔ ہم یہ سینما شمعون دلالہ دیکھ کر واپس گئے تھے اور بالوں کی اُلجھن میں گرفتار تھے چاہتے تھے کہ اس کا تجربہ کریں۔ بس ایک دن ایک مجلس میں ایک شاعر کو پکڑوا کر اس کے بال کٹوا دیئے۔ اُس دن سے جو اُسے چپ لگی ہے تو آج تک لگی ہوئی ہے اُس نے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ تب سے ہم بالوں کی قوت کے قائل ہوگئے ہیں۔"

"ارے ہاں! وہ تو ہم بھی بھولے جا رہے تھے۔ ہاں.... یہ کیا قصہ تھا۔ اُن نامعلوم آدمیوں نے ہماری عزّت کو للکارا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے۔ کیا تم اِس کے بارے میں کچھ جانتی ہو۔"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ کچھ لوگ میرے دشمن ہیں مجھے میرے حق سے محروم کر کے خود ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بہت بڑی دولت جس کی وارث صرف میں ہوں۔"

"مگر یہ انور چوہان کیا بلا ہے"۔

"پرنس یہ ایک لمبی کہانی ہے جو بعض اوقات خود مجھے ایسی معلوم ہونے لگتی ہے جیسے کسی

ناول نویس کی کہانی ہو۔ خود مجھے بھی یقین نہیں آتا کہ یہ کہانی سچی ہوگی۔ لیکن یہ کہانی بہرحال سچی ہے۔ یہ دو یتیم لڑکوں کی کہانی ہے جو آج سے ساٹھ سال پہلے دنیا کی مشکلات کے خلاف جنگ کرنے نکلے تھے۔"

"یہ یتیم لڑکے!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خواہ مخواہ آبدیدہ ہو گیا۔

"کیوں پرنس؟"

"لفظ یتیم پر ہم اپنی یتیمی کے امکانات پر غور کرنے لگتے ہیں اور ہمارا دل بھر آتا ہے۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

لڑکیاں منہ پھیر کر مسکرانے لگیں لیکن شالی کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا۔

"اے.... یہاں چیونگم نہیں ملے گی کیا۔" عمران نے یک بیک چونک کر کہا۔

"چیونگم کے بغیر ہم خود کو بالکل اُلّو محسوس کرنے لگتے ہیں۔"

شالی نے لڑکیوں کی طرف دیکھا اور اُن میں سے ایک نے کہا۔ "چیونگم میں مہیا کر سکوں گی سرکار لیکن قیمت بہت زیادہ ہوگی۔"

"ہم انعامات کی بارش کر دینے کے عادی ہیں۔" عمران نے شانِ بے نیازی سے کہا۔

لڑکی چلی گئی اور شالی نے کہانی جاری رکھی۔ "یہ دونوں لڑکے ایک ہی بستی کے رہنے والے اور گہرے دوست تھے۔ اعزہ نے اُن پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے اور دونوں کے حالات یکساں تھے۔ وہ دونوں دنیا سے لڑنے نکلے تھے۔ ٹھوکریں کھاتے ہوئے افریقہ کے ایک جزیرے میں جا پہنچے جو ایک انگریز کی ملکیت تھا۔ دونوں نے وہاں مزدوروں کی سی زندگی شروع کی لیکن تین یا چار سال کے اندر ہی اندر جزیرے کے مالک کی آنکھوں کے تارے بن گئے ایک بار انہوں نے چند جنگلی درندوں سے اس کی جان بھی بچائی تھی۔ انگریز لاولد تھا۔ ان دونوں کو اپنے بیٹوں کی طرح رکھنے لگا۔ بوڑھی عورت بھی انہیں بیٹوں ہی کی طرح سمجھتی تھی۔ بوڑھی عورت کا نام شالی تھا۔ وہ دونوں وہیں رہے اور انگریز کی وصیت کے مطابق اُس کے بعد دونوں ہی اُس جزیرے کے مالک بنے اور اُن دونوں نے تہیہ کیا کہ اُن کی دولت اور جائیداد ہمیشہ نسلاً بعد نسلاً مشترکہ ہی رہے گی۔ قانونی طور اُس کے حصے بخرے نہ ہو سکیں گے۔ پھر وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے وطن میں دوبارہ واپس آئے۔ اب وہی اعزہ جو انہیں ٹھوکریں مارتے تھے۔ اُن کے قدموں میں بچھنے

لگے۔ لیکن انہیں تو اُن سے انتقام لینا تھا۔ اُن کے لئے بستی کے معززین کی لڑکیوں کے رشتے آنے لگے۔ لیکن انہوں نے بستی سے دو خوش شکل چماریاں منتخب کیں اور اُن سے شادی کرلی۔ گویا بستی کے معززین پر تھوک دیا۔ بستی میں دونوں چماریوں کے لئے دو شاندار محل تعمیر کئے گئے اور وہ ان میں رہنے لگیں اور وہ دونوں پھر افریقہ واپس چلے گئے۔ یہاں میری اور انور کی پیدائش ہوئی۔ انور تھوڑا بڑا ہوا تو اس کا باپ اسے اپنے ساتھ لے گیا لیکن میرا باپ میرے لڑکی ہونے کی وجہ سے اُداس تھا۔ بہر حال میں یہیں رہی۔ میرا نام اُس نے شالی تجویز کیا تھا۔ تاکہ اس بوڑھی انگریز عورت کی یاد تازہ رہے جس نے اُسے بیٹوں کی طرح رکھا تھا۔ میرے اور انور کے باپ نے طے کیا کہ میری اور انور کی شادی ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک وصیت مُرتب کی جس کے مطابق ہم اُس صورت میں مشترکہ طور پر اُس دولت تجارت یا جائیداد کے مالک بن سکتے جب ہم سن بلوغ کو پہنچنے پر آپس میں شادی کر لیتے۔ اگر ہم میں سے کوئی اس شادی کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اس وراثت سے محروم ہو جائے گا اور یہ دولت کلی طور پر کسی ایک کے حصے میں آجائیگی۔ ہماری صغیر سنی ہی میں ہمارے والدین انتقال کر گئے۔ انور چوہان اپنے باپ کے پاس تھا اُس نے اُسے ایک انگریز عورت کی نگرانی میں دے دیا تھا۔ یہاں ایک ٹرسٹ کے تحت میری پرورش و پرداخت ہوتی رہی۔ پچھلے سال مجھے انور چوہان کا ایک خط ملا جس میں اُس نے لکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنے سے معذور ہے۔ اُسے ایک اسپینی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے اور وہ اُسے اپنے ساتھ جنوبی امریکہ لے جا رہا ہے جہاں اُس لڑکی کے باپ کے کئی فارم ہیں اور اب وہ ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو رہا ہے اور وصیت کے مطابق اَب میں ہی ساری دولت تجارت اور جائیداد کی مالک ہوں۔ اُس نے لکھا تھا کہ اُس کی حیثیت قانونی طور پر ایک مُردہ آدمی کی سی ہو گی۔ کیونکہ وہ اپنی موجودہ شہریت منسوخ کرا کے جنوبی امریکہ کی شہریت اختیار کرلے گا.... انور چوہان نے اپنی ایک تصویر بھی بھیجی تھی۔ تصویر دیکھ کر میں نے سوچا چلو جان چھوٹی کیونکہ وہ ڈاڑھی والا تھا اور ڈاڑھی سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔"

"لیکن تمہارے یہ دشمن کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ انور چوہان کے والد کے مقامی اَعزہ ہوں گے۔ میں نے انور چوہان کا یہ خط اپنے وکیل کو دکھایا تھا۔ اُس نے کہا کہ انور چوہان کے بعد اُس کے باپ

کے قریبی اَعزہ اِس دولت کے حصہ دار ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہیں کے قوانین کے مطابق ارثت کا تعین ہو سکے گا اور وہ وصیت نامہ کالعدم قرار دے دیا جائے گا۔ جو افریقہ کے اُس جزیرے میں مرتب کیا گیا تھا لیکن انور چوہان کی موجودگی میں اُس کے اَعزہ کی ملکیت کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے گا۔ میں بے ایمان نہیں ہوں پرنس لیکن میں نہیں چاہتی کہ ان باہمت اور عالی مقام لوگوں کی محبت سے پیدا کی ہوئی دولت میں سے اُن حرام خوروں کو بھی حصہ ملے جنہوں نے اُن دونوں یتیم لڑکوں کو بدگوشت کی طرح کاٹ پھینکا تھا۔"

"پھر تمہارا وکیل کیا کہتا ہے۔"

"وہ کہتا ہے کہ انور چوہان کو یہاں کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ ڈاڑھی رکھتا ہے کسی نے آج تک اُس کی تصویر بھی نہیں دیکھی کیوں نہ ایک انور چوہان پیدا کیا جائے۔ اس طرح پوری ملکیت میری ہو گی اور مجھے حق ہو گا کہ میں انور چوہان کا حصہ اُسے جنوبی امریکہ میں بھجوا سکوں۔ میں یہاں حرامخور حصے دار پیدا کرنے سے بہتر یہی سمجھتی ہوں کہ تھوڑا سا فراڈ کر کے انور چوہان کو اُس کا حصہ ہر حال میں پہنچایا جائے.... میرا وکیل بھی اس سے متفق ہے لیکن میرے نامعلوم دشمن انور چوہان کو مردہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں تاکہ جائیداد اور ملکیت میں حصہ لگا سکیں۔"

"اوہ.... ہم سمجھ گئے۔" عمران نے معنی خیز انداز میں آنکھیں نکال کر قہقہہ لگایا۔ "بالکل سمجھ گئے! ہمیں انور چوہان بننا ہے۔ ہم بن سکیں گے اور بڑے مزے میں بن سکیں گے۔ تین سال گذرے ہم شکار کی غرض سے افریقہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ایک جانور پکڑ لائے تھے جس کا ترجمہ ہم نے عربی میں یوسف کیا ہے ویسے اُس کا نام جوزف ہے۔ وہ بھی یہیں ہمارے ساتھ رانا پیلس میں مقیم ہے.... مگر۔ ایک بہت بڑی دشواری.... اُس کی وجہ سے ہم پہچان لئے جائیں گے۔ کاش اُس کی شکل بدل جاتی مگر یہ ناممکن ہے۔"

"یہ ممکن ہے پرنس۔" کسی طرف سے بھاری مردانہ آواز آئی اور وہ سب چونک پڑے۔

دوسرے ہی لمحے وکیل داراب کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ "میں اپنی بے وقت آمد پر معافی چاہتا ہوں۔ مگر مجھے ابھی کسی قسم کے ہنگامے کی اطلاع ملی تھی۔ پہرے داروں سے میں نے کہہ رکھا ہے کہ مجھے ہر وقت محترمہ شالی کی خیریت معلوم ہونی چاہئے۔ اُن میں سے ایک نے ابھی

میرے پاس پہنچا تھا۔ میں اس کے لئے بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کی گفتگو کا کچھ حصہ سن لیا ہے۔ اور میں محترمہ شالی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ پرنس اُن کی مدد کرنے پر تیار ہوگئے ہیں۔ پرنس شاہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اُن کی رگوں میں دلیر اجداد کا خون جوش مار رہا ہے اور محترمہ شالی کی داستانِ غم سن کر ان کی رگ شجاعت پھڑک اٹھی ہے۔ وہ محترمہ شالی کی مدد ضرور کریں گے۔ میں مطمئن ہوں۔"

"ہم تمہاری اس با موقع تقریر سے خوش ہوئے وکیل صاحب۔ اُن نامعلوم نقاب پوشوں نے ہماری بڑی توہین کی ہے۔ اس لئے ہم اُن سے ضرور نپٹیں گے اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم انور چوہان بن جائیں.... بیٹھو وکیل بیٹھو۔ تم کھڑے کیوں ہو۔"

اتنے میں لڑکی چیونگم کے پیکٹ لائی۔ عمران نے ایک وکیل کو بھی پیش کیا جو شکریئے کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

"ہاں آپ ابھی کسی افریقی آدمی جوزف کی بات کر رہے تھے اُس کی شکل تبدیل کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ ہو سکتا ہے۔ اُس کی شکل تبدیل ہو جائے گی لیکن کیا وہ ایسا ہی معتبر آدمی ہے کہ آپ کی اسٹیٹ کو ان حالات سے باخبر نہ کرے۔"

"اوہ بالکل! میں اپنے آدمیوں میں سے صرف اُسی پر اعتماد کر سکتا ہوں۔ وہ ہمارا راز قبر ہی میں لے جائے گا۔ اُس سے ہم ٹوٹی پھوٹی عربی میں گفتگو کر سکتے ہیں مگر وہ انگریزی بھی بول سکتا ہے جو ہماری سمجھ میں کبھی نہ آئے گی۔ ہم انگریزی کے سینما دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کاش ہم انہیں سمجھ بھی سکتے۔ شمعون اور دلالہ کی گفتگو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر سکتے۔ وہ کھیل ہمیں بہت پسند ہے۔"

"اچھا پرنس!" وکیل نے کہا۔ "اگر آپ کی شکل میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے تو کیسی رہے گی۔"

"بہت عمدہ!" عمران اس طرح اچھلا کہ کرسی اُلٹ گئی۔ "بہت عمدہ۔ تب پھر ہم بالکل محفوظ ہو جائیں گے۔ مگر ہماری صورت تبدیل کیسے ہو گی۔"

"بہت آسانی سے ہو جائے گی۔ صرف آپ کی ناک تھوڑی سی اوپر اٹھانی پڑے گی۔ گو انور چوہان کی تصویر دھندلی ہے لیکن ڈاڑھی کے ساتھ ناک بھی نمایاں ہے۔ بس ویسی ہی ناک بنا دی

جائے گی۔

"مگر ہم ڈاڑھی نہیں اگائیں گے۔" عمران بوکھلا کر بولا۔

"مت اگائیے۔ ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ نے ڈاڑھی صاف کرا دی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ انور چوہان ہمیشہ ڈاڑھی رکھے۔ محترمہ شالی کو ڈاڑھی پسند نہیں تھی اس لئے صاف کرا دی گئی۔ کیوں!"

وکیل صاحب نے مکارانہ انداز میں اپنی بائیں آنکھ دبائی۔ شکل ہی سے وہ کوئی فلمی ولین معلوم ہوتا تھا۔

O

لڑکی کا نام لزی تھا.... اُس نے صفدر کو بتایا کہ اُس کے ڈیڈی کو کتے کے پلوں سے عشق ہے اور لائبریری میں بھی دو چار پڑے رہتے ہیں۔ لزی کے بیان کے مطابق پروفیسر بوغا جو نسلاً ترک تھا۔ صفدر کو خبطی ہی معلوم ہوا۔ وہ سردیوں میں کتے کے پلے پالتا تھا اور گرمیوں میں بندر کے بچے۔ جیسے ہی وہ بڑے ہوتے انہیں گھر سے نکال دیتا یا سمندر میں غرق کر دیتا۔

خبطی پروفیسر بوغا نے ابھی اس کی کہانی نہیں سُنی تھی۔ شام ہو گئی اور صفدر وہیں رہا۔ پتہ نہیں لزی نے اُس کے لئے اچھے کپڑے کہاں سے مہیا کئے تھے بہر حال اب صفدر کے جسم پر ماہی گیروں کا لباس نہیں تھا۔

لزی اُس پر بہت زیادہ مہربان تھی۔ بوڑھی عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ لزی کی رشتے کی ایک خالہ ہے۔ لزی کا باپ ترک تھا اور ماں سائپرس کی رہنے والی تھی۔ اُس نے صفدر کو بتایا کہ پروفیسر کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے اور دارالحکومت کے متمول عیسائی بھی اُس کی مدد کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کا خرچ اچھی طرح چل جاتا ہے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی جزیرے کے لوگ اتنے تنگ نظر ہیں کہ جزیرے کی حدود سے قدم نکالنا بہت بڑی بد شگونی سمجھتے ہیں۔ اُن کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ وہ دن بھر مچھلیاں پکڑتے ہیں جو شام کو شہر سے آئے ہوئے اسٹیمروں کے ذریعہ کہیں اور لے جائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ اسٹیمر والے یہاں سے کسی کو لے نہیں جا سکتے۔ لوگوں سے انہیں باقاعدہ معاہدہ کرنا پڑا ہے کہ وہ یہاں سے کسی کو کبھی نہیں لے

جائیں گے۔ خواہ کوئی خواہش ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔ صرف میرے ڈیڈی سے ملنے کے لئے اکثر لوگ آتے ہیں اور وہی واپس جاتے ہیں۔ اُن میں اور مقامی لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے اور وہ بہ آسانی پہچانے جاسکتے ہیں۔

شام کو لزی نے صفدر کے ساتھ ٹہلنے کی تجویز پیش کی۔ وہ بڑی سیدھی سادی لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ اپنے ڈیڈی کے لئے بہت متفکر رہتی۔

وہ ٹہلتے ہوئے ساحل پر آئے۔ سورج سُرخ رنگ کے کسی بہت بڑے طشت سے مشابہ نظر آرہا تھا۔ وہ ریت پر بیٹھ گئے۔ لزی نے اپنے سینڈل اُتار کر خوبصورت سے پیر ریت میں گاڑتے ہوئے کہا۔ "ٹھنڈی ریت کتنی اچھی لگتی ہے۔ سُنا ہے کہ آج کل شہر میں بڑی سخت سردی پڑ رہی ہو گی۔ لوگ اس وقت گھروں سے نکلنا بھی پسند نہ کرتے ہوں گے.... مگر دیکھو! یہاں کتنا اچھا موسم ہے۔ ہم ہلکے کپڑوں میں ہیں اوہارا میں اکثر سوچتی ہوں کہ شہر کیسا ہو گا۔"

"آپ کبھی شہر نہیں گئیں۔"

"کیسے جاتی۔ یہاں سے کوئی جانے ہی نہیں پاتا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اس جزیرے سے باہر نکلی ہوں۔ میری خالہ کہتی ہیں کہ جب میں صرف ڈھائی سال کی تھی تب ڈیڈی نے یہاں کی سکونت اختیار کی تھی۔ میرے ڈیڈی عجیب آدمی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آدمیوں سے نفرت ہے۔ میں پادریوں کو بھی بڑی بے دلی سے برداشت کرتا ہوں۔"

"بڑے عجیب ہیں آپ کے ڈیڈی۔"

"وہ کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ مجھے اتنا پیار نہیں کرتے مگر مجھے اُن سے بہت محبت ہے۔ میں اُن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی وہ مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں اکثر مارنے کے لئے بھی دوڑتے ہیں لیکن مجھے بُرا نہیں لگتا۔ وہ میرے ڈیڈی ہیں نا.... خالہ کہتی ہیں کہ میں صرف ایک سال کی تھی تب میری ماں مر گئی تھیں۔ ڈیڈی نے بڑی تکلیف اٹھا کر میری پرورش کی ہے اور انہوں نے دوسری شادی نہیں کی مگر اب وہ مجھے پیار کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے کبھی ہنس کر مجھ سے گفتگو نہیں کی۔ لیکن میں اُن کے لئے بہت پریشان ہوں۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ پاگل نہ ہو گئے ہوں۔ اب تم ہی دیکھو.... خالہ کہتی ہیں کہ کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جیسے ڈیڈی ہیں۔ ایک دن وہ سو رہے تھے۔ مجھے کسی کی بات پر اتنے زور سے ہنسی آئی

کہ وہ جاگ پڑے۔ بہت خفا ہوئے مجھے مارنے کو دوڑے تھے لیکن کتے کے پلے اور بندروں کے بچے اُن کی خوابگاہ میں اُن کے ساتھ سوتے ہیں۔ رات میں اکثر وہ دو تین بجے چیخنے لگتے ہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ ڈیڈی اٹھ گئے ہیں۔ کمرے میں چل پھر رہے ہیں۔ پھر وہ شائد انہیں کچھ کھانے کو دیتے ہیں اور وہ چپ ہو جاتے ہیں۔ اُن پر نہیں خفا ہوتے۔ انہیں مارنے کو نہیں دوڑتے۔ تم مجھے بتاؤ.... کیا تمہارے دل سے بھی ایسا ہو سکے گا کہ تم اپنے بچوں پر پلوں اور بندروں کے بچوں کو ترجیح دو۔"

"ہرگز نہیں مسی۔"

"میرے ڈیڈی کیسے آدمی ہیں؟"

"اب میں کیا بتاؤں۔ میری نظروں سے بھی ایسا باپ آج تک نہیں گذرا۔"

"تمہارے والدین زندہ ہیں!"

"نہیں۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔"

"اب تو نہیں ہو۔" لزی نے بڑے خلوص سے کہا۔ "تم چاہو تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہ سکتے ہو۔ ڈیڈی نے تمہیں ناپسند نہیں کیا ورنہ اب تک نکال چکے ہوتے۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مسی۔ آپ میرا بڑا خیال رکھتی ہیں۔"

"ڈیڈی بھی خیال رکھیں گے۔ تمہیں اُن سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ وہ زیادہ غصہ ور بھی نہیں ہیں۔ زیادہ بولتے چالتے بھی نہیں۔ اب یہ کپڑے انہوں نے خود ہی منگوا کر دیئے ہیں تمہارے لئے...."

"میں اُن کا بھی شکر گذار ہوں مسی لیکن کیا اب میں کبھی یہاں سے نہ جا سکوں گا۔"

"جب تمہارا اس دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں تو جا کر کیا کرو گے۔"

"آپ یہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں۔" صفدر نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا تم مغموم ہو۔" لزی نے بھولے پن سے پوچھا۔

"نہیں مسی۔ میں خوش ہوں۔" صفدر مسکرایا۔ "مجھے کچھ ہمدرد مل گئے ہیں۔"

صفدر خاموش ہو کر سوچنے لگا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی۔ ویسے وہ یہ بھی دیکھنا تا تھا کہ آخر وہ یہاں کیوں لا پھینکا گیا ہے۔ دفعتاً لزی ایک طرف مڑ کر بولی "یہ مردود اِدھ

کیوں آرہا ہے۔"

صفدر نے بھی اُدھر ہی دیکھا۔ ایک آدمی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اُن کی طرف آرہا تھا۔

یہ ایک نوجوان اور صحت مند آدمی تھا۔ جسم پر قمیض اور پتلون تھی۔ وہ بہت بے تکلفی سے ان کے پاس بیٹھ گیا اور لزی سے غلط سلط انگریزی میں بولا۔ "آج کی شام اچھی ہے مس بوغا۔"

"ہاں ہے تو...." اُس نے بے دلی سے جواب دیا۔

اَب اس نے صفدر پر تضحیک آمیز نظر ڈالی ایک طرف بیچ سے تھوک کر بولا۔ "یہ تو کوئی اجنبی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔"

"جواری۔"

"ہوسکتا ہے۔ یہ ہمارے گھر کا کام کریں گے۔" لزی نے کہا

"یہ کیسے ممکن ہے۔ مس بوغا۔ اِن لوگوں کی دیکھ بھال تو میرے پاپا کے علاوہ اور کوئی نہیں کرتا۔ یہاں کس میں ہمت ہے کہ ایسے آدمیوں پر ہاتھ ڈال سکے۔"

"دیکھو متو.... تم اِس قسم کی باتیں مجھ سے نہیں کر سکتے۔ مانا کہ میرے ڈیڈی یہاں کے امیر آدمی نہیں ہیں لیکن تم اُن کے مقابلے میں نہیں آسکو گے کیونکہ ڈیڈی ہی نے تمہیں پڑھا لکھا کر آدمی بنایا ہے۔ وہ تمہارے اُستاد ہیں۔"

"آپ غلط سمجھیں مسّی۔" متو نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔ "آپ کی بات اور ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ نے اِسے نہ لیا ہوتا تو اچھا تھا۔ آج کل ہماری کشتیوں پر آدمیوں کی ضرورت ہے۔ پاپا نے اِس لئے مجھے بھیجا تھا کہ اگر آپ اسے ہمیں دے سکیں تو اچھا ہے۔ پروفیسر صاحب سے تو بات کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔"

"نہیں۔ یہ ہمارے ہی ساتھ رہیں گے۔"

"آپ کی مرضی مسّی۔ آپ کا کہنا کیسے ٹالا جاسکتا ہے۔ کیا آج آپ کوئی گیت نہیں سنائیں گی۔ بچپن میں پروفیسر نے ہمیں اطالوی نظموں کے انگریزی ترجمے یاد کرائے تھے۔ کوئی سا گیت سُنا دیجئے۔ دیکھئے یہ شام کتنی خوبصورت ہے۔"

"نہیں۔ میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ تم مجھ سے فضول باتیں نہ کیا کرو۔" لزی نے غصیلے لہجے

میں کہا۔ "تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے میں پہلے تمہیں گیت سناتی رہی ہوں۔"

"کاش ایسا ہی ہوتا۔" متو نے ٹھنڈی سانس لی۔ وہ لزی کو بڑی لگاوٹ کی نظروں سے دیکھ رہا

"جاؤ.... میرا وقت نہ برباد کرو۔"

"آپ متو کی توہین کر رہی ہیں مس بوغا۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ کم از کم یہاں جزیرے میں تو کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"بس تو پھر آج رات کو اپنے غنڈوں کو لے کر چڑھ آؤ۔ آگ لگوا دو میرے گھر میں اور ہمیں گولی مار دو۔ متو! تم مجھے نہیں دھمکا سکتے۔ میں بوغا کی لڑکی ہوں سمجھے! جاؤ!" متو بے حیائی سے ہنسنے لگا اور بولا۔ "میں تو بس آپ کو غصے میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اِس لئے اس قسم کی گفتگو شروع کی تھی۔ آپ کتنی اچھی لگتی ہیں غصے میں۔"

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔ میں کسی دن تمہارے پاپا سے کہوں گی تم مجھے خواہ مخواہ پریشان کرتے ہو۔"

"اچھا.... مس لزی بوغا۔" متو برا سا منہ بنائے ہوئے اُٹھ گیا۔ "وہ وقت دور نہیں ہے...."

وہ جملہ پورا کئے بغیر ایک طرف تیزی سے بڑھتا گیا۔ پھر وہ ریت کے ایک تودے پر چڑھا اور جلد ہی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

لزی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ پھر اُس نے صفدر سے کہا۔ "تم نے سنیں اس بیہودے کی باتیں۔"

"جی ہاں۔ اور میں آپ کے اشارے کا منتظر تھا کہ کب آپ کہیں اور میں اُس کی گردن دبا دوں۔"

"ارے میں دل کی اتنی بُری نہیں ہوں۔ مجھے اس آدمی سے بڑی نفرت ہے۔ یہ خواہ مخواہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا باپ جزیرے کا سب سے امیر آدمی ہے۔ اس کی کئی بہت بڑی کشتیوں پر مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں۔ اور شہری اسٹیمر والے اُس کا بہت خیال کرتے ہیں.... لیکن میرے ڈیڈی کا سامنا ہوتے ہی اُس کا دم نکل جاتا ہے۔ جس دن بھی میں

نے ڈیڈی سے اس مٹو کی شکایت کر دی وہ اس کی کھال اُتروادیں گے! مگر میں سوچتی ہوں کہ
فائدہ!... اف فوہ! میں اس وقت کتنی خوش تھی اس گدھے نے میرا موڈ خراب کر دیا!... ورنہ
میرا جی چاہ رہا تھا کہ آج کوئی اطالوی گیت گاؤں!۔

صفدر کچھ نہ بولا! ریت پر انگلی سے لکیریں کھینچتا رہا! سورج کا طشت آدھا پانی میں ڈوب چکا تھا
اور پانی پر مچلتی ہوئی سرخ روشنی ایک چمکدار اور کشادہ سڑک کی طرح اُن تک چلی آئی تھی!۔

"تم اس سڑک پر دوڑ سکتے ہو!..." لڑکی نے تھوڑی دیر بعد بچکانہ انداز میں پوچھا!

"اگر میرے پر لگ جائیں تو ضرور دوڑ سکوں گا!۔"... مگر مجھے جمائیاں آ رہی ہیں مسی!
میں تمباکو نوشی کا عادی ہوں مسی!... آج تک دن بھر۔!"

"اوہ... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا! میں تمہیں پائپ دیتی! تمباکو دیتی! ڈیڈی بہت کثرت
سے پائپ پیتے ہیں! ہماری ایک پوری الماری تمباکو کے ڈبوں سے بھری ہوئی ہے! پادری لوگ
ڈیڈی کے لئے تمباکو ضرور لاتے ہیں!۔" چلو... اٹھو!۔"

"نہیں ابھی میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں! مجھے یہ چمکدار سڑک بہت اچھی لگ رہی ہے! اگر ہم
سورج ڈوب جانے کے بعد ہی چلیں تو تو کیا حرج ہے!۔"

"کچھ نہیں میں بھی بیٹھنا چاہتی ہوں!۔" گھر پہنچتے ہی میں تمباکو اور نیا پائپ دوں گی۔!"

صفدر ریت پر لیٹ گیا! وہ اس بھولی بھالی لڑکی کے لئے ہمدردی محسوس کر رہا تھا!۔

ہوا تیز اور خنک تھی!... لیکن ریت کا ایک ذرّہ بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر رہا تھا! ایسا
معلوم ہو رہا تھا جیسے ہوا زمین کی سطح سے ٹکرائے بغیر چل رہی ہو!۔

"میں اکثر یہاں دیر تک ریت پر پڑی رہتی ہوں... اور آسمان پر کئی چمکیلے رنگ نظر آنے
لگتے ہیں!... اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں انہیں رنگوں سے پیدا ہوئی ہوں... اور
آسمان کسی ماتا کی گود کی طرح مجھے اپنی طرف بلا رہا ہو!... میں ایسا کیوں محسوس کرتی ہوں...
اوہارا... کیا تم بھی محسوس کرتے ہو۔ ضرور بتاؤ۔"

"ہاں مسّی اکثر ایسے ہی خواب میں بھی دیکھتا ہوں! لیکن خوابوں سے ہمیں کیا ملتا ہے! نہ رنگ
ہماری روحوں میں اُتر سکتے ہیں اور نہ آسمانی ماتا ہمیں نصیب ہو سکتی ہے!... آپ کو ایسے خواب
اس لئے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ کو ماں کی گود نہیں نصیب ہوئی...! اور میں سوچتا ہوں کہ بچے

ماؤں کے بغیر ہی پیدا ہوا کرتے تو بہتر تھا!۔"

"تم یہ کیوں سوچتے ہو اوہارا..." لڑکی نے حیرت سے کہا!۔

"کیوں کہ ماں کی موجودگی میں بھی میں ماتا سے محروم رہا ہوں!۔ وہ مجھے گالیاں دیتی تھی
کوستی تھی! اور کسی چڑچڑی مرغی کی طرح کاٹنے دوڑتی تھی! اُس نے مجھ سے کبھی سیدھے منہ بات
نہیں کی! ہر وقت کسی خیال میں ڈوبی رہا کرتی تھی اور جب میں اُسے مخاطب کرتا تھا تو وہ اس طرح
مجھے کاٹنے دوڑتی تھی جیسے وہ خیال جو ابھی ٹوٹا ہے مجھ سے بھی پیارا رہا ہو!۔"

"چچ چچ... واقعی تمہاری ماں بہت بُری تھی!... میرے ماں تو میرے خوابوں میں آکر
مجھے لوریاں سنایا کرتی ہے... جس دن میں بہت مغموم ہوتی ہوں! وہ میرے خوابوں میں ضرور
آتی ہے! اور پھر جب میں دوسری صبح بیدار ہوں تو مجھے کوئی غم نہیں ہوتا!۔"

چھوڑیئے مسی! یہ تذکرہ! میں آپ لوگوں کے متعلق سوچ رہا ہوں!۔"

"میرے ڈیڈی کے متعلق کچھ مت سوچو! وہ بہت بڑے آدمی نہیں ہیں! آنٹی کہتی ہیں کہ
بس بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سنکی ہو گئے ہیں!"

"مگر بہت زیادہ پڑھنے والوں کو تو پادریوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی!"

"نہ ہوتی ہوگی!... میں کب کہتی ہوں کہ ڈیڈی اُن کے آنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں!
میرا خیال ہے کہ وہ اُن سے سیدھے منہ بات بھی نہ کرتے ہوں گے!"

"میرا خیال ہے کہ آپ کے ڈیڈی کچھ ایسے زیادہ مذہبی بھی نہیں ہیں!"

"اُن کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے۔! لیکن میں کرسچین ہوں! آنٹی بھی کرسچین ہیں!۔ یہاں
کوئی گرجا نہیں ہے! لیکن ہم اور آنٹی ہر اتوار کو گھر ہی پر سروس کر لیتے ہیں۔ ڈیڈی ہمارا مضحکہ
اُڑاتے ہیں!... وہ کہتے ہیں کہ جسے صلیب پر چڑھایا گیا تھا وہ آج بھی صلیب ہی پر ہے! پھر میں
ایسے باپ کے آگے سر کیوں جھکاؤں جو اپنے بیٹے کو آج تک صلیب سے نجات نہیں دلا سکا!۔"

"میری سمجھ میں تو نہیں آیا اس کا مطلب!۔" صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں!

"میں بھی نہیں سمجھ سکتی! آنٹی بھی آج تک نہیں سمجھ سکیں! مگر وہ کہتی ہیں کہ یہ سب کفر
کی باتیں ہیں۔ ڈیڈی جہنم کا ایندھن بنیں گے!... اور ہاں ڈیڈی کہتے ہیں!... میں تو اُس قوت
کا پجاری ہوں جس نے خدا کے بیٹے کو بھی صلیب پر چڑھا دیا تھا!۔"

"اُف.... فوہ!" صفدر اپنا منہ پیٹتا ہوا بولا! "یہ تو واقعی کفر کی باتیں ہیں! پھر یہ پادری اُن کا اتنا احترام کیوں کرتے ہیں!۔"

"آنٹی بھی یہی کہتی ہیں!۔ خود میرا بھی یہی خیال ہے کہ مقدس پادریوں کو تو ایسے آدمی سے دور ہی رہنا چاہئے!۔"

صفدر ایک بار پھر پروفیسر بوغا کے متعلق اُلجھن میں پڑ گیا!.... وہ محض اتفاقاً اُس کے گھر تک پہنچ گیا تھا! ورنہ اُسے تو جزیرے کے سب سے امیر آدمی کی کشتی پر بحیثیت مزدور ہونا چاہئے تھا۔ جیسے کہ اُس کا لڑکا مٹو کچھ دیر پہلے کہہ گیا تھا!

پھر وہ پروفیسر کے لئے اس جزیرے میں لا پھینکا گیا تھا یا مٹو کے باپ کے لئے۔!

"ہاں مسی.... اِس آدمی مٹو کے باپ کا نام کیا ہے!۔" صفدر نے پوچھا!

"وہ بڑا مٹو کہلاتا ہے.... اور یہ چھوٹا مٹو۔!"

"بڑا مٹو بھی اِسی کی طرح لفنگا ہوگا۔!"

"لفنگا بڑا موزوں لفظ ہے چھوٹے مٹو کے لئے!.... لڑکی ہنس پڑی!" مگر بڑا مٹو تو بہت شریف آدمی ہے وہ ڈیڈی کا ادب کرتا ہے! اور مجھے بھی کہیں دیکھ لیتا ہے تو خود ہی سلام کرتا ہے!۔"

"اور اُس کا پیشہ صرف مچھلیاں پکڑنا ہے!"

"یہاں سب کا یہی پیشہ ہے! صرف ڈیڈی کو یہ گندا کام پسند نہیں ہے! وہ مچھلیاں کھاتے بھی نہیں ہیں! انہیں مچھلیوں سے گھن آتی ہے۔ ہمارے گھر میں مچھلیاں کبھی نہیں آتیں۔ میں اور آنٹی کبھی کبھی یہیں ریت پر اسٹوو جلا کر مچھلیاں تلتے ہیں اور یہیں کھاتے ہیں!.... کسی دن تمہیں بھی کھلائیں گے!۔"

صفدر اس جزیرے اور اس کے باشندوں کے متعلق ذہنی طور پر الجھتا ہی چلا گیا!.... یہ ہر اعتبار سے عجیب تھے! اور اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ جزیرہ دارالحکومت سے کتنی دور ہے اور اس کا کیا نام ہے! ویسے موبار کے اطراف میں سینکڑوں میل جزیرے ہی جزیرے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ پر خود صفدر کے ملک کا قبضہ تھا اور کچھ دوسرے ممالک کے مقبوضات تھے!.... یہ جزیرہ پتہ نہیں کس کی ملکیت تھا! اور "شہر" سے لڑکی کی کیا مُراد ہوتی تھی!.... صفدر

اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ یہ سب معلوم کرنے کے سلسلے میں جلد بازی سے کام لیتا یا کسی قسم کا اضطراب ظاہر کرتا!.... وہ تو اب احتیاط ہی سے قدم اٹھانا چاہتا تھا!۔

سورج غروب ہوتے ہی وہ ساحل سے اُٹھ گئے!.... رات کا کھانا لذیذ تھا اور صفدر کو اچھے برانڈ کا تمباکو بھی مل گیا تھا! اِس لئے دن بھر کے بعد ایک پائپ پی کر وہ اونگھنے لگا تھا!

ساڑھے آٹھ بجے لڑکی نے اُسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگایا! کیونکہ پروفیسر بوغا نے اُسے لائبریری میں طلب کیا تھا!

صفدر تنہا ہی لائبریری میں داخل ہوا.... لڑکی اُس کے ساتھ نہیں گئی تھی! پروفیسر اس وقت بھی ایک موٹی سی کتاب پر جھکا ہوا نظر آیا! یہاں تین کیروسین لیمپ روشن تھے!۔

"بیٹھ جاؤ!...." پروفیسر نے کتاب سے نظر ہٹائے بغیر کہا! "تمہارا نام اوہارا ہے نا۔!"

"جی ہاں.... جناب!۔"

"نام تو مجھے پسند آیا ہے.... اَب کام دیکھنا ہے!۔"

"کام بھی آپ پسند ہی کریں گے جناب! مجھے یقین ہے۔!"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو!۔" پروفیسر نے کتاب بند کر کے سیدھے بیٹھتے ہوئے پوچھا!

"یعنی آپ مجھ سے جو خدمت بھی لیں گے اُسے بحسن وخوبی انجام دینے کی کوشش کروں گا!۔"

"خیر.... خیر.... یہ بعد کا مسئلہ ہے! ہاں تم مجھے اپنی کہانی سنانے والے تھے۔!"

"یقیناً جناب!.... مسی نے مجھے جواریوں کی کہانی سنائی تھی! لیکن میرا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے!۔"

صفدر نے پرنس آف چم چم چرِوٹی کی کہانی چھیڑ دی اور خود کو ریاست چرِوٹی کا ایجنٹ ظاہر کیا!۔"

"اوہ.... واقعی آج کل لڑکیاں بہت ترقی کر گئی ہیں!۔" پروفیسر نے کہا! "لیکن میری لڑکی کے حصے میں تو شائد تیرھویں صدی کی کوئی روح آئی ہے۔ وہ کتنی سیدھی سادی ہے۔ تم نے اندازہ کر ہی لیا ہوگا!۔"

"جی ہاں۔!" صفدر سر ہلا کر بولا! "وہ بہت نیک ہیں!۔"

"خیر ہاں تو پھر.... تم یہاں کیسے پہنچے!۔"

"میں نے موبار تک اُن کا تعاقب کیا تھا!۔"

"تم تنہا تھے!۔"

"جی ہاں....!" اور یہ دیکھ کر واپس ہو رہا تھا کہ پرنس اُس عمارت میں بعافیت ہیں کہ یکایک اندھیرے میں کسی نے مجھ پر حملہ کیا! کوئی وزنی چیز میرے سر پر ماری گئی تھی۔ میں بیہوش ہو گیا!.... اور جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک جہاز کے کیبن میں پایا! پھر جہاز بھی ایک جگہ ٹھہر گیا اور مجھے ایک کشتی پر اُتارا گیا! اور اُس وقت بھی کئی آدمی مجھ سے چمٹ گئے! اور ایک بار پھر مجھے بیہوش کر دیا گیا!.... پھر آج اِس جزیرے میں ہوش آیا!.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا چکر ہے! کن لوگوں نے پرنس کا اغواء کیا ہے اور کون لوگ مجھے یہاں لائے ہیں؟۔"

"کہانی واقعی دلچسپ ہے!۔" پروفیسر نے سر ہلا کر کہا! تمہیں یہاں لانے والے بھی وہی ہوں گے جنھوں نے تمہارے پرنس کو اغوا کیا ہے! تم اس راز سے واقف ہو گئے تھے نا!.... مگر انہوں نے دھوکا کھایا ہے کیونکہ تم نے اپنے ساتھیوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا ہو گا کہ کچھ لڑکیاں پرنس کو اُلو بنا کر کہیں لے جا رہی ہیں!...."

"یہی تو غلطی ہوئی پروفیسر کہ اس کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں ہو سکا۔"

"تب تم جہنم میں جاؤ!...." پروفیسر ران پر ہاتھ مار کر دہاڑا.... اور صفدر سچ مچ بوکھلا گیا۔

"مم.... مم.... میں نہیں سمجھا پروفیسر۔"

"تم گدھے ہو!.... تم سے ایسی حماقت ہوئی کیسے! تمہیں پولیس کو اطلاع دینے کے بعد اُن کا تعاقب کرنا چاہئے تھا! کیونکہ وہ دوسرے دن موبار لے جایا گیا تھا!

"میں خود نہیں کہہ سکتا کہ میری عقل کہاں چرنے چلی گئی تھی!۔"

"پرنس کا جو بھی حشر ہو!...." پروفیسر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "مگر تم تو اب یہاں پھنس ہی گئے ہو! کیوں کہ یہاں سے کوئی بھی نہیں جا سکتا!.... میں خود بھی ایسے ہی اتفاقات کا شکار ہو کر یہاں کا قیدی بن گیا ہوں، حالانکہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے! کئی فرانسیسی پادری مجھ سے ملنے کے لئے یہاں آتے رہتے ہیں! مگر میں جزیرے کے قانون کے مطابق یہاں سے جا نہیں سکتا!۔"

"جزیرہ کس کی ملکیت ہے!۔" صفدر نے پوچھا!

"بڑے مٹو کی....! اور یہاں فرانسیسی سکہ چلتا ہے!۔ زبان عربی ہے۔"

"مگر یہ نام مٹو تو عربی نہیں معلوم ہوتا۔!"

"مٹو عرب نہیں، اطالوی ہے....! دوغلا سمجھ لو!.... اس کی ماں عرب تھی!"

"بہر حال میں کسی دوسری مملکت میں پھینکا گیا ہوں.... اور میرا خیال ہے کہ میں کئی دنوں تک جہاز پر رہا ہوں!.... صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یقیناً....!" پروفیسر سر ہلا کر بولا! "موبار یہاں سے ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ہے!

"میرے خدا.... اب میرا کیا بنے گا۔!"

"مگر تم نے تو لڑکی کو کوئی اور کہانی سنائی تھی!۔"

"ارے! اب میں اُن سے یہ سب باتیں کیسے کرتا!" صفدر نے کہا

"سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو! ورنہ عام لوگ تو ایسے واقعات پر ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں!۔"

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!" صفدر نے تشویش کن لہجے میں کہا!

فی الحال صبر کرو! پھر میں دیکھوں گا کہ تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"مجھے تو اس جزیرے کی آب و ہوا راس آ گئی ہے! عملی کاموں کے لئے بڑی پُرسکون جگہ ہے، میں یہاں خوش ہوں!۔"

دفعتاً پھر کسی گوشے میں کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا......اور پروفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا "بس اب جاؤ! میرا بچہ بھوکا ہے۔!"

صفدر لائبریری سے باہر آ گیا! اور اُس نے اپنی پشت پر دروازہ بند ہونے کی آواز سُنی! اُس کی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی تھی!۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی دوسری مملکت میں ہو گا!.... عمران کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا ہو! ہو سکتا ہے کہ چوہان اور نعمانی بھی اُس عمارت تک جا پہنچے ہوں۔ پھر؟.... بہر حال وہ بڑی مشکلات میں پڑ گیا تھا۔

O

شالی کا وکیل بڑا کار آمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اُس دن عمران کی ناک کی درمیانی ہڈی اونٹ کے کوہان کی طرح اوپر اٹھ آئی تھی!.... وکیل نے کہیں سے ایک ایسا آدمی مہیا کیا تھا جو عمران کی شکل میں تبدیلی کر سکے!.... اور عمران کو بحیثیت عمران بھی اعتراف کرنا پڑا تھا کہ وہ ایک ماہر میک اپ مین ہے!.... ناک کی ہڈی اُبھر آنے کی وجہ سے عمران کی شکل میں خاصا فرق واقع ہو گیا تھا!.... اور پہلی نظر میں کوئی اُسے عمران نہیں کہہ سکتا تھا! اگر وہ تاریک شیشوں کے عینک لگا لیتا تو اُسے پہچاننے میں اور بھی دشواری ہو جاتی.... شالی اس تبدیلی سے بہت خوش ہوئی! اور وکیل نے بھی اطمینان ظاہر کیا تھا!۔

عمران جوزف کو بھی ساتھ رکھنا چاہتا تھا!.... چنانچہ اُس نے وکیل کو اپنی وہ انگشتری دی جو ہاتھی دانت کو تراش کر بنائی گئی تھی اور جس پر نگینے کی جگہ بندر کا سر تراشا ہوا تھا! یہ انگشتری اُسے جوزف ہی نے دی تھی!.... یہ انگشتری جوزف کی محبوبہ نگانہ کی نشانی تھی! لیکن جس دن جوزف نے عمران کے سامنے سب سے بڑی قسم کھا کر اُسے یقین دلایا تھا کہ وہ دنیا میں اُس سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا اُسی دن اپنی محبوبہ کی نشانی بھی اُس کے حوالے کر دی تھی!۔

عمران نے وکیل کو رانا پیلس کا پتہ دے کر بتایا تھا کہ وہ جوزف سے ملے اور صرف یہ انگوٹھی دکھا دے.... وہ کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا اُس کے پیچھے چلا آئے گا۔ یہ بھی نہیں پوچھے گا کہ جنت میں چلنا ہے یا جہنم میں....! اس پر وکیل نے ازراہ مذاق پوچھا تھا کہ وہ کوئی جن تو نہیں ہے جو اس انگشتری کے تابع ہو!۔

اِس پر عمران نے مسکرا کر کہا تھا! "ہم بھی اُسے جن ہی سمجھتے ہیں!.... آپ لوگ اُس سے مل کر بہت خوش ہوں گے مگر آپ اُس کے اخراجات نہیں برداشت کر سکتے!۔"

"کیسے اخراجات" شالی نے پوچھا! "

"وہ چوبیس گھنٹوں میں برانڈی کی سات بوتلیں صاف کرتا ہے۔!"

"یہاں چودہ بوتلوں کا انتظام ہو سکتا ہے پرنس!...." وکیل نے اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی! اور شالی کی طرف دیکھنے لگا تھا!

"میری طرف سے اٹھائیس....!" شالی نے کہا!۔

"دو کا اور اضافہ کر کے ہمیں گولی مار دو!".... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا!

"کیوں؟.... کیوں....؟ پرنس!۔"

"ہم کہتے ہیں کہ اگر اُسے ساڑھے سات بوتلیں بھی دی گئیں تو ہم خود کو گولی مار لیں گے! بڑی مشکل سے ہم سات بوتلیں یومیہ پر لائے ہیں! ورنہ ہماری ریاست دیوالیہ ہو جاتی۔ اب ہم نہیں چاہتے کہ اِس کام کے دوران میں اُس کی عادتیں دوبارہ بگڑیں اور ہمیں اُسے ہی گولی مارنی پڑے۔!"

بات یہیں ختم ہو گئی تھی اور شام تک جوزف جزیرے میں پہنچ گیا تھا!.... اور عمران نے دیر تک اُس سے عربی میں گفتگو کی تھی! اور اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ وکیل عربی سمجھتا ہے۔" حالانکہ اُس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ عربی سے نابلد ہے! اس لئے عمران نے عربی میں بھی اپنی پرنس چروٹی والی حیثیت ہی برقرار رکھی تھی! جوزف جو صرف کان رکھتا تھا اُسے ضرورت بھی کیا تھی کہ وہ عمران کی کسی بات پر حیرت ظاہر کرتا یا مزید تفہیم کے لئے کوئی سوال کر بیٹھتا!.... وہ اتنے دنوں میں عمران کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا! اور صرف اُس کے احکامات کا منتظر رہتا تھا!۔

اِس سے اُس کو سروکار نہیں تھا کہ وہ کب رانا تہور علی صندوقی بن جاتا ہے! اور کب پرنس آف چروٹی یا کچھ اور.... وہ تو چولے بدلتا ہی رہتا تھا!.... مگر جوزف کو صرف عمران سے عشق تھا!.... اور وہ اُس کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا سکتا تھا! اُسے اعتراف تھا کہ اُسے آج تک ایسا شاندار آقا نہیں ملا جو اِس سے بھی زیادہ سنکی اور پاگل ہو!....

دوسرے دن جزیرے کے معززین کو شاندار ٹی۔ پارٹی دی گئی!.... اور انور چوہان کو اُن سے متعارف کراتے ہوئے وکیل نے اعلان کیا کہ.... بھائیوں کے کاروبار کے مالک اب مسٹر انور چوہان اور شالی ہوں گے!.... کیونکہ اُن دونوں نے "بھائیوں" کی وصیت کے مطابق شادی کرنے کا تہیہ کر لیا ہے!۔ اور عنقریب اُن کی طرف سے شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔

مدعوئین نے اِس پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور دونوں کو مبارک باد دی تھی!

جوزف کا حلیہ عجیب تھا! اُس کے چہرے پر اَب مختصر سی ڈاڑھی تھی اور اوپری ہونٹ ناک کی پھنگی سے جا ملا تھا! جسم پر سُرخ وردی تھی!۔ اور سر پر پُھندنے والی سُرخ ٹوپی!.... دونوں

ڈن سے دو ریوالور لٹک رہے تھے۔ وہ کسی آہنی ستون کی طرح عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا!۔

جزیرے کی معزز خواتین انور چوہان اور اُس کے سیاہ فام باڈی گارڈ کو تحسین اور شک آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی کھسر پھسر کر رہی تھیں!....

"یہ تو کوئی الف لیلوی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔!" ایک نے کہا!

"ہائے بہت رومینٹک!".... دوسری نے سسکاری سی لی۔

"ارے چلو.... صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا ہے!...." تیسری بولی! مرد کہہ رہے تھے۔

"بھئی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ اب "بھائیوں کا کاروبار" ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا! ضروری تھا کہ یہ دونوں شادی ہی کر لیتے! کیوں کہ انور چوہان شروع سے افریقہ میں رہتا ہے اور شالی کی پرورش یہاں ہوئی ہے!۔"

"کاش ہم لوگ بھی اتنے ہی منظم ہوتے اور ہمارے شرکاء کی اولادیں بھی اسی طرح متحد رہ کر کام کر سکتیں! اب دیکھو یہ "بھائیوں کا کاروبار" ہمارے خلاف ایک بہت بڑی طاقت ہے!۔" دوسرا کہتا!

شالی خواتین سے مبارکباد وصول کرتی رہی تھی! اور بہت زیادہ خوش نظر آرہی تھی! اُس کی دونوں ساتھی لڑکیاں!.... مہمانوں کے درمیان آرکسٹرا کی دُھن پر تھرکتی پھر رہی تھیں!۔

عمران بالکل خاموش تھا!.... وہ صرف مبارکباد دینے والوں کا شکریہ ادا کرتا اور سختی سے ہونٹ بند کر لیتا! کیونکہ اُس سے صرف انگریزی عربی سننے کی توقع کی جاتی تھی! لیکن عربی مقامی لوگوں کے بس کا روگ نہیں تھی!۔ اور انگریزی میں وہ شالی وغیرہ کے لئے کورا تھا!.... وکیل نے آج کئی گھنٹے تک اُسے انگریزی میں شکریہ ادا کرنے اور لہجے کی مشق کرائی تھی!۔

پارٹی عقبی پارک میں ہوئی تھی! چائے کے بعد مختلف ٹولیاں ادھر اُدھر گلگشت میں مصروف ہو گئیں! اور ایک آدمی عمران سے آ بھڑا.... وہ اُسے انگریزی میں مخاطب کر رہا تھا! اور عمران کشمکش میں پڑ گیا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن اس نے جوزف کو تنہائی میں یہاں تک سمجھا دیا تھا کہ وہ انگریزی میں گونگا بن گیا ہے! اس لئے وہ اس وقت اس کی ذہنی کشمکش کو تاڑ گیا!.... اور

عجیب لہجے میں بولا!" باس انگریزی میں آسانی سے گفتگو نہیں کر سکتے!.... اگر تم عربی بول سکتے ہو تو باس کو مخاطب کرو ورنہ مجھ سے گفتگو کرو!۔"

"میں عربی بھی بول سکتا ہوں!...." وہ آدمی مسکرایا تھا!۔

"شروع ہو جایئے....!" عمران غصیلے لہجے میں بولا!۔

"میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں سرکار عالی کہ یہ فریب کب تک چلے گا۔!" اُس آدمی نے کہا!

"کیا مطلب۔!"

"آپ انور چوہان نہیں۔!"

"کیا میں تمہاری ٹانگیں چیر کر پھینک دوں....!" جوزف مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"بکنے دو...." عمران مسکرایا!

"بس مجھے اتنا ہی عرض کرنا تھا!.... میری شکل ہمیشہ یاد رکھئے گا!.... بہت جلد دوسری ملاقات ہو گی.... میرا کارڈ.... اگر آپ اپنے پاس رکھنا پسند فرمائیں!"

وہ عمران کے ہاتھ میں کارڈ تھما کر گیٹ کے قریب مہمانوں کی بھیڑ میں غائب ہو گیا! کارڈ پر تحریر تھا!

"کے۔ آر۔ مفتی"

عمران نے بڑے غصیلے انداز میں اُس کارڈ کو موڑ توڑ کر جیب میں ڈال لیا۔ اور ٹھیک اُسی وقت اُس نے اپنی پشت پر وکیل داراب کی آواز سنی!

"یہ کیا کہہ رہا تھا!۔"

عمران جھلا کر اُس کی طرف مڑا اور غصیلے لہجے میں بولا!" ہمارا وقار خاک میں مل رہا ہے!"

"اُس نے کیا کہا پرنس!۔"

عمران نے اُس کی گفتگو دہرائی اور وکیل دانت پیستا ہوا بولا!" کاش اس آدمی کے خلاف ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت ہوتا.... میں اُسے جہنم میں پہنچا سکتا ہوں! میں اِس کے سیاہ کارناموں سے بخوبی واقف ہوں! لیکن کوئی ایسا ثبوت میرے پاس نہیں ہے جسے عدالت تسلیم کر سکے۔!"

"یہ ہے کون....!" عمران نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ایک بلیک میلر۔!"

"یہ کیا ہوتا ہے۔!"

"دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے والا.... دیکھئے! ہم اس موضوع پر پھر گفتگو کریں گے! کچھ مہمان ادھر آرہے ہیں۔!"

وکیل آگے بڑھ گیا! آٹھ بجے سے پہلے مہمانوں سے نجات نہ مل سکی!

پھر وہ سب رات کے کھانے کی میز پر اکٹھے ہوئے! شالی، وکیل اور عمران اُس وقت دونوں لڑکیاں موجود نہیں تھیں! وکیل نے اس آدمی مفتی کا تذکرہ چھیڑ دیا جس نے عمران کو ٹوکا تھا!....

"ہاں.... ہم اُس کے متعلق کچھ نہیں سمجھے تھے۔" عمران نے کہا!۔

"بلیک میلر دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتا ہے! فرض کیجئے!.... اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ فلاں آدمی ہیں لیکن فلاں کا رول ادا کر رہے ہیں! تو وہ آپ سے بڑی بڑی رقومات وصول کرے گا! آپ اگر نہ دیں گے تو آپ کا راز فاش کر دینے کی دھمکی دے گا!"

"اوہ.... تو کیا اُسے ہماری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔!"

"خدا بہتر جانتا ہے!" وکیل نے تشویش کن لہجے میں کہا!۔

اُس نے ہمیں اپنا کارڈ دیا تھا! یہ دیکھو.... اِس کا پتہ بھی تحریر ہوگا!۔" عمران نے جیب سے کارڈ نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا!" پڑھو پتہ.... جوزف کو بتاؤ کل صبح اُس کے مکان سے اُس کی لاش برآمد ہو گی۔!"

"ارے نہیں!" شالی بوکھلا گئی۔

"ہم نے اِس مسئلے پر ابھی ابھی سنجیدگی سے غور کیا ہے! اُسے ہمارے راستے سے ہٹ ہی جانا چاہئے!"

"میں کشت وخون نہیں پسند کرتا پرنس!" وکیل نے کہا!" ہم کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس کے لئے قانون کے آگے جوابدہ ہونا پڑے۔!"

"ارے بس!...." عمران میز پر ہاتھ مار کر غصیلے لہجے میں بولا!" ہمیں انور چوہان بنا دینا ناں کا قانون ہے۔!"

"اوہ.... پرنس پلیز....!" شالی نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!" خدا کے لئے اس مسئلے کو درمیان میں نہ لاؤ.... یہ ایک مجبوری ہے۔"

"ارے واہ!" عمران نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا!" اگر یہ بات ظاہر ہو گئی تو ہماری اور ہماری اسٹیٹ کی کس قدر بدنامی ہو گی۔!"

"آپ فکر نہ کیجئے! میں.... مفتی کا انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ارے سنیئے وکیل صاحب!" شالی نے وکیل سے کہا!" کہیں اس آدمی کا تعلق انہیں لوگوں سے نہ ہو جو مجھے یا "بھائیوں کے کاروبار" کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا!" وکیل بولا!" فی الحال اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ پرنس کی مدد سے ہمارا پلہ بھاری ہو گیا ہے! اب ہم اُن سے نپٹ سکیں گے اور پرنس آپ مطمئن رہیئے اگر اس آدمی مفتی نے واقعی کوئی حرکت کی تو اسے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔"

O

صفدر بے خبر سو رہا تھا! اچانک کسی تیز قسم کی آواز نے اُسے جگا دیا!۔ باہر صحن میں کچھ گڑبڑ ہو رہی تھی وہ جھپٹ کر اُٹھا! دروازہ کھولنا چاہا! لیکن وہ نہ کھلا شائد اُسے باہر سے بولٹ کر دیا گیا تھا!

"چھوڑ دو.... مجھے چھوڑ دو.... ڈیڈ...." یہ لڑکی کی چیخ تھی!۔

"کون.... کیا ہے۔!" بوغا کی آواز آئی.... "ارے دروازہ کھولو۔ کون ہے!"...... لڑکی کی آنٹی کی چیخیں سنائی دیں!

صفدر نے پہلے دروازے پر زور آزمائی کی پھر کھڑکی کی طرف آیا! اُس کا اندازہ تھا کہ شائد پروفیسر اور بڈھی عورت بھی کمروں میں بند کر دیئے گئے ہیں!

لڑکی کی آواز تو پھر نہیں آئی تھی لیکن ہاتھاپائی کی آوازیں اب بھی آرہی تھیں!.... کھڑکی کمزور ثابت ہوئی!.... چوکھٹوں سمیت دوسری طرف جا پڑی اور صفدر دوسرے ہی لمحے برآمدے میں تھا!

صحن میں اُسے کئی سائے نظر آئے! تاروں کی چھاؤں خاصی اُجلی تھی!

"خبردار!" اُس نے انہیں للکارا... کسی نے عربی میں کچھ کہا۔ دو تین سائے صفدر کی طرف جھپٹے!... صفدر سنبھل گیا!... اُس کا مکا اُس آدمی کے جبڑے پر پڑا جو سب سے آگے تھا وہ کراہ کر دوسرے پر ڈھیر ہو گیا! دونوں ساتھ ہی فرش پر گرے تھے! تیسرے نے صفدر پر چھلانگ لگائی اور صفدر نے اُس کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہی اندازہ کر لیا کہ اُس کے ہاتھ میں بڑا سا چھرا ہے!

بہر حال چھرے کا پہلا وار تو اُس ستون پر ہوا جس کی آڑ صفدر نے لی تھی! پھر صفدر نے اُسے دوسرے حملے کا موقع نہیں دیا! دونوں ہاتھوں سے گردن دبوچ کر ستون پر رگڑے دینے شروع کر دیئے!... وہ بلبلا اٹھا کیونکہ شائد اُس کی ناک ہی پر سب سے زیادہ زور پڑ گیا تھا!... دوسرے ہی لمحے میں وہ بھی فرش پر تھا! پہلے گرنے والے صفدر پر ٹوٹ پڑے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" بوغا پھر دہاڑا... "میں فائرنگ شروع کر رہا ہوں۔ ساتھ ہی ایک فائر ہوا... اور حملہ آور اُچھل اُچھل کر بھاگے!... پھر لڑی کی چیخ دوبارہ سنائی دی! کوئی دھم سے گرا بھی تھا!... دوسرا فائر ہوا صفدر جہاں تھا وہیں سے بھاگنے والوں کو دیکھتا ہی رہا! کیونکہ صحن میں اندھیرا تھا اور پروفیسر بوغا اپنے کمرے سے فائر پر فائر کئے جا رہا تھا۔

صفدر کو یاد آیا کہ اُس کے کمرے میں بھی سلاخوں دار کھڑکیاں موجود ہیں!

"برآمدے میں کون ہے!... بوغا نے چیخ کر پوچھا۔

"میں ہوں جناب!" صفدر نے جواب دیا۔

"میرے کمرے کا دروازہ کھولو... یہ سب کیا تھا!"

"پتہ نہیں جناب! میں تو کھڑکی اُکھاڑ کر باہر نکلا ہوں!..." صفدر کہتا ہوا آگے بڑھا!

بوغا ایک ہاتھ میں ٹارچ اور دوسرے میں ریوالور سنبھالے ہوئے باہر نکلا تھا! لڑی صحن کے وسط میں فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی! پروفیسر نے جھپٹ کر اسے اٹھایا!... صفدر نے ٹارچ سنبھالی! بوڑھی عورت اب بھی چیخے جا رہی تھی۔

"خاموش رہو!" بوغا نے اُسے ڈانٹا!

لڑی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا! اور وہ بیہوش تھی! پروفیسر نے اُسے ہاتھوں پر اٹھایا۔

"لائبریری میں چلو!" اُس نے کہا اور ایک بار پھر بوڑھی عورت کو ڈانٹا جو اب بھی چیخے جا رہی تھی! صفدر اُسے روشنی دکھاتا ہوا لائبریری میں لایا!

لڑی ایک بڑی میز پر لٹا دی گئی! اور بوغا نے صفدر سے کہا!... "جاؤ... اُس کے کمرے کا دروازہ بھی کھول دو! ورنہ وہ مجھے پاگل کر دے گی۔ پتہ نہیں وہ کون تھے اور کیا چاہتے تھے!"

صفدر ٹارچ لئے ہوئے پھر باہر نکل آیا! صدر دروازے کے دونوں پاٹ کھلے ہوئے تھے! حملہ آور شائد دیوار پھلانگ کر اندر آئے تھے اور صدر دروازے سے فرار ہوئے تھے! صفدر نے بوڑھی عورت کے کمرے کا دروازہ کھول دیا اور اُس نے اُسے دیکھتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کر دی!

"میں کچھ بھی نہیں جانتا محترمہ!" صفدر نے کہا! "ممکن ہے وہ چور رہے ہوں! بہر حال وہ مسی کو زخمی کر کے بھاگ گئے ہیں۔!"

"میری... بچی... میری بچی!" وہ چیختی ہوئی لائبریری کی طرف دوڑی اور اندھیرے میں کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر ڈھیر ہو گئی!... صفدر نے جھپٹ کر اُسے اٹھایا!... وہ کراہ رہی تھی!... "چلو... خدا کے لئے مجھے وہاں لے چلو! کیسی ہے... میری بچی!..."

صفدر اُسے سہارا دے کر لائبریری کی طرف لے جانے لگا! وہ کراہتی اور لنگڑاتی ہوئی چل رہی تھی! صفدر اُسے اطمینان دلا رہا تھا کہ چوٹ معمولی ہے اور شائد خوف کی وجہ سے لڑی بیہوش ہو گئی ہے۔!"

لڑی اب بھی میز پر تھی! اُس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں!۔ پروفیسر پیشانی کا زخم صاف کر رہا تھا!

"میری بچی..." بوڑھی بڑبڑائی!

"خاموش رہو!" پروفیسر ہاتھ اٹھا کر دہاڑا!... "شور مت مچاؤ! وہ زندہ ہے مر نہیں گئی!"

بوڑھی کمزور آواز میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی دیوار سے جا لگی!

پروفیسر نے فرسٹ ایڈ کے بکس سے پٹی نکالی... اور ڈریسنگ کرنے لگا!

صفدر کو یاد آیا کہ اُس نے صدر دروازہ نہیں بند کیا! اس لئے وہ پھر لائبریری سے نکل آیا۔ وہ دروازہ بند کر کے دوبارہ لائبریری کی طرف مڑ ہی رہا تھا کہ باہر شور سنائی دیا... اور پھر دروازہ پیٹا جانے لگا!۔

صفدر تیزی سے لائبریری میں داخل ہوا... اور پروفیسر کو اس کی اطلاع دی! وہ دونوں پھر میں آئے! دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا!... اور باہر والے عربی میں کچھ چیخ رہے تھے!۔

پروفیسر نے شائد انہیں جواب ہی دیتے ہوئے پھاٹک کھولا تھا!

باہر متعدد آدمی نظر آئے جن کے پاس لمبی نالوں والی بندوقیں تھیں!.... اور دو تین روشنی والے پیٹرومیکس بھی!.... اُن کے اور پروفیسر کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی!.... صفدر کی سمجھ سے باہر تھی کیونکہ وہ عربی سے نابلد تھا!۔ لیکن بھیڑ میں چھوٹے مٹو کو بھی دیکھ کر صفدر کے کان کھڑے ہوگئے!.... گفتگو کرنے والوں میں وہی پیش پیش تھا!صفدر نے پروفیسر کو ہنس کر اُس کا شانہ تھپکتے دیکھا!اور پھر وہ سب چلے گئے!۔

"دروازہ بند کردو!...." پروفیسر نے انگریزی میں کہا!

صفدر پھاٹک بند کر کے پھر اُس کے پیچھے چلنے لگا!لڑکی اب بھی بیہوش تھی۔ پروفیسر ایک کرسی پر بیٹھ کر اُسے تشویش کن نظروں سے دیکھنے لگا!.... پھر ہاتھ کے اشارے سے بڑھیا کو جانے کو کہا!۔وہ بُرا سامنہ بنائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گئی!

"یہ چھوٹا مٹو کیا کہہ رہا تھا.... پروفیسر....!"صفدر نے پوچھا!۔

"کیوں؟" پروفیسر یک بیک چونک پڑا۔ "تم اُسے کیا جانو۔!"

"آج شام ہی کو.... مسی نے تعارف کرایا تھا!۔ ہم شام کو ساحل پر تھے وہ وہاں آگیا تھا اور مسی سے گانے کی فرمائش کی تھی!اس پر مسی بہت خفا ہوئی تھیں!اور وہ انہیں دھمکیاں دیتا ہوا رخصت ہوگیا تھا!۔"

"نہیں!۔ "بوغا نے حیرت سے کہا!

"ہاں.... پروفیسر آپ مسی سے پوچھ لیجئے گا!۔"

پروفیسر کسی سوچ میں پڑ گیا!صفدر اُس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لے رہا تھا!

تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے محسوس کیا جیسے پروفیسر بوغا اندر ہی اندر کھول رہا ہو!اُس کا چہرہ سُرخ ہوگیا تھا اور آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں!

دفعتاً ایک الماری کے پیچھے کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا!....اور پروفیسر چونک کر غرایا....!"تم یہاں کیا کر رہے ہو!۔ جاؤ۔ اپنے کمرے میں!"

اُس کا چہرہ بہت خوفناک معلوم ہو رہا تھا!صفدر اٹھ کر چپ چاپ لائبریری سے باہر آگیا!۔

اپنے کمرے میں واپس آکر وہ پلنگڑی پر بیٹھ گیا!نہ جانے کیوں لیٹنے یا سونے کی خواہش باقی

نہیں رہی تھی!کیروسین لیمپ روشن کرتے وقت اُس نے لائبریری کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی!....اور سوچ میں گم ہوگیا!

کچھ دیر بعد اُس نے پائپ میں تمباکو بھری اور اُسے سلگا کر دیوار سے ٹک گیا!۔ دو ہی تین کش لئے تھے کہ کوئی کمرے میں داخل ہوا.... وہ چونک کر مڑ کر دیکھنے لگا! آنے والی لڑکی کی آنٹی تھی!.... اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور پپوٹے متورم سے تھے! جیسے آنکھیں مَل مَل کر روتی رہی ہو!۔

"اُوہارا.... کیا وہ پاگل نہیں ہے!...."اُس نے آہستہ سے کہا!

"کون....مادام۔!"

"اُس نے لائبریری کا دروازہ بند کر کے اندھیرا کر دیا ہے!۔"

"کیا مطلب"۔ صفدر اچھل پڑا۔

"کیا وہ غریب بچی رات بھر اُسی طرح میز پر پڑی رہے گی!کیا یہ پاگل پن نہیں ہے۔ دیوانگی نہیں ہے.... میری بچی!.... خدا غارت کرے اس کتاب کے کیڑے کو یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ آدمی گوشت و پوست رکھتا ہے!اُس کے بھی احساسات ہیں۔وہ محسوس کر سکتا ہے۔ چوٹ لگنے پر کراہ سکتا ہے۔یا مر سکتا ہے!۔"

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا مادام۔"

"تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ بوغا دیوانگی کی حدود میں داخل ہو چکا ہے!۔ وہ خوابگاہ سے اُٹھ کر لائبریری میں آیا تھا!اب روشنی گل کر کے خود بھی وہیں کسی میز پر پڑ رہے گا!.... کیا تمہیں سردی محسوس نہیں ہوتی!۔"

"ہاں راتیں تو ٹھنڈی ہوتی ہیں مادام یہاں کی! میں بھی محسوس کرتا ہوں اور میرے بستر میں کمبل بھی موجود ہے۔!"

"لیکن وہ ٹھنڈی میز پر کھلی پڑی ہوگی!.... خدا کے لئے کچھ کرو!۔ ورنہ صبح تک نہ جانے اُس کا کیا حشر ہو!۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں مادام مجھے پروفیسر سے خوف معلوم ہوتا ہے!"صفدر نے بے بسی سے کہا!"

اس پر بوڑھی عورت بلبلا کر بوغا کو.... کوسنے لگی! وہ انگلیوں سے کراس بناتی اور بوغا کو دل ہلا دینے والی بددعائیں دیتی رہی!

کچھ دیر بعد صفدر نے پوچھا! "کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں کا اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں پروفیسر۔!"

"اُسے کسی کتیا نے جنا تھا!" بوڑھی دانت پیس کر بولی!" اور اُس کا باپ کوئی بندر تھا!۔"

صفدر کی حیرت بڑھتی ہی رہی! وہ پروفیسر کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتا تھا! لیکن کیا یہ بڑھیا اس سلسلے میں مفید ثابت ہوتی!.... وہ اس کا فیصلہ نہ کر سکا!

دفعتاً اُس نے کہا!" آپ تو ایک مہذب خاتون معلوم ہوتی ہیں! اِس ویرانے میں کس طرح آ پھنسیں!"

"بدنصیبی....! شامت....!" بڑھیا نے ٹھنڈی سانس لی!" اسی بچی کی وجہ سے مجھے بھی در در کی ٹھوکریں کھانی پڑی تھیں.... ! ہم یونان میں تھے! بوغا کالج میں لڑکوں کو پڑھاتا تھا! میری بہن سے اُس کی شادی ہوئی تھی! میں بہن کے ساتھ ہی رہتی تھی!۔ لزی کی پیدائش کے بعد وہ مر گئی....! اور بوغا حقیقتاً بہت بڑا شیطان ثابت ہوا میں اس کا ساتھ ہرگز نہ دیتی مگر یہ ننھی سی بچی میری چھاتی سے چمٹی ہوئی تھی!.... ایک دن یونان سے بے سروسامانی کے حالت میں بھاگنا پڑا کیوں کہ مسلح پولیس کے آدمی چاروں طرف بوغا کی بو سونگھتے پھر رہے تھے! اُسی رات کو مجھے معلوم ہوا کہ بوغا حقیقتاً کیا تھا!.... وہ حکومت کے خلاف ایک خفیہ تنظیم کا سرغنہ تھا! اور کسی طرح اُس کا راز ظاہر ہو گیا تھا!.... ہم ماہی گیروں کے ایک اسٹیمر میں چھپ کر کینیا پہنچ گئے! بوغا نے وہاں نئے سرے سے زندگی شروع کی اور بہت جلد ایک دولت مند آدمی بن گیا!.... اور پھر ایک رات وہاں سے بھی بھاگنا پڑا.... بوغا کہتا ہے کہ بھاگنا پڑا تھا! لیکن مجھے آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ یہاں آئے ہوں!.... نہ ہمارا تعاقب کیا گیا تھا اور نہ یونان کی سی بھاگم بھاگ ہی ہوئی تھی! یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اب یہاں سے کبھی واپس نہ جا سکیں گے! کیونکہ یہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں جاتا!۔"

"بسر اوقات کی کیا صورت ہے!"

"فرانس کی حکومت بوغا کو وظیفہ دیتی ہے۔! اور اُس کے فرانسیسی دوست اُس کی مدد کرتے

رہتے ہیں!۔"

"میرا خیال ہے کہ بوغا جب چاہیں تو یہاں سے جا بھی سکتے ہیں! کیا اُن کے فرانسیسی احباب اُن کی مدد نہیں کریں گے۔!"

"وہ اب خود ہی یہاں سے نہیں جانا چاہتا!۔"

"بڑی عجیب بات ہے!۔" صفدر دوبارہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا!۔

"اوہ.... میں ابھی تک یہی سمجھ سکی ہوں کہ یہ جزیرہ پاگل خانہ ہے!۔"

"کیوں کیا دوسرے آدمیوں سے بھی دیوانگیاں سرزد ہوتی ہیں!۔"

"سب پاگل ہیں! کیا یہ دیوانگی نہیں ہے کہ وہ صرف اِسی جزیرے میں محدود رہنا چاہتے ہیں!"

صفدر کچھ نہ بولا! وہ سوچنے لگا تھا اَب اُس کے سوالات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے!

دفعتاً قدموں کی آہٹیں سنائی دیں! اور بڑھیا سہمی ہوئی سی نظر آنے لگی!۔

دوسرے ہی لمحے میں بوغا کمرے میں داخل ہوا۔

"اوہ.... تم!...." وہ بڑھیا کو گھورتا ہوا بولا!" تم اس وقت کیا کر رہی ہو!"

"کک.... کچھ.... نہیں.... کچھ بھی تو نہیں!...." وہ روتی سی آواز میں ہکلائی!

"دفع ہو جاؤ.... بھاگو....!" بوغا دہاڑا.... اور وہ کسی سہمی ہوئی گائے کی طرح بھاگ نکلی۔

بوغا چند لمحے کھڑا.... صفدر کو گھورتا رہا پھر دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا! میرے ساتھ آؤ!"

وہ پھر لائبریری میں آئے.... اب یہاں روشنی تھی! کیروسین لیمپ روشن کر دیئے گئے تھے! اور اُن کی زرد روشنی میں لزی برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی!.... اب وہ پیر لٹکائے بڑی میز پر بیٹھی تھی اور اُس کا جسم ڈھیلا ڈھالا سا نظر آ رہا تھا!

"یہ تو کہتی ہے کہ چھوٹے متّو سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی! "بوغا نے صفدر کی طرف گھورتے ہوئے کہا!

صفدر نے لزی کی طرف دیکھا جو اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی! وہ چکرا گیا اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُس کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔!

"میرا سر چکرا رہا ہے پروفیسر....!" صفدر نے دونوں ہاتھوں سے تھام سر کر کہا!" مجھے ایسا

محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی بڑا بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں! کل کہاں تھا کیا تھا اور آج کہاں ہوں! کن حالات میں ہوں!۔"

"میرے سوال کا جواب دو!۔" بوغا غرایا!

"میں نے جو کچھ بھی کہا تھا میری یادداشت اُس کی تردید نہیں کرتی! اگر مسی کو اِس سے اختلاف ہے تو پھر وہ بھی خواب ہی رہا ہوگا.... میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

وہ سر تھامے ہوئے فرش پر اُکڑوں بیٹھ گیا! بوغا نرمی سے کہہ رہا تھا! "تم آخر جھوٹ کیوں بول رہی ہو بے بی! میں اِسے پسند نہیں کروں گا کہ تم کسی ماہی گیر زادے کی ہمدرد بنو!۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ڈیڈی!.... میرا سر اب بھی چکرا رہا ہے!۔ اوہ ٹھیک ہے.... شائد اُوہارا ٹھیک کہہ رہا ہے! ہاں ایسا ہی کچھ ہوا تھا!۔ اُس نے مجھ سے اطالوی گیت کی فرمائش کی تھی۔ میں نے اُس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا! اور اس پر وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہوا اُٹھ گیا تھا!۔"

"بس جاؤ!۔" پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا! "اوہارا تم بھی جاؤ! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر بے بی کو بچایا تھا! ورنہ شائد بحری قزاق اُسے پکڑ لے جاتے!۔"

"وہ بحری قزاق تھے!۔" صفدر نے حیرت سے کہا!۔

"ہاں!.... وہی ہوں گے.... ! ورنہ اِس جزیرے میں تو کوئی اتنی جرأت نہیں کر سکتا!۔"

"میں سمجھا تھا شائد.... مٹو....!"

"نہیں.... نہیں!...." پروفیسر ہنس پڑا۔ "یہ تمہارا وہم ہے!.... مٹو ایک ناسمجھ اور ضدی بچہ ہے! دل کا بُرا نہیں ہے۔ جاؤ آرام کرو۔"

وہ دونوں لائبریری سے نکل کر اپنے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ پروفیسر لائبریری کا دروازہ بند کر کے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا تھا!۔

"مجھے سہارا دے کر میرے کمرے تک پہنچا دو اوہارا۔ میں مضبوطی سے قدم نہیں رکھ سکتی!۔" لزی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا!

اور پھر کمرے میں پہنچ کر ہی بولی! "یہ تم نے کیا۔ کیا اوہارا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔!"

"ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ یہ حرکت مٹو ہی کی تھی!۔" لزی نے کہا!۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان میں مٹو بھی رہا ہو! پھر جب میں نے خیریت دریافت کرنے والوں کی بھیڑ میں اُسے بھی دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا!۔ لیکن پروفیسر کو بھی یقین نہیں آیا کہ وہ مٹو ہی ہوگا۔!"

"اوہ.... تم نہیں سمجھتے!...." لزی کراہی! "تم نہیں سمجھتے! تم ڈیڈی کو نہیں جانتے! اُنکے لبوں کو نہیں پہچانتے!.... تم نہیں جانتے کہ اُن کی ہنسی کتنی خطرناک ہوتی ہے! آہ.... جب وہ مٹو کے معاملے میں ہنسے تھے تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہزاروں خبیث روحیں بیک وقت چیخی ہوں!۔"

"کیوں!.... مسی تم اتنی ڈراؤنی باتیں کیوں کر رہی ہو!" صفدر نے حیرت سے کہا! "پروفیسر کی اُس ہنسی میں مجھے تو بچکانہ پن کے علاوہ اور کچھ نہیں دکھائی دیا تھا۔"

"اب تم مٹو کو مردہ سمجھو!۔"

صفدر یک بیک اچھل پڑا اور پھر آہستہ سے پوچھا "کیوں"!

"بس وہ آج ہی کل میں کہیں نہ کہیں مردہ پایا جائے گا! جس سے ڈیڈی متنفر ہو جائیں اُس کا یہی انجام ہوتا ہے ایسے کئی واقعات میری یادداشت کے لئے جہنم بن کر رہ گئے ہیں!۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا مسی!۔" صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں!

"کاش میں ہی سمجھ سکی ہوتی!۔" لزی نے بے بسی سے کہا!۔

"مگر ایسے لوگوں کی موت کی وجہ کیا ہوتی ہے۔!"

"بس وہ راہ چلتے گرتے ہیں اور مر جاتے ہیں! خوابگاہوں سے لاشیں برآمد ہوتی ہیں!.... ابھی تم سے کھڑا گفتگو کر رہا ہے بس اچانک گرے گا اور چشم زدن میں مر جائے گا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔!" صفدر نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گیا!

O

عمران کمرے میں ٹہل رہا تھا!.... اور اُس کی پیشانی پر گہرے تفکر کی وجہ سے سلوٹیں اُبھر آئی تھیں!...... وہ اس وقت صرف سوچنا چاہتا تھا۔ ..... اور ذہن تو کئی دنوں سے جھلاہٹ

کا شکار ہو رہا تھا! کیونکہ ابھی تک اُسے کچھ کر گذرنے کا موقع نہیں ملا تھا! مگر وہ کرتا بھی کیا!....
بحیثیت انور چوہان تو اُسے شالی سے صرف شادی ہی کرنا باقی رہ گیا تھا! کیونکہ اس کے بغیر وہ اسکیم مکمل نہ ہوتی جس کے لئے وہ لڑکیاں اُسے یہاں بھگا لائی تھیں!

آج صبح ناشتے کی میز پر یہی مسئلہ درپیش تھا اور عمران دانتوں میں انگلی دبائے شرم سے دوہرا ہوا جا رہا تھا!

اب اس وقت وہ رات کے کھانے کا منتظر تھا! میز پر فیصلہ کن باتوں کی توقع تھی! آج کل وکیل بھی ہر وقت کے کھانے پر ضرور شریک ہوتا تھا! اور وہ زیادہ تر "پرنس" کی باتیں کرتے تھے!

کچھ دیر بعد گانگ بجا اور عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈرائنگ روم کی طرف روانہ ہو گیا!
ڈرائنگ روم میں آج وکیل کے ساتھ دو آدمی اور نظر آئے عمران کو دیکھ کو شالی کے علاوہ اور سب کھڑے ہو گئے!

"بھئی کیا ضروری ہے کہ ہم فوراً ہی کھانے کی میز پر چلے جائیں!" عمران نے پوچھا!

"نہیں.... ڈیر!" شالی جلدی سے بولی! "یہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے.... کیوں وکیل صاحب!۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے محترمہ!.... ہم بھی ابھی بھوک نہیں محسوس کر رہے!" پھر اُس نے اُن دونوں کا تعارف کرایا۔

"یہ دونوں بھی محترمہ شالی اور محترم انور کے ہمدردوں میں سے ہیں! اور بھائیوں کے پرانے نمک خوار!.... یہ بھی نہیں چاہتے کہ بھائیوں کی خون پسینے کی کمائی غیر مستحق لوگوں کے حصے میں آئے۔"

"خوب!...." عمران نے مُسکراتے ہوئے سر ہلا کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

"بات یہ ہے جناب کہ اب اگر شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا جاتا تو بہتر تھا!"

"ہمارے حضور ابا.... مم۔ مطلب یہ کہ.... یہ کہ.... بھئی ختم کرو!.... یہ مسئلہ ہم سب کے سامنے نہیں طے کر سکتے!"

"ختم بھی کیجئے وکیل صاحب!۔" شالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا! "اعلان بھی کر دیا جائے گا۔ ہر وقت یہی تذکرہ مجھے گراں گزرتا ہے!۔" اور پھر اُس نے انگریزی میں کہا! "میرا دعویٰ ہے کہ یہ

نام کی بھی شادی نہیں کرے گا۔!"

"یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ محترمہ شالی!" وکیل بولا!.... "آپ چاہیں تو اسے ہمیشہ کے لئے روک سکتی ہیں!۔"

"اتنے ہوائی قلعے نہ بنایئے!۔" شالی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا! "آپ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک والئی ریاست کا لڑکا ہے اور محض اس بنا پر ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا کہ بعض نامعلوم آدمیوں نے اُس کی توہین کی ہے!۔"

"کسی بیوقوف آدمی کو قابو میں کر لینا کسی خوبصورت لڑکی کے لئے مشکل نہیں ہے!"

شالی کچھ نہ بولی! اتنے میں جوزف کمرے میں داخل ہوا.... وہ ہر وقت عمران کے ساتھ لگا رہتا تھا! خصوصیت سے اُس وقت تو اُس کا عمران کے قریب موجود رہنا ضروری ہو جاتا تھا جب آس پاس کچھ مرد بھی موجود ہوں!۔ اُس کی آمد پر شالی اور وکیل کو چپ لگ گئی! اور عمران کو تو اُس کی آمد پہلے ہی کھل گئی تھی! اُس نے سوچا تھا کہ اَب وہ لوگ انگریزی میں اپنی بکواس جاری نہ رکھ سکیں گے!۔

دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں آدمی جوزف کو دیکھ کو بُری طرح چونکے ہیں!.... وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے! اچانک انہوں نے وکیل سے ایک ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو عمران کے فرشتوں کی سمجھ میں بھی نہ آسکتی۔ اُسے تو وہ ایسی ہی لگ رہی تھی جیسی اُس کی چھروٹی اسٹیٹ والی لایعنی زبان تھی!۔

وکیل کے چہرے پر وہ حیرت کے آثار دیکھ رہا تھا!۔ دفعتاً جوزف نے عربی میں کہا! "باس میں ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا جو نا قابلِ فہم زبانوں میں گفتگو کریں! کیا یہ انگریزی میں گفتگو نہیں کر سکتے جسے کم از کم میں سمجھ سکوں!"

"تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ ہم دشمنوں میں ہیں!۔" عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وکیل عربی سمجھتا ہے لیکن اس کا اظہار نہیں کرتا! اُس وقت بھی وہ اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر جوزف کی بات سننے لگا تھا مگر پھر فوراً ہی سنبھل کر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا!۔

جوزف نے عمران کی بات پر سر جھکا کر اُسے تسلیم کر لینے کا اعلان کیا تھا!۔

"پرنس میرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ اِس حبشی کا میک اَپ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا!۔ اِس کی ناک میں بھی تھوڑی سی تبدیلی ہونی چاہئے!" وکیل نے اُردو میں کہا!

"ہم کچھ نہیں جانتے!۔ جو تمہارا دل چاہے کرو!"

"تبدیلی ہی مناسب رہے گی!۔"

اِس کے بعد وہ کھانے کے لئے ڈرائنگ روم میں چلے گئے!۔ یہاں عمران کے اصولوں کے مطابق خاموشی ہی رہی۔ اور پھر شالی نے اعلان کیا کہ اُسے نیند آرہی ہے! لہذا دوبارہ ڈرائنگ روم میں نشست نہیں ہوئی۔

عمران بھی کچھ سرگرانی سی محسوس کر رہا تھا!.... وہ خواب کی کیفیت ہو سکتی تھی! لیکن جب آنکھ کھلنے کے بعد بھی بستر ہچکولے ہی لیتا رہا تو عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا!.... وہ اندھیرے میں سونے کا عادی تھا!.... بستر سے اُترا۔ لیکن کمرے کے فرش میں بھی ویسے ہی ہچکولے محسوس ہوئے!۔ گویا کمرہ کسی چیل کی طرح پھڑ پھڑاتا ہوا اُڑا جا رہا ہو!۔

وہ بوکھلا کر اندھیرے میں سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ٹھوکر کھائی ہی نہیں بلکہ گرتے ہی خود کو کسی کی آہنی گرفت میں محسوس کیا۔ ساتھ ہی کان کے قریب ہی جوزف کی غراہٹ سنائی دی! "کون ہے.... مار ڈالوں گا۔!"

"مار بھی ڈال!...." عمران نے مُردہ سی آواز میں کہا! "مگر تو یہاں کہاں۔!"

"باس!۔" جوزف کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی!۔

"ابے یہ کمرہ ہل کیوں رہا ہے۔!"

"ہائیں تو کیا آج آپ نے بھی پی لی ہے!۔" جوزف نے خوش ہو کر بھدا سا قہقہہ لگایا!۔

عمران فرش پر اُکڑوں بیٹھ گیا!.... جوزف کہہ رہا تھا! "میں تو.... میں تو.... پانچ بوتلیں بیک وقت ختم کر کے سویا تھا!.... باس یہ لوگ بہت مہمان نواز ہیں خدا اِن پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ مگر یہ شراب کیسی تھی کہ میرا ابھی کمرہ ہل رہا ہے! ارے ہاں.... وقعی ہل رہا ہے۔ خدا کی قسم!۔"

"مجھے سوچنے دے جوزف! یقیناً کوئی گھپلا ہوا ہے۔!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا!۔

"ٹھہریئے باس میں بھی ذرا دو تین گھونٹ لے لوں تا کہ کچھ سمجھ میں آئے!"

آوازوں سے عمران نے اندازہ لگایا کہ جوزف اٹھ کر چل رہا ہے! پھر ایسی آوازیں آئیں جیسے وہ لکڑی کی کسی چیز پر متواتر ہاتھ مار رہا ہو!

"ارے باس۔!" دفعتاً جوزف چیخا! "یہ کمرہ نہیں لکڑی کا صندوق ہے.... واہ کیا پاگل پن ہے۔!"

"جوزف.... واپس آجاؤ۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہم کسی بحری جہاز کے کیبن میں ہیں!.... کھڑکی تلاش کرنے کی کوشش کرو! میرا دم گھٹ رہا ہے!۔"

"ہائیں! بحری جہاز!.... مگر.... باس!"

"کچھ نہیں! میرا خیال ہے کہ اُن دونوں آدمیوں نے تمہیں پہچان لیا تھا!"

"کون دونوں۔!"

"وہی جن کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی!۔"

"اوہ ......اُن کی شکلیں نفرت انگیز تھیں"۔ جوزف پھر کراہ کر بولا! بحری جہاز ہو یا جہنم کا آتشی جہاز ہو!.... اگر شراب نہ ملی تو میں کیا کروں گا!.... وہ مجھ اندھے کی لاٹھی ہے۔!"

"نہیں لاٹھی کی بھینس ہے! اب خاموش رہو ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا! ابے تم نے اتنی کیوں پی لی تھی کہ وہ تمہیں لاد لیں!۔"

"مگر باس آپ کو کیا ہوا تھا!.... آپ تو پیتے.... بھا آ!۔" جوزف نے غالباً جماہی لی تھی! پھر بولا۔ "آپ تو پیتے بھی نہیں ہیں!۔"

"مجھے کسی دوسری طرح بیہوش کیا ہوگا!۔ مگر اب ہم کہاں جا رہے ہیں!" عمران نے اپنی ناک ٹٹول کر کہا!.... ناک پر سے کوہان غائب تھا!۔ اُس نے بوکھلا کر کہا "ارے جوزف دیکھ تو تیری ڈاڑھی موجود ہے یا نہیں!۔"

"میں اسی لئے تو خوش ہوں باس کہ اب ڈاڑھی نہیں ہے.... ہاہا....۔" جوزف نے قہقہہ لگا کر کہا! "مجھے اس نقلی ڈاڑھی سے کتنی الجھن ہوتی تھی!۔ وکیل نے آپ کے جانے کے بعد اُسی آدمی کو بلایا تھا جس نے میرا میک اَپ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ میک اَپ میں تبدیلی کر دے۔ اُس نے ڈاڑھی نکال کر میرا ہونٹ بھی ٹھیک کر دیا تھا! پھر ہم سب پینے لگے تھے!۔ وکیل مجھ سے بہت خوش تھا! اُس نے کہا تھا میں تمہیں شراب میں نہلا سکتا ہوں!۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی! یقیناً جوزف پہچان لیا گیا ہے۔ مگر آخر یہ کیا چکر تھا! اتنا ہی تھا جتنا سامنے آیا تھا یا اور کچھ بھی تھا!.... اور اب یہ بحری اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا!.... اِسی دیس میں بیٹھے گا یا ریگستانی اونٹ کی طرح جدھر منہ اٹھ گیا ہے اُدھر ہی۔ یا۔!"

"اُوہ باس! یک بیک جوزف خوش ہو کر بولا!۔ "اگر یہ جہاز ہے تو یہاں شراب ضرور ملے گی۔"

"خاموش رہو!...."

عمران.... ٹٹولتا ہوا اٹھا اور پھر بستر پر جا کر لیٹ گیا!۔

O

صفدر ترکاریوں کی جھابی پیٹھ پر لادے ہوئے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ دفعتاً "جھابی اُس کی گرفت سے چھوٹ کر زمین پر جا گری!۔

کیونکہ اُسے مقامی آدمیوں کے مجمع میں ایک جانا پہچانا سا چہرہ نظر آیا تھا! اور نظر بھی یوں آیا تھا کہ اُس مجمع میں سب سے لمبے آدمی کا چہرہ تھا!۔

"جوزف....!" اُس کی زبان سے بے اختیار نکلا ور ترکاریوں کی جھابی سنبھال کر وہ مجمع کی طرف جھپٹا! قریب پہنچ کر اُس نے عمران کی آواز سنی! جو عربی میں کچھ کہہ رہا تھا اور لوگ قہقہے لگا رہے تھے!

"ارے یار....!" جوزف نے کہا!" خالی۔ خولی ہنسنے سے کیا فائدہ۔ تھوڑی سی پلا دو! پھر ایسے تماشے دکھاؤں گا کہ طبیعت خوش ہو جائے گی!۔"

یہ اُس نے انگریزی میں کہا تھا اور پھر گڑبڑا کر عربی میں کچھ کہنے لگا تھا!۔

صفدر گھر کی طرف بھاگ آیا! وہ چاہتا تھا کہ ترکاری کی جھابی وہاں پھینک کر پھر یہیں واپس آ جائے!

لزی نے اُسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں رُکا تھا! واپسی پر اُس نے مجمع کو وہیں پایا!.... جوزف سر کے بل کھڑا.... عربی میں کوئی گیت گا رہا تھا! لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور

عمران کسی مداری کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ رہا تھا!۔

لوگ ہنستے رہے! جوزف اُلٹے سیدھے کرتب دکھاتا رہا! عمران مداریوں کی نقل اتارتا رہا....

اور پھر یک بیک چھوٹا مٹو بھی وہاں آ پہنچا! اُس کے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ جن کے ہاتھوں میں لمبی نالوں والی رائفلیں تھیں اور سینوں پر کارتوسوں کی پیٹیاں نظر آ رہی تھیں! مٹو کو دیکھتے ہی مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا!.... عمران اور جوزف سیدھے کھڑے ہو گئے! رائفلوں کی نالیں اُن کی طرف اُٹھ گئی تھیں۔

"تم کون ہو....!" مٹو نے انگریزی میں پوچھا!۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا! خاموشی سے کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا لیکن جوزف لہک کر بولا "واہ ایک تو ایسا ملا جو انگریزی بولتا ہے.... اے پیارے بھائی تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں! تھوڑی سی پلوا دو.... تاکہ یہ زبان مزید دعاؤں کے لئے کھل سکے!۔"

"تم کہاں سے آئے ہو!۔"

"ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم زمین پھاڑ کر نکلے ہوں!.... اچھے بھلے محل میں سوئے تھے!.... آنکھ کھلی تو ایک ریت کا ٹیلہ ہمیں لوریاں سنا رہا تھا"!.... جوزف نے کہا!۔

"جواری ہو!۔" مٹو نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں گووِنر....! یہ پرنس آف چھروٹی ہیں اور میں اِن کا باڈی گارڈ!۔ ابھی ہم سرکس دکھا رہے تھے! بس تھوڑی سی پلوا دو! طبیعت خوش کر دوں گا۔! اور اگر نہ پلوائی تو میں دہریہ ہو جاؤں گا!.... اور وہ جو صلیب پر ہے تمہیں ایک بہت بڑی بد دعا دے گا۔!"

"بکواس بند کرو! اور ہمارے ساتھ چلو۔!" مٹو نے کہا اور پھر صفدر کی طرف مڑ کر کہا!" کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو!۔"

"کیوں نہیں!.... یہ میرے باس پرنس آف چھروٹی ہیں!۔ ہم لوگوں پر پتہ نہیں کونسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس منحوس جزیرے میں اس طرح پھینکے جا رہے ہیں!۔" صفدر نے جواب دیا!۔

"اچھا تو تم بھی چلو ساتھ! میرے ڈیڈی تم سے بھی گفتگو کرنا پسند کریں گے۔۔!" مٹو نے کہا اور انہیں رائفلوں کے گھیرے میں لے کر ایک طرف چل پڑا....

عمران صفدر سے گفتگو کرنا چاہتا تھا! اس لئے اُس نے اُسے نہایت اطمینان سے اُردو میں مخاطب کیا! "تم یہاں کیسے؟

"یہی سوال میں آپ سے بھی کرنا چاہتا تھا!۔"

"اس جگہ کا کیا نام ہے!۔"

"یہ صرف جزیرہ کہلاتا ہے! غالباً فرانس کا مقبوضہ ہے!"

"یقیناً یہی بات ہوگی! کیونکہ ہمارا سفر طویل تھا!...." عمران بولا!.... اور پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے!۔

بستی کے نشیب میں سرخ منارہ کی ایک عمارت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ انہیں اس میں داخل ہونے کو کہا گیا۔ یہ ایک مختصر سا ہال تھا! جس میں تین آدمی پہلے ہی سے موجود تھے! ان میں سے ایک بڑا مٹو تھا!.... قوی ہیکل اور تنومند۔ اس کا چہرہ گھنی اور گول ڈاڑھی سے ڈھکا ہوا تھا۔ مونچھیں اتنی گھنیری تھیں کہ دہانہ تلاش کرنے کے لئے آنکھوں پر خاصا زور دینا پڑتا! چھوٹے مٹو نے اس سے جو کچھ بھی کہا صفدر نہیں سمجھ سکا کیونکہ عربی زبان استعمال کی گئی تھی! عمران کا چہرہ اُسے بالکل سپاٹ نظر آیا! البتہ جوزف اُن لوگوں کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا تھا۔

دفعتاً بڑے مٹو نے انہیں انگریزی میں مخاطب کیا! "تم کون ہو۔"

"میں فی الحال پروفیسر بوغا کی خدمات انجام دے رہا ہوں!" صفدر نے کہا! "لیکن یہ شخص میرا مالک ہے!"۔

صفدر نے یہ بات نہایت اطمینان سے یہاں بھی ظاہر کر دی!۔ اُس نے سوچا تھا کہ اگر یہ چیز عمران کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی تو اُس نے اُسے راستے ہی میں ٹوکا ہوتا!....

"تو تم یہاں کیوں آئے ہو!۔"

صفدر نے چھوٹے مٹو کی طرف اشارہ کر کے کہا! "یہ لائے ہیں!۔"

بڑا مٹو اُس کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر دہاڑنے لگا۔ شائد وہ اِس پر بگڑ رہا تھا!.... زبان عربی تھی اِس لئے صفدر کچھ نہ سمجھ سکا! البتہ اُس نے عمران کو متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے دیکھا! چھوٹا مٹو غالباً گڑگڑا رہا تھا! اپنی صفائی پیش کر رہا تھا!.... پھر اُس نے یک بیک صفدر سے کہا!

"مجھے افسوس ہے! دوست!.... تم جا سکتے ہو!۔"

پھر سوالیہ انداز میں صفدر کی طرف گھورنے لگا۔

"مگر سردار!...." صفدر نے بڑے مٹو کو مخاطب کیا!۔ "میرے مالک کا کیا ہوگا!.... یہ ایک معزز آدمی ہے! ریاست چرونٹی کا شہزادہ ہے۔!"

بڑے مٹو نے جواب میں ایک زوردار قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا پھر بولا!! "یہاں اس جزیرے میں کوئی کسی کا مالک نہیں ہے! سب غلام ہیں! یہاں صرف وہی معزز ہے شہزادہ ہے.... جو میرے لئے زیادہ مچھلیاں پکڑ سکے! جاؤ۔!"

بڑے مٹو کے تیور بُرے تھے! اور عمران کچھ ایسے انداز میں کھانسا تھا جیسے وہ بھی صفدر کو چلے ہی جانے کا مشورہ دے رہا ہو!

O

جولیا کو ایکس ٹو کی طرف سے اطلاع ملی کہ عمران جزیرہ موبار سے بھی غائب ہو گیا ہے! اور اُس کا اب کوئی پتہ نہیں!... اور یہ حقیقت بھی تھی کہ چوہان اور نعمانی کو قطعی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ اور جوزف اُس عمارت سے کب اور کہاں غائب ہو گئے تھے! حالانکہ وہ دن رات باری باری اُس عمارت کی نگرانی کرتے رہتے تھے!۔

دوسرے ہی دن جولیا خود بھی موبار جا پہنچی! اُس کے ساتھ خاور بھی تھا! اور دونوں میک اَپ میں تھے!۔

وہ جزیرے کے اُس ہوٹل میں ٹھہرے جہاں زیادہ تر ٹورسٹ ٹھہرا کرتے تھے!

"وکیل داراب کے متعلق اچھی رپورٹ نہیں ہے!۔" خاور نے جولیا سے کہا! "اُس کا ماضی تاریک رہا ہے۔! اور وہ آج بھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جاتا!.... ! اُس کا پیشہ صرف "بھائیوں کے کاروبار" کا قانونی مشیر ہونے تک محدود ہو گیا ہے!۔"

"صورت سے ہی بُرا آدمی معلوم ہوتا ہے!۔"

"میری دانست میں سب سے زیادہ اہم انور چوہان ہے جس کا رول ادا کرنے پر عمران کو مجبور کیا گیا تھا!"

"یہ لڑکی شالی!...." جولیا کسی سوچ میں پڑ گئی! پھر تھوڑی دیر بعد بولی!

"کیا میں اُس سے ملوں۔"

"نہیں! ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ آدھے کاروبار کا مالک انور چوہان قتل کر دیا گیا ہے اور اب انہیں کسی ایسے بیوقوف کی تلاش ہے جو انور چوہان کا رول ادا کر سکے۔ انور چوہان کو یہاں اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا۔"

پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔" جولیا نے پوچھا۔

"مجھے نعمانی کا انتظار ہے۔ اُس کی آج کی رپورٹ کے بعد ہی میں کچھ سوچ سکوں گا۔"

"پتہ نہیں یہ کمبخت کہاں کہاں ٹانگ اُلجھاتا پھرتا ہے۔"

"کون؟"

"عمران؟"

"بھئی۔ یہ آدمی کبھی میری سمجھ میں نہ آسکے گا۔ میرا خیال ہے کہ آج تک جتنے کیس بھی ہمارے پاس آئے ہیں اُن میں یہ کسی نہ کسی طرح ضرور الجھا رہا ہے۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ ایکس ٹو کی شخصیت سے بھی واقف ہے۔" جولیا نے کہا۔

"خدا جانے۔!"

آٹھ بجے رات کو نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بھی کوئی سیاح ہی معلوم ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے زیادہ تر پیدل چلتا رہا ہو۔

"یہ بڑی عجیب بات ہے۔" اُس نے بیٹھ کر طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ "شالی خود بھی متحیر اور پریشان تھی کہ عمران اور جوزف کہاں غائب ہو گئے۔ اُن کے ساتھ ہی وکیل دراب بھی غائب تھا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے لیکن شالی نہیں جانتی کہ داراب یہیں اِسی جزیرے ہی میں ایک جگہ موجود ہے۔ شالی کو شدت سے اس کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں کے غائب ہو جانے کے بعد سے وہ اب تک شالی سے نہیں ملا۔"

"داراب کہاں ہے!" خاور نے پوچھا۔

"مشرقی ساحل کے قریب ماہی گیروں کا ایک جدید وضع کا جھونپڑا ہے۔ وہیں وہ دو آدمیوں کے ساتھ اِس وقت بھی موجود ہے۔"

"تین ہی ہیں! داراب سمیت!"

"داراب!" جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "میرا خیال ہے کہ ان لوگوں پر بھی کیوں نہ ایسا ہی جال پھینکا جائے جیسا انہوں نے عمران پر پھینکا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تھوڑا اور سوچ لوں.... تو بتاؤں...." جولیا اُٹھ کر برابر والے کمرے میں چلی گئی۔

O

جوزف ماہی گیروں میں بیٹھا اپنے کارنامے "ہانک" رہا تھا۔ قصور اُس کا نہیں بلکہ اُس شراب کا تھا جو آج کل اُسے بہ افراط مل رہی تھی۔

اِس وقت ماہی گیروں کا ایک جتھا ساحل کے کنارے ریت پر جشن منا رہا تھا۔ ایک جگہ بڑے سے الاؤ میں آگ روشن تھی جس میں مچھلی کے قتلے بھونے جا رہے تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا اور عمران ایک طرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ جوزف دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہا تھا۔ "تو پھر میں نے نگانہ کے باپ سے کہا تم شوق سے مزوٹا قبیلے کے سردار کو اپنی پری پیکر بیاہ دو میرے پاس سفید بیلوں کی جوڑی نہیں ہے۔ میری کرالی کی چھت ٹپکتی ہے۔ میرے پاس صرف ایک نیزہ ہے جس کا جواب ساری دنیا میں نہیں ملے گا ایک شور مچانے والی سیاہ بندوق ہے جس کی گولی کبھی پلٹ کر نہیں آتی۔ تب نگانہ مایوس ہو گئی تھی دہاڑیں مار مار کر روتی تھی اور اُسے مزوٹا قبیلے کے سردار کے ساتھ بیاہ دیا گیا تھا.... ہاہا.... میں تو بندوق سے شادی کر چکا تھا اور نیزہ میرا سالا تھا.... ہاہا.... اور انڈیلو.... شیروں کی طرح دہاڑو پھر میں تمہیں فتح کا ناچ دکھاؤں گا.... ہاہا...."

عمران پروفیسر بوغا کے متعلق سوچ رہا تھا کیونکہ صفدر نے اُسے اب تک کی مفصل رپورٹ دی تھی۔ خصوصیت سے کتے کے بچے اور بندر کے بچے اُس کی الجھن کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی صفدر نے ملنے کا وعدہ کیا تھا وہ کہیں بھی مل سکتے تھے۔ اُن پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ عمران اور جوزف دن بھر کھلے سمندر میں مچھلیاں پکڑتے رہتے اور رات کو ایک لکڑی کے کیبن میں سو رہتے لیکن انہیں آس پاس ابھی تک کوئی بڑا جہاز یا اسٹیمر نہیں دکھائی دیا تھا.... ماہی

میری بڑی بڑی بادبانی کشتیوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ پورے جزیرے میں صرف ایک موٹر لانچ تھی اور وہ بڑے مٹو ہی کی ملکیت تھی یا پھر روزانہ شام کو وہ بڑی دخانی کشتی تھی جو دن بھر کی شکار کی ہوئی مچھلیاں بار کر کے کسی نامعلوم مقام پر لے جاتی تھی.... اُس کشتی پر کام کرنے والا عملہ شائد گونگا تھا کیونکہ عمران نے آج تک نہ تو انہیں آپس سے گفتگو کرتے سُنا تھا اور نہ وہ مقامی ہی لوگوں سے مخاطب ہوتے تھے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر اس جزیرے میں پھینکے جانے کا کیا مقصد ہے اگر وہ پہچان بھی لئے گئے تھے تو یہاں اُن سے بازپُرس ہونی چاہئے تھی لیکن.... یہ جزیرہ تو.... یہ بھی اس کے لئے عجیب تھا۔ اس کے متعلق عمران نے بھی وہی سُنا تھا جو اُس سے پہلے جوزف سن چکا تھا اور ان دونوں کے متعلق بھی دوسرے ماہی گیر سمجھتے تھے کہ وہ جواری تھے اور بدمعاش جہاز رانوں نے انہیں لوٹ کر یہاں لا پھینکا تھا.... مگر عمران اور صفدر کا معاملہ ؟

وہ اس پر غور کرتا ہی رہ جاتا لیکن کوئی واضح جواب نہ ملتا۔ اس پر غور کرتے وقت ایک دوسرا خیال بھی ساتھ ہی ساتھ موجود رہتا۔ یہی کہ ممکن ہے کہ یہاں لا پھینکنے والے انور چوہان کے وہی مخالف ہوں جنہوں نے اُسے اٹھا لیجانے ہی کی نیت سے حملہ کیا تھا۔

بہر حال اَب یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا ممکن نہیں تھا۔ یہاں سے نکلنے ہی کی تدبیر کرنی تھی۔ یہ کام بھی مشکل ہی تھا کیونکہ یہاں کے حالات آنکھوں کے سامنے تھے۔ بادبانی کشتیوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا.... اور پھر وہ جاتے بھی کہاں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اُن کا ملک یہاں سے کس سمت ہے کیونکہ اس جزیرے کا کچھ نام ہی نہیں تھا ورنہ عمران کو اپنی جغرافیہ دانی کا امتحان کرنے کا خاصا موقع نصیب ہوتا۔

صفدر تھوڑی دیر بعد اُسے تلاش کرتا ہوا وہاں آ پہنچا اور بیٹھتے ہی ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"خیریت۔!" عمران مُسکرایا۔ "اس وقت تو تم نے بڑی عاشقانہ قسم کی سانس لی ہے۔"

"عمران بھائی! میں بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں بالکل چغد ہو کر رہ گیا ہوں۔"

"بہت دیر میں احساس ہوا۔ پہلے ہی مجھ سے تذکرہ کیا ہوتا تو میں تمہیں آگاہ کر دیتا۔"

"پوری بات بھی سنیئے۔"

"بوغا کی لڑکی کے علاوہ اور کہانی نہ ہوگی۔ مائی ڈیر صفدر صاحب۔"

"قسم ہے۔ خدا کی۔" صفدر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر مُسکرا کر بولا۔ "آپ ہر رنگ میں بھیانک ہی نظر آتے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "وہ لڑکی بہت دلکش اور سیدھی سادی ہے۔ وہ یقیناً تم پر اثر انداز ہوئی ہوگی اور تمہارے لئے میری دانست میں بوغا ہی ٹائپ کا خسر زیادہ مناسب رہے گا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ صفدر بوغا نام بھی خاصا ٹھاٹھ دار رہے گا۔"

"آپ میرا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔"

"نہیں.... تو ہاں.... کتے کے پلوں کی خبر سناؤ۔"

"وہ میرے لئے مستقل دردِ سر ہیں۔ ہر وقت دو چار صحن میں ٹیاؤں ٹیاؤں کرتے پھرتے ہیں۔"

"میں اس کے متعلق سننا چاہتا ہوں جس کا گھر لائبریری کی کسی الماری کے پیچھے ہے۔"

"کیا مطلب؟" صفدر چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"مارو گولی۔ لزی واقعی بڑی اچھی لڑکی ہے لیکن کیا وہ بھی عاشق ہو گئی ہے۔"

"جی نہیں۔" صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ یہ تذکرہ نہ چھیڑیں تو بہتر ہے۔"

"کیا تم ہمیشہ یہیں رہنا چاہتے ہو۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"یہ کون کہتا ہے۔"

"پھر میری باتیں ٹھنڈے دل سے سنو۔ جواب طلب باتوں کا احتیاط سے جواب دو۔"

"پوچھئے لیکن یہاں سے نکل چلنے سے لزی کا کیا تعلق!"

"میں اپنی پارٹی کے کسی آدمی کی محبوبہ کو یہیں چھوڑ جانا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوہ.... تو آپ اسے آلہ کار بنانا چاہتے ہیں۔ نہیں یہ مجھ سے نہ ہوگا۔"

"تب پھر تم سے کبھی کچھ نہ ہوگا۔ صفدر صاحب! ہو سکتا ہے کہ.... مگر خیر جانے دو۔ ہاں تمہاری محبت کس حد تک بڑھ چکی ہے۔"

"آپ سنجیدگی سے پوچھ رہے ہیں۔"

"قطعی....! تمہیں اِس میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے۔"

"گڈ!.... میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مگر تم یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو۔"

صفدر نے پائپ سلگا کر دو تین کش لئے اور بولا۔ "چھوٹے مٹو کی کہانی تو آپ کو سنا ہی چکا ہوں۔ آج لڑی پروفیسر کا ایک فیصلہ سُن کر ششدر رہ گئی۔ وہ لڑی کی شادی چھوٹے مٹو سے کرنا چاہتا ہے۔ بوڑھی عورت نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا لیکن لڑی کو سکتہ سا ہو گیا تھا۔ پروفیسر نے کہا کہ اب اس جزیرے سے واپسی کے امکانات نہیں ہیں۔ لڑی کی شادی پھر کہاں ہو گی۔ چھوٹا مٹو ہی اس کے لئے ہر طرح مناسب رہے گا کیونکہ وہ بذات خود کرسچین ہے۔ کچھ دیر بعد لڑی مجھ سے تنہائی میں ملی اور پروفیسر کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ پھر بولی او ہارا خدا کے لئے مجھے کسی طرح بچاؤ.... ڈیڈی اپنی بات پر ہمیشہ اٹل رہتے ہیں خواہ وہ صحیح ہو یا غلط میں نے کہا میں کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہیں سے زہر لا دو یہی سب سے بڑی مدد ہو گی۔"

"اِسے جاؤ۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مرنے کے لئے اتنا بڑا سمندر کیا کم ہے۔"

"خدا کی قسم آپ درندوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔" صفدر بھنا گیا۔

"خیر.... خیر.... تم نے کیا کہا۔"

"کچھ نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تو جا کر زہر تلاش کرو اور میں ساری زندگی مچھلیاں پکڑتا رہوں گا۔ جوزف پی پی کر غل غپاڑا مچاتا رہے گا۔"

"تو بتائیے نا میں کیا کروں۔" صفدر نے دانت پیس کر ریت پر ہاتھ مارا۔

"لڑکی کو اپنے اعتماد میں لو۔ اُس سے معلوم کرو کہ اُسی الماری کے پیچھے بندر کے بچے بھی چیختے ہیں یا نہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ آپ کبھی سنجیدگی سے گفتگو نہیں کر سکتے۔" اس بار صفدر نے پیشانی پر ہاتھ مار لیا۔

"تم شائد پاگل ہو گئے ہو۔" عمران بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

کچھ دور جوزف ہاتھ ہلا ہلا کر کہہ رہا تھا۔ "اسے ہمیشہ یاد رکھنا دوستو کہ عورت بری بلا ہے۔ زگیلا نے جیسے ہی جھاڑیوں سے سر نکالا ایک چمکدار کلہاڑی نے اُس کی گردن اُڑا دی.... اور شیروں کا شیر زگیلا گردن اور دھڑ سے الگ الگ تڑپنے لگا۔ مامینا اس کی لاش پر کھڑی قہقہے لگا رہی تھی اور چھپ کر حملہ کرنے والے اُس کے گرد ناچ ناچ کر جنگی ترانہ گا رہے تھے۔ فتح کا گیت۔ اگر اُس نے مامینا کی آہوں اور سسکیوں پر اعتبار نہ کر لیا ہوتا تو اس طرح گیدڑ کی موت نہ مرتا.... اور انڈیلو.... میرا برتن میرے دشمنوں کی کھوپڑیوں کی طرح خالی ہے۔"

"عمران صاحب! کیا سچ مچ آپ پلوں اور بندروں کے معاملے میں سنجیدہ ہیں۔" صفدر نے پوچھا۔

"صرف اُسی پلے اور بندر کے معاملے میں جس کی آوازیں لائبریری یا بوغا کی خواب گاہ سے آتی ہوں۔"

"اچھا تو پھر۔!"

"بس یہ معلوم کرو فی الحال کہ اُسی الماری کے پیچھے کبھی کسی نے بندر کے بچے کی آواز سنی ہے یا نہیں۔ اور یہ بات تمہیں صرف لڑی ہی سے معلوم ہو سکے گی۔"

"پھر کیا ہو گا۔!"

"فی الحال مجھے اِسی سوال کا جواب چاہئے۔ بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔"

O

اندھیرے میں ایک نسوانی چیخ اُبھری اور وہ دور تک سناٹے میں پیوست ہوتی چلی گئی۔ پھر متواتر چیخیں.... "بچاؤ.... بچاؤ...." زبان انگریزی تھی۔

"کون ہے!" کسی تاریک گوشے سے کوئی دہاڑا۔ پھر متعدد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آئیں۔ کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ کچھ دوڑتے ہوئے قدم رکے.... اور کچھ دوڑتے چلے گئے.... ان کی آوازیں بتدریج دور ہوتی جارہی تھیں۔

"ٹارچ.... ٹارچ۔" کوئی چیخا۔ "جلدی کرو.... شائد لاش ہے.... میں نے اُسے چھو لیا

ہے۔"

روشنی کا دائرہ اِدھر اُدھر گردش کر کے ایک جگہ رک گیا۔ یہ کوئی سفید فام عورت تھی۔ زمین پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔

"کیا مر گئی....؟" کسی نے پوچھا۔

"نہیں.... سانس لے رہی ہے۔" وکیل داراب سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"زخم.... خون۔"

"نہیں۔ شائد بیہوش ہے۔ چلو اٹھاؤ.... پتہ نہیں کون ہے۔" داراب نے اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اوہ.... چاند کا ٹکڑا.... ٹھہرو! میں ہی اٹھاتا ہوں۔ تم روشنی دکھاؤ۔"

داراب نے اُسے ہاتھوں پر اٹھالیا۔ بیہوش لڑکی کے ہاتھ اور پیر جھولتے رہے۔ دو آدمیوں میں سے ایک روشنی دکھا رہا تھا۔ انہیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ وہ لکڑی اور پیال سے بنائے ہوئے ایک بڑے جھونپڑے میں داخل ہوئے۔ یہاں شائد چھوٹے چھوٹے کئی کمرے تھے کیونکہ وہ جس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ جھونپڑے کی بیرونی جسامت سے بہت چھوٹا تھا۔

زمین پر پیال بچھی ہوئی تھی اور اُن پر تین گدے نظر آرہے تھے۔ شائد انہیں بستروں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ انہوں نے اُسے بہ آہستگی ایک گدے پر لٹادیا اور متحیرانہ نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگے۔ داراب نے کہا۔ "کوئی ٹورسٹ معلوم ہوتی ہے.... ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس کوئی بڑی رقم رہی ہو۔"

"اگر ہم یہاں نہ ہوتے تو اس کا کیا حشر ہوتا۔" ایک نے کہا۔

"ذرا برانڈی لاؤ۔" داراب نے دوسرے سے کہا۔ اور وہ ایک دروازے سے گزر کر غائب ہوگیا۔ پھر وہ اُس کی واپسی تک کچھ نہ بولے۔ البتہ داراب اِس دوران میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا رہا تھا کہ بیہوش لڑکی کے دانت سختی سے تو نہیں جم گئے۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے سر ہلا کر کہا۔ "برانڈی بہ آسانی دی جاسکے گی۔ جبڑے ڈھیلے ہیں۔"

بیہوش لڑکی کے حلق میں برانڈی ٹپکائی گئی اور وہ نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔ شائد پندرہ منٹ بعد وہ پوری طرح ہوش میں آگئی تھی اور انہیں بتایا تھا کہ وہ فرانسیسی ہے۔ دارالحکومت میں ایک

پرائیویٹ فرم میں ملازمت کرتی ہے اور بغرض تفریح یہاں تنہا آئی تھی۔ ہالی ڈے کارنر کے ایک کمرے میں قیام ہے۔ شام کو تفریح کرنے نکلی تھی۔ ویران ساحلوں پر اندھیرا ہوگیا اور وہ سمتوں کا تعین نہ کرسکنے کی بناء پر راہ بھول گئی.... بھٹکتی ہوئی اِدھر آنکلی تھی کہ کسی نے حملہ کردیا اس کا اندازہ تھا کہ حملہ آور کم از کم تین تھے۔ پھر اُس نے اپنے پرس کے متعلق پوچھا۔

"پرس تو نہیں تھا.... آپ کے آس پاس بھی نہیں نظر آیا تھا۔" داراب نے جواب دیا۔

"اوہ.... تب تو.... تب تو....!" لڑکی کے چہرے پر بدحواسی نظر آنے لگی۔ وہ چند لمحے گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "میرے پرس میں ساڑھے چار سو روپے تھے اور اب میں اِس قابل بھی نہیں رہ گئی کہ ہوٹل کا بل ادا کرسکوں۔"

"اوہ...." داراب کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی خاص بات سوچ رہا ہو۔

"مجھے بے حد افسوس ہے محترمہ۔" اُس نے غمناک لہجے میں کہا۔ "بہر حال خود کو خوش قسمت سمجھئے کہ آپ ہمارے جھونپڑے کے قریب ہی تھیں اور ہم اس وقت یہاں موجود تھے ورنہ یہاں اس جزیرے میں اکثر ٹورسٹ مرتے اور زخمی ہوتے رہتے ہیں مگر یہ بات بڑی تشویش کن ہے کہ آپ بالکل ہی خالی ہاتھ ہوگئی ہیں.... لیجئے.... برانڈی اور لیجئے۔ آپ کا یہاں کتنے دن قیام کرنے کا ارادہ تھا۔"

"میں پندرہ دن کے لئے آئی تھی اور آج پہلا ہی دن تھا۔"

داراب کے دونوں ساتھی اُسے بھوکی نظروں سے دیکھ رہے تھے ایک نے داراب کو آنکھ ماری لیکن داراب کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آرہا تھا۔

"ہوٹل کے بل واپسی کا کرایہ۔" داراب کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "اور آپ کوئی بُری لڑکی بھی نہیں معلوم ہوتیں۔"

"کیا مطلب!" لڑکی نے آنکھیں نکال کر پوچھا اور اس طرح سنبھل کر بیٹھ گئی۔ جیسے خطرے کی بو سونگھتے ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگائے گی۔

"مطلب صاف ہے۔ آپ اپنی مالی حالت سدھارنے کے لئے کوئی غلط قدم نہیں اٹھائیں گی۔"

"ہر گز نہیں۔" لڑکی نے سخت لہجے میں کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کوئی ڈرپوک لڑکی نہیں ہے۔

"کیا یار.... داراب کیا بوریت پھیلا رہے ہو"۔ اُس کے ساتھی نے اُردو میں کہا اُس کے آواز بھرّائی ہوئی تھی۔

"بکواس مت کرو۔" داراب نے اُسے جھڑک دیا اور لڑکی سے بولا۔ "میں آپ کے لئے کم از کم دس دن کے لئے کام مہیا کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ آپ نہ صرف ہوٹل کا بل ادا کر سکیں بلکہ واپسی کے انتظامات بھی کر سکیں۔"

"میں بے حد ممنون ہوں گی لیکن اُسے ضرور یاد رکھئے گا کہ میں اپنے ضمیر کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتی خواہ مجھے زندگی ہی سے کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے۔"

"میں ایک شریف آدمی ہوں.... بیٹی.... مجھ سے کوئی بری توقع نہ رکھو۔" داراب نے مُسکرا کر کہا اور اُس کے دونوں ساتھی اُسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگے تھے۔

داراب نے کسی کو آواز دی اور ایک بوڑھا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"مسی کو بستی تک چھوڑ آؤ۔ ٹارچ لیتے جاؤ۔" اُس نے اُس سے کہا اور ایک بار پھر لڑکی سے اس کے پتہ کی وضاحت چاہی۔

لڑکی کے جانے کے بعد اُس کے دونوں ساتھی اُس پر خفا ہونے لگے اور اس نے مُسکرا کر کہا "میں بہت ٹھنڈا آدمی ہوں۔ کام مقدم ہونا چاہئے۔ یہ بس اتفاق ہی ہے کہ وہ ہاتھ آ گئی۔ میں ایک بڑی اُلجھن سے نجات پا جاؤں گا۔ جاؤ ٹھنڈا پانی پی کر سو رہو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ ایسے موقع پر ٹھنڈا پانی بڑی زحمتوں سے بچا لیتا ہے۔

O

رات اندھیری تھی! بادلوں کی وجہ سے تاروں کی چھاؤں بھی نہیں تھی اور سارے جزیرے میں صرف لہروں کا شور سنا جا سکتا تھا! مغربی ساحل سے بڑی بڑی پُر شور لہریں ہر وقت ٹکراتی رہتی تھیں! بقیہ اطراف کے ساحل پُر سکون تھے!

عمران اس وقت تنہا تھا اور پروفیسر بوغا کے مکان کے آس پاس منڈلا رہا تھا کیونکہ اُسے اندر سے اشارہ ملنے کا انتظار تھا!

ٹھیک دو بجے مشرق کی جانب سے مٹی کے برتن کے ٹوٹنے کی آواز آئی اور عمران کسی شکاری کتے کی طرح، چاق و چوبند نظر آنے لگا!.... یہ مٹی کا برتن اندر ہی سے پھینکا گیا تھا!.... کسی گوشہ سے صفدر بھی آ نکلا تھا!.... مکان میں کسی طرف روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی!

"لائبریری کون سی ہے۔!"

"میرے ساتھ آیئے!...." صفدر آگے بڑھ گیا! عمران جو کسی بلی کی طرح چوکنا تھا پنجوں کے بل اُس کے ساتھ چلتا رہا!

لائبریری کے دروازے پر صفدر رُک کر اُس کی طرف مڑا.... عمران دروازے کا قفل ٹٹولنے لگا! دروازہ مقفل تھا! اُس نے جیب سے ایک نہ مڑنے والے فولادی تار کا ٹکڑا نکالا اور قفل کھولنے کی کوشش کرنے لگا! تیس یا چالیس سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں اُسے کامیابی ہوئی۔ پاٹ بہ آہستگی کھولے گئے! یہاں بھی اندھیرا گھپ تھا! صفدر نے اُسے ایک چھوٹی سی ٹارچ تھما دی! روشنی کا محدود دائرہ چاروں طرف گردش کرنے لگا!.... پھر صفدر نے اُس الماری کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے پیچھے سے کتے کے پلّے کی آوازیں آیا کرتی تھیں!.... دیوار اور الماری کے درمیان ایک فٹ کا فاصلہ تھا! لیکن وہاں انہیں کچھ بھی نہ دکھائی دیا!

پھر اچانک وہ روشنی میں نہا گئے! پشت پر کسی نے اُن پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی! وہ تیزی سے مڑے لیکن آنکھیں چندھیا گئیں! وہ کوئی غیر معمولی روشنی والی ٹارچ تھی!.... اِس کے بعد ہی انہیں ریوالور کی نال اور ڈاکٹر بوغا کی ڈاڑھی بھی نظر آ گئی....!

"بیٹھ جاؤ اجنبی دوست!" اُس نے نرم لہجے میں کہا!.... "اور اوہارا تم لیمپ روشن کر دو! تمہاری جیب میں دیا سلائی کی ڈبیہ ضرور ہو گی کیونکہ تم تمباکو پیتے ہو!.... اوہو! میں نے ریوالور نکالنے کی زحمت ناحق گوارا کی!.... اوہارا کیا تم نے سنا نہیں! میں کہہ رہا ہوں لیمپ روشن کر دو!... میں سمجھا تھا شائد آج پھر سمندری ڈاکوؤں نے اِدھر کا رخ کیا ہے.... تم لوگ نہ ڈرو! میں ریوالور جیب میں رکھ رہا ہوں! یہ دیکھو!...."

اُنہوں نے اُسے ریوالور سلیپنگ گاؤن کی جیب میں ٹھونستے دیکھا! صفدر نے تینوں لیمپ

روشن کر دیئے!

"اوہو.... بیٹھو.... بیٹھو!.... اوہارا تم بھی بیٹھ جاؤ....!" پروفیسر نے کہا۔

"میں کتابوں کے چور کو چور نہیں سمجھتا!.... میں جانتا ہوں کہ یہاں اس ویران جزیرے میں دل بہلانے کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے۔ اوہارا تم نے مجھ سے کہا ہوتا! میں تمہارے پرنس کے لئے کتابیں ضرور بھجواتا!.... میں نے سنا ہے یہ وہی پرنس ہے جس کی کہانی تم نے مجھے سنائی تھی!۔"

"جی ہاں.... جی ہاں! یہ وہی ہیں!.... اور مجھے انہیں کی بدولت آپ سے شرمندہ ہونا پڑا ہے اس فعل میں مجھے اکسانے والے یہی ہیں! پہلے انہوں نے مجھ سے کتابیں مانگی تھیں! مگر آپ سے کہنے کی ہمت مجھ میں نہیں تھی! ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے چرا سکتا تھا! آخر ضمیر بھی تو کوئی چیز ہے!۔"

"یقیناً.... یقیناً.... خیر مارو گولی! تمہاری سنائی ہوئی کہانی بہت دلچسپ تھی! اب میں اُس کا بقیہ حصہ سننا چاہتا ہوں۔!"

عمران ایک گونگے اور بہرے آدمی کی طرح بے تعلق نظر آ رہا تھا!.... "پرنس کو انگریزی نہیں آتی....!" صفدر نے کہا! "البتہ آپ ان سے عربی میں گفتگو کر سکیں گے۔!"

"میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں پرنس!۔" پروفیسر نے عربی میں کہا!۔

"ہم خوش ہوئے.... اور زیادہ خوش ہوتے مگر اس وقت چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں!" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا!۔

"کتابوں کے چور میری نظروں میں قابلِ احترام ہیں!" بوغا مُسکرا کر بولا! "کیونکہ اَن پڑھ یا جاہل کتابیں نہیں چرایا کرتے۔!"

"اے عاقل آدمی خدا تمہاری عمر دراز کرے.... تم نے اس وقت لاکھ روپے کی بات کہی ہے!"

"اوہارا نے آپ کی کہانی سنائی تھی!.... لیکن میں بقیہ حصے کے لئے مضطرب ہوں!۔" بوغا نے کہا!

عمران نے صفدر کو گھور کر دیکھا پھر جھینپے ہوئے انداز میں بولا! "ہمیں اپنی صحت دماغی پر

شبہہ ہے اِس لئے ہم یہ کہانی کیسے بیان کریں.... یا تو ہم خود پاگل ہیں! یا ہمارے علاوہ ساری دنیا پاگل ہو گئی ہے.... تم نے ہماری کہانی کہاں تک سنی تھی!

"تین لڑکیاں آپ کو بھگا لے گئی تھیں۔!"

عمران نے اس پر قہقہہ لگایا اور آہستہ سے بولا! ہم تو دراصل بہروپئے ہیں! آج پرنس کل بادشاہ اور پرسوں کسی سڑک کے کنارے کہانیاں سنا سنا کر دوائیں بیچتے نظر آئیں گے....! اوہارا جیسے پچاسوں گدھے ہمارے لئے کام کرتے ہیں لیکن انہیں علم نہیں کہ ہم حقیقتاً کون ہیں.... ہم کو خدا نے ایک خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے!.... وہ یہ کہ ہم ساری دنیا میں حماقت پھیلائیں.... بس وہ لڑکیاں ہمیں غلط سمجھی تھیں.... مگر اس بار ہم خود ہی چکر میں پھنس گئے! پہلے ہم سمجھے تھے کہ لڑکیاں ہمیں اُلو بنا کر تفریح کرنا چاہتی ہیں! مگر پھر ہماری آنکھیں کھل گئیں! مگر کھلیں بھی کہاں! اس پُراسرار جزیرے میں!...."

"اوہ....!" پروفیسر بوغا بے ساختہ ہنس پڑا۔ پھر بولا!" مگر دوست پھر تم کون ہو۔ اس جزیرے میں کیوں لا پھینکے گئے۔ کون لایا تھا تمہیں!"

"خدا جانے.... جوزف بہت زیادہ پی گیا تھا! اس لئے اُسے ہوش نہیں تھا!.... اور ہم نے شائد پلاؤ زیادہ ٹھونس لیا تھا شراب تو پیتے نہیں!.... بہر حال ہماری آنکھ بھی ایک جہاز پر کھلی تھی....! خدا سمجھے!۔"

"تمہارا پیشہ کیا ہے؟"

"حماقت کو رواج دینا! اس کے لئے ہم مضامین لکھتے ہیں!.... تقریریں کرتے ہیں! عملاً حماقتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں!.... تاکہ دنیا میں احمقوں کی پیداوار بڑھے اور تیسری جنگ کا خطرہ سر سے ٹل جائے! ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے ہمیں فنڈ بھی مہیا کرنا پڑتا ہے....! اس لئے ہم نے درجنوں جیب کاٹنے والے ملازم رکھے ہیں.... وہ تینوں لڑکیاں بھی کثیر رقم ازراہ خدا ترسی ہمارے فنڈ کے لئے عطا کرتیں مگر بیچ میں نہ جانے کیا گھپلا ہو گیا!۔"

"ہوں.... اوہ.... ٹھہرو!.... تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو! ٹھہرو! میں تمہارے لئے کافی تیار کراؤں۔ تمہاری ہی طرح میں بھی شراب نہیں پیتا! لیکن کافی یہاں کی آب و ہوا میں شراب کا بدل ثابت ہوتی ہے..... کافی ضرور پیتے رہو ورنہ بیمار مچھلیوں کی طرح سڑ جاؤ گے!"

"پروفیسر بوغا تیزی سے باہر نکل گیا۔ لیکن لائبریری کا دروازہ بھی اتنی ہی تیزی سے بند ہوا تھا!.... عمران بھی جھپٹا! لیکن دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا! پھر کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی!

"یہ کیا ہوا...." صفدر بڑبڑایا!

"اب دیکھنا یہ ہے کہ پروفیسر ہمیں پسند کرتا ہے یا تم کو۔!"

"کیا مطلب۔!"

"وہ لڑکی کی شادی کے لئے بہت پریشان ہے!" عمران نے اطمینان سے جواب دیا!

صفدر بُرا سامنہ بنائے ہوئے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا!

پانچ چھ منٹ گزر گئے!.... لیکن باہر کا سناٹا نہ ٹوٹا!

پھر یکایک لائبریری کی دیواروں سے عجیب سا شور بلند ہوا.... اِس کے بعد بوغا کی آواز آئی.... "دوستو! اب یہ دیواریں تمہیں سچی کہانی سنائیں گی!"

پھر ہلکی سی سر سراہٹ سنائی دی! اور آواز آئی! "پروفیسر.... پروفیسر....! ہیلو.... پروفیسر.... ہاں!.... احمق شہزادہ ایک خطرناک آدمی ثابت ہوا ہے....! میرے ساتھیوں میں سے ایک نے حبشی کو پہچان لیا!.... اُس کا بیان ہے کہ اُس نے اُسے ڈاکٹر طارق کے پاس دیکھا تھا! ڈاکٹر طارق وہی تجوریوں والا[1].... اُسے ایک شخص عمران نے گرفتار کر لیا تھا جو پولیس کے لئے کام کرتا ہے اور یہ جوزف اب اُسی کا ملازم ہے....؟ اور یہ احمق شہزادہ عمران ہی ثابت ہوا ہے!۔ میں اس آدمی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا!.... جوزف کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے اُسکی ہسٹری بھی سامنے آ گئی! وہ ایک بے حد خطرناک آدمی ہے.... اُسے اور جوزف کو جزیرے کے لئے بک کر دیا گیا ہے!" آواز آنی بند ہو گئی! پھر پہلے ہی کی طرح سناٹا چھا گیا! صفدر بوکھلا گیا تھا! لیکن عمران کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ تھی۔!

O

خاور نعمانی کا انتظار کر رہا تھا!.... وہ لوگ رپورٹ کے لئے فون نہیں استعمال کر رہے تھے اب کچھ دیر بعد نعمانی آ گیا! وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا!۔

"سارے کام.... توقع کے مطابق ہو رہے ہیں!" اُس نے کہا!

[1] ڈاکٹر طارق کی کہانی کے لئے عمران سیریز کا ناول "چالیس ایک باون" جلد نمبر 10 ملاحظہ فرمائیے

"کیوں!...."

"جولیا انہیں اُلّو بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے....! پچھلی رات میں چوہان کو ساتھ لے کر اُس کے پیچھے گیا تھا! داراب کے جھونپڑے کے قریب وہ پہنچی تھی اور ہم بھاگ نکلے تھے! اُس نے انہیں ایک بے سہارا ٹورسٹ کی کہانی سنائی!۔ داراب شرافت سے پیش آیا اور دس دن کے لئے کام مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب آج اُسے جو کام سونپا گیا ہے وہ بھی سو فیصدی ہمارے ہی کام کا ہے۔"

"یعنی۔!"

"اُسے شالی کے محل میں جگہ دلائی گئی ہے۔! وہ داراب کا ایک خط لے کر شالی کے پاس گئی تھی جس میں تحریر تھا کہ داراب.... فی الحال اُس سے نہیں مل سکتا کیونکہ وہ اُن لوگوں کے پیچھے ہے جو پرنس اور کالے آدمی کو لے گئے ہیں....! یہ لڑکی جولیا!.... اُس کی واپسی تک شالی ہی کے ساتھ رہے گی۔! خط میں اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھا! لیکن داراب نے جولیا کو سمجھایا ہے کہ وہ تینوں لڑکیوں پر گہری نظر رکھے اور اُن کے متعلق داراب کو رپورٹ پہنچاتی رہے!"۔

"واہ....! یہ تو بہت اچھا رہا!...." خاور نے میز پر ہاتھ مار کر کہا!" اِس طرح ہم اُن کے اندرونی معاملات سے بھی واقف ہو سکیں گے! جولیا ان معاملات میں بے حد چالاک ہے!"

"مگر وہ جولیا کے متعلق اب بھی اُس ہوٹل میں پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں۔"! نعمانی نے کہا!۔

"اس کی فکر نہیں ہے!۔" خاور لاپروائی سے بولا!" وہ اُس ہوٹل میں تنہا ہی داخل ہوئی تھی! کوئی نہیں بتا سکے گا کہ اُس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔"

رپورٹ دے کر نعمانی چلا گیا!۔

شام کو وہ پھر آیا.... اُس وقت بھی اُسکے پاس رپورٹ تھی!۔

"شالی پرنس کے لئے بہت پریشان ہے!۔ لوگ اُس سے پوچھتے ہیں کہ انور چوہان کہاں گیا! وہ کہتی ہے کہ وہ اندرون ملک کی سیر کو گیا ہے۔ لیکن وہ تینوں لڑکیاں آپس میں کچھ ایسے انداز میں گفتگو کرتی ہیں جیسے انہیں پرنس اور اُس کے ملازم کی بازیافت کی امید نہ ہو!.... بحیثیت انور چوہان وہ ضرور قتل کر دیا جائے گا۔"

"عجیب بات ہے۔ داراب اُسے مطلع کرتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کے پیچھے ہے جو پرنس کو لے گئے ہیں۔ یہ کیا چکر ہے یار۔ اغوا در اغوا۔ عمران ہے یا تماشا۔"

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شالی کو سنبھالوں یا داراب پر نظر رکھوں۔"

"چوہان سے کہو کہ وہ جولیا سے رابطہ قائم کرے اور تم داراب کو دیکھو۔"

O

لائبریری کی دیواریں بہت سخت ثابت ہوئیں اور وہ اُن کیلئے جیل بن کر رہ گئیں۔ کھڑکیاں سلاخوں دار تھیں لیکن یہ کھڑکیاں ایسی نہیں تھیں جن پر صفدر جیسے لوگ زور آزمائی کر سکتے۔ اِس کمرے کی بناوٹ ہی غیر معمولی تھی۔

بوڑھی عورت سلاخوں سے انہیں کھانا اور ناشتہ دیتی تھی اور وہاں ایک غسل خانہ تو موجود ہی تھا۔ دو تین کمبل رات کو چین سے سونے کے لئے کافی تھے۔ پروفیسر اُن کی طرف رُخ بھی نہ کرتا۔ وہ تو اُن دیواروں کی سنائی ہوئی کہانی کا ردِّ عمل دیکھنے بھی نہیں آیا تھا۔ آج دوسرا دن تھا۔ دوپہر کا کھانا لڑی لائی۔ وہ پہلی بار سلاخوں کے پاس آئی تھی۔

"ہوشیار۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

صفدر ہی کھانا لینے کے لئے اٹھا تھا لیکن لڑی منہ پھیرے کھڑی تھی۔ کھانا دے دینے کے بعد بھی وہ سلاخیں پکڑے کھڑی رہی لیکن اُس کا رخ صفدر کی طرف نہیں تھا۔

"لڑی.... اِدھر دیکھو۔" صفدر نے آہستہ سے کہا۔ لڑی نے سر گھمایا اُس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور پلکیں متورم نظر آ رہی تھیں۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔

"دیکھو تم پریشان کیوں ہو۔ مجھ سے تو جو کچھ ہو سکتا تھا کر گزرا۔" صفدر نے کہا عمران بھی قریب آ گیا۔ اُس نے عربی میں کہا۔ "اوہارا نے ہمیں تمہاری دکھ بھری زندگی کے بارے میں بتایا تھا۔ ہمیں بڑا افسوس ہوا۔ ہم نے سوچا کہ پروفیسر کو سمجھانا چاہئے۔ ہم بھی بڑے عالم و فاضل ہیں۔ اس لئے ہمیں اطمینان تھا کہ پروفیسر کو سمجھا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے.... ہم نے اُن سے کہا کہ یہ بڑی زیادتی ہے۔ لڑی جیسی مہذب اور نرم و نازک خاتون ہرگز اس سزا کی مستحق نہیں ہیں کہ انہیں چھوٹے مٹو جیسے گنوار سے بیاہ دیا جائے۔ اس پر پروفیسر نے خفا ہو کر ہمیں

یہاں قید کر دیا۔"

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں۔ اِس وقت ڈیڈی باہر گئے ہوئے ہیں اسی لئے میں تم تک آ سکی ہوں ورنہ انہوں نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ لائبریری کے قریب بھی نہ جاؤں۔ بتاؤ! میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔"

"اوہ.... یہ موقع تو بہت اچھا ہے۔" عمران نے کہا۔ "کھول دو نا قفل۔"

"میرے فرشتوں سے بھی نہیں کھلے گا کیونکہ کنجی ڈیڈی کے پاس ہے"۔

"پھر تم ہمیں شام کے کھانے میں زہر دے دینا۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا اور بیچاری لڑی رو پڑی۔ کسی ننھی سی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔

"بھئی عمران صاحب اَب میں خودکشی کر لوں گا۔ صفدر نے دانت پیس کر اردو میں کہا۔

"کیوں؟"

"اس بھولی بھالی لڑکی کو دھوکا دیتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہئے۔"

"بکواس مت کرو۔" عمران غرایا۔ میں فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اپنے باپ کو بھی گولی مار سکتا ہوں۔ ملک اور قوم نے یہی خدمت میرے سپرد کی ہے کہ میں لوگوں کو دھوکے میں رکھ کر خود جاگتا رہوں اور ملک و قوم کی حفاظت کروں۔ اگر تم اتنے ہی نرم دل ہو تو اس محکمے میں ناحق آئے۔ کسی مکتب کی مدرسی کر لی ہوتی۔" صفدر خاموش ہو گیا اور لڑی کچھ کہے بغیر سسکیاں لیتی ہوئی چلی گئی۔

شائد عمران کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ صفدر بھی منہ پھلائے ایک طرف بیٹھا رہا۔ آخر کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ "یہ سالا عشق پھانسی کے تختے پر بھی ہوتا رہے گا.... ابے تم یہاں ٹھنڈی آہیں بھرنے کے لئے لائے گئے تھے۔"

صفدر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہوتا گیا۔ پروفیسر ابھی واپس نہیں آیا تھا۔

"اچھا اس سلسلے میں آپ کی تھیوری کیا ہے۔" صفدر نے پوچھا۔

"پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ شالی کے مخالفین کا چکر ہے.... مگر وہ آواز جس نے ہمیں ہماری کہانی سُنائی تھی یقینی طور پر وکیل داراب کی تھی۔"

"مگر آواز آئی کہاں سے تھی۔"

"یار کھوپڑی استعمال کرو۔ یہ آواز کسی ٹرانس میٹر کے ذریعہ ریکارڈ کی گئی ہے تم نے محسوس نہیں کیا کہ اس کے ساتھ ہی ہمیں ہوا کی لہروں کا شور بھی سنائی دیتا رہا تھا۔ غالباً یہ پیغام ڈاکٹر کی عدم موجودگی میں آیا تھا اور خود کار ریکارڈر پر ریکارڈ ہو گیا تھا۔"

"مگر مجھے یہاں تو کہیں بھی ریکارڈر یا ٹرانس میٹر قسم کی کوئی چیز نہیں دکھائی دی۔"

"اگر وہ دکھائی دینے والی چیزیں ہوتیں تو ڈاکٹر کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں سے دل نہ بہلاتا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یہ صرف لاسلکی پیغام رسانی کے اشارے ہیں۔ ان آوازوں سے اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کیلئے ٹرانس میٹر پر کوئی پیغام ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ ایک بار لائبریری میں تمہاری موجودگی ہی میں الماری کے پیچھے پلا چیخنے لگا تھا اور پروفیسر نے تمہیں کمرے سے باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ لڑکی بھی یہی کہتی ہے کہ وہ ایک آدھ کتے کا پلا یا بندر کا بچہ سوتے وقت خوابگاہ میں بھی رکھتا ہے اور درجنوں پورے مکان میں پریڈ کرتے پھرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے.... میں سمجھ گیا۔ یہ ڈھونگ اُس نے اِس لئے رچایا ہے کہ گھر والوں کو بھی اُس کی اصل مصروفیات کا علم نہ ہو سکے.... مگر.... ٹرانس میٹر...."

"یہ کمرہ.... مجھے غیر معمولی ساخت کا معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے نیچے کوئی تہہ خانہ بھی ہو۔"

"مگر یہ لوگ ہیں کون.... کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے ملک کے کسی وکیل کا فرانس کے مقبوضہ کسی جزیرے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"یہ اب دیکھنا.... سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ انور چوہان کا کیا چکر تھا وہ مجھے انور چوہان کیوں بنانا چاہتے تھے.... یہ تو ظاہر ہی ہو گیا کہ وکیل دار اب دراصل وہ نہیں ہے جو خود کو شالی پر ظاہر کرتا رہا ہے۔ وہ یقینی طور پر دوہرا رول ادا کر رہا ہے۔"

صفدر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ صحن میں پروفیسر نظر آیا اُس کے ساتھ نورانی شکلوں والے تین پادری بھی تھے جنہوں نے بے داغ سفید چوغے پہن رکھے تھے پروفیسر پادریوں سمیت کھڑکی کے قریب آگیا۔

"اے مقدس ترین لوگو!" اس نے مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں کہا۔ "ان گناہ گاروں کو شیطان نے بہکایا ہے۔ میں انہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔"

عمران اٹھ کر کھڑکی کے قریب آگیا... چونکہ پروفیسر نے ان پادریوں کو انگریزی میں مخاطب کیا تھا اس لئے اُسے تو یہی ظاہر کرنا تھا کہ وہ کچھ نہیں سمجھا تھا۔

"پروفیسر۔" اس نے عربی میں کہا۔ "ہم آسمان دیکھنا چاہتے ہیں اب یہ مذاق ختم کرو.... ظاہر ہے کہ ہم سمندر میں چھلانگیں تو لگانے سے رہے۔"

"گھبراؤ نہیں کالے شہزادے ہمیں تمہارے مستقبل کا بڑا خیال ہے۔ ہم تمہیں یہاں مچھلیاں پکڑنے پر نہیں لگانا چاہتے۔ ہم تمہیں تمہارے شایان شان کام سونپیں گے۔ پرواہ مت کرو۔" پروفیسر نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہاتھ باہر نکالو۔"

عمران نے چپ چاپ ہاتھ باہر نکال دیئے اور ایک پادری نے اُس کے ہاتھوں میں وزنی قسم کی ہتھکڑیوں کا جوڑا ڈال دیا۔" عمران سمجھ گیا کہ اب شائد اُسے اِس جزیرے سے بھی سفر کرنا پڑے گا۔ صفدر نے سلاخوں سے ہاتھ نکالنے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی تھی لیکن عمران کے اشارے پر چپ چاپ ہاتھ باہر نکال دیئے تھے۔ یک بیک صفدر کی نظر سامنے اٹھ گئی۔

لڑکی صحن میں کھڑی بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ بس ہنسے جا رہی تھی۔ پھر اُس کی آواز بھی بلند ہونے لگی اور پروفیسر نے اُسے ڈانٹا اور صفدر نے اُسے ایک کمرے میں جاتے دیکھا۔ عمران نے گنگنا کر تان ماری۔

محبوب کی چال میں جو لنگڑا پن ہے
دل لینے کا یہ بھی ایک چلن ہے

صفدر کا کلیجہ خون ہو گیا۔ تو پھر کیا یہ کچھ دیر پہلے رونا دھونا محض ڈھونگ تھا یا پھر وہ پاگل ہی تھی۔

"اب آپ دونوں براہِ کرم گھاٹ پر تشریف لے چلئے۔" پروفیسر نے جھک کر نہایت ادب سے کہا۔

O

شالی کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور وہ کچھ ناقابلِ برداشت ہی قسم کا غصہ تھا اسی لئے سارا جسم کانپنے لگا تھا اور جولیا سامنے سہمی کھڑی تھی۔

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ داراب کہاں ہے۔" وہ پھر دہاڑی۔

"مادام۔" جولیا نے آہستہ سے کہا۔ "میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ وہ مجھے صرف ایک ہی بار ملے تھے اور یہ ملاقات دارالحکومت میں ہوئی تھی۔ اُسی وقت انہوں نے مجھے آپ کے نام خط دیا تھا۔ اَب میں آپ کو پورا واقعہ ہی بتادوں۔ مجھے ملازمت کی تلاش تھی۔ میں جیمس اینڈ بارٹلے کی فرم میں گئی تھی۔ اطلاع ملی تھی کہ وہاں جلد ہی ایک اسٹینو ٹائپسٹ کی جگہ خالی ہونے والی ہے لیکن یہ اطلاع غلط تھی۔ میں نے پریشانی ظاہر کی۔ مسٹر داراب منیجر کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لئے کام مہیا کروں گا۔ پھر الگ لے جاکر آپ کا پتہ بتایا۔ اُس کے بعد سے اب تک میں یہیں ہوں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں.... اور وہاں اُس فرم کے دفتر میں کیا کر رہے تھے۔"

"اور کیا کہا تھا اُس نے۔"

"انہوں نے کہا تھا کہ واپسی پر میں تمہیں محترمہ شالی ہی کے یہاں ملوں گا۔ پھر مستقل طور پر تمہارے لئے کوئی راہ نکالی جائے گی۔"

شالی نے اپنی ساتھیوں کی طرف مڑ کر اُردو میں کہا۔ "کیا تم اس عورت پر اعتماد کر سکتی ہو۔"

"نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے داراب مجھے بیوقوف بنا رہا ہو۔" شالی نے کہا۔

"کیوں؟ یہ آپ کیوں سوچ رہی ہیں۔"

"وہ مجھ سے ملا کیوں نہیں۔ پھر پرنس اور اس کے ساتھی کا اس طرح غائب ہو جانا بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں سوئے تھے لیکن صبح غائب پائے گئے۔ اس بار تو رات بھر پہرے دار بھی جاگتے رہے تھے۔ پچھلی بار انہیں کافی میں کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی مگر اُس رات ان کی پلکیں بھی نہیں جھپکی تھیں۔"

"پھر آپ کیا سوچ رہی ہیں۔"

"سازش.... یہ پہرے دار اُسی نے مہیا کئے تھے۔ کیا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا بیان درست ہی ہو۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔" لڑکی نے کہا۔

جولیا اُردو بولنے پر قادر نہیں تھی لیکن ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سمجھی تھی اور اُسے اُس کی تحریری رپورٹ داراب کو بھجوانی تھی.... ان دنوں اُسے دو رپورٹیں تیار کرنی پڑتی تھیں ایک خاور کے لئے اور دوسری داراب کے لئے۔ داراب کا ایک آدمی جو شالی کے محل میں متعارف نہیں تھا۔ یہ رپورٹ یہیں سے لے جاتا تھا۔ اور دوسری رپورٹ کے لئے اب چوہان نے نعمانی کی جگہ لے لی تھی۔

شالی کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ پھر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔

O

عمران اور صفدر کے جسموں پر جہازی قیدیوں کے سے لباس تھے اور انہیں ایک ایسے کیبن میں رکھا گیا تھا جس میں شائد اس سے پہلے کتوں کو جگہ دی گئی تھی۔ فرش بے حد گندہ تھا اور دیواروں پر تیل کے دھبے تھے۔ کہیں کہیں گوشت کے خشک چھیچھڑے بھی لپٹے ہوئے نظر آرہے تھے۔

اُس جزیرے کے ایک ساحل سے وہ اسٹیمر پر سوار کئے گئے تھے اور جب اسٹیمر چل پڑا تھا تب اُن کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دی گئی تھیں اور اُن کے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ نہیں کیا گیا تھا مگر اُن پر نیند زیادہ تر غالب رہتی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ انہیں کھانے پینے کی چیزوں میں منشیات دی جارہی ہیں چونکہ وہ زیادہ تر سوتے ہی رہتے تھے۔ اس لئے سفر کی طوالت کا صحیح اندازہ مشکل تھا۔

بہر حال ایک دن کسی جزیرے ہی کے ساحل پر ان کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اُتارے گئے لیکن اَب اُن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ڈالی گئی تھیں.... اور اپنے ساتھ جوزف کو بھی دیکھ کر

انہیں خوشی ہوئی کیونکہ وہ یہی سمجھے تھے کہ شائد وہ بوغاہی کے جزیرے میں رہ گیا.... وہ انہیں مگن ہی نظر آیا شائد اُسے شراب ملتی رہی تھی۔ عمران کو دیکھ کر اُس نے خوشی کا نعرہ لگایا۔

"یہ لوگ بھی بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں باس۔ خدا انہیں بلند مرتبے پر فائز کرے۔ انہوں نے مجھے ایسی کوٹھری میں بند کیا تھا جہاں شراب کے درجنوں بیرل تھے بس پیئو اور خوش رہو۔"

عمران یا صفدر اِس قسم کی باتوں کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ وہ رات انہوں نے ایک جھونپڑے میں گزاری اور پھر دوسرے دن تین یا چار میل پیدل چلنے کے بعد ایک ایسی بستی میں پہنچے جس کی تعمیر کا کام شائد ابھی حال ہی میں شروع ہوا تھا۔ یہاں بھی زیادہ تر عربی ہی بولنے والے نظر آئے مگر یہ سب کسی افریقی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جوزف نے انہیں بتایا کہ مخلوط النسل نیگرو تھے۔ پھر جوزف ہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ افریقہ کے مشرقی کنارے والے کسی جزیرے میں ہیں۔

وہاں بے شمار عمارتیں بن رہی تھیں لیکن معماروں یا مزدوروں میں ایک بھی مقامی آدمی نہ دکھائی دیا۔ یہ سب غیر ملکی تھے۔ کچھ سفید فام تھے اور کچھ ایشیا کے دوسرے ممالک کے باشندے۔ انہوں نے اِن تینوں پر کچھ ایسی ہی نظریں ڈالی تھیں جیسے انہیں جزیرے میں نووارد ہی سمجھتے ہوں۔ پھر اُن میں سے کسی نے کہا تھا۔ "کام کرو.... کام.... ورنہ رات پیٹ میں ریاح کے گولے ہی دوڑتے رہیں گے۔"

اور پھر جب اُس نے اس جملے کی وضاحت کی تب کہیں جا کر انہیں معلوم ہو سکا کہ کھانا کام کرنے والوں ہی کو ملتا ہے۔ ورنہ اجنبیوں کی طرف تو کتے بھی منہ اٹھا کر نہیں بھونکتے بس پھر انہیں بھی معمولی مزدوروں کی طرح کام پر لگ جانا پڑا۔

دفعتاً شام کو ایک جانی پہچانی صورت نظر آگئی لیکن صرف عمران ہی اُس کی شخصیت سے واقف تھا۔ یہ کیپٹن فیاض کے محکمے کا ایک سراغرساں انسپکٹر خالد تھا۔ جیسے ہی اُس کی نظریں عمران پر پڑیں اُس کے ہاتھ سے وہ اینٹ چھوٹ پڑی جسے وہ اٹھا کر سر پر رکھنے جا رہا تھا۔ عمران نے بھی اُسے آنکھ ماری لیکن خالد اتنا بد حواس ہو گیا تھا کہ عمران کی طرف دوڑ ہی پڑا۔

"آہا.... تو آپ بھی عمران صاحب!.... مجھے آپ ہی کی ذات سے توقع تھی۔" اُس نے عمران کے گرد وحشیانہ انداز میں اُچھلتے ہوئے کہا۔

"مگر تم تو پچھلے دو سال سے غائب تھے۔" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔ "اور محکمہ تمہیں مردہ تصور کر چکا ہے۔"

"میں بھی خود کو مردہ ہی تصور کر چکا ہوں عمران صاحب۔ آپ یہاں کیسے پہنچے۔"

"خود کو کنٹرول میں رکھو!.... یہ باتیں پھر ہوں گی! میں نہیں جانتا کہ آج رات کہاں بسر ہو گی! یہاں سے چھوٹ کر ساتھ ہی چلیں گے۔!"

"خالد بے ڈھنگے پن سے ہنسا اور عمران اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا پھر بولا!" تم تو بے حد شائستہ آدمی تھے خالد!۔"

"اوہ.... میں دو سال سے جانوروں کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس لئے شائستگی تہذیب، انسانیت سب پر لعنت بھیج چکا ہوں!۔ اور اگر آپ کو شائستگی کا دعویٰ ہو تو آپ پر بھی لعنت! میں یہیں مر جاؤں گا!۔"

عمران نے ایک بار پھر اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا! اُس کے سر کے بال اور ڈاڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی!.... آنکھوں میں عجیب وحشیانہ چمک تھی!۔

"تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو! ڈائرکٹر جنرل کے بیٹے۔" خالد نے برا سا منہ بنا کر کہا!" کیا میں وحشی معلوم نہیں ہوتا!.... اچھا دیکھو! کیا تمہیں میری آنکھوں میں دیوانگی نظر نہیں آتی! میں جانتا ہوں کہ تم بھی میری ہی طرح اپنا فرض ادا کرنے نکلے ہو!...... لیکن یار تم یہاں جانوروں کی طرح زندگی بسر کرو گے۔ یا فخر سے سینہ تان کر واپس جانے کی توقع رکھتے ہو گے.... یہاں تمہاری موجودگی اس پر دلالت کرتی ہے کہ تم ابھی تہہ تک نہیں پہنچے!.... ورنہ ادھر کا رخ کرنے کی بھی ہمت نہ کر سکتے! لیکن جب تم تہہ تک پہنچو گے تو تمہارا دل چاہے گا کہ خود کشی کر لو.... مگر نہیں.... تم میری طرح کمزور دماغ کے آدمی نہیں ہو!.... تم یہ صدمہ سہہ جاؤ گے! لیکن اپنی شکست تو تمہیں تسلیم کرنی ہو گی!.... تمہارے ہونٹوں پر مہریں لگ جائیں گی!۔ لیکن کاش تم.... کاش تم....!"

"شائیں۔!" اچانک اس پر ایک سیاہ فام سپر وائزر کا کوڑا پڑا اور وہ چیخ کر اُچھل پڑا.... اور کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح ایک زیر تعمیر عمارت میں جا گھسا!۔

پھر یہ تینوں بھی ایک جگہ کام پر لگا دیئے گئے! جوزف کا حال پتلا تھا! اس نے سیاہ فام

سپر وائزروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی فکر کی تھی!.... وہ اُس کی باتیں سُن کر ہنستے تھے اور اُس کی پیٹھ ٹھونکتے تھے!

دن بھر عمران نے لوگوں کو مخاطب کرنے کی کوشش کی! لیکن کام کرنے والوں میں سے کسی نے بھی اُس کی بات کا جواب نہ دیا! البتہ وہ مسکراتے ضرور تھے! اور اُن کی مسکراہٹیں مغموم سی ہوتیں! خالد پھر کہیں نہ دکھائی دیا!

"مگر شام ہوتے ہی جب وہ جانوروں کی طرح ایک طرف ہانکے گئے تو اُس بھیڑ میں خالد پھر اُن سے آملا! اب وہ بے حد خاموش تھا۔ "اب میرے ساتھ ہی رہئے گا!"

بے شمار سہمے ہوئے آدمیوں کی یہ بھیڑ خاموشی سے ایک سمت چل رہی تھی۔ صرف اُن کے قدموں کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں!.... اِس وقت اِس ریوڑ کی نگرانی کرنے والے سیاہ فام سپر وائزر ساتھ نہیں تھے.... لیکن اُن کے چہروں سے صاف ظاہر تھا جیسے وہ مڑ کر کسی طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے جیسے انہیں ڈر ہو کہ کہیں اُن کے کان "شراپ شراپ شائیں شائیں کی آوازوں سے نہ گونج اٹھیں۔

وہ ٹین کے ایک بہت بڑے شیڈ میں آئے جہاں فرش پر بیشمار پھٹے پرانے گدّے پڑے ہوئے تھے!.... خالد عمران کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف لایا اور ایک گدّے کی طرف اشارہ کر کے مضمحل آواز میں کہا بیٹھئے! وہ تینوں اُسی گدّے پر بیٹھ گئے!۔ خالد تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا! "مجھے اپنی حرکت پر ندامت ہے عمران صاحب! اس زندگی نے مجھے ذہنی طور پر غیر متوازن کر دیا ہے۔!"

"اوہ.... تم اس کی پرواہ نہ کرو!" عمران اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا! "تم مجھے جانتے ہی ہو کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں۔"

"ہاں آپ صحیح معنوں میں آدمی ہیں!" خالد نے ٹھنڈی سانس لی! "کیونکہ آپ میں ثابت قدم رہنے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں!.... لیکن آپ یہاں کیسے پہنچے! حالات تو یہ کہتے ہیں کہ آپ پکڑ کر لائے گئے ہیں!۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے آواز دی۔ "اے.... اے.... جوزف۔ اُد۔!" اور جوزف حلق سے کچھ اس قسم کی آوازیں نکالتا ہوا کھڑا ہو گیا جیسے کوئی گھوڑا ہنہناہٹ شروع کر کے

پھر ارادہ ملتوی کر دے....! ایک سفید فام سپر وائزر ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے اپنی طرف بلا رہا تھا!

"کیوں کیا بات ہے!" عمران نے جوزف کو گھورتے ہوئے پوچھا!

"ملے گی، بس یقیناً ملے گی!...." وہ خوش ہو کر بولا! "انہیں مجھ پر رحم آگیا ہے۔ وہ ہر حال میں اپنے ہی ہیں!"

"دفع ہو جاؤ....!" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا! اور جوزف چھلانگیں مارتا ہوا سپر وائزر کی طرف دوڑ گیا!

"یہ حبشی...." خالد کچھ کہتے کہتے رک گیا!

"میرا ملازم ہے.... ہاں تم نے پوچھا تھا! ہم پکڑ کر ہی لائے گئے ہیں!"

"تب تو...." خالد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا! "ہم بقیہ زندگی یہیں بسر کریں گے!"

"آخر تم ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگے تھے!۔"

"میں ایک ایسی لانچ کا تعاقب کر رہا تھا جس میں مجھے اسمگلروں کے ہونے کا شبہ تھا!.... آج سے دو سال پہلے کی ایک شام کا تذکرہ ہے.... میں بحری پولیس کی اُس لانچ پر تنہا تھا!.... دوسری لانچ سے کسی قسم کے اشارے برابر ہو رہے تھے جس سے میں اِس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ کوئی ایسے اسمگلر ہیں جن کا علم بحری پولیس کو بھی ہے! لیکن یہ اشارے بحری پولیس کی لانچ کا رخ دوسری طرف بھی پھیر سکتے ہیں۔ اس خیال نے مجھ پر جنون سا طاری کر دیا اور میں نے تعاقب جاری رکھا!۔ میں عرصہ سے قانون کے اُن محافظوں کی تاک میں تھا جن کی نگرانی میں اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ ہو رہی تھی!.... ہم کھلے سمندر میں نکل آئے.... ساحل بہت پیچھے رہ گیا تھا! آخر میں نے ایک جگہ اگلی لانچ کی رفتار کم ہوتے دیکھی! میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھ سے بھڑنا چاہتے ہیں۔ لہذا میں نے بھی لانچ کی رفتار کم کر کے ریوالور سنبھال لیا! ایک بیک لانچ چکر لگا کر میری طرف مڑی اور تیر کی طرح سر پر چڑھتی چلی آئی۔ ایک خوبصورت سی لڑکی نے ایک سوراخ سے سر نکال کر کہا "تم کون ہو!.... کیوں میرا پیچھا کر رہے ہو!.... دونوں لانچیں برابر چلنے لگیں! میں خفیف ہو گیا تھا!.... میں سمجھا کہ وہ کوئی پرائیویٹ لانچ تھی جس کی مالکہ سیر کے لئے نکلی تھی! لیکن اس خیال کی تردید فوراً ہی ہو گئی کیوں کہ تین آدمیوں نے بیک وقت میری لانچ پر چھلانگیں لگائی تھیں! بس پھر ایک ہی گولی چلانے کی حسرت بھی دل ہی میں گھٹ کر رہ گئی تھ

انہوں نے مجھے سنبھل جانے کا موقع ہی نہیں دیا تھا.... باندھ لیا اور پھر بحری پولیس کی لانچ کسی کٹے ہوئے پتنگ کی طرح آوارہ ہوگئی! وہ مجھے اپنی لانچ پر کھینچ لے گئے.... اور وہاں میں نے ملک کے ایک بہت بڑے آدمی کے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیکھا! وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا! لیکن میں تو اُسے اچھی طرح جانتا تھا!.... اُس نے مجھ سے چند سوالات کئے اور مجھ سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوئی! میں نے یہ ظاہر کر دیا کہ میں اُسے پہچانتا ہوں۔ بس دوسروں نے کہا کہ مجھے وہیں سمندر میں غرق کر دینا چاہئے! لیکن سیکرٹری نے اس تجویز کی موافقت نہیں کی! اُسے یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا میں نے اتفاقاً پیچھا کیا تھا یا مجھے اُس لانچ میں اُس کی موجودگی کا علم تھا! میں نے سوچا کہ جان اسی صورت میں بچے گی کہ میں اپنی زبان بند کر لوں! میں نے یہی کیا! پھر وہ مجھے ایک اسٹیمر کے ذریعے یہاں لائے اور کئی دنوں تک پوچھ گچھ کرتے رہے.... پھر خاموش ہو رہے! لیکن پوچھ گچھ کا سلسلہ تو آج تک جاری ہے!.... ابھی دو ڈھائی ماہ پہلے بھی انہوں نے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ میرے محکمے کے کن لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ ہمارا ایک قومی سرپرست ایک بہت بڑا اسمگلر بھی ہے....! کیا میں گدھا ہوں کہ اس مسئلے پر اپنی زبان کھولوں گا! زبان کھلنے کے بعد کیا وہ مجھے زندہ رہنے دیں گے۔!" خالد خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا!

"اوہ.... میرے خدا تو یہ اسمگلروں کا چکر ہے!۔" صفدر نے حیرت سے کہا! "میرا بھی یہی اندازہ تھا...." عمران نے سر ہلا کر کہا! "یہ اسمگلروں کی کوئی بین الاقوامی تنظیم ہے۔!"

دفعتاً قریب ہی کوئی کراہ کر رونے لگا!.... یہ ایک سفید فام تھا!.... وہ روتا رہا اور پھر دیوانوں کی طرح چیخنے لگا۔! "میری بچی۔ میری بچی یورشیا۔ میں تیرے لئے کھلونے خرید رہا ہوں۔!"

وہ خاموش ہو گئے!.... سفید فام منہ پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں لینے لگا تھا! "تم سن رہے ہو!...." یک بیک خالد نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا! "تم سن رہے ہو! میں نہیں جانتا کہ میرے بچے کس حال میں ہوں گے۔!"

"میرا خیال ہے.... انہیں پنشن دی گئی ہے!" عمران نے کہا! "یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ وہ خالی نچ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تھی جس پر تم تھے اور تمہیں مردہ تصور کر لیا گیا تھا۔!"

خالد نے قہقہہ لگایا!.... "ہاہا.... تو پھر ملک کے سارے یتیم بچوں کو پنشن دلواؤ کیوں کہ

ن کے باپ مر گئے ہیں۔ اُن کے باپ۔!"

اُس کی آواز مضمحل ہو گئی اور اُس نے سسکی لے کر کہا! "ملک کی ماؤں سے کہہ دینا ایسے نطفوں کو اپنا خون پلانا بند کریں جو اُن کی اوڑھنیاں تک چھین کر اسمگل کر دیں گے!۔ اُن کے ہاتھوں سے نوالے چھین کر اپنی دیوانگی کی بھینٹ چڑھا دیں گے اپنی ہوس پر اُن کے چہروں کی تازگی قربان کر دیں گے۔ آنکھوں سے ممتا کی چمک چھین کر اپنی تجوریوں میں جمع کر لیں گے! جاؤ.... میرے بھائی.... میرا پیغام پہنچا دو.... اور اب تو میں یہیں رہ جاؤں گا.... یہیں مر جاؤں گا.... میں اُن باپوں کی شکلیں نہیں دیکھنا چاہتا جو خود ہی اپنے بچوں کو یتیم کر رہے ہیں۔!"

"خالد.... حالات بدل چکے ہیں!۔" عمران نے اُس کا شانہ تھپک کر کہا "کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ اب قوم کی قیادت ایسے انسانوں کے سپرد کر دی گئی ہے جو ذہین اور خداترس ہیں۔"

"مت کان چاٹو....!" خالد نے ہاتھ جھٹک کر کہا! "آدمی خداترس نہیں ہے بکواس ہے!" بس وہ ایک ایسا درندہ ہے جو ننگا رہنا پسند نہیں کرتا.... اپنی درندگی پر نت نئے غلاف چڑھاتا رہتا ہے۔ انہیں غلافوں میں سے ایک انسانیت بھی ہے!"

تب پھر عمران نے آہستہ آہستہ اُسے نئی زندگی کی روداد سنائی.... بتایا کہ ملک و قوم کو کس طرح آزادی نصیب ہوئی ہے.... اور کس طرح برائیوں کا خاتمہ کیا جا رہا ہے!

خالد پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو دیکھتا رہا پھر یک بیک اُچھل کر پوری قوت سے چیخا!.... ہُرا....!"

اور پھر اُس پر سچ مچ دیوانگی ہی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ کسی پُرجوش مقرر کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "سنو! سنو! دنیا کے سارے ازموں کو دفن کر دو۔ سب بکواس ہیں۔ ملک و قوم کی قیادت کا حق صرف انہیں حاصل ہونا چاہئے جو اُس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔ جو ماؤں کے سہاگ بچانے کے لئے چھاتی پر گولیاں کھاتے ہیں انہیں اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ اُن کی زندگیاں تو ہوتی ہی اسی لئے ہیں کہ وہ ملک کی بنیادوں کو اپنے خون سے سینچیں۔ ہاہا.... میں بہت خوش ہوں دوستو.... بوڑھے ایڈگر اٹھو تمہاری بیٹی یورشیا میں اب کھلونوں کے لئے نہ روئے گی۔"

پھر وہ بے تحاشہ ہنستا رہا اور کچھ دیر کے بعد بے سدھ ہو کر گر گیا۔ غالباً وہ غشی ہی تھی۔

عمران نے اس کا شانہ ہلایا اور اُسے محسوس ہوا کہ اُسے بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔

جوزف رات گئے واپس آیا وہ نشے میں دھت تھا۔ ان حالات میں عمران کو اس کی بھی فکر نہیں تھی کہ کسی نے اُس سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ وہ تو اَب اُن تینوں پادریوں کی فکر میں تھا جو جہاز سے اُس کے ساتھ ہی اترے تھے اور اس بستی تک ساتھ آئے تھے وہ جانتا تھا کہ قانونی طور پر ان جزیروں میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا کیونکہ یہ دوسری مملکتوں کی مقبوضات میں سے تھے یہاں تو اُس کی حکمت عملی ہی کچھ کر سکتی تھی اور وہ بھی صرف اس لئے ہوتی کہ وہ کسی طرح یہاں سے نکل سکیں کیونکہ کام حقیقتاً جزیرہ موبار ہی میں ہوتا۔

جوزف نشے میں ضرور تھا لیکن باتیں ہوش کی کر رہا تھا۔

"اُوہو.... مسٹر صفدر! میں نے ابھی ابھی مسی کو ہولی فادر کے ساتھ دیکھا ہے۔"

"کونسی مسی! کیا بک رہے ہو۔" صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔

"وہی جو تمہارے ساتھ ساحل پر ٹہلا کرتی تھی۔"

"جہنم میں جھونکو...." صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

لیکن عمران تفصیل پوچھنے لگا۔ مگر تفصیل کیسی۔ بس اُس نے اُسے دونوں میں سے کسی پادری کے ساتھ دیکھا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ آئی کب تھی۔ بستی تک وہ سب ساتھ ہی آئے تھے مگر لزی تو اُن میں نہیں تھی۔

جوزف نے بتایا کہ کالے سپر وائزر اُسے پسند کرنے لگے ہیں اور وہ ایسی جگہوں پر لے گئے تھے جہاں آج تک کسی قیدی نے قدم نہیں رکھا۔ قیدی تو صرف اُسی ٹین کے سائیبان تک ہی محدود رہتے تھے۔

خالد دوسرے دن بھی وہیں سائیبان ہی کے نیچے پڑا رہ گیا تھا کیونکہ اُسے اَب بھی تیز بخار تھا اور وہ ہوش کی باتیں نہیں کر رہا تھا۔

آج عمران نے کالے سُپر وائزروں کو اپنے جال میں پھانس ہی لیا کیونکہ وہ انگریزی بھی سمجھ سکتے تھے اور عربی تو خیر بولتے ہی تھے۔ بہر حال اُس نے اُن پر پامسٹری کا جال پھینکا جس میں اُس کو کافی دخل تھا۔ مستقبل کا حال جان لینے کے سلسلے میں وہ اپنی طرف کے عام آدمی سے بھی زیادہ مضطرب اور مشتاق ثابت ہوئے۔ عمران نے سب سے پہلے انہیں اُن کے ماضی کے حالات

بتا کر اُن پر غیب دانی کا سکہ بٹھایا۔ پھر مستقبل ہانکنا شروع کر دیا۔ اُس نے پچھلی رات ہی کو اس کی اسکیم بنائی تھی اور جوزف نے پہلے ہی سے اُس کے پہنچے ہوئے ولی کامل ہونے کا کافی پروپیگنڈا کیا تھا۔ اُس نے تو یہاں تک کہا تھا کالے سپر وائزروں سے کہ اِس نو عمر بزرگ کو غصہ نہ دلانا.... ورنہ.... پھر مشکل ہو گا اِسے سنبھالنا۔ اس سلسلے میں اس نے ایک قصہ بھی دہرایا تھا۔ ایک ایسے بد نصیب آدمی کی کہانی جس نے فقیر کو غصہ دلا دیا تھا اور وہیں کھڑے کھڑے جل کر بھسم بھی ہو گیا تھا۔ اِس کا تذکرہ کرتے وقت کالے مکار پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

بس پھر کیا تھا۔ کام بن گیا اور عمران اُسی دن اُن سپر وائزروں ہی کا چودھری بن بیٹھا۔

لیکن رات تو اُسی سائیبان ہی تلے گزارنی پڑی.... یہ اور بات ہے کہ اُس رات عمران کے نیچے ایک کے بجائے تین گدّے رہے ہوں اور کالے سپر وائزروں کے رخصت ہو جانے کے بعد اُس نے فالتو دو گدّے بیمار خالد کے نیچے بچھا دیئے ہوں۔

اس رات سُپر وائزروں نے صرف عمران کیلئے بہترین قسم کا کھانا مہیا کیا تھا اور جوزف کو ساتھ لے جا کر بے تحاشہ پلائی تھی۔ واپسی پر جوزف نے چپکے سے کاغذ کا ایک تہہ کیا ہوا ٹکڑا صفدر کے ہاتھ پر رکھ دیا اور صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ دراصل لزی کا خط اُسی کے نام تھا۔ "اوہارا.... مجھے معاف کرو۔ میں تم پر ہنسی تھی۔ چونکہ مجھے خود بھی وہاں سے نکل آنا تھا اِس لئے میں ایسی حرکتیں کر رہی تھی کہ ڈیڈی کو کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔ میں کیسے آئی ہوں۔ یہ ایک لمبی داستان ہے لیکن اب پھر مشکلات میں پڑ گئی ہوں۔ میں نے تو گویا دلدل سے بچنے کے لئے سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ خدا مجھ پر رحم کرے بس تم مجھے معاف کر دو۔ لزی۔"

"اب کوئی نیا فراڈ۔" صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے خط عمران کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن پندرہ بیس منٹ گذر جانے کے بعد بھی عمران نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ویسے اُس نے اُسے پڑھ کر پُرزے پُرزے کر دیا تھا مگر سونے سے پہلے اُس نے صفدر کا شانہ تھپک کر کہا تھا۔ "تم مجھے بتائے بغیر ٹھنڈی آہیں بھی نہیں بھرو گے۔ سمجھے! اگر میں مناسب سمجھوں گا تو اجازت دے دوں گا کہ اب تم اُس سے عشق کر سکتے ہو۔ کوئی قدم اپنی ذمہ داری پر ہرگز نہ اٹھانا۔"

صفدر کو اس پر بے حد تاؤ آیا تھا اور اُس نے کہا تھا۔ "آپ غلط سمجھے ہیں۔ مجھے اُس سے

ہرف ہمدردی تھی۔ اَب وہ بھی باقی نہیں رہی۔"

"گڈ.... اچھے بچے وہ ہیں جو کہنا مان لیں۔ اچھا اب سو جاؤ۔"

لیکن وہ سو نہ پائے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد تین سیاہ فام سپر وائزرس وہاں آئے۔ اور انہوں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ ایک پادری تنہائی میں عمران سے ملنا چاہتا ہے۔ عمران نے اس پر اُس احمق کو دو چار سلواتیں سنائیں اور بولا۔ ہم نے اُس کے سر پر پہلے ہی چیل کا سایہ دیکھ لیا تھا۔"

"چیل کا سایہ۔" تینوں نے بیک وقت خوفزدہ آواز میں دُہرایا۔

"ہاں چیل کا سایہ۔ اُس کے ستارے گردش میں ہیں اور کئی طرح کی بلائیں اُس کی طرف اِسی طرح جھپٹتی ہیں جس طرح چیل مرغی کے چوزے پر جھپٹتی ہے خیر ہم چلیں گے اور اُسے اس مصیبت سے بچائیں گے۔"

عمران تنہا اُن کے ساتھ ہو لیا اُس نے صفدر اور جوزف کو وہیں ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ایک ویران سی جگہ پر پہنچ کر رک گئے کسی جانب سے ایک دھندلا سایہ اُن کے سامنے آیا تھا۔

اور وہ سیاہ فام تیزی سے دوسری جانب مڑ گئے۔ اَب وہ سایہ عمران کا ہاتھ پکڑے اُسے ایک طرف لے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راستہ دشوار گذار ہو گیا کیونکہ اَب وہ کھلے میدان میں نہیں تھے۔ سائے نے ٹارچ روشن کی اور اُس کی روشنی میں وہ چٹانوں سے گذرنے لگے تھوڑے ہی فاصلے پر اونچے پہاڑوں کا سلسلہ تھا جس کا پھیلاؤ دور تک نظر آ رہا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں گردوپیش کا ماحول کچھ ڈراؤنا سا منظر پیش کر رہا تھا۔

پھر وہ ایک تنگ سے درّے سے گذر کر ایک غار میں داخل ہوئے۔ پادری آگے تھا اور ٹارچ اسی کے ہاتھ میں تھی اچانک بائیں جانب سے کسی نے اُس پر چھلانگ لگائی اور ٹارچ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر ایک جانب لڑھکتی چلی گئی۔ عمران جہاں تھا وہیں دبک گیا۔ وہ دھینگا مشتی اور گالی گلوچ کی آوازیں سن رہا تھا۔ زمین پر گری ہوئی ٹارچ کا رخ غیر متعلق سمت تھا اور لڑنے والے اندھیرے میں تھے۔ ٹارچ بھی بجھی نہیں تھی۔ عمران نے چپ چاپ ٹارچ پر قبضہ کر لیا اور اُسے بجھا بھی دیا۔ لڑنے والوں کو شائد اس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ وہ انگریزی میں ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے اور غراہٹوں میں درندگی تھی جیسے وہ ایک دوسرے کو ختم کر دینا

چاہتے ہوں۔

پھر یک بیک ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے وہ بند ہوتے ہوئے حلق سے نکل رہی ہوں۔ اس کے بعد والی چیخ بڑی بھیانک تھی جو شائد بھینچے ہوئے حلق سے نکلی تھی پھر سناٹا چھا گیا اور تھوڑی دیر بعد غار کی بند فضا میں ایک بھرّائی ہوئی سی آواز گونجی۔ "تم کہاں ہو دوست میں نے اُس سُور کو ختم کر دیا۔ میں تم سے مخاطب ہوں جو میرے ساتھ آئے تھے۔"

عمران آہستہ سے بڑھ کر زیادہ کشادہ جگہ پر آ گیا۔ پھر اُس نے وہیں اپنی موجودگی کا اعلان کیا اور تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ کیونکہ اُسے یقین نہیں تھا کہ حملہ آور ہی مارا گیا ہو۔

"کہاں ہو بھئی۔" تھوڑی دیر بعد پھر انگریزی میں کہا گیا۔

"تمہارے سر پر اَب بھی چیل کا سایہ موجود ہے۔" عمران گونجیلی اور پُر رُعب آواز میں بولا۔ "چیل کی پیاس ابھی نہیں بجھی وہ اور خون چاہتی ہے۔ کیا تم قتل کرو گے۔"

"وہ پھر دیکھا جائے گا۔" جواب ملا۔ "اِس وقت تو کام ہی کی بات کرو۔ بوغا نے بتایا تھا کہ تم ایک ذہین سراغرساں ہو۔"

"اُس نے غلط نہں بتایا تھا بتاؤ مین تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔"

عمران ٹارچ روشن کر کے اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اَب اُس نے دیکھا ایک پادری جس کے سینے میں خنجر پیوست تھا زمین پر دم توڑ چکا تھا اور دوسرا اُس کے قریب ہی کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ غالباً یہی عمران کو یہاں تک لایا تھا۔

"تیسرا کہاں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"وہ دوسری جگہ کا تھا واپس گیا۔ یہاں ہم دونوں ہی تھے ٹھہرو یہ بتاؤ! کیا تمہیں میک اَپ کرنا آتا ہے۔"

"یقیناً۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو میرا ایک بہت معمولی سا کھیل ہے"۔

"تم اس آدمی کی نقل بن سکو گے۔" اُس نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر تم میرے سینے میں خنجر اتارنے کی قوت رکھتے ہو تو یقیناً بن جاؤں گا۔"

"تم غلط سمجھے۔" پادری ہنسنے لگا۔ "میرا مطلب تھا اس کا میک اَپ۔"

عمران نے اُسے یقین دلایا کہ وہ ایسا کر سکے گا۔ پادری اُسے غار کے دوسرے حصے میں لایا اور یہاں ایک پٹرومیکس لیمپ روشن کرنے لگا۔ عمران ٹارچ روشن کئے قریب ہی کھڑا رہا۔

پٹرومیکس روشن کر چکنے کے بعد وہ اٹھا اور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا میں تمہیں اپنا دوست سمجھوں۔" اُس نے پوچھا۔

"تم چاہتے کیا ہو۔" عمران نے کہا۔ "میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر تمہیں مستقبل کی خبر دینے آیا تھا۔"

"چلو ختم کرو۔" وہ مسکرایا "بہت چالاک ہو۔ تم نے محض آرام حاصل کرنے کے لئے یہ جال بچھایا ہے تم جانتے ہو کہ کالے لوگ ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔"

"نہیں! میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عنقریب اِس گروہ کا قلع قمع ہو جائے گا اس پر کالی چیل کا منحوس سایہ منڈلا رہا ہے۔"

"خیر.... ختم کرو! بوغا کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" پادری نے پوچھا۔

"وہ.... وہ.... اُس سے ڈرو۔ وہ ایک سفاک درندہ ہے میں جانتا ہوں کہ اس تنظیم کا سربراہ وہی ہے۔ اُس کے مکان کے نیچے ایک بہت بڑا تہہ خانہ ہے جہاں بہت زیادہ قوت والے ٹرانس میٹر موجود ہیں۔ ٹیپ ریکارڈرز ہیں جن میں اُس کی عدم موجودگی میں پیغامات ریکارڈ ہوتے ہیں اور اِس بین الاقوامی تنظیم کو کنٹرول کرتا ہے۔

"خوب سمجھے تم۔ ہمارے دلوں میں بھی یہی شبہات موجود ہیں کہ وہی اس تنظیم کا سرغنہ مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"بوغا اور صرف بوغا۔" عمران ہاتھ جھٹک کر پُر رعب آواز میں بولا۔ "سیارے یہی خبر دیتے ہیں۔ سنہرا اُلّو اُس کے سر پر سوار ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"خیر تو یہ بوغا ہی کا قصہ ہے۔" پادری نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اُس کی لڑکی ہمارے ساتھ بھاگ آئی تھی۔ اس کے بعد ہم دونوں میں اس کے متعلق جھگڑا ہو گیا ہم دونوں ہی اُسے پسند کرتے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ اُسے دھوکا دوں گا اور اُس نے بھی یہی سوچا ہوگا۔ کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تمہیں یہ بھی بتادوں کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی ہمارا وبار ہوتا ہے دو آدمی کاروبار کے ہیڈ ہوتے ہیں اور وہ دونوں ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو ایک

دوسرے کے جانی دشمن ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہماری تنظیم برقرار ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر کڑی نظریں رکھتے ہیں۔"

"لیکن تم بوغا کی لڑکی کو لائے کیسے تھے۔ ہمیں تو وہ تمہارے ساتھ نہیں دکھائی دی تھی۔"

"اُسے ہم ایک صندوق میں لائے تھے اُس نے گیس ماسک پہن لیا تھا اور صندوق میں آکسیجن کی تھیلیوں کا ذخیرہ تھا۔ بہر حال وہ بہت بڑی قوت برداشت رکھتی ہے۔ مجھے تو اس پر حیرت ہے۔ کم از کم میں تو اتنی دیر کسی صندوق میں نہیں رہ سکتا۔ اُس نے خود ہی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ چلنا چاہتی ہے۔ ہم سمجھے تھے کہ وہ ہم میں مشترک رہے گی اور اُس نے بھی اشارۃً وکنایۃً ہم سے یہی کہا تھا مگر یہاں آکر اڑ گئی کہ یہ تو بہت بُری بات ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک ہی اُسے حاصل کر سکے گا اور اُسے اس سے شادی کرنی پڑے گی مگر وہ مجھ پر زیادہ اعتماد کرتی ہے اور شائد مجھے چاہتی بھی ہے۔"

"لاؤ.... داہنا ہاتھ بڑھاؤ.... میں بتاؤں۔" عمران کی حکمت عملی اسٹارٹ ہو گئی۔

اُس نے چپ چاپ ہاتھ بڑھا دیا۔ عمران بڑے غور سے اُس کے ہاتھ کی لکیروں کا جائزہ لیتا رہا پھر اُسے اس کے ماضی کے متعلق دو چار باتیں بتائیں۔

"واہ.... دوست تم تو کامل ہو۔" پادری ہنس کر بولا۔ "مگر مجھے لڑکی کے متعلق بتاؤ۔"

"اس کے معاملے میں تم واقعی خوش قسمت ہو۔ وہ تمہیں اس بُری طرح چاہتی ہے کہ تمہارے لئے جان بھی دے سکتی ہے.... اور وہ ایک موقع پر تمہاری جان بچائے گی۔ صرف وہی بچا سکے گی اور کوئی نہیں۔ لیکن اِسے بھی یاد رکھو کہ تم اُس سے ناجائز تعلق نہ قائم کر سکو گے۔ اگر کوشش کرو گے تو وہ خودکشی کر لے گی۔ لیکن شادی کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اس لئے مستقبل میں محتاط رہنا۔"

"بلاشبہ وہ ایک باوفا لڑکی ہے۔ میں دراصل اِس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ میرا بھی ایک گھر ہو، بیوی بچے ہوں۔ اطمینان کی زندگی بسر کروں۔ آج میں نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ اُسے ساتھ لے کر یہاں سے نکل چلیں گے اور مدد کے لئے تم پر نظر پڑی تھی مگر شائد اسے علم ہو گیا تھا؟" وہ خاموش ہو کر لاش کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں تنہا جزیرہ نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم جہاں بھی جاتے تھے ساتھ ہی جاتے تھے یہی ہمارا قانون ہے۔ ہماری عدم موجودگی میں ایک مقامی کالا آدمی ہمارا قائم مقام ہوتا ہے یہی حیثیت اُس جزیرے میں بڑے مٹو کو حاصل ہے جس میں بوغا کا قیام ہے۔ مگر بوغا وہاں تنہا ہے اِسی بناء پر ہم یہ سوچتے ہیں کہ وہی تنظیم کا سربراہ ہے۔ حالانکہ وہ یہی کہتا ہے کہ اس کی حیثیت جنرل منیجر کی سی ہے۔ کیا یہ دیوانگی نہیں ہے۔ پاگل پن نہیں ہے۔ وہ اربوں روپے کا مالک ہونے کے باوجود بھی ایسی گھٹیا زندگی بسر کر رہا ہے۔ آخر یہ کیسی ہوس ہے دولت آخر کس لئے ہوتی ہے۔"

"اِس مسئلے پر پھر بات کریں گے۔ فی الحال تم کام کی بات کرو۔"

"تم اس آدمی کے میک اپ میں میرے ساتھ چلو گے۔ اسٹیمر آئے گا اور وہ ہمیں بوغا کے جزیرے کی طرف لے جائیگا۔ صرف اُس کا کیپٹن ہی اصل معاملات سے آگاہ ہو گا یعنی وہ ہماری حیثیت سے واقف ہو گا اگر ہم کسی طرح اُسے ختم کر کے اُس کی جگہ لے سکے تو وہ اسٹیمر بوغا کے جزیرے کی طرف جانے کی بجائے تمہارے ملک کا رُخ کرے گا میں نے کیپٹن کو اطلاع بھجوائی ہے کہ وہ آج رات کو تین بجے اِس جزیرے کے ساحل پر آئے کیونکہ ہمیں کچھ قیدی بوغا کے پاس پہنچانے ہیں۔ تم اِس کا میک اَپ کرو۔ میں تمہارے ساتھیوں کو قیدی بنالوں گا۔"

"مگر لڑکی کا کیا کرو گے۔"

"وہ پھر صندوق میں۔"

"نہیں! میں اُسے مرد بنادوں گا۔ تم اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینا ہمارا ایک آدمی یہاں اور بھی ہے جو پہلے کبھی لایا گیا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا ہے۔"

"اوہ.... یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ میں کیپٹن کو بتاؤں گا کہ یہ آدمی انہیں قیدیوں کی وجہ سے بیمار ہوا ہے۔ لہٰذا ان سبھوں کو بوغا کے پاس پہنچایا جا رہا ہے۔" پادری نے کہا۔

O

حالات کا یہ رُخ قطعی غیر متوقع تھا جو کچھ بھی ہوا اُس میں عمران کی عقل کا اتنا دخل نہیں جتنا کہ مقدرات کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی گلو خلاصی کی کوئی صورت نکل آ

گی۔ ویسے اُس نے جو اسکیم مرتب کی تھی اس کا بار آور ہونا دیر طلب تھا۔ وہ اسکیم جس کی شروعات پامسٹری سے ہوئی تھی۔

بہر حال وہ تین بجے اُس گھاٹ پر تھے جہاں اسٹیمر لنگر انداز ہونے والا تھا۔ عمران مقتول پادری کے میک اَپ میں اُسی کی سی شان سے کھڑا تھا۔ خالد اسٹریچر پر پڑا تھا جسے دو سیاہ فام خادم اٹھائے ہوئے تھے۔ صفدر، جوزف اور لڑکی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ اور وہ کوئی نو عمر اور زخمی لڑکا معلوم ہو رہی تھی۔ زخمی لڑکا یوں معلوم ہو رہی تھی کہ اُس نے اپنے بال کٹوانا پسند نہیں کیا تھا! اس لئے عمران کو اِس انداز میں اُس کے سر کی ڈریسنگ کرنی پڑی تھی کہ بال بھی نہ ظاہر ہو سکیں اور سر زخموں سے چور چور معلوم ہو! دوسرا پادری جس نے اپنا نام رابرٹو بتایا تھا بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا!

اسٹیمر سوا تین بجے لنگر انداز ہو سکا اور ان کے اوپر پہنچتے ہی لنگر اٹھا بھی دیا گیا! اسٹیمر میں بھی قیدیوں کا کیبن موجود تھا جس میں وہ بند کر دیئے گئے لیکن ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نہ نکالی گئیں!

رابرٹو نے تھوڑی دیر تک جہاز کے کپتان سے گفتگو کی تھی اور پھر اُس بڑے کیبن کی طرف روانہ ہو گیا تھا جس میں دونوں کو قیام کرنا تھا!

رابرٹو نے عمران کو بتایا کہ بوغا کے جزیرے تک پہنچنے میں ڈھائی دن لگیں گے! لیکن اگر صبح نو بجے سے پہلے پہلے ہی جہاز کا رُخ بدل دیا جائے تو پھر موبار تک پہنچنے میں تعاقب کا بھی خدشہ خارج نہیں ہو سکتا! اُس نے بتایا کہ جہاز رانوں کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ انہیں کہاں جانا ہے!۔ کپتان وائرلیس کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ وہ اسٹیمر دراصل اس تنظیم کا گشتی اسٹیمر تھا!.... جس کا کام ہی یہی تھا کہ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے تک دوڑتا رہے اور اُن کی ضروریات پوری کرے۔

رابرٹو نے بھی وائرلیس ہی کے ذریعہ کیپٹن کو پیغام بھیج کر اُسے وہاں طلب کیا تھا!

"کام بن جاتا....!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "مگر یہاں میک اَپ کا سامان۔!"

"اوہ.... تم فکر نہ کرو!"۔ رابرٹو نے کہا! "یہ اسکیم پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھی اِس لئے میک اَپ کا سامان بھی لایا ہوں۔"

"گڈ.... تب تو.... ٹھیک ہے!۔ میرے دانست میں صبح ہونے سے پہلے یہ کام بھی ہونا چاہئے!۔"عمران نے کہا!۔

اور اسٹیمر کا کپتان بہ آسانی قابو آگیا! کیونکہ وہ عموماً رات بھر شراب نوشی کیا کرتا تھا اور دن کو سونے کا عادی تھا!.... پھر بڑی تیزی سے انہوں نے سارے انتظامات مکمل کیے! صفدر کو عمران نے اپنی جگہ دی اور خود کیپٹن کی جگہ سنبھالی اور اس کی جگہ، سنبھالتے ہی بیمار بھی ہو گیا! بیماری بھی ایسی کہ حلق بند ہو کر رہ گیا!.... اَب اس کے علاوہ اور کیا صورت رہ گئی تھی کہ وہ ماتحت عملہ کو اپنی آواز سنائے بغیر ہی احکامات صادر کرتا۔ وہ رعشہ زدہ ہاتھوں سے احکامات لکھتا تھا تاکہ رائٹنگ پہچان لئے جانے کا بھی امکان نہ رہے!

بہر حال ساڑھے آٹھ بجے دن کو ایک مخصوص جگہ پر جہاز کا رُخ موڑ دیا گیا اور اب اُن کی منزل جزیرہ موبار ہی تھا!۔

موبار پہنچنے میں چار دن لگ گئے!.... آہستہ آہستہ عمران کا حلق کھلتا گیا تھا اور اب وہ بھرائی ہوئی ناقابل شناخت آواز میں گفتگو کر سکتا تھا! موبار کے ساحل پر اسٹیمر اُس وقت لگا جب اندھیرا اچھی طرح پھیل چکا تھا!۔

دونوں پادری قیدیوں کو لے کر اُتر گئے! لیکن اَب اُن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں تھیں! بیمار خالد کو دو خلاصیوں نے اسٹریچر پر ڈال کر اٹھایا تھا!.... خالد کی حالت اب بہتر تھی اور اچھا خاصا تندرست نظر آنے لگا تھا! مگر عمران کی ہدایت تھی کہ وہ لیٹا ہی رہے!.... جہاز رانوں کی دانست میں ابھی جہاز کو لنگر انداز ہی رہنا تھا کیونکہ اسی وقت دونوں پادریوں کی واپسی بھی ہوتی!۔

صفدر کو عمران نے سب کچھ سمجھا دیا تھا!۔ تین گھنٹوں کے اندر ہی اندر اسٹیمر کے گرد بحری پولیس نے گھیرا ڈال دیا!.... ان پارٹیوں کی قیادت ایک انسپکٹر کر رہا تھا!.... کپتان پہلے ہی حراست میں لے لیا گیا۔ اور پھر کچھ دور لے جا کر چھوڑ دیا گیا! کیونکہ اُسے شالی کی خبر لینی تھی!.... وکیل داراب اور بلیک میلر مفتی سے نپٹنا تھا!.... رابرٹو نے اُسے بتایا کہ موبار کے کاروبار کے منتظم مفتی اور داراب ہی تھے! اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی تھے! لیکن شالی کا مسئلہ وہ بھی نہ حل کر سکا! رابرٹو چوہان کے متعلق بھی کچھ نہ بتا سکا!

عمران ابھی تک کپتان ہی کے بھیس میں تھا! وہ سیدھا شالی کے محل کی طرف چلا گیا!..

صفدر وہاں پہلے ہی سے موجود تھا!.... اُس نے بتایا کہ جولیا محل کے اندر موجود ہے! اور معمولی قسم کے میک اپ میں ہے! اس لئے اُسے پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی! پھر صفدر ہی نے معمولی سی پوچھ گچھ کے بعد پتہ لگالیا کہ محل میں آئی ہوئی نئی لڑکی کا نام جولیا ہی ہے!.... بس پھر عمران نے اندر جولیا کے لئے پیغام بھجوایا....! ہو سکتا ہے کہ جولیا یہی سمجھی ہو کہ وہ داراب کا کوئی آدمی ہوگا!۔ اُسے ڈرائنگ روم میں طلب کر لیا گیا!۔

لیکن جولیا سے پہلے شالی ٹکرائی اور اُس نے اُسے گھور کر پوچھا!" تمہیں داراب نے بھیجا ہے!۔"

عمران نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اثبات میں جواب دیا! اور شالی داراب کا نام لے کر برس پڑی!" آخر وہ ملتا کیوں نہیں مجھے الجھن میں کیوں ڈال رکھا ہے!۔"

"ملے گا.... ملے گا.... بہت جلد"عمران نے کہا!" میں جولیا کو ذرا باہر لے جانا چاہتا ہوں!۔"

اتنے میں جولیا بھی آگئی اور وہ بھی یہی سمجھی کہ وہ داراب کا بھیجا ہوا کوئی آدمی ہے! اس لئے وہ فوراً تیار ہو گئی....دونوں باہر آئے!

جولیا کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمران ہے تو اُس نے برس پڑنے کے لئے اسٹارٹ لینا چاہا لیکن عمران نے اُسے موقع کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کہا" وقت کم ہے! کھیل بگڑ جائے گا! اگر داراب نکل گیا!۔"

"داراب کے متعلق تمہیں خاور ہی سے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی! کیونکہ وہ اس کی نگرانی برابر کر تا رہا ہے!۔" پھر جولیا نے اُسے خاور کا پتہ بتایا!۔

خاور کے پاس یہی اطلاع تھی کہ داراب ابھی بھی اُسی ساحلی جھونپڑے میں تنہا موجود ہے! وہ بھی تفصیل معلوم کرنے کے لئے بے چین نظر آیا مگر ابھی عمران کے پاس اتنا وقت کہاں تھا!۔ جولیا جھونپڑے کی جانب اُس کی راہنمائی کرنے کو موجود تھی! اور دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ بھوت صحیح معنوں میں ناقابل تسخیر ہے!۔

جھونپڑے کے قریب پہنچ کر وہ رُک گئی اور آہستہ سے بولی!" ابھی کوئی داخل ہوا ہے!۔"

"میں نے دیکھا ہے!۔" عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ جھونپڑے کی ایک دیوار سے

جا نگے!۔ اندر سے روشنی چھن رہی تھی!۔

دفعتاً عمران نے ایک جانی پہچانی آواز سنی!۔ "داراب! غضب ہو گیا!۔ ڈی وسکی ہا نے کچھ دیر پہلے لینڈ کیا تھا۔ اَب وہ پولیس کے گھیرے میں ہے! اور رابرٹو.... تمہارے گھر پر تمہارا منتظر ہے۔!" یہ آواز سو فیصدی مفتی کی تھی۔ اُس آدمی کی جس نے اُسے شالی کی گارڈن پارٹی میں بلیک میل کرنے کی دھمکی دی تھی!

"اوہ.... تب تو ہمیں چپ چاپ کھسک ہی جانا چاہئے!.... اف فوہ! حالات کتنے خراب ہو گئے ہیں میں تو جانتا ہی تھا کہ جب بھی اپنی باری آجائے.... مگر خیر کوئی نہیں جانتا کہ ہم دونوں حقیقتاً کیا ہیں۔ چلو جلدی کرو! اپنی لانچ مغربی ساحل پر موجود ہوگی یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔!" یہ دوسری آواز داراب کی تھی۔!

"تم یہیں ٹھہرو!۔" عمران نے جولیا سے کہا اور تیزی سے اندر داخل ہوا۔

وہ دونوں اس طرح اچھل پڑے جیسے قریب بم گرا ہو!۔

"اوہ.... ہا!۔" داراب ہنسا! "ہیلو! کیپٹن ڈی گیرو.... تم کہاں!۔ بغیر اطلاع دیئے آگئے۔ کیا بات ہے۔!"

"مجھے بوغا نے بھیجا ہے!۔"

"کیوں!...." داراب نے حیرت سے پوچھا۔!

"تا کہ تم دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے جاؤں!"۔

"اوّل تو.... ہم سے ایسی کوئی خطا نہیں ہوئی!" داراب نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا! "اور اگر ہوئی بھی ہے تو تم اس سے لاعلم ہو کہ اِس وقت تمہارا جہاز پولیس کے نرغے میں ہے! تم نے کتنی دیر ہوئی اُسے چھوڑا تھا!۔"

"ہمیں وقت کا اندازہ نہیں ہے!" عمران نے اردو میں کہا! کیونکہ عینک جہاز ہی پر بھول آئے ہیں!۔"

"کیا؟۔" داراب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں! اب اُس نے پرنس آف چِروٹی کی آواز صاف پہچان لی تھی! اور مفتی بھی پلکیں جھپکانے لگا تھا!۔ دفعتاً وہ دونوں ہی اُس پر ٹوٹ پڑے۔

عمران تو پہلے ہی سے تیار تھا اس لئے اُن دونوں کے سر آپس میں کم از کم اتنے زور سے تو ضرور ٹکرائے کہ اِس کے بعد ہی عمران کو سنبھلنے کا مزید موقع مل سکتا! پھر جولیا بھی اندر چلی آئی!۔

"اوہ.... تم بھاگو.... یہاں سے" داراب چیخا.... مفتی بھی اُس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا! جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمران اُن دونوں پر چھا گیا! مفتی کے پیٹ پر پوری قوت سے اُن کا گھٹنا لگا تھا! اور وہ پیٹ دبائے ایک طرف ڈھیر ہو گیا تھا! پھر وہ اٹھنے نہیں پایا تھا کہ عمران نے داراب کو بھی اُسی جگہ گرا دیا۔ اور اب دونوں پر بیک وقت سوار تھا!.... وہ دونوں کچھ ایسے زیادہ طاقتور نہیں ثابت ہوئے۔

O

دوسری صبح عمران پرنس آف چِروٹی کی حیثیت سے شالی کے محل کے قریب پہنچا! وہ تنہا تھا! پولیس نے اِس عمارت کے گرد بھی حصار کر رکھا تھا!.... انسپکٹر کے اسسٹنٹ کے اشارے پر اُسے اندر جانے دیا گیا!

"پرنس....!" شالی اسے دیکھ کر چیخ پڑی! پھر تیزی سے اُس کے قریب آکر آہستہ سے بولی!: جاؤ.... خدا کے لئے چلے جاؤ.... ورنہ اَب تم سچ مچ میرے لئے پریشانیوں کا باعث ہو گے! میں کچھ بھی نہیں جانتی میں نے یہ سب کچھ دارب کے کہنے پر کیا تھا! وہ میرا قانونی مشیر تھا اور بس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی! اُس نے جو کچھ بھی کہا کرتی رہی!۔"

"ہم نہیں سمجھے آپ کیا کہہ رہی ہیں! ہاں باہر پولیس بھی موجود ہے! اُس نے ہمیں روکنے کی کوشش کی تھی مگر ہمیں کون روک سکتا ہے!۔"

"داراب کو انہوں نے پکڑ لیا ہے! سنا ہے کہ وہ اسمگلنگ کے الزام میں پکڑا گیا ہے! مگر مجھے سے کیا! میں بھائیوں کے کاروبار کی مالک ہوں! اور وہ کاروبار صاف ہے۔!"

"تمہیں بھائیوں کے کاروبار کے بارے میں کیا معلوم ہے۔!"

"دفتر میں جا کر ملازموں سے پوچھئے! میں کیا جانوں!" شالی نے غصیلے لہجے میں کہا! "آپ

کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔!"

"ہائیں.... ہم کون بھی نہیں ہیں!.... یعنی کہ انور چوہان!.... یعنی کہ آدھے کے حقدار۔"

"میں کچھ نہیں جانتی!.... داراب سے جاکر پوچھئے.... اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی بیوقوف نوجوان کو پھانس کر انور چوہان بناؤ ورنہ آدھا کاروبار ہاتھ سے نکل جائے گا!۔"

"اچھا تو ہم بیوقوف تھے....!" عمران نے آنکھیں نکالیں!۔

"خدا بہتر جانتا ہے! مگر تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔!"

"انور چوہان کے بھتیجوں کے سالے ہمیں پکڑ لے گئے تھے۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی "مگر تم اپنے متعلق کیا جانتی ہو!۔"

"کیا مطلب....!"

"بھائیوں کے کاروبار میں بہنیں کہاں سے آٹپکیں....!"

"مجھے اپنے باپ کا ترکہ ملا ہے۔!"

"کبھی باپ کی شکل بھی دیکھی ہے۔!"

"کیوں؟.... میں نہیں سمجھی...."

"نہ سمجھو!۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی! پھر بولا!

"اچھا چلو ہم خود کو انور چوہان ڈکلیر کئے دیتے ہیں۔ پھر کب ہوگی شادی وادی!"

"خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کیجئے.... جایئے۔"

"اِسی شرط پر کہ تم مجھے اصلیت سے آگاہ کردو!۔ اور اسے بھول جاؤ کہ میں شہزادہ ہوں! فرض کرو تم سے غلطی ہو! یعنی تم کسی ایسے آدمی کو بیوقوف سمجھ بیٹھی ہو جو حقیقتاً قانون کا محافظ رہا ہو!۔"

شالی نے اِس طرح چونک کر اس کی طرف دیکھا جیسے پہلی بار اُس کی آواز سنی ہو!۔ اور سچ مچ اُسے کوئی اجنبی ہی معلوم ہوا۔ کیونکہ اب عمران کے چہرے پر حماقت کی بجائے دل دہلا دینے والی سنجیدگی تھی!۔

"آپ.... آپ!" وہ ہکلائی!

"اس بحث میں نہ پڑو کہ میں کون ہوں! ویسے تم اِسی سے میری پوزیشن کا اندازہ کر سکتی ہو کہ میں پولیس کے گھیرے سے گذر کر یہاں تک پہنچا ہوں۔!"

شالی چند لمحے ساکت رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی!" آپ کوئی بھی ہوں! لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے اپنے باپ کو آج تک نہیں دیکھا! لیکن ہوش اسی محل میں سنبھالا ہے! اور مجھے میری آیائیں یہی بتاتی رہی ہیں کہ میں ایک بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہوں جو افریقہ کے کسی نواحی جزیرے میں رہتا ہے۔ اور وہ کہانی جو میں آپ کو پہلے سنا چکی ہوں! اس کا علم بھی مجھے انہیں ذرائع سے ہوا تھا! وکیل داراب نے بھی اس کہانی کی تصدیق کی تھی!۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم سچ کہہ رہی ہو! داراب نے سب کچھ اُگل دیا ہے اور یہ خبر سناتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ تم اب بالکل مفلس ہو! مگر پڑھی لکھی ہو اس لئے تمہیں مفلسی کی بھی پرواہ نہ ہونی چاہئے! میں کوشش کروں گا کہ تمہارے والدین کا پتہ لگایا جائے.... اوہو! تم متحیر ہو!...... ہاں یہ حقیقت ہے کہ تمہیں والدین کا پتہ لگانا پڑے گا!......تم اب تک اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ کا آلہ کار بنی رہیں جو بچوں کو اغوا کر کے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بردہ فروشی کرتا ہے اور تمہیں بھی صغر سنی ہی میں کہیں سے اغوا کر کے لایا گیا تھا! ان کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف جزیروں میں فرضی ناموں سے کاروبار کرتے ہیں اور ایسے آدمیوں کو کاروبار کا مالک بناتے ہیں جنہیں کاروبار کی اصلیت کا علم نہ ہو!.... اس لئے وہ بچپن سے اغوا کئے ہوئے بچوں کو خود پالتے ہیں تاکہ وہ زندگی بھر اُن کی انگلی پکڑے چلتے رہیں۔ کبھی ان کے دلوں میں اس کا خیال نہ پیدا ہو سکے کہ انہیں خود بھی کاروبار کو سمجھنا چاہئے! موبار میں بھائیوں کے کاروبار کے نام سے سالہا سال سے یہ گندے کاروبار جاری رہے ہیں!۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم نے چیکوں پر اپنے دستخط بھی کئے ہیں!۔"

"جی نہیں داراب کہتا تھا کہ وصیّت کے مطابق تاوقتیکہ دونوں شادی نہ کرلیں داراب ہی کو اس کا اختیار رہے گا کہ کاروبار یا دولت پر متصرف رہے! ویسے خود اس کا حصہ اپنا حق المحنت ہی ہوتا تھا! فرضی انور چوہان کی تلاش اِسی لئے تھی کہ شادی کے بعد ہم دونوں دولت پر متصرف ہو سکیں!"

"ہوں بڑی چالاکی سے کام ہو رہا تھا!" عمران نے کہا! "بہر حال کسی احمق نوجوان کی تلاش

اِس لئے تھی کہ کوئی لڑکا انہیں نہیں مل سکا تھا!ہاں تو اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کبھی قانون اِس گندے کاروبار کی بو سونگھ بھی لے تو وہ لوگ محفوظ رہیں!......ظاہر ہے کہ پولیس سُراغ کی کڑیاں ملاتی ہوئی کاروبار کے مالکان تک جا پہنچے گی!اور اصل مجرموں کو اِس دوران روپوش ہو جانے کا موقع مل جائے گا!پولیس کے ہتھے صرف وہ لوگ چڑھیں گے جو نام کے مالک تھے۔ اوہو.... کیا بات ہوئی ہے.... اِن لوگوں کا ستارہ گردش ہی میں آگیا تھا! ورنہ تمہاری نظر انتخاب مجھ پر ہی کیوں پڑتی۔!"

شالی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں! اور وہ بہت دنوں کی بیمار معلوم ہونے لگی تھی یا پھر ایسا لگ رہا تھا جیسے اُس کی موجودہ عمر میں کم از کم دس سال یک بیک بڑھ گئے ہوں!

"تم.... مگر.... پھر آپ پر یہاں اس رات حملہ کیوں ہوا تھا!وہ لوگ کون تھے!"اُس نے کانپتی ہوئی سی آواز میں پوچھا!۔

"وہ بھی محض فریب تھا!.... دکھاوا تھا!داراب اِس طرح اپنے بیان کی تصدیق کرانا چاہتا تھا!.... چاہتا تھا کہ مجھے انور چوہان والی کہانی پر یقین آجائے!اور میں اپنی زبان بند کرلوں!۔

"اب میرا کیا ہوگا!۔"

"مقدمے کے اختتام تک تمہیں غالباً یہیں ٹھہرنا پڑے گا!اور حالات کی بنا پر حکومت تمہاری کفالت کرے گی!اگر تم پر جرم ثابت نہ ہوسکا تو تم آزاد ہوگی۔!"

O

"مگر عمران صاحب.... ! مفتی آپ سے خواہ مخواہ کیوں الجھا تھا۔"اُسی شام کو صفدر نے پوچھا"آپ کو انور چوہان کے سلسلے میں بلیک میل کرنے کی دھمکی کیوں دی تھی!۔"

"محض لغویت.....!وہ بھی داراب کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتا تھا یہ جتانا چاہتا تھا کہ انور چوہان کوئی خیالی تخلیق نہیں ہے! بلکہ حقیقتاً وجود رکھتا ہے! مگر بھئی کمال ہے.... صفدر صاحب!.... ہم نے سفر کرنے کے سوا اور کیا ہی کیا ہے!ایک بار مجھے تین لڑکیاں بھگالے گئیں! پھر میں بوغا کے جزیرے میں پہنچا اور کھیاں مارتا رہا پھر رابرٹو کے جزیرے میں بھی کھیاں ہی

مارنے کا ارادہ تھا.... مگر خود بخود ساری راہیں کھل گئیں!بس یہ سمجھ لو کہ اس بین الاقوامی گروہ کو بے نقاب ہونا ہی تھا.... اِس طرح ہوگیا؟ خود بخود سامنے آگیا!.... ہمیں تو کام [illegible] شروع کرنا ہے۔!"

"[illegible] مطلب!"

"بوغا....!"عمران نے ٹھنڈی سانس لی!"لیکن یہ کام بے حد دشوار ہوگا!بوغا پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ ہوگا!کیونکہ وہ فی الحال فرانس کا شہری ہے!لیکن میں اُسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا!.... وہ ساری دنیا کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے!۔"

"اور بوغا کی لڑکی"صفدر مسکرایا!

"بھوت نہیں اُترا.... ابھی تک....!کل وہ دونوں حوالات ہی میں شادی کر رہے ہیں! چونکہ وہ سرکاری گواہ ہیں اِس لئے انہیں رعایت ملے گی۔"

"آہا.... ہاں.... اُس بڑے آدمی کا کیا ہوا جس کا تذکرہ خالد نے کیا تھا۔"

"گڑے ہوئے مردے نہیں اکھاڑے جائیں گے۔!اسے چھوڑ کر بوغا کے متعلق سوچو ایکس ٹو اُسے ہر حال میں اپنا قیدی دیکھنا چاہتا ہے...."عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا۔

عمران سیریز نمبر 35

جزیروں کی روح

دوسرا حصہ

پیشرس

بوغا کے سلسلے کا دوسرا ناول ملاحظہ فرمایئے۔ ہو سکتا ہے بعض احباب اس پر معترض ہوں کہ بوغا کی کہانی طویل ہوتی جا رہی ہے لیکن میرے ایسے پڑھنے والے اکثریت میں ہیں جن کا عرصے سے تقاضا تھا کہ پھر "شعلوں" کی داستان ہی کی طرح کوئی مسلسل کہانی پیش کی جائے۔ اتفاقاً عمران کا خاص نمبر لکھتے وقت بوغا کا کردار ہاتھ آگیا اور اس کردار میں مجھے کسی مسلسل کہانی کا کردار بننے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم نظر آئیں، لہٰذا کہانی حاضر ہے۔

ابھی حال ہی میں "جاسوسی دنیا" کے کیپٹن حمید کے متعلق ایک فرمائش آئی ہے جو مجھے بھی پسند ہے۔ فرمائش ہے کہ ایک ناول ایسا لکھا جائے جس میں صرف کیپٹن حمید کے کارنامے ہوں۔ کرنل فریدی اس میں ہدایت کار کی حیثیت سے بھی نہ آئے۔ پورا کیس حمید ہی کو نپٹانا

چاہئے۔ میں خود بھی ایک ایسے ناول کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ انشاء اللہ جاسوسی دنیا کے خاص نمبر کے بعد ہی یہ فرمائش بھی پوری کر دی جائے گی۔

ہاں اس بار پھر کاغذ ہی کا مسئلہ درپیش ہے اس وقت جب کہ یہ پیشرس لکھ رہا ہوں۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب کے مقدر میں بھی ڈھنگ کا کاغذ ہے یا نہیں......! کوشش تو اسی کی جاری ہے کہ سفید ہی کاغذ دستیاب ہو جائے۔ لیکن اگر نہ مل سکا تو آپ بھی صبر ہی کیجئے گا کیونکہ میں اپنی ایک پائی بھی بلیک مارکیٹ کی نذر کرنے کو تیار نہیں۔ اگر سرکاری نرخ کے مطابق سفید کاغذ مل سکا، تو فبہا ورنہ پھر کوئی رنگین ہی کاغذ استعمال کیا جائے گا۔ غالباً آپ کو بھی بلیک مارکیٹ کرنے والوں سے ہمدردی نہ ہوگی۔

ابن صفی

۲۱ر فروری ۱۹۵۹ء

O

رانا پیلس کی فضا ان دنوں صرف اس اعتبار سے پُر سکون تھی کہ کئی دنوں سے ادھر عمران کا گذر نہیں ہوا تھا۔ رابرٹو اور لزی یہیں مقیم تھے۔ ان کی شادی ہو چکی تھی اور جوزف دن رات ان کے تعلقات پر تنقید کرتا رہتا تھا۔ اس کے سامنے اپنے دل ہلا دینے والے خواب دہراتا۔ وہ بھی اس انداز میں جیسے وہ شادی ان دونوں کے لئے کسی بہت بڑی بد نصیبی کو دعوت دینے والی ہو۔ رابرٹو تو خیر ہنس کر ٹال دیتا تھا لیکن لزی لڑنے کھڑی ہو جاتی تھی۔

آج بھی وہ جوزف سے لڑ جھگڑ کر اپنی خوابگاہ میں گئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ وہ رابرٹو کی جرابوں میں رفو کر رہی تھی اس وقت اسے دو تین چھینکیں آ گئیں! جوزف بھی قریب ہی موجود تھا۔ اس نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے تھے اور پھر بولا تھا۔

"تم تباہی لاؤ گی اپنے شوہر پر!"

"کیوں؟" لزی نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"رمیگاشی تمہاری ناک میں اپنی دُم ہلاتا ہے مگر تم عورتوں میں اتنی تاب کہاں کہ اپنی چھینکیں روک سکو۔ خواہ شوہر کو مُردہ خور گدھ ہی کیوں نہ نوچ کھائیں۔"

"کیا بک رہے ہو....؟"

"شوہر کا کوئی کام کرتے وقت چھینکیں روکا کرو۔"

"تم مجھ سے بے تکی بکواس کیوں کرتے ہو؟" لزی جھلا گئی تھی "تمہیں شرم آنی چاہئے کہ کرسچین ہو کر ایسے لغو اعتقادات رکھتے ہو!"

"اچھا تو دیکھ ہی لینا۔ ہولی فادر جوشوا بھی ان آسمانی بلاؤں سے ڈرتے تھے' جو سورج غروب ہوتے ہی اندھیروں کو پکارنے لگتی ہیں۔"

دونوں میں کافی دیر بحث ہوتی رہی تھی۔

پھر لڑکی سونے کے لئے چلی گئی تھی۔

اب ڈیڑھ بجنے والے تھے لیکن جوزف ابھی تک جاگ رہا تھا۔ رات میں وہ عموماً کم ہی سوتا تھا۔ دو بجے تک تو بوتلوں سے شغل ہوتا رہتا۔ اس کے بعد بھی اگر واقعی نیند آئی تو سو گیا ورنہ پلنگ سے پیٹھ لگانا بھی گوارہ نہیں کرتا تھا۔ آج کی شراب کا کوٹہ ڈیڑھ ہی بجے ختم ہو گیا تھا اس لئے اب وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آخر ایک بوتل کہاں گئی اسے شبہ تھا کہ اس کی ایک بوتل کہیں غائب ہو گئی ہے لیکن وہ اس سلسلے میں ملازمین سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسے بات بڑھ جانے کا دھڑکا ہمیشہ لگا رہتا تھا۔ جس پر عمران کی باز پرس سے یقینی طور پر دو چار ہونا پڑتا.... وہ بس اسی سے ڈرتا تھا اور اسی کمزوری کی بنا پر بعض اوقات معمولی خدمت گار بھی اس پر چڑھ دوڑتے تھے۔

ڈیڑھ بجے جب آخری قطرہ بھی ختم ہو گیا تو وہ باہر نکلا اس کا معمول تھا کہ جب تک جاگتا رہتا ایک آدھ بار نکل کر عمارت کے گرد چکر ضرور لگاتا تھا اور جب سونے کا ارادہ ہوتا تب تو باہر کا جائزہ لئے بغیر خوابگاہ کا رخ ہی نہیں کرتا تھا۔ اس وقت بھی عادت کے مطابق ہی باہر نکلا تھا۔

پورچ کا بلب روشن کرنے کے بعد وہ نیچے اترا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

کمپاؤنڈ کے کسی گوشے سے چوکیدار کے کھکارنے کی آواز آئی.... اور زمین پر لاٹھی کے ہول بجنے لگے۔ مگر جوزف نے اس کی طرف دھیان بھی نہ دیا کیونکہ اسے جو چیز نظر آئی تھی وہ اس کی گمشدہ شراب کی بوتل تھی۔ وہ چند لمحے آنکھیں پھاڑے اسے گھورتا رہا۔ پھر اتنی احتیاط سے اس کی طرف بڑھنے لگا جیسے وہ قدموں کی آہٹ سے بھڑک کر کسی طرف کو بھاگ نکلے گی۔ قریب پہنچ کر جھپٹا بھی اس انداز میں مارا تھا گویا کسی کبوتر باز نے اپنے جھنڈ کے ساتھ اڑ آنے والے کسی اجنبی کبوتر پر ہاتھ چلایا ہو۔

بوتل خالی نہیں تھی بلکہ اس کی دانست میں تو شاید کھولی ہی نہیں گئی تھی! اگر وہ شراب کی بوتل نہ ہوتی تب تو غالباً وہ یہ ضرور سوچتا کہ آخر اس کا یہاں کیا کام، لیکن وہ تو بس شراب کی بوتل تھی.... زمین سے اُگی ہو یا آسمان سے ٹپکی ہو اس میں شراب تھی اور شراب اسی لئے ہوتی ہے کہ اسے پیا جائے۔ پھر ایسی صورت میں جب غیر متوقع طور پر ہاتھ آئی ہو۔ جوزف جیسے لوگ

اس کی شانِ نزول پر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کر سکتے۔

وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ بڑی احتیاط سے بوتل کھولی اور اسے ہونٹوں میں دبا کر جو چسکی لی ہے تو چوتھائی بوتل ایک ہی بار حلق سے اتار گیا۔

مگر نہ جانے کیوں اسے یہ چوتھائی بوتل ایسی لگی جیسے کسی بیرل کے سوراخ میں منہ لگا کر اس کے تلچھٹ تک چوس گیا ہو۔ آنکھیں پتھرا سی گئیں اور دوران خون ان پر ٹھوکریں مارنے لگا۔

"واہ.... بھئی واہ!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا "کھوپڑی پر بچھو نے ڈنک مار دیا ہے کیا؟!"

پھر وہ بوتل کو بلب کی سمت اٹھا کر بچی ہوئی تین چوتھائی شراب کا جائزہ لینے لگا۔

"تم پہلے تو اتنی تیز نہیں تھیں کٹو!" اس نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "یہ آج.... تمہیں کیا ہو گیا ہے کھوپڑی پر پھن مار رہی ہو.... ہو ہو ہو....!"

وہ ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لا کر ہنسا اور ہنسی کے اختتام پر سیٹی کی سی آواز نکلی!

چوکیدار لاٹھی ٹیکتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے للچائی ہوئی نظروں سے شراب کی طرف دیکھا۔

''اے......کیا دیکھتا......'' جواف ہاتھ ہلا کر غراتا ہوا بولا۔ ''بھاگ جاؤ''

"سردی ہے صاحب!" چوکیدار نے دانت کٹکٹائے اور بوتل کی طرف دیکھتا ہی رہا۔ جوزف کا نشہ اتنی ہی سی دیر میں اتنا تیز ہو گیا کہ اسے ایک کے چار چوکیدار نظر آنے لگے۔

اس کا دل اس وقت رحم کے جذبہ سے سرشار ہو رہا تھا اور اس نے سوچا تھا کہ چوکیدار کو دو چار گھونٹ ضرور دے گا.... لیکن یہ چار.... یہ چاروں تو پوری بوتل صاف کر جائیں گے.... وہ انگلی اٹھا کر انہیں گننے لگا۔

لیکن دشواری یہ پیش آئی کہ کبھی وہ چاروں تیزی سے ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے اور کبھی پھر چار نظر آنے لگتے۔ دفعتاً اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"اے.... تم.... ساب.... الگ.... الگ راؤ۔"

"کون صاحب؟" چوکیدار بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"تم ساب!"

"یہاں تو میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" چوکیدار نے سہم کر کہا۔

جوزف کو اس کے اس جھوٹ پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے بوتل تیسری سیڑھی پر رکھ دی اور مٹھی بھینچ کر اٹھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس بد تمیز چوکیدار کو ضرور پیٹے گا۔ جو اتنی ڈھٹائی سے اس بات کی تردید کر رہا ہے۔

چوکیدار اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اسے تو جوزف کی مسکراہٹ بھی خوفناک معلوم ہوا کرتی تھی چہ جائیکہ وہ اس پر مکا تان کر دوڑے۔

جوزف لڑکھڑایا اور ڈھیر ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ستارے سے ناچ رہے تھے اور بجلی کی روشنی کے باوجود بھی اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے برف کی طرح ٹھنڈے فرش سے اپنے پیشانی چپکا دی اور پھر نہ اٹھ سکا۔

چوکیدار کو جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ جوزف ہوش میں نہیں ہے تو اس نے بوتل اٹھا کر شراب کی مقدار کا اندازہ کیا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ دو تین لمبے گھونٹ لے کر بچی ہوئی شراب میں اتنا ہی پانی ملا دے تو جوزف کے فرشتے بھی اس چوری کا پتہ نہیں لگا سکیں گے۔

چوکیدار نے پہلے کبھی اسے اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے آج وہ درجنوں بوتلیں چڑھا گیا ہو۔

وہ بھی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ بوتل اٹھائی۔ کاک کھولا اور ہونٹوں میں دبا کر ایک چھوٹا سا گھونٹ لیا اور پھر صرف تین ہی گھونٹوں نے اسے بھی تارے دکھا دیئے۔ اس نے سوچا شراب تیز ہے اس لئے چوتھے گھونٹ کی ہمت نہ کرنی چاہئے ورنہ ہو سکتا ہے کہ اسے بھی جوزف ہی کی طرح ڈھیر ہو جانا پڑے۔

وہ اس لئے اٹھا تھا کہ نل سے بوتل میں تھوڑا پانی ڈال کر مقدار پوری کر دے۔ لیکن دو چار ہی قدم چل کر ڈھیر ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اچانک رابرٹو کے کمرے میں چیخیں گونجنے لگیں جن کی آوازیں ملازمین تک نہیں پہنچ سکتی تھیں کیونکہ وہ سرونٹس کوارٹر میں سوئے پڑے تھے۔

لزی رابرٹو کے برابر ہی والے کمرے میں سو رہی تھی۔ وہ اس کی چیخیں سن کر جاگی اور بوکھلائی ہوئی باہر نکل آئی۔

اس کی خوابگاہ کے دروازے پر رک کر اسے آوازیں دیں اور بھرپور قوت سے دروازہ پیٹنے

لگی۔

"ہاں... ہاں.... ٹھہرو!" اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی لیکن اس سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ رابرٹو ہی کی آواز ہے یا کسی اور کی! وہ جوزف کے کمرے کی طرف دوڑی لیکن اس کا دروازہ کھلا ہوا ملا اور جوزف بھی اندر موجود نہیں تھا۔

پھر اب کیا کرے؟

اس کے اوسان بجا تھے وہ سوچ سکتی تھی۔ صرف جوزف ہی اندر سوتا تھا۔ ملازمین کوارٹروں میں سوتے تھے لیکن کیا اس وقت اندھیرے میں وہاں تک دوڑ جانا مناسب ہو گا۔ مگر جوزف کہاں ہے؟

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھی یہ بھی کھلا ہی ہوا ملا لیکن پورچ میں اندھیرا تھا۔ وہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اب اس کے ذہن میں بہت زیادہ خوف مسلط ہو گیا تھا۔

دفعتاً اندر سے کسی نے اس کا نام لے کر پکارا اور وہ اچھل پڑی۔ اس بار بھی آواز نہیں پہچان سکی تھی۔ لیکن دوڑتی چلی گئی.... کیونکہ یہ آواز رابرٹو ہی کی تھی۔

اس نے اسے اپنے کمرے کے سامنے کھڑے دیکھا۔

"اوہ.... لزی!.... تم.... کہاں تھیں؟" وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"تم.... تم.... اوہ خدا کا شکر ہے.... تم کیوں چیخے تھے؟ میں نوکروں کو دیکھنے گئی تھی.... جوزف غائب ہے.... کیا ہوا تھا؟"

"ٹھہرو.... بتاتا ہوں...." وہ دیوار سے لگ کر شاید اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

لزی اسے اس طرح دیکھ رہی تھی.... جیسے اس کے جسم پر چوٹ کے نشانات تلاش کر رہی ہو۔

"بولو.... نا.... ڈیئر.... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بوغا...." رابرٹو نے آواز کو صاف کیا۔

"کیا؟...." لزی خوفزدہ انداز میں اس کے بازو سے لپٹ گئی۔

"ڈرو نہیں! میں نے اسے مار ڈالا۔"

"کیا کہہ رہے؟" لزی چیخ پڑی۔

"آؤ!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی خوابگاہ میں لایا۔

"یہ دیکھو!"

"اوہ...." لزی بیساختہ ہنس پڑی۔ میں سمجھی شاید تم نے ڈیڈی کو مار ڈالا۔" پھر وہ جھک کر اس مردہ سانپ کو دیکھنے لگی جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔

"اس رنگت کا سانپ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" اس نے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر کہا۔

سانپ گہرے سرخ رنگ کا تھا اور اس کی لمبائی ڈیڑھ بالشت سے زیادہ نہیں تھی۔

"مجھے حیرت ہے لزی! کہ تم اپنے باپ کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں۔ یہ بھی نہیں جانتیں کہ یہ موت کا ہرکارہ بوغا کی علامت ہے۔"

"مگر میں نے ان کے پاس سانپ کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ یہاں آیا کیسے؟"

"اس روشندان کے علاوہ اور کہیں سے نہیں پھینکا جا سکتا۔" رابرٹو نے چھت کے قریب والے روشندان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مجھ پر پھینکا گیا تھا۔ اگر میری آنکھ نہ کھل گئی ہوتی تو شاید پھر کبھی بیداری نصیب نہ ہوتی۔"

"تم پر ہی گرا تھا۔"

"ہاں! لیکن میری موت نہیں آئی تھی۔ آنکھیں کھولنے سے پہلے ہی میں نے اسے جھٹک دیا تھا.... اور لزی!.... مگر جوزف.... تم کہہ رہی تھیں کہ جوزف کہیں غائب ہو گیا۔"

"صدر دروازہ کھلا پڑا ہے۔"

رابرٹو نے گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اوہ.... یہ تو اس کے جاگتے ہی رہنے کا وقت ہے.... وہ کہاں گیا.... تم یہیں ٹھہرو! میں دیکھتا ہوں۔"

وہ تیزی سے باہر نکل گیا اور لزی اس سانپ کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنے باپ بوغا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی مگر رابرٹو وقتاً فوقتاً اسے اس کے بارے میں ایسی باتیں بتاتا کہ اس کا دل دہل جاتا۔ وہ بوغا کو اتنا بھیانک اور پُر اسرار آدمی نہیں سمجھتی تھی۔ رابرٹو اکثر کہتا بوغا ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ بھی اس سے بہت زیادہ خائف تھا.... مگر یہ سانپ؟ تو کیا بوغا بھی یہیں ہے؟ اسے اس پر یقین نہ آسکا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بوغا اتنا لمبا سفر طے کر کے یہاں

آئے گا۔ مگر یہ کام تو وہ اپنے ان گرگوں سے بھی لے سکتا تھا جو رابرٹو ہی کے بیان کے مطابق ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں اسے کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ خود اتنے ذرا ذرا سے کاموں کے لئے ادھر ادھر دوڑتا پھرے.... نہیں بوغا بذاتِ خود یہاں اس ملک میں نہیں ہو سکتا.... وہ سوچتی رہی اور اس کا خوفزدہ دل تیز رفتار سے دھڑکتا رہا۔

اس نے قدموں کی آہٹ سنی اور چونک کر دروازہ کی طرف دیکھنے لگی۔ آنے والا رابرٹو ہی تھا۔

"وہ پورچ میں بے ہوش پڑا ہے۔" اس نے کہا "اس سے تھوڑے فاصلے پر چوکیدار.... میں نوکروں کو جگا آیا ہوں.... وہ انہیں اٹھا رہے ہیں.... لزی! اب ہم صحیح معنوں میں.... خیر ہٹاؤ!"

"نہیں کہو!"

"ہم خطرے میں ہیں لزی! تمہارا باپ رحم کے جذبات سے یکسر خالی ہے وہ اپنی اولاد پر بھی رحم نہیں کر سکتا۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتی.... اگر وہ ظالم ہے تو میں بھی اسی کی بیٹی ہوں! میری خودسری اس کے آگے نہیں جھک سکتی!"

کچھ دیر تک خاموشی رہی اور پھر یک بیک لزی اس کے سینے سے لگ کر سسکیاں لینے لگی۔

"رابی.... رابی.... اگر اس نے تمہیں ڈس لیا ہوتا تو کیا.... ہوتا۔"

"اوہ.... چھی!" وہ اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "تم رو رہی ہو.... میں بھی موت سے نہیں ڈرتا ہنی.... میرا تو جی بھر گیا ہے بوغا کے گندے بزنس سے! شریفوں کی طرح گھریلو زندگی بسر کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ اٹلی کی حکومت رابرٹو کو چالیس آدمیوں کے قتل کے جرم میں موخوذ کر چکی ہے! میرے سینے میں ابھی وہ دل مردہ نہیں ہوا.... میں ایک بار پھر آگ اور خون سے کھیل سکتا ہوں.... اوہ ٹھہرو! میں عمران کو اس کی اطلاع دے دوں۔"

وہ لزی کو ایک آرام کرسی میں ڈال کر کمرے سے چلا گیا۔

لزی اپنے آنسو خشک کر رہی تھی۔ رابرٹو کی واپسی تک وہ پھر خود کو پُر سکون محسوس کرنے لگی۔

رابرٹو نے دو گلاسوں میں تھوڑی تھوڑی برانڈی انڈیلی اور گلاس لزی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "آج کی رات بڑی سرد ہے۔"

"یہ عمران کیا کرلے گا۔" لزی نے گلاس لیتے ہوئے کہا۔

"بظاہر.... " رابرٹو مسکرایا "وہ ایک پرلے سرے کا گاؤدی آدمی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ بعض اوقات یہی دل چاہتا ہے کہ اس کے سامنے کان پکڑلوں!"

"میں ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتی جو لحظہ بہ لحظہ بدلتے رہتے ہوں۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے اس کے ساتھ.... ہاں کسی حد تک تم اس کی زبان کو ضرور الزام دے سکتی ہو۔"

"سچ پوچھو تو اس کے معاملے میں عجیب حال ہے۔ کبھی میں اسے پسند کرتی ہوں اور کبھی اس شدت سے نفرت کرنے لگتی ہوں کہ شکل دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"وہ ایسا ہی آدمی ہے۔" رابرٹو نے ہنس کر کہا "آج کل تو وہ ہر وقت کاندھے پر ایئر گن لٹکائے رکھتا ہے۔"

"بس اس کی یہی حماقتیں گراں گذرتی ہیں!"

رابرٹو کچھ نہ بولا۔ وہ اس حادثے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جوزف کی بیہوشی اس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ یہ تو سوچا ہی نہیں جاسکتا کہ شراب اس بیہوشی کی وجہ بنی ہوگی۔ کیونکہ وہ بلا نوش تھا.... پھر چوکیدار کی بیہوشی.... گو اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی لیکن اس کے یا جوزف کے قریب رابرٹو کو نہ تو کوئی بوتل ہی ملی اور نہ گلاس۔

وہ سوچتا رہا.... اس درمیان میں ملازموں کی آوازیں بھی عمارت میں سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ شاید جوزف اور چوکیدار کو اندر لائے تھے۔ رابرٹو اٹھا اور اس کے ساتھ لزی بھی اٹھ گئی۔ وہ دونوں جوزف کے کمرے میں آئے وہ اب بھی بیہوش تھا "میرا خیال ہے کہ اسے کوئی خواب آور چیز دی گئی ہے۔" رابرٹو نے کہا "یہ ضروری تھا کیونکہ یہ رات گئے تک جاگتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا بیدار رہنا ان کے ارادوں میں خارج ہوتا۔"

"تو کیا وہ کئی رہے ہوں گے رابی؟"

"خدا جانے!" رابرٹو نے شانوں کو جنبش دی اور سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالنے لگا۔ وہ

کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے سگریٹ سلگائی۔ دو تین گہرے گہرے کش لئے پھر مضطربانہ انداز میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو رابی؟" لزی نے اسے ٹوکا۔

"اوہ دیکھو!" وہ ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا۔ "یہ سانپ اسی لئے پھینکا گیا تھا کہ ڈس لے۔"

"اور کیا؟" لزی کا انداز استفہامیہ تھا۔

"لیکن اس نے مجھے نہیں ڈسا۔"

"تم جلد جاگ گئے تھے.... ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔" رابرٹو نے کہا۔ "یہ خونخوار بوغا کی علامت ہے۔ ساری دنیا میں اس قسم کے سانپ بوغا کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ہیں لیکن اس نے مجھے نہیں ڈسا۔ بوغا مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ ہر ایک یہی کہے گا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے لزی کہ کیا یہی ایک طریقہ ہو سکتا تھا اس روشندان سے جو سانپ پھینک سکتا ہے کیا وہ فائر نہ کر سکتا؟ یقین جانو اگر اس نے کسی بے آواز ریوالور سے فائر کیا ہوتا تو اس وقت اس بستر پر میری لاش ہی نظر آتی۔"

"کیوں بے تکی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تمہاری خواہش یہی تھی؟" لزی جھنجھلا گئی۔

"نہیں! مجھے اس پر حیرت ہے۔ بوغا کا نشانہ آج تک خطا نہیں ہوا۔ وہ ایسے بچکے کام نہیں کرتا۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا مقصد محض وحشت زدہ کرنا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی مقصد ہی نہ ہوا.... پھر سانپ کیوں؟.... اوہ" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "میرے خدا!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "یہ۔ یہ.... تو کیا؟"

پھر لزی نے اسے تیزی سے باہر جاتے دیکھا۔ لزی بھی جھپٹی وہ لائبریری میں آیا تھا جہاں فون رہتا تھا۔ اس نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ہیلو! ہیلو!" کہتا رہا۔ کئی بار ڈس کنکٹ کر کے نمبر ڈائیل کئے لیکن شائد دوسری طرف سے جواب ہی نہیں مل رہا تھا۔ آخر اس نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی اور اپنی پیشانی سہلانے لگا۔

"کیا بات ہے.... رابی! مجھے تو بتاؤ۔"

"عمران شائد وہاں سے چل پڑا ہے!" رابرٹو مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اوہ اب میں کیا کروں!"

"تم نے اسے پہلے تو اطلاع دی تھی۔"

"ہاں....اور غلطی کی تھی!"

"کیوں؟"

"یہ جال اسی کے لئے بچھایا گیا ہے۔ میرے خدا اب وہ قتل کر دیا جائے گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم.... ہوش میں ہو یا نہیں؟" لزی نے اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ جال اسی کے لئے پھیلایا گیا ہے.... مجھ پر سانپ پھینکا جائے.... میں اس کی اطلاع عمران کو دوں.... اور عمران یہاں دوڑا آئے.... آج تک کوئی بھی بوغا کو للکارنے کی ہمت نہیں کر سکا.... یہ عمران ہی تھا جو اس کی قید سے نکل آیا.... دیکھو لزی! اگر میں اس کا ساتھ نہ دیتا تب بھی وہ بوغا کی قید میں زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکتا تھا.... یہ وہ آدمی ہے جس کی وجہ سے مکلارنس کے سر کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے.... سنگ ہی جیسے آدمی کو اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ اسے بھتیجا کہہ کر اپنی جان بچائے۔ لہٰذا بوغا سے ایسی حماقت نہیں سرزد ہو سکتی کہ اسے کھلی ہوئی چھوٹ دے جائے!"

"مگر عمران؟"

"ہاں.... وہ آج کئی دنوں سے اپنے فلیٹ میں نہیں ہے۔ لیکن شہر ہی میں کہیں ہے۔ جوزف بھی اس کی جائے قیام سے واقف نہیں ہے۔ ویسے وہ روز ہی مجھ سے فون پر گفتگو کرتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی جاگ کر اس نے ہی میری کال ریسیو کی تھی.... لیکن اس بار کوئی جواب ہی نہیں مل رہا.... اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ چل پڑا ہے.... میرے خدا....!"

رابرٹو کراہ کر بیٹھ گیا۔

پھر بولا "لزی ڈارلنگ! بوتل یہیں اٹھا لاؤ۔"

"تم پھر بہت پینے لگے ہو۔" لزی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اچھا رہنے دو.... میں صرف تھکن دور کرنا چاہتا تھا۔"

لزی کچھ کہنے والی تھی کہ ایک آدمی لائبریری میں داخل ہوا لیکن اس کا چہرہ اوور کوٹ کے کالر اور فلٹ ہیٹ کی اوٹ میں تھا۔

رابرٹو نہ صرف اچھل کر کھڑا ہو گیا بلکہ لزی نے اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی دیکھا۔

"میں دوست ہوں۔" آنے والے نے کہا اور لزی بوکھلا گئی کیونکہ آواز بالکل رابرٹو ہی کی سی تھی اور رابرٹو نے بھی پلکیں جھپکائیں۔

لزی نے اجنبی کو کالر گراتے اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ اوپر اٹھاتے دیکھا.... دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکھڑاتی ہوئی دیوار سے جا لگی.... کیونکہ آنے والے کو دوسرا رابرٹو ہی کہا جا سکتا تھا۔

"کیا میں تمہیں گولی مار دوں؟" رابرٹو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔" اس کے ہمشکل نے جواب دیا۔ "میرا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر ہے.... انگلی ٹریگر پر اور ریوالور کا رخ لزی کی طرف ہے.... تم مجھے مار سکتے ہو لیکن لزی بھی تمہیں زندہ نہ ملے گی.... کیا سمجھے؟"

"تم کون ہو؟"

"کہہ چکا ہوں کہ دوست!" ہمشکل نے جواب دیا۔ "اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مجھے تمہاری جگہ لینی ہے.... اور لزی کی جگہ لینے والی تمہارے کمرے میں میرا انتظار کر رہی ہو گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تم دونوں کو اسی وقت سفر پر روانہ ہونا ہے جس کا تذکرہ تم سے عمران نے کیا تھا۔"

"اوہ.... مگر میں لزی کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتا۔" رابرٹو نے کہا۔

"رابی!" لزی نے آنکھیں نکالیں "میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم تنہا نہیں جا سکتے۔ میں ہر حال میں ساتھ چلوں گی۔"

"ہوں!" رابرٹو کا ہمشکل بولا "عمران جانتا تھا وہ نہیں چاہتا کہ اس قسم کی کوئی دشواری پیدا ہو۔ اس لئے تم دونوں ساتھ ہی جاؤ گے۔"

"عمران کہاں ہے؟" رابرٹو نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ ہمشکل نے جواب دیا۔ "ہمیں جو حکم ملا ہے اس پر عمل کر رہے ہیں۔ وقت نہ ضائع کرو۔ چلو اس کمرے میں جہاں میک اپ کا سامان ہے۔"

رابرٹو نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور اپنے کمرے کی طرف چلنے لگا۔ وہ اپنے ہمشکل کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتا تھا لیکن اسے مایوسی ہی ہوئی۔ وہاں سچ مچ لزی کی ہمشکل موجود تھی۔

"بس اب اس کمرے کی طرف چلو تم دونوں"! ہمشکل نے کہا۔

"کیا ہم میک اپ میں جائیں گے؟" رابرٹو نے پوچھا۔

"قطعی طور پر.... ورنہ ہم تمہاری جگہ کیسے لے سکیں گے۔" ہمشکل بولا "اسکیم یہ ہے کہ بوغا کے آدمی یہاں ہماری نگرانی کرتے رہ جائیں اور تم بوغا کی تلاش میں نکل جاؤ۔"

رابرٹو نے کوئی جواب نہ دیا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اسی وقت یہ پروگرام بھی کیوں بن گیا۔ وہ اس کمرے میں آئے جہاں میک اپ کا سامان رہتا تھا۔ ہمشکل نے ان دونوں کی شکلیں تبدیل کیں اور انہیں معمولی قسم کے لباس پہنائے جو مغربی طرز کے نہیں تھے۔

"بس اب تم دونوں باہر جاؤ۔" اس نے کہا۔ "پھاٹک سے بائیں جانب چل کر تم تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر سیاہ رنگ کی ایک وین کھڑی پاؤ گے۔ پچھلا دروازہ کھلا ملے گا۔ خاموشی سے بیٹھ کر دروازہ بند کر لینا۔"

"مگر ہمیں جانا کہاں ہوگا۔" رابرٹو نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا! ہم میں سے کوئی بھی اس سے زیادہ نہیں جانتا.... جتنا جاننا چاہئے۔" ہمشکل نے کہا "اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

رابرٹو نے لزی کی طرف دیکھا۔

"تم کیوں خوامخواہ بحث کر رہے ہو۔" لزی بولی۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ عمران نے خود ہی مجھ سے فون پر گفتگو کیوں نہیں کی۔ اس کی کیا ضرورت تھی کہ اس طرح اسی وقت سفر کا پروگرام بنتا۔"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو رابرٹو!" ہمشکل نے غصیلے لہجے میں کہا اور لزی رابرٹو کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی طرف دھکیلنے لگی۔

کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا

پھاٹک کے قریب پہنچ کر وہ ایک بار پھر عمارت کی طرف مڑے.... وہ اب بھی تاریک تھی۔

O

جیسے ہی سیاہ رنگ کی وین حرکت میں آئی عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور سفری ٹرانسمیٹر

کو منہ کے قریب لا کر آہستہ آہستہ بولا "بیگل ہنٹر پلکسی رائٹ ڈنکی ایپل روبی ٹائین!"

وہ اندھیرے میں تھا اور اس کی پشت پر ایک کوٹھی کی دیوار تھی۔ ٹرانس میٹر کو کاندھے سے لٹکے ہوئے بیگ میں ڈال کر ایک طرف چلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ روشنی میں تھا اور اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ نشے میں ہو۔ اس وقت وہ میک اپ میں تھا اور وضع قطع سے کوئی تازہ وارد سیاح معلوم ہوتا تھا۔

کچھ دور پیدل چلنے کے بعد وہ ٹیکسیوں کے اڈے پر پہنچا اور ایک اونگھتے ہوئے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "روشن کلب!"

ٹیکسی اسے نائٹ کلب تک لائی۔ اس کے قدم اب بھی لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ ایک میز کی طرف بڑھتا رہا جو خالی نہیں تھی مگر اس پر صرف ایک ہی آدمی تھا اور یہ صفدر تھا۔ یہ بھی میک اپ ہی میں تھا۔ عمران چند لمحے بیٹھا ٹانگیں ہلاتا رہا پھر صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"وہم ہی تھا.... نا"! صفدر کی مسکراہٹ طنزیہ تھی۔

"ہاں.... آں۔ اور اگر میں رانا پیلس کے پھاٹک میں قدم بھی رکھتا تو میرے جسم میں کئی سوراخ ہو جاتے۔"

"اوہ.... تو پھر آپ نے کیا کیا؟"

"خاموشی سے تماشا دیکھتا رہا اور اب سوچ رہا ہوں کہ دو اور دو ساڑھے تین کیوں نہیں ہوتے جب کہ ایک اور ایک تین ہو جاتے ہیں۔"

"رابرٹو اور لزی ہاتھ سے گئے لیکن اگر تم اس وقت بھی رانا پیلس میں داخل ہونے کی ہمت کرو تو وہ تمہیں وہاں موجود ملیں گے!"

"میں نہیں سمجھ سکا عمران صاحب! عقل کا اندھا ہوں۔" صفدر جھلا گیا۔

"عقل کے بہرے ہو گے.... دکھائی تو دیتا ہے تمہیں.... خیر ہاں تو بوغا جب بھی چاہتا لزی اور رابرٹو کا خاتمہ کر دیتا لیکن وہ تو میری تاک میں تھا شائد وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم تینوں ساتھ مریں اس لئے اس کے آدمیوں نے اس وقت یہ ڈرامہ اسٹیج کرایا۔ رابرٹو اسے بوغا کی علامت کی حیثیت سے پہچان کر مجھے فون پر اطلاع دے اور میں رانا پیلس تک دوڑتا چلا جاؤں اور بوغا کے

آدمی مجھے ہلاک کر دیں یا پکڑ لیں۔"

"تو وہ انتظار کریں گے آپ کا؟"

"شاید قیامت تک!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن اس کا کیا مطلب کہ وہ دونوں لے جائے بھی گئے ہیں اور رانا پیلس میں بھی موجود ہیں۔"

"مطلب یہ کہ اگر میں انہیں مل گیا ہوتا تو تینوں کا جو حشر بھی ہوتا ساتھ ہی ہوتا لیکن جب مجھے پہنچنے میں دیر ہوئی تو وہ سمجھ گئے کہ میں ان کے ارادے بھانپ گیا ہوں۔ اس لئے انہوں نے ایک نقلی رابرٹو تیار کیا اور ایک نقلی لڑکی۔ وہ دونوں رانا پیلس میں گئے اور تھوڑی دیر بعد ایک مرد اور ایک عورت پیلس سے باہر آئے ان کی وضع قطع نوکروں کی سی تھی لیکن وہ اپنی چال سے پہچانے جا سکتے تھے۔ وہ لڑکی اور رابرٹو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے... مجھے یقین ہے... بہر حال وہاں سے انہیں ایک سیاہ رنگ کی وین کہیں لے گئی ہے۔"

"اور آپ نے انہیں جانے دیا۔" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔ خاور اور چوہان ان کے پیچھے گئے تھے۔ اگر انہیں ان کی زندگیاں خطرے میں نظر آئیں تو وہ جہنم کا دہانہ کھول دیں گے۔"

"پھر اب کیا اسکیم ہے؟"

"اب اس کا خدشہ نہیں رہا کہ وہ مجھے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے.... صبح دیکھا جائے گا۔"

"لیکن ان دونوں نے انہیں کس بہانے سے باہر بھیجا ہوگا۔" صفدر کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

"اوہ.... انہوں نے یہ وار میری ہی آڑ میں کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہا ہو کہ میں نے ہی انہیں بھیجا ہے اور اب ان کی حفاظت اسی صورت ہو سکے گی کہ وہ انہیں وہاں چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔"

"ٹھیک ہے وہ آپ ہی کے کہنے پر عمارت کی حدود سے باہر قدم نکال سکتے تھے۔"

عمران تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ وہ انہیں بوغا کے پاس پکڑ لے جائیں۔"

"پھر کیا صورت ہوگی؟"

"خبیث کی صورت ہوگی.... پھٹکار برسے گی ہمارے چہروں پر... پتہ نہیں! یہ کمبخت

جوزف کیسے ڈھیر ہو گیا۔"

"کیا آپ کسی طرح اس کی شراب نوشی ترک نہیں کرا سکتے؟"

"ناممکن ہے۔ وہ بہت آگے جا چکا ہے۔ اب شراب بھی اس کے لئے پانی ہو کر رہ گئی ہے لیکن اس کے لئے بے ہوشی بھی ناممکن ہے۔ وہ چاہے جتنی پی جائے بے ہوش نہیں ہو سکتا۔"

"ہو سکتا ہے کوئی خواب آور دوا دی گئی ہو۔"

"پتہ نہیں!"

تھوڑی دیر کے لئے وہ پھر خاموش ہو گئے اور پھر صفدر بولا "اب ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"مزے کر رہے ہیں۔ اگر تمہیں مزہ نہ آ رہا ہو تو اکیس کا پہاڑہ سناؤ۔"

صفدر تھکی ہوئی رقاصہ کی طرف دیکھنے لگا جو بڑی بے دلی سے میزوں کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھی۔ زیادہ تر لوگ اتنی مقدار میں پی گئے تھے کہ اب انہیں رقاصہ میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔

"ہوں.... اوں...." عمران پہلو بدل کر کراہا اور پھر اٹھ گیا۔

"کہاں چلے؟"

"اس رقاصہ سے زیادہ دلچسپ تو بوڑھا منیجر ہے۔ میں اس سے محبت کرنے جا رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا اور لڑکھڑاتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ لیکن ایک جگہ اس طرح لڑکھڑایا کہ رقاصہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ اسی پر ڈھیر ہو جائے گا۔

"آہا...." وہ رک کر ہنسنے لگا۔

رقاصہ گردن جھٹک کر دوسری طرف نکل گئی تھی۔ عمران کاؤنٹر پر آیا۔

"فرمائیے جناب!" بوڑھے منیجر نے سر اٹھا کر کہا۔

"ذرا دیکھئے.... تو میرے کان میں کیا پڑ گیا ہے؟" عمران نے اپنا کان پکڑ کر منیجر کی طرف گھماتے ہوئے کہا۔

"جی.... جی.... پتہ نہیں!" منیجر اٹھ کر کاؤنٹر پر جھک گیا۔ پھر یک بیک شاید اسے خیال آ گیا کہ وہ ایک شرابی کی بکواس پر کان دے رہا ہے اس لئے کھسیائے ہوئے انداز میں ہنس کر بولا "کیا پیش کروں جناب؟"

"کان!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تب پھر تمہارے کان میں بھی کچھ پڑ گیا ہے.... کان کھول کر دیکھو میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"دیکھئے! منیجر نے سنجیدگی سے کہا "یہاں صرف شرفا آتے ہیں اور یہ شرفا کا دستور نہیں کہ پی کر بہکتے پھریں۔ براہِ کرم اپنی میز پر تشریف لے جائیے۔"

"ہائیں.... تم مجھے شرفا کہتے ہو۔" عمران نے آنکھیں نکالیں "اچھا ٹھہرو بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے بیگ سے چینی کی ایک گڑیا نکالی اور کاؤنٹر پر رکھ دی۔

منیجر نے اسے دیکھ کر قہقہہ لگایا لیکن یک بیک اس کی بھنویں تن گئیں اور وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔ ویسے وہ اس گڑیا کو برابر گھورے ہی جا رہا تھا۔

صفدر بھی اٹھ کر کاؤنٹر ہی پر آگیا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ عمران کی اس حرکت پر اس سے حیرت کا اظہار نہ ہونے پائے۔

"میرے ساتھ آؤ۔" دفعتاً منیجر نے کاؤنٹر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ وہاں سے ایک کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ عمران نے صفدر کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

جب وہ دونوں کمرے میں داخل ہو چکے تو منیجر نے بہت احتیاط سے دروازہ بند کر دیا اور ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہاں کہئے!"

"کہنا صرف یہ ہے کہ میں تمہیں بلیک میل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" منیجر بوکھلا کر دو چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تم داراب والے قصے سے الگ نہیں ہو۔ یہ صرف میں جانتا ہوں۔ ابھی تک بھائیوں کے کاروبار سے تعلق رکھنے والوں کی پکڑ دھکڑ ہو رہی ہے۔ بس ایک اشارہ ہی کافی ہوگا۔"

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔" منیجر نے اکڑنے کی کوشش کی۔

"میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہا۔ مگر تم نے اس چینی کی گڑیا کو کیوں آنکھ ماری تھی.... بلاؤں پولیس کو؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" منیجر کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ دماغ کی خرابی کے باوجود میں تمہارے خلاف لاتعداد ثبوت مہیا کر سکوں گا۔"

"کیا ثبوت مہیا کر سکو گے؟"

"تم بھائیوں کے کاروبار کے لئے کام کرتے رہے ہو اور اب وہ سارا بزنس تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"بکواس.... بکواس! تم ثبوت نہیں دے سکو گے۔"

"تم وہی شخص ہو جس نے شالی کی پرورش کی تھی شاید تمہیں علم نہیں ہے کہ پولیس اس آدمی کو کتنی شدومد سے تلاش کر رہی ہے۔"

"میری بلا سے!" منیجر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور عمران نے صفدر کی طرف مڑ کر سراسیمگی کے عالم میں کہا "یار تم تو کہہ رہے تھے کہ چٹکی بجاتے ہی پھنس جائے گا۔"

صفدر چکرا گیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ عمران نے کس لئے اس قسم کی بکواس شروع کی ہے۔ پھر وہ جواب کیا دیتا لیکن عمران کو اس کے جواب کا انتظار کب تھا وہ تو منیجر سے گھگھیا رہا تھا "دیکھو یار.... پھنس جاؤ!"

"میں تم لوگوں کو اٹھوا کر باہر پھینکوا دوں گا۔" منیجر غرایا اور پھر کمرے سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "آئندہ میرے کلب میں قدم بھی نہ رکھنا۔ ورنہ ٹانگیں تڑوا دوں گا.... سمجھے!"

"سمجھ گیا۔" عمران سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "لیکن تم باہر تو نہ جا سکو گے۔"

"مجھے کون روکے گا۔" منیجر تن کر بولا "تم.... جس کے منہ سے شاید ابھی دودھ کی بو آتی ہے۔"

"کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "اسے بلی کہتے ہیں جس کے منہ سے ہر وقت دودھ کی بو آتی رہتی ہے۔ میں کنفیوشس کا عقیدت مند ہوں۔"

منیجر نے باہر نکل جانا چاہا لیکن عمران نے جھپٹ کر اس کی کمر پکڑ لی اور اتنے زور کا جھٹکا دیا کہ وہ دوسری طرف کی دیوار سے جا ٹکرایا اتنی دیر میں صفدر نے ریوالور نکال لیا۔

"ارے باپ رے!" عمران آنکھیں نکال کر بڑبڑایا۔ پھر صفدر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"دیکھنا کہیں سچ مچ نہ ٹریگر دب جائے۔"

صفدر کو اس پر بھی غصہ آ رہا تھا لیکن اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے صفدر سے کہا "اسے کور کئے رکھو۔" اور فون کی طرف لپکا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ریسیور اٹھائے دوسری طرف سے بولنے والے کا انتظار کر رہا تھا اور آنکھیں منیجر پر تھیں۔

"ہیلو!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کھانسنے لگا۔

منیجر دانت پیس رہا تھا۔

"کام ادھورا ہی رہا!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آ.... چھا.... توغ.... پھی ر...." عمران نے ایسی آواز میں کہا جیسے کھانسیوں کے ڈر سے تھوڑی دیر تک سانس روکے رہا ہو۔

دفعتاً منیجر اس کی پرواہ کئے بغیر کہ صفدر کے ہاتھوں میں ریوالور ہے.... عمران کی طرف جھپٹا۔

دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "تم بہت ڈرپوک ہو مگر صرف دو دن اور تمہاری عمارت استعمال کی جائے گی۔" عمران نہایت سکون سے سنتا رہا کیونکہ صفدر منیجر کو زمین پر گرا کر چڑھ بیٹھا تھا اور اس کا منہ بھی دبائے رکھنے کی کوشش جاری تھی۔

دوسری طرف سے بولنے والا کہہ رہا تھا "تمہیں کسی قسم کا خوف نہ ہونا چاہئے کیونکہ تم ابھی تک محفوظ رہے ہو اگر تم پر ان کی نظر پڑی ہوتی تو تمہیں کیوں چھوڑتے۔"

"ٹھیک ہے.... اچھا.... اچھا...." عمران پھر کھانسنے لگا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی کھانسے جا رہا تھا۔ دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور صفدر نے پوری طرح اس کا منہ دبا لیا ادھر عمران پر پھر کھانسیوں کا دورہ پڑا۔ اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بھاگ جاؤ! میں تھک گیا ہوں.... آدھے گھنٹے بعد ملوں گا۔"

اور پھر اس نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ سفید رنگ کی پتلون دکھائی دی۔ دستک دینے والا کوئی ویٹر ہی ہو سکتا تھا جو کچھ کہے بغیر دروازے سے ہٹ رہا تھا۔ جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ عمران نے قفل کے سوراخ سے آنکھ نہیں اٹھائی۔

صفدر اب بھی منیجر کا منہ دبائے ہوئے تھا۔ عمران اس کے قریب پہنچ کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا اور آہستہ سے بولا۔ "سب ٹھیک ہے.... بس اس کا منہ دبائے رکھو! میں گردن کاٹے دیتا ہوں۔"

منیجر ہاتھ پیر پھینکنے لگا لیکن عمران کی انگلیاں تو اس کی کنپٹیوں پر تھیں اور وہ خاصی طاقت صرف کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ منیجر بے حس و حرکت ہوتا گیا۔

"بس چھوڑ کر اٹھ جاؤ۔" عمران بولا "تین گھنٹے سے پہلے تو ہوش میں نہیں آئے گا۔"

صفدر اٹھ گیا عمران دوسری جانب کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں بھی اس نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دوسری طرف دیکھا لیکن تاریکی کے علاوہ اور کچھ نہ سجھائی دیا.... وہ دراصل اب یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے منیجر کے کمرے سے نکلتے دیکھا جائے۔

بہ آہستگی ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھولا اور اپنی چھوٹی سی ٹارچ سنبھال لی۔

یہ کمرہ شاید گودام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا اور مختلف سمتوں میں دو مزید دروازے بھی اس میں تھے۔ منیجر کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے ٹارچ کی روشنی میں عمران نے اس کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ کہیں اس بھرے پرے نائٹ کلب میں حجامت ہی نہ بن جائے۔

وہ دروازہ جس کے متعلق یقین تھا کہ راہداری ہی میں کھلتا ہو گا مقفل ملا۔ لیکن خیریت یہ ہوئی کہ قفل الگ سے نہیں بلکہ دروازے ہی میں تھا اور کمرے کے اندر سے بھی سوراخ میں کوئی نوکیلی چیز ڈال کر قسمت آزمائی کی جا سکتی تھی۔

اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا مگر قفل کھولنے میں تھوڑا وقت ضرور صرف ہوا۔

راہداری نیم تاریک اور سنسان تھی۔

"ہمیں ہال سے نہ گزرنا چاہئے۔" صفدر نے کہا۔

"ہوں!"

عمران تیزی سے راہداری طے کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمارت کے عقبی دروازے سے گزر کر ایک تاریک گلی میں پہنچے اور جہاں سے صدر دروازے تک پہنچنے کیلئے انہیں ایک لمبا چکر لینا

جس جیپ کار پر وہ یہاں آئے تھے۔ سڑک کے کنارے موجود تھی۔

"اس کے ہوش آنے پر کیا ہوگا؟" صفدر نے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہم شاید اس وقت کوکا کولا پی رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ سردیوں میں کوکا کولا چائے دانیوں سے پینا چاہئے۔"

"کیا میں الو ہوں۔" صفدر جھلا گیا۔

"اگر ہو تو یہ تمہاری سعادت مندی ہے۔ ہم بھی دیکھ دیکھ کر خوش ہو لیتے ہیں۔" عمران نے بزرگانہ لہجے میں کہا۔

"ایسی کی تیسی!" صفدر غرایا۔

"تم بہت اچھے جا رہے ہو پیارے۔ خواہ مخواہ دل چھوٹا نہ کرو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر چینی کی گڑیا کے لئے روٹھے ہو تو حاضر ہے۔ ویسے بوغا کے آدمی اسے امتیازی نشان کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اسی کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ منیجر سے میں نے اس کے متعلق جو کچھ بھی کہا تھا حرف بحرف صحیح تھا اس پر عرصہ سے میری نظر تھی۔ اس کے علاوہ دو ایک اور بھی ہیں جنہیں میں نے چھوڑ رکھا ہے اس توقع پر کہ انہیں کے ذریعہ بوغا تک دوبارہ پہنچ سکوں گا البتہ ان کی نگرانی ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ اسی نگرانی کی بدولت میں ان تینوں اجنبیوں کے وجود سے واقف ہو سکا تھا جو آج اپنا کام کر گئے۔ یہ باہر سے آئے تھے۔ ان میں سے دو تو شاید اس وقت رانا پیلس میں ہیں اور ایک رابرٹو اور لزی کو لے گیا ہے۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ منیجر کے ہوش میں آنے پر کیا ہوگا؟"

"شاید ہم اس وقت تک چویشن پر قابو پا چکے ہوں گے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"منیجر سے جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا اتفاقاً معلوم ہو گیا۔ ورنہ میرا خیال تھا کہ اس سے معلوم کرنے میں کافی وقت صرف ہوتا۔ تم نے اس کا رویہ تو دیکھا ہی ہے۔ کسی طرح قابو آ ہی نہیں رہا تھا۔ بس اس فون کال نے کام بنا دیا۔ وہ دراصل تیسرے ہی آدمی کی تھی۔ وہ منیجر سے کہہ رہا تھا کہ بس دو دن اور لگیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دو دن اور ٹھہریں گے۔ یہ دو دن صرف میرے ہی لئے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ جس عمارت میں مقیم ہیں وہ منیجر ہی کی ہے۔ خاور

اور چوہان سے بھی رپورٹ ملنے کی توقع ہے اور اگر وہ تعاقب میں ناکام ہو گئے ہوں۔ تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں تو اس عمارت سے واقف ہی ہوں جہاں ان کا قیام ہے۔

"لیکن.... آپ نے پہلے ہی ان لوگوں کا قلع قمع کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو.... مجھے بوغا تک پہنچنا ہے۔ اب شاید یہ مشکل آسان ہو جائے.... چلتے رہو.... اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لینا۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔

وہ اب بھی بیہوش منیجر کے متعلق سوچ رہا تھا جسے عمران بڑی لاپروائی سے وہاں ڈال آیا تھا۔ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ عمران کے اندازے کے مطابق تین ہی گھنٹے تک بیہوش رہتا۔

جیپ عمران کی ہدایت کے مطابق سنسان سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ پھر ایک جگہ اس نے روکنے کو کہا۔

"سڑک کے کنارے لگا کر اتر چلو۔"

صفدر نے خاموشی سے تعمیل کی۔ اس کے بعد وہ پیدل ہی ایک طرف چل پڑے۔ سردی پچھلے دنوں کی نسبت آج کچھ زیادہ ہی تھی۔ صفدر نے السٹر کے کالر اوپر اٹھا دیئے اور کچھ کہنے سے پہلے لمبی سانس کھینچی ہی تھی کہ عمران آہستہ سے بولا۔

"خاموشی سے چلتے رہو۔"

صفدر نے جھلاہٹ میں اتنی سختی سے دانت بھینچے کہ کنپٹیاں دُکھنے لگیں۔

اب وہ ایک تاریک عمارت کے قریب رُک گئے تھے۔

"چہار دیواری پھلانگنی پڑے گی۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "پھاٹک بند معلوم ہوتا ہے۔"

"اندر کتے نہ ہوں!"

"نہیں ہیں.... میں جانتا ہوں.... کسی چوکیدار کی بھی توقع نہیں ہے ایسے لوگ چوکیدار نہیں رکھا کرتے۔"

چہار دیواری پار کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

اب وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے اور صفدر سوچ رہا تھا کہ جب معاملہ ایک ہی آدمی کا ہے تو اتنی احتیاط کیا معنی رکھتی ہے۔

عمارت سنسان پڑی تھی انہیں کسی روشندان میں بھی روشنی نہ دکھائی دی۔ صفدر سوچنے لگا کہ کہیں عمران نے دھوکا نہ کھایا ہو۔

پھر کیا ہوگا؟

مگر خاور اور چوہان بھی تو اس گاڑی کے تعاقب میں گئے تھے۔ بہر حال اگر یہاں دھوکا کھایا تو دوسری طرف سے ضرور اطلاع ملے گی۔

وہ بیرونی برآمدے میں پہنچ چکے تھے لیکن ادھر سے اندر پہنچنا ممکن نہ ہوا۔ پھر انہوں نے عمارت کے گرد ایک چکر لگایا۔ شاید اس عمارت میں کوئی راہ تلاش کرنی پڑے گی۔ چھت پر پہنچنا زیادہ مشکل نہیں تھا اس کے لئے کھڑکیاں اور روشندان بخوبی استعمال کئے جا سکتے تھے۔ چھت پر پہنچتے ہی راستہ خود بخود پیدا ہو گیا۔ یہ زینے تھے اور ان کا راستہ ایک ٹاور سے گذرتا تھا۔

وہ بہ آہستگی نیچے اترے لیکن ایک بار پھر صفدر مایوس ہو گیا۔ کیونکہ باہر جانے کے راستہ میں ایک بند دروازہ حائل تھا۔

عمران نے آگے بڑھ کر آہستہ سے اسے دھکیلا وہ دوسری طرف سے بولٹ نہیں تھا۔ صفدر نے ایک گہری سانس لی۔ پھر تاریک کمروں میں ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ صفدر تو اب بھی دھوکا ہی کھا جانے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔

دفعتاً ایک کمرے میں تین بستر نظر آئے۔ شاید تیسرے آدمی نے احتیاطاً یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کمرے میں مدہم روشنی والا گہرا نیلا بلب روشن تھا۔

ایک بار پھر عمران کو وہی مڑا ہوا تار استعمال کرنا پڑا جس سے وہ بڑی صفائی سے ہر قسم کے قفل کھول لیا کرتا تھا لیکن اس نے یہ کام اتنی آہستگی سے کیا کہ کمرے میں داخل ہو جانے تک ہلکی سی آواز بھی نہ ہوئی۔

سب سے پہلے اس نے زیادہ روشنی والے بلب کا سوئچ آن کیا اور پھر آگے بڑھ کر اجنبی کے پلنگ میں ٹھوکر ماری۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن صفدر کے ریوالور کی نال اسے بھی صاف ہی نظر آرہی تھی۔

"تت... تم... کک... کون ہو؟" وہ پھنسی ہوئی آواز میں ہکلایا۔

"مم... میں... شش... شیطان ہوں..." عمران نے اسی کے لہجے کی نقل اتاری۔

آوازیں سن کر رابرٹو اور لزی بھی بیدار ہو گئے تھے اور انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

دفعتاً عمران نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔ "رابرٹو! تم سے بڑا گدھا بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔"

"عمران!" رابرٹو کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز کو رہائی ملی۔

"ہاں! اب اٹھو! اور اس ڈفر کی مرمت شروع کر دو۔"

"میں تنہا نہیں ہوں۔" اجنبی نے کہا۔

"تو دوسروں کو بھی بلا لو.... مجھے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"اوہ.... عمران.... وہاں ہمارے ہمشکل!" رابرٹو بولا۔

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا.... مگر تم دیر کیوں کر رہے ہو؟"

رابرٹو اپنے پلنگ سے چھلانگ مار کر اجنبی پر ٹوٹ پڑا۔ لزی اٹھ کر عمران کے قریب آگئی تھی۔

"بوغا کی بیٹی!" عمران نے مسکرا کر کہا "کیا تمہیں اپنے باپ کے شکاری کتوں سے ہمدردی نہیں ہے؟"

"نہیں!" لزی حلق سے دانت پر دانت جما کر بولی۔

"پچھتاؤ گے.... تم لوگ پچھتاؤ گے...." اجنبی رابرٹو کے نیچے دبا ہوا غرا رہا تھا۔

"اے! جان سے نہ مار دینا ڈفر!... یہی لوگ ہماری رہنمائی کریں گے!" عمران نے کہا۔

O

صبح کو عمران اور صفدر اپنی اصلی شکلوں میں رانا پیلس میں داخل ہوئے اور جوزف انہیں دیکھتے ہی گڑگڑانے لگا۔

"خاموش رہو!" عمران غرایا لیکن پھر بھی جوزف کے ہونٹ بے آواز ہلتے رہے۔

"رابرٹو کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں باس!"

"اچھا تم اپنے کمرے میں ٹھہرو۔" عمران نے کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

نقلی رابرٹو اور لزی سے جلد ہی ملاقات ہو گئی اور وہ دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔

"اوہ... عمران!... عمران.... تم کہاں تھے؟" رابرٹو کے ہمشکل نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ... بھئی معاف کرنا.... تم نہیں سمجھتے.... مجھے تمہارا پیغام ملا تھا.... لیکن...."

"لیکن.... کیا.... بیٹھو بیٹھو!"

"میں جانتا تھا کہ تم اپنی حفاظت خود بھی کر ہی لو گے!" عمران نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ صفدر نے بھی ایک کرسی کھینچ لی۔

"اف.... فوہ! کتنی خوفناک رات تھی۔ مگر تم کیا جانو! بوغا کی علامت سرخ سانپ کتنی بھیانک چیز ہے۔ مجھے تم سے شکوہ ہے کہ تم نے پچھلی رات میری پرواہ نہیں کی۔"

"میں نے سوچا ممکن ہے کہ دوسرے سانپ نے تمہیں ختم ہی کر دیا ہو تم بچ کیوں گئے؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے میرے پیارے رابرٹو کہ ہماری زندگی کے دن اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ میں نادانستگی میں بوغا جیسے خطرناک آدمی سے ٹکرا گیا ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر صفدر سے بولا "جوزف کو بلا لاؤ، میں اس کی کھال گرا دوں گا۔"

"اوہ..." رابرٹو کے ہمشکل نے کہا "وہ کہتا ہے کہ اس کی شراب کی ایک بوتل کھو گئی تھی.... وہی بوتل رات اسے پورچ میں پڑی ہوئی ملی.... بس پھر اس نے وہیں بیٹھ کو دو تین گھونٹ لئے تھے۔ اس کے بعد معلوم نہیں اسے کیا ہوا.... بہر حال میں نے اسے اور چوکیدار کو باہر بیہوش پایا تھا۔ چوکیدار کہتا ہے کہ اس نے بھی اس بوتل سے دو تین گھونٹ لئے تھے۔ لیکن عمران مجھے ان دونوں کے قریب کوئی بوتل نہیں ملی تھی۔"

"اوہ.... بلاؤ.... اس شب تار کے بچے کو...." عمران زانو پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "بلاؤ میں اس کی کھال ادھیڑوں گا.... اسے کچا چباؤں گا۔"

"ٹھہرو! میں چائے بناتی ہوں تمہارے لئے۔" لزی اٹھتی ہوئی بولی۔ کیا نوکر مر گئے ہیں کہ تم چائے بناؤ گی۔" عمران پہلے ہی کی طرح دہاڑا۔

"تم آخر میری بنائی ہوئی چائے کیوں نہیں پیتے۔" لزی کی ہمشکل ٹھنکی "ہائیں!" عمران

آنکھیں پھاڑ کر بولا پھر مسکرا کر کہا "تم مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کیا کرو، ورنہ رابرٹو مجھے گولی مار دے گا۔"

دونوں ہنسنے لگے اور لزی کی ہمشکل چلی گئی۔

صفدر جوزف کو بلانے کے لئے ہی جا چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف ایسی شکل بنائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا جیسے جاڑہ دے کر بخار آ گیا ہو۔

"کیوں؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"بب باس.... مم.... میں...."

"بوتل کا کیا قصہ تھا؟"

"میرے کمرے سے غائب ہو گئی تھی باس.... اور جب وہ پورچ میں پڑی نظر آئی تو میں نے سوچا تھا کہ وہ یقیناً خالی ہو گی.... مگر.... میرے خدا میں صرف چوتھائی بوتل کا گنہگار ہوں۔"

تمہاری کھوپڑی پر ستارے ٹوٹیں گے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور مشمبا مشامبا کا قہر تمہاری کشتی کو کسی ریگستان میں ڈبوئے گا۔"

"نہیں.... نہیں.... رحم.... باس ایسی بددعا نہ دو کہ میری ماں بھی.... بلبلاتی ہوئی اپنی قبر سے نکل آئے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہاں کا کوئی ملازم بھی اس سازش میں شریک تھا۔" رابرٹو کے ہمشکل نے کہا۔

"لیکن اسے ثابت کر دینا آسان کام نہ ہو گا۔ اس لئے تم اپنی زبان بند رکھو.... میں خاموشی سے اسے تلاش کر لوں گا۔" عمران نے کہا پھر غصیلے لہجے میں جوزف سے بولا۔ "دفع ہو جاؤ۔"

وہ فوجی انداز میں ایڑیوں پر گھوم کر دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ٹھہرو! میں اس آدمی کا پتہ لگانا چاہتا ہوں جس نے بوتل تمہارے کمرے سے اڑائی تھی اس لئے تم چوکیدار سمیت سارے ملازموں کو تفریح کے بہانے میونسپل گارڈن لے جاؤ۔ میں دو گھنٹے بعد تمہیں وہیں ملوں گا اور تب دیکھوں گا کہ وہ کون ہے؟"

"بہت اچھا باس!" جوزف کی جان میں جان آئی اور وہ چپ چاپ چلا گیا۔

"میونسپل گارڈن میں تم کیا کرو گے؟" رابرٹو کے ہمشکل نے پوچھا۔

"صبر کے علاوہ اور سب کچھ کرلوں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہاں اب مجھے اس سانپ کے متعلق بتاؤ کہ وہ کیا بلا تھی۔"

"بوغا کی دل ہلا دینے والی علامت.... اس کے آدمی اسے موت کا ہرکارہ کہتے ہیں.... بوغا جس سے بھی خفا ہوتا ہے اس کی قسمت کا فیصلہ یہی سانپ کرتے ہیں۔"

"لیکن تم بچ گئے! واقعی تمہاری قسمت بڑی شاندار ہے۔" عمران نے خوشی ظاہر کی۔

اتنے میں لزی کی ہمشکل چائے کی ٹرے لائی۔ صفدر الجھن میں پڑ گیا تھا کہ آخر عمران یہ قصہ جلدی سے ختم کیوں نہیں کر دیتا۔ معاملات کو خواہ مخواہ طول دینے سے کیا فائدہ!

رابرٹو کا ہمشکل خاموش ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ چائے کے دوران میں بھی کسی قسم کی گفتگو کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

لزی نے چار پیالیوں میں چائے انڈیلی اور ایک عمران اور صفدر کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"تم دونوں بہت دنوں کے بعد دکھائی دیئے ہو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ...."

"تم عمران کو خواہ مخواہ غصہ دلا دیتی ہو۔" رابرٹو کے ہمشکل نے کہا "کم باتیں کیا کرو، ان کے سامنے۔"

عمران نے چائے کی پیالی اٹھائی تھی۔ دفعتاً اس نے ساری چائے رابرٹو کے ہمشکل کے منہ پر پھینک ماری اور بوکھلاہٹ میں کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ لزی کی ہمشکل آنکھیں پھاڑے ہانپ رہی تھی اور عمران نقلی رابرٹو کے سینے پر سوار تھا۔ لزی کی ہمشکل نے اٹھنا چاہا لیکن صفدر اس کی کلائی پکڑتا ہوا بولا "فضول ہے اب اپنے گرد زیادہ کانٹے نہ بچھاؤ کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

نقلی رابرٹو عمران کے تھپڑ کھا کھا کر گالیاں اگل رہا تھا اور عمران کہہ رہا تھا "اس لئے بیٹے میں نے نوکروں کو میونسپل گارڈن روانہ کر دیا ہے کہ اطمینان سے تم دونوں کے پراٹھے بنا سکوں۔"

پھر گرم گرم چائے کی پیالی نے رابرٹو کے ہمشکل کا میک اپ صاف کر دیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بھی بند ہوتی جا رہی تھیں۔ عمران دیدہ دانستہ ایسے جچے تلے ہاتھ کنپٹیوں پر مار رہا تھا کہ وہ بیہوش ہو جائے۔

زیادہ دیر تک اسے محنت نہیں کرنی پڑی۔ ادھر وہ بیہوش ہوا ادھر لزی کی ہمشکل پاگلوں کی

طرح چیخنے لگی۔

"یہ.... کیا تم نے اسے مار ڈالا.... ارے مار ڈالا؟"

"خاموش رہو۔" عمران سیدھا کھڑا ہو کر غرایا۔ "اس کی زندگی کا انحصار صرف تم پر ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم بھی اس کا ماتم کرنے کے لئے زندہ نہ رہو۔ تمہارا دوسرا ساتھی ہنری بھی اس وقت میری قید میں ہے۔"

"اوہ...." وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر رہ گئی۔

"میں تم لوگوں کے ناموں سے بھی واقف ہو چکا ہوں۔ تمہارا نام مونا ہے اور یہ فرینڈو ہے۔ بتاؤ بوغا ان دنوں کہاں ملے گا؟"

"میں نہیں جانتی.... کوئی نہیں جانتا۔" مونا نے سسکی سی لی۔

"پھر تمہیں اس کے لئے ہدایات کہاں سے ملی تھیں؟"

"مجھے پانی دو!"

"صفدر! اس کے لئے پانی لاؤ۔" عمران نے کہا اور صفدر باہر چلا گیا۔

عمران چند لمحے مونا کو گھورتا رہا پھر بولا "ہمارے ملازموں میں سے کون تمہارے لئے کام کر رہا ہے کس نے جوزف کی شراب کی بوتل غائب کی تھی؟"

"وہ جس کے بائیں گال پر چوٹ کا نشان ہے۔"

عمران نے پھر اس سے کچھ نہیں پوچھا۔

صفدر اس کے لئے پانی لے کر واپس آ گیا تھا۔

O

تیسرے دن وہ لوگ جولیا نافٹنر واٹر کے مکان پر اکٹھے ہوئے تھے۔ صفدر، عمران، خاور اور چوہان۔

عمران کہہ رہا تھا "تین آدمیوں سے زیادہ سفر نہیں کر سکتے۔ رابرٹو اور لزی بہرحال جائیں گے۔"

"مگر جائیں گے کہاں؟ کیسے جائیں گے؟" جولیا نے پوچھا۔ "کیا ان تینوں نے زبان کھولی

"ان کے فرشتے بھی کھولیں گے۔" عمران سر ہلا کر بولا "میرے کام کرنے کے طریقے ایسے ہی اوٹ پٹانگ ہیں کہ ایک بار مردہ کہہ اٹھے۔ ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو۔ بھائی دیکھتے نہیں ہو۔ میں مر گیا ہوں۔"

عمران نے جولیا کی طرف دیکھ کر ایک آنکھ دبائی۔

"چل پڑا چرخہ....." جولیا برا سا منہ بنا کر بڑبڑائی۔

"مگر جانا کہاں ہوگا؟" چوہان نے پوچھا۔

"یہ تو ان گدھوں کو بھی نہیں معلوم۔ ان کے پاس پرتگال کے ایک ایسے بار بردار اسٹیمر کے شناخت نامے ہیں، جو آج کل گودی ہی میں لگا ہوا ہے اور ان شناخت ناموں کا یہ مطلب ہے کہ وہ اسی اسٹیمر کے عملے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"خیر! وہ تو اس طرح نکل جائیں گے لیکن لزی اور رابرٹو کا کیا بنے گا؟" خاور نے پوچھا۔

"آج میں فرینڈو کے میک اَپ میں اسٹیمر کے کپتان سے ملوں گا اور اسے اطلاع دوں گا کہ کامیابی ہو گئی ہے۔ پھر وہ کوئی تدبیر بتائے گا۔"

خاور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "اوہ! میں تو چل ہی سکوں گا۔ آپ تین کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ چار آدمیوں کی گنجائش تو بالکل سامنے کی بات ہے آخر آپ بھی تو قیدیوں ہی میں شامل ہوں گے۔ ایک فرینڈو ہوگا۔ دوسرا ہنری اور تیسری مونا!"

"چلو ٹھیک ہے!" عمران سر ہلا کر بولا "اب اس کا فیصلہ ایکس ٹو ہی کرے گا کہ چوتھے آدمی تم ہو گے یا چوہان!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ ایکس ٹو اپنے چار آدمیوں کو اس طرح موت کے منہ میں جھونک دے گا۔" جولیا نے کہا۔

"ایکس ٹو کوئی نازک اندام لڑکی نہیں ہے....." عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ نظر آئی "نہ اس کی سانس پھولتی ہے اور نہ اس کا دل دھڑکتا ہے۔"

"اگر تم اس مہم کے سربراہ بنائے گئے تو..... میں ہرگز نہ جاؤں گی!" جولیا نے کہا۔

اور صفدر مسکرانے لگا۔

O

اسی شام کو جولیا نے ایکس ٹو کی کال ریسیو کی۔

"جولیا!" وہ کہہ رہا تھا "اسٹیمر کل روانہ ہوگا۔ تم چوہان اور صفدر سمیت عمران کا ساتھ دو گی۔"

"مگر رابرٹو اور لزی کا کیا ہوگا؟"

"عمران نے سارے معاملات کپتان سے طے کر لئے ہیں۔"

"مگر..... عمران..... وہ بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے جناب!"

"مجھے علم ہے۔ بعض اوقات وہ میرے لئے بھی تکلیف دہ ہو جاتا ہے لیکن کیا تم میں کوئی اور بھی ایسا ہے جو کسی ایسے سفر میں رہنمائی کر سکے..... کیا شکرال کی مہم تمہارے حافظے میں نہیں رہی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے..... مگر.....!"

"تیاری کرو..... بقیہ ہدایات تمہیں عمران سے ملیں گی۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا سوچ رہی تھی کہ اسے کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ عمران کے ساتھ کسی سفر کا تصور لذت انگیز بھی تھا اور تکلیف دہ بھی وہ اس کے قرب سے لذت اندوز بھی ہوتی تھی اور اس کا رویہ اسے جھلاہٹ میں بھی مبتلا کر دیتا تھا۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اسے ہر حال میں عمران کا پابند رہنا پڑتا تھا خواہ وہ لمحہ جھلاہٹ کا ہو خواہ لذت اندوزی کا۔

شام کو عمران پہنچ گیا۔ وہ تنہا تھا اور اس نے ایوننگ سوٹ بڑے سلیقے سے پہنا تھا۔ ظاہر میں کوئی چیز بھی مضحکہ خیز نہیں تھی اور چہرے پر بھی حماقتوں کی بجائے سنجیدگی ہی نظر آ رہی تھی۔

جولیا نے اسے نہ تو خوش آمدید کہی اور نہ بیٹھنے ہی کو کہا۔

عمران ایک صوفے میں ڈھیر ہوتا ہوا کراہا۔ لیکن جولیا نے پھر بھی توجہ نہ دی۔ وہ جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر پھاڑنے لگا۔

"مجھے باہر جانا ہے" جولیا نے تھوڑی دیر بعد کہا اور عمران چیونگم کچلتا ہوا دیوار پر نظر آنے

والی ایک پینٹنگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے باہر جانا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں کہ تمہیں باہر جانا ہے۔" عمران بدستور پینٹنگ ہی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا میں تمہیں یہیں مقفل کر کے جاؤں گی!"

"کیا تم مجھے یہیں مقفل کر کے جاؤ گی!" عمران متحیرانہ انداز میں اس کی طرف مڑا۔

"جاؤ یہاں سے۔" جولیا جھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"ابھی تم نے چائے بھی نہیں پلائی۔ یاد کرو کتنے دن ہوئے جب تم نے کہا تھا کہ شکر ختم ہو گئی ہے اس دن سے میں تمہاری چائے کا منتظر ہوں! اور ابھی تک شادی بھی نہیں کی۔"

"شادی تو تمہاری کسی کتیا ہی سے ہو گی۔"

"اسی لئے اب تم سے روزانہ ملا کروں گا۔ شاید ہو ہی جائے۔"

"چلے جاؤ!" جولیا حلق پھاڑ کر دہاڑی۔

"اب کاٹنے بھی دوڑو۔ میں اپنی تقدیر پر شاکر ہوں۔" عمران نے مسمسی سی صورت بنا کر کہا اور جولیا پھر دھب سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر جھلا کر فون کی طرف بڑھی۔

تنویر کے نمبر ڈائل کئے لیکن وہ شاید گھر پر موجود ہی نہیں تھا۔

اس کے بعد کسی جنرل مرچنٹ کے نمبر رنگ کر کے پوچھنے لگی کہ اس کے یہاں کتوں کے گلے میں ڈالے جانے والے پٹے تو نہ ہوں گے۔

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں جولیا ریسیور رکھ کر اس پر برس پڑی۔

"جاؤ چلے جاؤ یہاں سے۔ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمہیں اس سفر سے متعلق جو کچھ بھی کہنا ہو کہو اور چپ چاپ چلے جاؤ۔"

"میں تو خوابگاہوں کا مسافر ہوں۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کمینے ہو تم! اب جاؤ ورنہ ایکس ٹو سے شکایت کروں گی۔"

"وہ بیچارہ اس سلسلے میں کیا کر سکے گا۔ وہ خود ہی ایک فلم ایکٹریس پر جان دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر "بابل" والی ٹن ٹن نہ ملی تو میں پاؤ بھر حلوہ سوہن کھا کر ڈیڑھ سیر ٹھنڈا پانی پی لوں گا۔"

"خدا کے لئے جاؤ یہاں سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" جولیا آخر کار بے بسی سے پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

"کس طرح ٹھیک ہو گی؟"

"تم اپنا منہ کالا کرو۔"

عمران خاموشی سے اٹھ کر لکھنے کی میز کے قریب آیا اور چلو میں روشنائی انڈیل کر اپنے منہ پر ملنے لگا۔ ساتھ ہی کہتا بھی جا رہا تھا "کاش! میں تمہیں اسی طرح خوش رکھ سکوں۔ ویسے تم اب اردو اچھی خاصی بولنے لگی ہو۔ مگر منہ کالا کرنا اردو میں کئی طرح مستعمل ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تمہاری میز پر روشنائی کی بوتل مل گئی۔"

جولیا ہنس پڑی۔ لیکن اس ہنسی میں غصہ اور بے بسی دونوں شامل تھے۔

"اب تم قالین کا ستیاناس کرو گے۔" وہ اس کی طرف جھپٹی۔ عمران آئینے میں اپنی شکل دیکھ رہا تھا۔

"اگر کوئی آجائے تو؟" جولیا نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "میں کہتی ہوں.... چہرہ صاف کرو جا کر.... ورنہ میں اس سے زیادہ بُری حالت بنا دوں گی تمہاری!"

عمران کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔

"چلو!" وہ اسے باتھ روم کی طرف دھکیلنے لگی۔ اب اس کی آنکھوں میں بھی شرارت ناچ رہی تھی۔

اس نے اسے باتھ روم میں دھکیل دیا اور اتنی پھرتی سے دروازہ کھینچ کر اسے باہر سے بولٹ کیا کہ عمران کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔

"اب آرام کرو.... صبح تک!" جولیا نے باہر قہقہہ لگایا۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اطمینان سے واش بیسن پر جھکا ہوا منہ دھو رہا تھا.... مگر اس احمقانہ تفریح کی وجہ خود اس کی سمجھ میں بھی نہ آسکی۔ اکثر سچ مچ اس سے سو فیصدی خالص حماقتیں بھی سرزد ہو جایا کرتی تھیں۔

وہ جانتا تھا کہ جولیا آج اسے پریشان ہی کر ڈالے گی۔ ہو سکتا ہے یہ محض دھمکی ہی نہ ہو کہ صبح تک بند رہنا پڑے گا۔

یہ سوچ کر اس نے باتھ روم کے بلب کے ہولڈر میں انگلی رکھ کر فیوز اڑا دیا پھر چیخا۔ "یہ ظلم تو نہ کرو۔ میں اندھیرے میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔"

"پتہ نہیں کیوں...." جولیا دروازے کے قریب آ کر بولی "شاید فیوز اڑ گیا ہے!"

"اوہ.... اس خیال میں نہ رہنا۔" عمران جلدی سے بولا "تم نہیں جانتیں کہ ہم کتنے خطرات میں ہیں.... جھپٹ کر کمرے کا دروازہ بند کر دو۔ جلدی کرو۔"

اس نے فوراً ہی دوڑنے کی آواز سنی۔ دروازہ آواز کے ساتھ بند ہوا۔ پھر جلد ہی باتھ روم کا دروازہ بھی کھل گیا۔

اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

عمران اتنی صفائی سے غسل خانے سے نکلا کہ جولیا کو احساس تک نہ ہو سکا۔

"تم کہاں ہو؟" جولیا نے آہستہ سے کپکپائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن عمران نے جواب نہ دیا۔ وہ ایک صوفے پر نیم دراز سر کھجا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

"عمران...." اس نے اسے پھر آہستہ سے پکارا۔

"جہاں ہو وہیں ٹھہرو!" عمران نے کہا "میں دراصل تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ میں فرینڈو کے میک اپ میں چلوں گا۔ صفدر ہنری کے میک اپ میں ہوگا۔ چوہان پر ڈبل میک اپ کیا جائے گا.... پہلے عمران کا.... اور پھر اس پر کچھ ڈاڑھی واڑھی لگا دی جائے گی۔ تم مونا کے میک اپ میں ہوگی۔ حالانکہ اس سفر کے لئے تم چنداں ضرور نہیں تھیں۔ مگر کیا کیا جائے آخر اس کمبخت مونا کی جگہ کون پُر کرے گا۔ پتہ نہیں یہ الوؤں کے پٹھے عورتوں کو کیوں ساتھ لئے پھرتے ہیں.... اچھا! اب میں چلا.... کل بارہ بجے تک ساری تیاری مکمل کرنی ہیں۔ ٹھیک آٹھ بجے صبح دانش منزل پہنچ جانا۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"گھر!"

"کیا مطلب؟"

"اب تم اطمینان سے فیوز باندھتی رہنا لیکن اس سے پہلے باتھ روم کے ہولڈر سے انگلی نکالنا.. کل وصول کر لوں گا۔"

"اوہ...." وہ غالباً دانت پیس کر غرائی تھی۔

اور عمران مزید کچھ کہے بغیر باہر نکل آیا تھا۔

O

دوسری صبح وہ سب دانش منزل میں اکٹھے ہوئے۔ عمران فرینڈو کے میک اپ میں تھا۔ صفدر ہنری کے میک اپ میں اور خود جولیا مونا کے میک اپ میں.... لزی اور رابرٹو اسی عمارت میں اب بھی تھے جہاں انہیں رکھا گیا تھا۔

فرینڈو، ہنری اور مونا دانش منزل میں قید تھے اور ان کی نگرانی بلیک زیرو کے سپرد تھی جو آج کل عموماً ایک ملازم کے بھیس میں دانش منزل میں ہی رہتا تھا۔

"اوہ!" یک بیک صفدر چونک کر بولا "جوزف کے لئے آپ نے کیا سوچا ہے.... اس کے لئے کہاں سے گنجائش نکلے گی؟"

"اس کے لئے پہلے ہی انتظام کر چکا ہوں۔ اگر تم لوگ دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ۔"

وہ انہیں دانش منزل کی حوالات تک لایا۔

سلاخوں کے پیچھے فرینڈو کے ساتھیوں کے علاوہ ایک لمبا تڑنگا حبشی بھی موجود تھا وہ انہیں دیکھ کر کسی بن مانس کی طرح غراتا ہوا اچھلنے کودنے لگا۔ اور عمران اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "جوزف اس کی جگہ لے گا۔"

فرینڈو، ہنری اور مونا خاموش تھے۔

دفعتاً مونا فرینڈو پر الٹ پڑی.... "سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے تم نے ہی اس کام کا ذمہ لیا تھا۔ میں کہہ رہی تھی کہ کسی اجنبی ملک میں ہم قریب قریب بے بس ہوں گے۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا لڑکی۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اب بہتری اسی میں ہے کہ بوغا کا صحیح پتہ بتا دو۔ ورنہ ہماری عدم موجودگی میں یہاں والے تمہارے آرام کا خیال نہیں رکھیں گے۔"

"جو کچھ ہمارے علم میں تھا بتا چکے.... اس سے زیادہ نہیں جانتے۔" مونا روہانسی آواز میں بولی "بوغا کا پتہ بہت ہی خاص آدمیوں کو معلوم ہوتا ہے ہمارا کام تو بس اتنا ہی تھا کہ ہم تم لوگوں

ہی اسٹیمر واسکوڈی گاما پر پہنچادیں اور خود بھی تمہارے ساتھ رہیں.... تم لوگ کہاں لے
ئے جاؤ گے ہمیں اس کا علم نہیں تھا شاید ابھی اسٹیمر کے کپتان کو بھی اس کا علم نہ ہو..... راستے
ہی میں اسے اطلاع ملے گی۔ مگر میں کہتی ہوں کہ تم لوگ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو!"

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"ایک تماشہ اور دکھاؤں گا۔" عمران نے جولیا سے کہا اور صرف اسی کا ہاتھ پکڑے ہوئے
ایک طرف چلنے لگا۔ صفدر سے اس نے ہال میں چلنے کو کہا تھا۔

"کہاں لے جا رہے ہو؟" جولیا نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔ میں پچھلی رات کا بدلہ تم سے
ضرور لوں گی۔ خواہ کچھ ہو۔"

"میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا اور وہ ایک کمرے میں داخل
ہوئے۔

جولیا کا ہاتھ اب بھی عمران ہی کے ہاتھ میں تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی جولیا بوکھلا گئی اور اسے غصہ بھی آیا! آخر یہ عمران کیا کرتا پھر رہا
ہے کیوں خواہ مخواہ اپنے لئے مصیبتیں مول لیتا ہے۔ سامنے مسہری پر تنویر چت لیٹا ہوا پلکیں جھپکا
رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" عمران نے اسے مخاطب کیا۔

تنویر نے سر گھما کر ان کی طرف دیکھا اور نحیف سی آواز میں سلام کا جواب دے کر آہستہ
آہستہ کراہنے لگا۔

جولیا متحیرانہ انداز میں کبھی عمران کی طرف دیکھتی اور کبھی تنویر کی طرف۔

عمران نے تنویر سے کہا "سنو دوست! ہم دونوں شادی کرنے جا رہے ہیں۔"

"خدا مبارک کرے!" تنویر نے کراہ کر کہا اور جولیا جو عمران پر الٹ پڑنے کا ارادہ ہی کر رہی
تھی کہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی کیونکہ یہی تنویر جولیا کو عمران کے ساتھ دیکھ کر آگ بگولہ
ہو جایا کرتا تھا چہ جائیکہ اس وقت اس نے نہ صرف اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا بلکہ شادی کی خوشخبری
بھی دے رہا تھا لیکن یہ تنویر....؟ اس نے اسے مبارکباد کہا تھا۔

یہ کیا بیہودگی ہے؟" جولیا نے جھٹکے کے ساتھ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے عمران سے کہا۔

تنویر نے اس پر مسکرا کر کہا تھا "ایسے مبارک موقع پر لڑائی جھگڑا اچھا نہیں ہوتا۔"

تنویر کے لہجے میں جولیا نے خلوص محسوس کیا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے بھائی؟" عمران نے تنویر سے پوچھا۔

"میرا نام.... میرا نام....!" تنویر کچھ سوچتا ہوا بولا "میرا نام زنجیر ہے۔"

"دیکھو بھائی زنجیر! یہ بڑی بدتمیزی ہے کہ تم لیٹے ہوئے ہو اور ہم کھڑے ہیں۔" عمران نے
برا سا منہ بنا کر کہا۔

"بھائی!" تنویر دردناک آواز میں کراہا۔ "میں مجبور ہوں اٹھ نہیں سکتا میرے پیٹ میں
آنتیں نہیں ہیں لہذا میری زندگی کا انحصار صرف لیٹے ہی رہنے پر ہے۔"

"اچھی بات ہے! لیٹے رہو۔" عمران نے کہا اور جولیا کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے دروازے
کی طرف مڑ گیا۔

راہداری میں دونوں کے درمیان چار پانچ گز کا فاصلہ تھا۔ دفعتاً جولیا نے جھپٹ کر اس کا بازو
پکڑ لیا اور روکتی ہوئی بولی "یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ تنویر کو کیا ہو گیا ہے؟"

"میں نے اس کی آنتیں نکلوالی ہیں۔" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"فضول باتیں نہ کرو..... یہ کیا پاگل پن ہے؟"

"اطمینان سے بتاؤں گا۔ یہ ابھی کچھ دیر بعد ٹھیک ہو جائے گا۔"!

"تم نے کیا کیا ہے؟"

"چلتی رہو! بتاتا ہوں.... میں، رابرٹو اور لزی اسی طرح لے جائے جاتے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"یہ ایک عرق ہے جو جسم میں انجکٹ کیا جاتا ہے اور اس کا اثر آٹھ یا دس گھنٹے تک باقی رہتا
ہے۔ آٹھ گھنٹے بعد وہ پھر اپنا نام زنجیر کی بجائے تنویر بتانے لگے گا اور اس کی آنتیں پیٹ میں پہنچ
جائیں گی۔"

"تم نہیں بتاؤ گے!" جولیا نے آنکھیں نکالیں۔

"پھر بتاؤں گا۔" عمران نے کہا۔

ل میں پہنچ چکے تھے۔

صفدر نے آگے بڑھ کر عمران سے پوچھا۔

"وہ حبشی کہاں سے ٹپک پڑا؟"

"وہ بھی شب تار کا بھتیجا ہے۔ جب میں اسٹیمر پر گیا تھا تو میری نظر اس پر پڑی تھی۔ یہ اسٹیمر کے خلاصیوں میں سے تھا۔ میں نے بحیثیت فرینڈ و کپتان کو بتایا تھا کہ میں نے عمران، رابرٹو اور لزی کو قابو کر لیا ہے اس نے انہیں جہاز تک لانے کی تدبیر بتائی اور مین نے اس سے ایک مضبوط آدمی مانگا۔ نظر انتخاب اس حبشی پر پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ اس نے جب مجھے کسی کو منتخب کرنے کو کہا تو میں نے اسی کی طرف انگلی اٹھادی۔ اور اب جوزف اس کی جگہ لے گا.... میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا! آپ لوگ براہ کرم یہیں ٹھہریئے!"

"تم جولیا سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔ "یہ مت بھولو کہ تم نے یہ تذکرہ میرے سامنے چھیڑا ہے۔ تمہیں تفصیل میں جانا ہی پڑے گا۔ خواہ اس کے لئے جہنم میں سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔ میں سسپنس میں رہنے کی عادی نہیں۔"

"ایسی غراہٹیں سن کر میرا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے۔"

عمران خوفزدہ آواز میں بولا۔ "خدا کے لئے آہستہ بولو.... تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"تنویر والا معاملہ!"

"ہوں! یہ بتاؤ کہ لزی اور رابرٹو جہاز پر کیسے لیجائے جا سکتے۔ ظاہر ہے کہ انہیں قیدیوں کی طرح نہیں لے جایا جا سکتا.... بیہوش کر کے صندوقوں میں بند کیا جائے تو جہاز پر بار ہونے سے پہلے کسٹم کا عملہ صندوق ضرور کھلوائے گا لیکن کپتان ایک ایسی تدبیر بھی کر سکتا ہے کہ تینوں قیدی برضا و رغبت اسٹیمر پر چلے جائیں.... قیدی تین شناخت ناموں کی تصاویر کے میک اَپ میں ہوں گے۔ ان سے اگر پوچھ گچھ کی جائے گی۔ تو وہ اپنے وہی نام بتائیں گے جو ان شناخت ناموں پر تحریر ہوں گے۔ مثال کے طور پر تنویز کو لے لو جو اپنا نام زنجیر بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پیٹ میں آنتیں ہی نہیں ہیں۔"

"تو تم نے کوئی عرق اس کے جسم میں انجکٹ کیا ہے جو تمہیں کپتان سے ملا تھا۔"

"ہاں.... اسے انجکٹ کرو.... اور جس کے انجکٹ کرو.... اس سے جو چاہے کہلوالو.... وہ قطعی ہوش میں معلوم ہو گا.... لیکن اس کی اپنی قوتِ ارادی فنا ہو چکی ہو گی.... تنویر خود

کو زنجیر کہتا ہے.... کیونکہ میں نے اس کو یہی بتایا تھا کہ اس کا نام زنجیر ہے.... میں نے اسے پلنگ پر لٹا کر کہا تھا کہ وہ اٹھ نہیں سکتا.... کیونکہ اس کے پیٹ میں آنتیں نہیں ہیں!"

"اوہ! مگر تمہیں اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ تم تنویر کو تختہ مشق بناؤ۔"

"غلطی ہوئی۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں گلہری خانم بنا کر دُم کی تلاش میں سرگرداں کر سکتا ہوں۔ تم ساری دنیا میں اپنی دُم تلاش کرتی پھرو گی۔"

"تم بعض اوقات حد سے گزر جاتے ہو۔" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں میرا دماغ چاٹ رہی ہو.... اسی چوہے ایکس ٹو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس عرق کا تجربہ کسی بلی پر کروں لیکن تم نہیں ملیں لہٰذا اُسی کے کہنے کے مطابق بلی کے بعد تنویر پر تجربہ کرنا پڑا۔"

جولیا کسی سوچ میں پڑ گئی۔

O

دوسرے دن وہ سب اسٹیمر پر تھے۔ چوہان دوہرے میک اپ میں تھا۔ ان تینوں کو عرق انجکٹ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انہیں تو ہر حال میں جعلی شناخت ناموں ہی سے منسلک رہنا تھا۔ اسٹیمر پر پہنچتے ہی تینوں کو ایک کیبن میں بند کر دیا گیا جوزف خلاصیوں سے جا ملا تھا۔ عمران نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ زیادہ تر اپنی زبان ہی بند رکھے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرے کہ اسے شدید ترین زکام ہو گیا ہے تاکہ آواز کی تبدیلی پر کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ شراب کے لئے خصوصیت سے سمجھایا تھا کہ دوسرے لوگوں کے معمول سے تجاوز کرنا ہو تو ہمیشہ علیحدگی میں پیئے۔ کسی کے سامنے بلانوشی کا مظاہرہ خطرناک اور اشتباہ انگیز ثابت ہو گا۔

جولیا کو اس نے بتایا کہ فرینڈ و مونا کا شوہر تھا۔

"تو پھر؟" جولیا نے آنکھیں نکالیں۔

"لہٰذا مجبوراً تمہیں بھی میرا شوہر بننا پڑے گا!" عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"میں کسی قسم کی بھی بیہودگی نہیں برداشت کر سکتی.... سمجھے؟"

"اگر شوہر اور بیوی ہونا بیہودگی ہے تو میں واپسی پر اپنے والدین کو گولی مار دوں گا۔"

"کام کی باتیں کرو.... اب کیا کرنا ہے؟"

"کسی ایسے جزیرے میں جا کر مرنا ہے.... جہاں شادی بیاہ کا رواج ہی نہ ہو۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

جہاز کے کپتان کا نام پیڈرو تھا۔ اور یہ نام صفدر کو نہ جانے کیوں صوتی اعتبار سے اس کی شخصیت سے زیادہ ہم آہنگ معلوم ہوتا تھا وہ ایک پستہ قد اور بلڈاگ قسم کا آدمی تھا۔ گردن موٹی اور برائے نام تھی۔ اتنی مختصر سی تھی کہ اسے کسی جانب صرف سر گھمانے کی بجائے پورا جسم گھمانا پڑتا تھا۔ ہر وقت اس کے ہونٹوں پر ایک موٹا سا سگار دبا رہتا اور آنکھیں شراب کے نشے میں ڈوبی رہتیں۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہ کسی سے گفتگو کرتے وقت بے حد پُر سکون نظر آتا ویسے حلیہ کسی جھگڑالو ہی آدمی کا سا تھا۔ جہاز کا عملہ اس سے خائف نظر آتا۔ اس کے ماتحت اس سے گفتگو کرتے وقت ہکلانے لگتے تھے۔ عمران نے جولیا اور صفدر کو سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی خود کو خائف ہی ظاہر کرنے کی کوشش کیا کریں۔

عمران کا خیال تھا کہ پیڈرو بوغا کے خاص آدمیوں میں سے ہے اسی لئے قیدیوں کو اسٹیمر تک پہنچانے کی ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی تھی۔ فرینڈوا اور اس کے ساتھیوں کو تو صرف اپنے شکار کو قابو میں کرنا تھا۔

اس حیرت انگیز عرق کی تھوڑی سی مقدار عمران نے پار کر دی تھی جو اسے پیڈرو سے ملا تھا اس کے عوض شیشی میں اسے تھوڑا سا پانی ڈالنا پڑا تھا اور پھر شیشی پیڈرو کو واپس کر دی تھی۔

جولیا نے عمران سے پوچھا "آخر تنویر اس تجربہ کے لئے تیار کیسے ہو گیا تھا۔"

"اس کے فرشتے بھی تیار ہوتے۔" عمران نے جواب دیا "ایکس ٹو نے اسے مجبور کیا تھا۔ مگر وہ بھی بڑا ستم ظریف ہے۔ اس نے تنویر سے فون پر پوچھا تھا کہ کیا وہ زکام میں مبتلا ہے؟ ظاہر ہے کہ تنویر نے اثبات ہی میں جواب دیا ہو گا۔ کیونکہ وہ حقیقتاً زکام میں مبتلا تھا۔ ایکس ٹو نے کہا کہ یہ زکام انفلوئنزا میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے اس لئے اسے فوراً دانش منزل پہنچنا چاہئے جہاں ڈاکٹروں کا ڈاکٹر.... ڈاکٹر علی عمران ایم ایس سی پی ایچ ڈی جھاپکو پیتھ اسے انجکشن دے گا۔"

"اوہ.... تو یہ کہو! ورنہ تم بیچارے کیا آمادہ کر سکتے اسے...." جولیا نے کہا اور عمران صرف

مسکرا کر رہ گیا۔

صفدر کو تو ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ اس نائٹ کلب کے منیجر کا کیا ہوا تھا؟ وہ اسے بیہوش چھوڑ آئے تھے۔ ہوش میں آنے پر اس نے ہنری سے ضرور رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی جو لزی اور رابرٹو کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

صفدر کے استفسار پر عمران نے بتایا کہ ہوش میں آنے پر منیجر نے بلا شبہ فون پر ہنری سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن اس وقت تک چوہان ہنری کی جگہ لے چکا تھا۔ اس لئے بات جہاں تھی وہیں رہ گئی تھی۔ اس نے اسے اطمینان دلا دیا تھا کہ وہ ان دونوں بلیک میلرز سے بھی سمجھ لیں گے اسے پریشان نہ ہونا چاہئے!

اور اب وہ سبھی سوچ رہے تھے کہ عمران نے کتنے حیرت انگیز طور پر حالات اپنے قابو میں کئے تھے۔

رابرٹو لزی سے کہتا "دیکھ لیا تم نے عمران کو.... کون ہے جو اسے احمق یا لاپرواہ سمجھے گا!"

"مگر اب کیا ہو گا؟" لزی پوچھتی۔

"خدا ہی جانے! میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ عمران نے موت کے منہ میں چھلانگ لگائی ہے اور لزی بوغا سے الجھنا موت ہی کو دعوت دینا ہے۔ یہ تو اس کا ایک بہت معمولی سا شعبدہ تھا۔"

پیڈرو اب ان لوگوں سے قطعی بے تعلق ہو گیا تھا۔ عمران خود بھی یہی چاہتا تھا کہ اسے اس سے زیادہ گفتگو نہ کرنی پڑے۔

رابرٹو کی حوالات کی کنجی عمران ہی کے پاس تھی۔ دوسرے دن رابرٹو نے عمران کی اس حرکت پر شدت سے احتجاج کیا کہ وہ دیدہ دانستہ ان سبھوں کو موت کے منہ میں لئے جا رہا ہے۔

"اوہ اب ہوش آیا ہے تمہیں؟" عمران مسکرایا۔

"حالات نے میرے اوسان بحال نہیں رکھے تھے۔" رابرٹو بولا۔ "تم نہیں سمجھ سکتے کہ تم سے کتنی بڑی غلطی سرزد ہو رہی ہے۔ بوغا کے دشمن اس سے دور بھاگتے ہیں اور تم.... خود ہی اس کے جال میں پھنسنے کے لئے جا رہے ہو بلکہ مجھے یہ کہنا چاہئے کہ پھنس چکے ہو۔"

"پھنس چکے ہیں نا....؟"

"مجھے تو اس میں شبہ نہیں ہے۔"

"تو بس پھر صبر کرو کہ اس کا پھل میٹھا ہے۔ گٹھلی سمیت نگل لینا۔" عمران نے لڑکی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "ہاں اب تم کہو۔"

"میں کیا کہوں؟" لڑکی نے بُرا سامنہ بنا کر جواب دیا۔

عمران جو شاید ان کی چڑچڑاہٹ سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا ہنس کر بولا "تم کہہ بھی کیا سکتی ہو کیونکہ گردنیں تو ہماری کٹیں گی۔ تم تو بوغا ہی کی لڑکی ٹھہریں۔"

"ہوں بس ہوشیار ہی رہنا مجھ سے۔"

"دوسری بات!" رابرٹو ہاتھ اٹھا کر بولا "جوزف کے لئے کیا سوچا ہے؟"

"کیوں؟"

"وہ اس جہاز میں ایک خلاصی کی حیثیت میں ہے کپتان جہاں کہیں بھی اتارے گا صرف ہمیں اتارے گا.... اور جوزف....؟"

"پرواہ مت کرو!" عمران نے شانوں کو جنبش دی "یہ دیکھنا میرا کام ہے!"

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں بہت جلد الٹا لٹکا ہوا دیکھوں گی۔"

"بیکار باتیں نہ کرو!" رابرٹو بولا۔ پھر اس نے عمران سے پوچھا "کیا تمہیں علم ہے کہ ہم کہاں اتارے جائیں گے؟"

"ابھی تک تو نہیں معلوم ہو سکا۔"

"تم سچ مچ آنکھیں بند کر کے اندھے کنویں میں کود پڑے ہو۔"

"ہوں.... اوں...." عمران کچھ سوچنے لگا تھا۔

"اور پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہی جگہ اتارے جائیں۔ تمہارے بیان کے مطابق فرنینڈو اٹلی سے آیا تھا لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ ہمیں بھی اٹلی ہی جانا پڑے جب کہ بوغا خود ہی لاتعداد چھوٹے چھوٹے جزیروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اور چوہان کسی جزیرے میں اتار دیئے جائیں۔ تم لوگ بحیثیت فرنینڈو، ہنری اور مونا اٹلی چلے جاؤ!"

"مفت میں اٹلی کا سفر.... ہاہا...." عمران نے بچکانہ انداز میں خوشی ظاہر کی۔

"تم کیوں اپنا دماغ خراب کر رہے ہو رابرٹو!" چوہان نے کہا۔

"محض اس لئے کہ تم لوگ بوغا سے اچھی طرح واقف نہیں ہو۔"

"اب ہو جائیں گے!" عمران نے لاپروائی سے کہا اور حوالات سے باہر نکل کر دروازہ مقفل کر دیا۔

لیکن وہ حقیقتاً لاپروائی برتنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ یہ سارے سوالات پہلے ہی اس کے ذہن میں پیدا ہو چکے تھے اور وہ ان کے جواب کے لئے نئے حالات کا منتظر تھا!

O

وہ دن بھی یونہی گذر گیا اور پیڈرو کی طرف سے اسے کوئی خاص اطلاع نہ مل سکی اب تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے پیڈرو جہاز پر ان کی موجودگی سے لاعلم ہی ہو۔ اکثر عمران کا اور ان کا سامنا بھی ہو جاتا تھا لیکن عمران کو اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک بھی نہ دکھائی دیتی۔ وہ اس طرح اس کے قریب سے گذر جاتا جیسے پہلے کبھی ملاقات ہی نہ ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں اس سے کوئی کام نکال لینا کتنا مشکل تھا۔ ویسے اگر اس سے مل بیٹھنے کا مواقع بھی نصیب ہوتے رہتے تو بات دوسری تھی۔ عمران اب تک بہت کچھ کر چکا ہوتا۔

صفدر اور جولیا کے ذہنوں میں بھی وہی سوالات ابھرے تھے جو رابرٹو کی بے چینی کا باعث بنے ہوئے تھے عمران نے اسے تو ٹال دیا تھا لیکن یہ دونوں سر ہو گئے۔

"یہ حقیقت ہے!" عمران نے سنجیدگی سے کہا "یہ ایک اندھی چال تھی اور اب بھی ہم اندھیرے ہی میں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہی ہو جو تم لوگ سوچ رہے ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟" صفدر بولا۔

اس کے جواب کا انحصار بھی آئندہ پیش آنے والے حالات پر ہے۔"

"کیا یہ دیوانگی نہیں تھی؟" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا "تم صرف رابرٹو کی حفاظت کر سکتے ہو۔ اس قصے کو وہیں ختم کر دیتے۔ مگر تم کیا کرو.... ایکس ٹو ہی کی دیوانگی کہی جا سکتی ہے۔ کون جانے اسے بھی تم نے غلط مشورہ دیا ہو!"

"کیا وہ ماتحتوں کے مشورے قبول کر لیتا ہے؟"

"ضروری نہیں ہے کہ اس کا رویہ تمہارے ساتھ بھی وہی ہو جو ہمارے ساتھ ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر صفدر نے کہا "خیر اگر ہم اٹلی پہنچ گئے تو وہاں سے ہماری

واپسی ممکن ہے لیکن ان تینوں کا کیا ہوگا.... عمران میں یہی کہوں گا کہ وہ محض تمہاری وجہ سے مارے جائیں گے۔ میرا دعویٰ ہے کہ یہ بات تم نے ہی ایکسٹو کو سمجھائی ہوگی کہ بوغا کا پتہ صرف اس طرح لگایا جاسکتا ہے۔"

"میری ہی وجہ سے دنیا میں آئے دن مختلف مقامات پر زلزلے آتے رہتے ہیں۔ لوگ گرتی ہوئی عمارتوں میں دب کر مر جاتے ہیں اور ان کا خون میری گردن پر ہے۔"

"باتوں میں مت اڑاؤ.... تم نے ہمیں مصیبت میں پھنسادیا ہے۔" جولیا جھلاگئی۔

"اچھا چلو۔ اب میں خاموش ہی رہوں گا۔ نکل جاؤ مصیبتوں کے جال سے۔ اگر منع کردوں تو گردن اڑادینا۔ وعدے کا پکا ہوں۔" عمران نے کہا اور جولیا دانت ہی پیستی رہ گئی۔

تیسرے دن پیڈرو نے عمران کو اپنے کیبن میں بلوایا۔ وہ اس وقت نیلی پتلون، سفید سینڈو کٹ بنیان میں تھا۔ رم کی بوتل اور گلاس سامنے موجود تھے۔

"بیٹھ جاؤ" اس نے عمران کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

عمران نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے اس کے شعور میں خطرے کا کوئی نیم بیدار سا احساس کلبلایا ہو۔ وہ ایک طرف کینوس کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تم بوغا کو احمق سمجھتے ہو۔ پیڈرو نے پہلے ہی کی طرح اس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور عمران نے ایک طویل سانس لی۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں بھی پہنچ گیا جس میں بھرا ہوا پستول موجود تھا۔ مگر پیڈرو کتنا مطمئن نظر آرہا تھا اس نے ایک بار بھی عمران کی جانب نظر اٹھانے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔ یک بیک اس نے بوتل اٹھا کر شراب انڈیلی اور گلاس ہونٹوں سے لگالیا۔ پھر شائد دوسری سانس گلاس خالی کر کے لی تھی۔ چند لمحے رومال سے ہونٹ خشک کرنے میں گذرے.... اس کے بعد اس نے نظر اٹھائے بغیر کہا "بوغا کی توقعات کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کی یہی اسکیم تھی؟"

"کیا میں فی الحال اس بوتل میں کاگ لگادوں" عمران نے مسکرا کر پوچھا وہ بہت زیادہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا تھا۔ انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ اب تک اسی سچویشن کے انتظار میں رہا ہو۔

"کیوں؟" اس بار پیڈرو نے سر اٹھایا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں اپنے حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"میرا خیال ہے کہ کھلی ہوئی بوتل بعض لوگوں کو بغیر پیئے ہی بہکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"شراب ہی ٹھہری!" وہ برابر مسکرائے جارہا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"بس یہ بتانے کے لئے کہ تم ہمیں بہت جلد داغِ مفارقت دینے والے ہو.... لینڈ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"لیکن بوغا کا تذکرہ کیوں نکال بیٹھے تھے؟" عمران نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"تاکہ تمہاری بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"بوغا تمہیں کتنے سکون کے ساتھ اپنے پاس بلوا رہا ہے حالانکہ میں نے سنا ہے کہ تم نے خود اسے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی لیکن اب اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنا کہ خود ہی کس طرح اپنے ہی جال میں پھنس گئے ہو۔"

"میں کہہ رہا ہوں دوست!" عمران مسکرایا" بوتل میں کاگ لگادو، ورنہ اب تمہیں ڈراؤنے خواب بھی نظر آنے لگیں گے۔"

پیڈرو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا "بوغا جانتا تھا کہ تم یہی سب کچھ کرو گے۔ اسی لئے اس نے تم لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کرائی تھی اگر وہ خود نہ چاہتا تو تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوسکتا کہ کب کیا ہوگیا.... بس جاؤ.... ان تینوں کو حوالات سے نکال کر ڈیک پر پہنچ جاؤ.... یہ بہت بُری بات ہے کہ ہمارے خلاصیوں میں سے بھی ایک آدمی کم ہو جائے گا۔"

عمران کا دل چاہا کہ وہ میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر گدھوں کی طرح رینکنا شروع کر دے۔ وہ کتنی دلیری اور کتنے پھرتیلے پن سے بوغا کے جال میں آپھنسا تھا۔

اس نے چپ چاپ جیب پر سے ہاتھ ہٹالیا۔ اب بہتری اسی میں نظر آئی کہ وہ تیزی سے اقدامات نہ کرے۔

"بوغا کے آدمی محفوظ ہیں۔" اس نے کسی قسم کی پریشانی ظاہر کئے بغیر کہا۔

"اگر محفوظ نہ بھی ہوں تو کیا فرق پڑے گا۔" پیڈرو نے لاپروائی سے کہا" بوغا ایک ایسا شاطر ہے، جو ضرورت پڑنے پر بے دریغ اپنے مہرے پٹوا دیتا ہے اور اس کی پیشانی پر شکن تک نہیں

آتی۔"

"خیر!" عمران خوش ہو کر بولا "یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ میں بالکل اپنے ہی جیسے ایک آدمی کا مہمان بننے جارہا ہوں۔"

"تم....؟" پیڈرو نے اپنی داہنی ابرو کو جنبش دی "تم اس کے سامنے ایک چیونٹی سے بھی زیادہ حقیر ہو۔ اس کی بیٹی کی حماقتیں تم لوگوں کی رہائی کا باعث بنی تھیں۔ ورنہ بوغا کی جیلوں کے گرد دیواریں نہیں ہوتیں۔"

"میں خود اب تک پچھتا رہا ہوں کہ رابرٹو کی باتوں میں آکر میں کیوں نکل بھاگا تھا۔" عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا "بوغا تو بڑا گڈ آدمی ہے.... مجھے پھر اس کی خدمت کر کے خوشی ہی حاصل ہوگی۔ کیا میں اب اس بوتل میں کاگ لگادوں؟"

"تم پاگل تو نہیں ہو؟" دفعتاً پیڈرو جھلا گیا۔

"کیوں.... کیوں خفا ہوتے ہو پیارے؟"

"کیونکہ مجھے اس بوتل کی تہہ میں تمہاری موت ناچتی دکھائی دیتی ہے۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" پیڈرو آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"وہ لڑکی جو تمہاری میز پر کھانا لگاتی ہے.... تمہارے نائب کی بھی منظورِ نظر ہے۔"

"نہیں!" پیڈرو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا "تمہیں کیسے معلوم ہوا....؟"

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"اوہ.... وہ ذلیل.... اسے اس کی جرأت کیسے ہوئی! مگر تم کیا جانو کہ وہ میری منظورِ نظر ہے۔"

"جو شخص بوغا سے ٹکرا جانے کا دعویٰ رکھتا ہو اس کی آنکھیں اتنی تیز ہونی چاہئیں دوست۔"

"ہوں!...." پیڈرو غراتا ہوا بیٹھ گیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر دفعتاً وہ ہنس پڑا...."وہ.... تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو.... کیوں؟"

"بھلا اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا اگر تم اپنے نائب کو مار ڈالو۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔

"اس لئے اس بوتل میں کاگ لگا رہا ہوں...... کہ تمہارا ہر وقت بہت زیادہ نشے میں رہنا مناسب نہیں ہے!"

بھلا پیڈرو کو کیسے معلوم ہو جاتا کہ کاگ لگنے سے پہلے سرخ رنگ کا ایک کیپسول بھی بوتل میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کیپسول پچھلے ہی دن سے عمران کی جیب میں پڑا ہوا تھا اور وہ منتظر تھا کہ کب پیڈرو سے ایسی حالت میں ملاقات ہوتی ہے جب وہ شراب پی رہا ہو۔

اگر پیڈرو اس وقت اس سے کھل کر گفتگو نہ کرتا۔ تب بھی اس کی اس اسکیم میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ اس اسٹیج پر خود کو محض حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے سے ہر حال میں گریز کرتا۔ پہلے تو اس کی اسکیم کچھ اور تھی لیکن اب پیڈرو سے گفتگو ہونے پر اس میں فوری طور پر کچھ تبدیلیاں کرنی پڑی تھیں۔

پیڈرو نے بوتل سے پھر کاگ نکال لی اور گلاس میں انڈیلتا ہوا بولا۔ "ہونہہ! مجھے اتنا نشہ کب ہوتا ہے کہ میں کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مارا جاسکوں۔"

"تمہاری مرضی!" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور بولا "میں چلا"!

"ٹھہرو! کوئی ایسی حماقت نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں فوری طور پر مر جانا پڑے۔" پیڈرو بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا "اگر ایسا ہوا تو بوغا کو بڑا دکھ ہوگا کیونکہ وہ سسکا سسکا کر مارنے کا عادی ہے۔"

"پرواہ مت کرو! میری سسکیاں روک اینڈ رول سے کسی طرح کم نہیں ہوتیں.... بوغا کا جی خوش ہو جائے گا۔" عمران نے بھی.... اسی انداز میں آنکھ دبائی اور کیبن سے باہر نکل آیا۔

اب اسے پیڈرو کے نائب مشکن کی تلاش تھی۔ یہ ایک اوسط درجے کا سیدھا سادا آدمی تھا۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کی بناء پر لوگوں کی توجہ خصوصیت سے اس کی طرف مبذول ہوتی۔ وہ زیادہ تر خاموش اور الگ تھلگ ہی دیکھا جاتا تھا۔

"ہیلو.... لیفٹیننٹ!" عمران نے اسے متوجہ کیا۔

"ہیلو!"

"یہ پیڈرو کو کیا ہو گیا ہے.... مجھے تو بڑا خوف معلوم ہوتا ہے" عمران نے مسمسی سی شکل بنا

کر کہا۔

"کیوں؟"

"صبح سے مجھے اور ہنری کو باری باری سے بلا کر بور کر رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"کبھی مجھ سے کہتا ہے کہ تم ڈریلا کو پھانس لو گے.... اور کبھی ہنری سے یہی کہتا ہے.... میں نہیں جانتا کہ ڈریلا کون ہے!"

"ڈریلا.... ہاں وہ اس کی خادمہ ہے.... لیکن وہ تم سے ایسی باتیں کیوں کرتا ہے؟" مشکن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ابھی ابھی اس نے پھر بلایا تھا مجھے.... اس بار تو وہ تمہارا نام بھی لے رہا تھا.... چیخ چیخ کر تمہیں گالیاں دے رہا تھا.... کہہ رہا تھا کہ اگر تم دونوں نے نہیں پھانسا.... تو پھر.... مشکن ہی اس پر ڈورے ڈال رہا ہو گا۔"

"کیا بیہودگی ہے!" مشکن آہستہ سے بڑبڑایا۔

"خدا جانے!" عمران نے شانوں کو جنبش دی۔ "میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا۔ تم تو مجھے بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو.... کوئی خاندانی آدمی!.... کیا میں یہ سمجھ لوں کہ پیڈرو آہستہ آہستہ اپنا ذہنی توازن کھو رہا ہے۔ بہت زیادہ پینے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے.... میں جانتا ہوں۔"

مشکن کچھ نہ بولا۔ وہ خلا میں گھور رہا تھا۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔ "تم اپنے قیدیوں کو سنبھالو.... تمہیں جلد ہی ایک جزیرے میں اترنا ہو گا۔"

"ہم سبھوں کو؟" عمران نے پوچھا۔

"ہاں کیپٹن نے یہی کہا تھا۔"

"اوہ.... تب تو وہ ضرور پاگل ہو گیا ہے۔ جزیرے میں تو صرف قیدیوں کو اترنا تھا۔"

"ہرگز نہیں! بوغا کا پیغام خود میں نے سنا ہے۔"

"تب تو پھر ٹھیک ہی ہو گا۔"

یہ بات تو اسے پیڈرو ہی سے معلوم ہو چکی تھی کہ وہ سب ساتھ ہی کسی جزیرے میں اتارے جائیں گے۔ پھر وہ کیپسول اس کی بوتل میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تو اس لئے تھا

کہ اسٹیمر پر ان کا قبضہ ہو۔ وہ بھی اس لئے کہ عمران اپنے آدمیوں کا مختلف جگہوں پر اتارا جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا اور اب تو اس کا سوال ہی نہیں تھا۔ وہ پہچان لئے گئے تھے۔ عمران نے دارالحکومت ہی میں دھوکا کھایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ بوغا کے لئے کام کرنے والے اس سے لاعلم ہیں کہ عمران ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ لیکن خود اس سے بے خبر تھا کہ بوغا نے دوہرا جال بچھایا ہے۔

بوغا نے تو دراصل اپنے کچھ آدمی اس کے علم میں لا کر دوسروں سے اس کی نگرانی کرائی تھی اور اس طرح عمران اور اس کے ساتھی بڑی خوشی سے گویا موت ہی کے منہ میں کود گئے تھے۔

بہر حال وہ کیپسول جو عمران کی جیب میں پڑا ہوا تھا۔ اس وقت شرارتاً ہی پیڈرو کی بوتل میں داخل ہوا تھا۔ ورنہ مقصد تو حل ہو چکا تھا۔ دوسری صورت میں بھی یقینی طور پر وہ کیپسول کسی نہ کسی طرح پیڈرو کی بوتل میں ضرور داخل ہوتا۔ نتیجے کے طور پر وہ پاگل ہو جاتا تو اس کے نائب کو اسے اس کے کیبن میں مقفل کر کے اسٹیمر کا چارج خود لینا پڑتا.... اور پھر ہوتا عمران کا راج!

وہ مشکن کی مُشکیں کس لیتا اور پھر صفدر یا چوہان اس کی جگہ لیتے۔ یہ حرکت پیڈرو کے ساتھ بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ ان میں سے کوئی بھی پیڈرو کا رول ادا نہ کر سکتا۔ کیونکہ پیڈرو جسامت کے اعتبار سے ان لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ چہرے کا میک اپ آسانی سے ہو جاتا لیکن یہ تو عمران کے فرشتوں کے بھی بس کی بات نہیں تھی کہ وہ اپنے کسی آدمی کو پستہ قد اور کوتاہ گردن بنا سکتا۔ اسی دشواری کی بنا پر اس نے اتنی گھماؤ پھراؤ والی اسکیم بنائی تھی۔

اب اس نے سوچا کہ اس مشکن کے پاس سے کھسک ہی جانا چاہئے کیونکہ ہنگامہ شروع ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

"اچھا لیفٹیننٹ تو میں قیدیوں کو دیکھوں۔" عمران نے کہا اور وہاں سے کھسک آیا۔

اسے اس کا بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ مشکن کو اصل حالات کا علم نہیں ہے وہ اسے فرینڈو یعنی بوغا ہی کا آدمی سمجھتا ہے۔

O

صفدر نے عرشے پر شور سنا اور بوکھلا کر کیبن سے باہر آیا۔ خلاصیوں کے مجمع میں اسے پیڈرو نظر آیا جو وحشیوں کی طرح اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔

"مار ڈالوں گا.... زندہ نہیں چھوڑوں گا.... اس کی یہ جرأت کہ.... ڈریلا پر نظر ڈالے۔"

دوسری طرف مشکن بھونچکا کھڑا تھا اور دونوں کے درمیان کچھ مضبوط جسموں والے خلاصی حائل تھے۔ سچ مچ ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے پیڈرو مشکن کو مار ہی ڈالے گا۔

پھر اس نے عمران کو بھی اپنے کیبن سے نکلتے دیکھا اور صفدر تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

پیڈرو چیخ رہا تھا.... "ڈریلا کو لاؤ.... بلاؤ اسے.... اگر وہ بھی.... میں اسے بھی گولی مار دوں گا.... ہٹو تم لوگ سامنے سے.... ورنہ میں ایک ایک کو کھا جاؤں گا۔!"

وہ خلاصیوں پر ہاتھ چلانے لگا اور مشکن نے چیخ کر کہا "یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اسے پکڑ لو ورنہ یہ ہمیں برباد کر دے گا۔"

جو خلاصی درمیان میں آگئے تھے اچھی طرح پٹ گئے کیونکہ پیڈرو کسی اَرنے بھینسے کی طرح مضبوط تھا اور اس کے گھونسے یقیناً ایسے ہی رہے ہوں گے جن سے جبڑے ہل جائیں۔

چوٹ کھائے ہوئے سیاہ فام خلاصی بھی برہم ہو گئے اور انہوں نے اسے بے بس کر دینے کی کوشش شروع کر دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" صفدر نے پلکیں جھپکائیں۔

"عشق ہو رہا ہے!" عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "وہ ڈریلا سے محبت کرتا ہے اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ ڈریلا کے اباجان مشکن کو پسند کرتے ہیں! اگر تم اماں جان تک پہنچ سکو تو تمہارا مستقبل بھی محفوظ ہو سکتا ہے۔"

"کہیں یہ جھگڑا ہمارے معاملے کو کھٹائی میں نہ ڈال دے" صفدر بڑبڑایا۔

"نہیں ہمارا معاملہ کھٹائی یا سوندھی مٹی والے معاملے سے بالکل الگ ہے.... خدا کا شکر ہے۔"

صفدر اس جھگڑے کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اسے کیا علم کہ بی جمالو کے اباجان اس کے قریب ہی کھڑی بھس میں پڑی ہوئی چنگاری کے کارناموں سے محظوظ ہو رہے ہیں۔

"مشکن بھی کمزور نہیں ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا "مگر اس کا ہاضمہ کچھ خراب معلوم ہوتا ہے۔ ارے وہ دیکھو ان لوگوں نے تو پیڈرو کو گرا ہی لیا.... واہ بھئی! تم کہاں ہو ڈریلا ڈارلنگ.... میں جانتا ہوں کہ تم صرف مجھ سے ہی محبت کر سکتی ہو۔ پیڈرو اور مشکن تو دونوں ہی

چھوٹے بڑے گدھے ہیں۔"

صفدر چونک کر عمران کو گھورنے لگا مگر اس کے چہرے پر حماقت کے علاوہ اور کیا ملتا۔ پھر بھی صفدر کچھ غیر مطمئن سا نظر آنے لگا۔

خلاصی پیڈرو کو اٹھائے ہوئے اس کے کیبن کی طرف لے جا رہے تھے شائد وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ لباس تو تار تار ہی تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے انہوں نے کوئی لاش مُردار خور پرندوں کے پنجے سے چھینی ہو۔ مشکن بھی ساتھ تھا۔ اس نے عمران اور صفدر کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

"تم لوگ اترنے کے لئے تیار رہو!"

"اوہ!" صفدر نے اطمینان کی سانس لی اور پھر بولا "میں تو سمجھا تھا کہ شاید اب ہمیں سفر جاری ہی رکھنا پڑے گا.... مگر.... یہ کیسے ہوگا.... کیا وہ صرف قیدیوں کو اتاریں گے؟"

"کیا ہم قیدی ہیں؟" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "تم بس خاموشی سے دیکھتے رہو.... جوزف بھی ہمارے ساتھ ہی اترے گا۔"

تھوڑی دیر بعد صفدر کو کچھ پرندے اڑتے نظر آئے۔ جزیرہ غالباً قریب ہی تھا۔ اس کے ساتھی عرشے پر اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان میں قیدی بھی تھے اور اب مشکن کے حکم سے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی ڈال دی گئی تھیں!

O

عمران پیڈرو کے کیبن کے قریب کھڑا کاغذ کے ایک ٹکرے پر پنسل سے گھسیٹ رہا تھا۔

"پیڈرو پیارے! بلکہ میری جان بھی! تمہیں پریشان نہ ہونا چاہئے۔ دو تین دن میں تمہاری ذہنی حالت ٹھیک ہو جائے گی... بوغا کے لئے پیار... اسے اطلاع دے دینا کہ میں ہمیشہ اس سے محبت کرتا ہوں گا۔

عمران"

کاغذ کو تہہ کر کے اس نے دروازے کی جھری سے کیبن میں ڈال دیا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا عرشے پر آیا۔ یہاں اس کے ساتھی بھی موجود تھے۔ اسٹیمر رک گیا تھا۔ ایک بڑی کشتی نیچے اتاری جا رہی تھی۔ جزیرہ یہاں سے شائد دو یا تین فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ لیکن وہ کوئی ریگستانی جزیرہ

نہیں معلوم ہوتا تھا اتنی دور سے بھی صرف سر سبز درخت ہی نظر آرہے تھے۔

دفعتاً اسٹیمر نے تین سیٹیاں دیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جزیرہ والوں کے لئے کسی قسم کا اشارہ رہا ہو۔ کشتی پانی کی سطح پر پہنچ گئی تو رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی گئی۔

یک بیک رابرٹو غرایا "ہم کیسے اتریں گے؟ ہمارے ہاتھوں میں تو ہتھکڑیاں ہیں۔"

"تم اس مناسبت سے اپنے ہاتھ پھیلا سکتے ہو کہ رسیاں پکڑ سکو۔" عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔

اور رابرٹو چپ چاپ اترنے لگا۔ اسی طرح لزی بھی اتری مگر شاید وہ خوفزدہ تھی۔

اس کے بعد جوزف بھی سیڑھی کی طرف بڑھا۔

"اے تم کہاں؟" مشکن نے اسے ٹوکا۔ لیکن عمران کی ہدایت کے مطابق جواب تیار تھا۔

جوزف نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور بولا "کیوں؟ کیپٹن نے مجھ سے یہی کہا تھا!"

"ہاں ہاں!" عمران نے سر ہلا کر تائید کی۔ "اسے ہمارے ساتھ ہی اترنا ہے۔ پیڈرو نے یہی کہا تھا۔ میرے سامنے کی بات ہے۔"

بات ختم ہو گئی تھی اور جوزف نہایت اطمینان سے نیچے اترتا چلا گیا تھا۔

کشتی ساحل کی طرف روانہ ہو گئی۔ یہ موٹر بوٹ تھی اور اس پر جہاز کے عملہ کے چار مسلح آدمی بھی موجود تھے۔

ساحل تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ پانی پر ابھری ہوئی کگاریں پتھریلی تھیں اور کنارے سے اندر کی طرف زمین بتدریج سطح سمندر سے اونچی ہوتی گئی تھی۔ اتنی اونچی کہ شائد دونوں عورتوں کو تو کوہ پیمائی ہی کا مزہ آجاتا۔

وہ سامان سمیت اتار دیئے گئے اور موٹر بوٹ پھر اسٹیمر کی طرف مڑ گئی۔

"جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔" عمران نے کہا "ہم کچھ دیر یہیں ٹھہریں گے۔"

وہ ایک جانب بیٹھ گئے۔ عمران کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کی پیشانی پر گہرے تفکر کی نشانیاں نہ رہی ہوں!

"مجھے حیرت ہے کہ آخر جوزف کو کیسے ہمارے ہی ساتھ اترنے کی اجازت مل گئی۔" کچھ دیر بعد رابرٹو نے کہا اور عمران سر ہلا کر بولا۔

"ابھی اس کا تذکرہ نہ چھیڑو۔ ورنہ یہیں تڑسے گرو گے اور مارے حیرت کے مر جاؤ گے۔"

انہوں نے دیکھا کہ اسٹیمر حرکت میں آگیا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کا بالائی حصہ بھی نیلے آسمان اور نیلے پانی کے درمیان گم ہو گیا۔

"چلو.... اب!" عمران اٹھتا ہوا بولا

"ہماری ہتھکڑیاں تو کھولو!" چوہان جھلا گیا۔

"ذرا کچھ دیر اور ٹھہرو!" عمران نے کہا اور پھر اس نے دو سوٹ کیس اٹھا لئے۔ بقیہ سامان صفدر اور جوزف نے سنبھال لیا۔ جولیا اور لزی بالکل خاموش تھیں۔ ہو سکتا ہے جولیا کو اس دوران میں عمران پر تاؤ بھی آیا ہو لیکن وہ خاموش ہی رہی تھی۔

عمران فی الحال انہیں یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی بوغا کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اسی لئے اس نے ابھی ان کی ہتھکڑیاں بھی نہیں کھولی تھیں۔

وہ ان پر یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ با احسن و خوبی فرینڈ کا پارٹ ادا کر رہا ہے اگر انہیں حقیقت کا علم ہو جاتا تو شاید وہ اس جگہ سے ہل ہی نہ سکتے۔ اور رابرٹو کی دانست میں تو وہ اس کی زندگی کے آخری ہی لمحات ہوتے۔

چڑھائی زیادہ تکلیف دہ نہیں تھی۔ اوپر پہنچ کر انہیں دوسری طرف گھنا جنگل نظر آیا اور یک بیک جوزف بڑبڑایا۔ "ارے میں تو مر ہی گیا باس!"

"کیوں؟" عمران اسے گھورنے لگا۔

"یہ کوئی ویران جزیرہ معلوم ہوتا ہے باس!"

"چلو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

"خاک اچھی بات ہے...." رابرٹو نے غصیلے لہجے میں کہا "اب یہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر بوغا ہمیں مارنا ہی چاہتا تھا تو اتنی دور کھینچ بلانے کی کیا ضرورت تھی!"

"وہ ہمیں سسک سسک کر مرتا ہوا دیکھے گا۔" رابرٹو نے کہا۔ وہ اسی جگہ رک گئے تھے۔

یک بیک چوہان نے کہا "مناسب یہی ہو گا کہ ہم پھر نیچے اتر جائیں۔ جنگلوں میں گھسنا بہتر نہ

"ادھر تو میں بالکل ہی مر جاؤں گا۔" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں؟"

"ادھر کھارے پانی کے علاوہ اور کیا ہے!"

"اور جنگل میں تو تمہارے باوانے ڈسٹلری کھول رکھی ہے!" عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"وہاں میں کچھ نہ کچھ تلاش ہی کرلوں گا باس!" جوزف گڑگڑایا۔ "میرا نشہ اکھڑ رہا ہے۔"

"ہوں.... اچھا...." عمران کچھ سوچتا ہوا بولا "کیوں نہ صرف میں جاؤں؟ اور جوزف بھی میرے ساتھ ہوگا.... اچھا! تم لوگ یہیں ٹھہرو.... شاید ہم اُدھر کوئی مناسب جگہ تلاش کر سکیں!"

اس نے دونوں سوٹ کیس زمین پر رکھ دیئے اور انہیں کھول ڈالا۔

ان میں چھوٹی چھوٹی نالوں والی طاقت ور رائفلوں اور کارتوسوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

اس نے دو رائفلوں کی نالیں کندوں میں فٹ کیں کچھ کارتوس لئے اور جوزف کے ساتھ دوسری طرف جنگل میں اتر گیا۔

O

پھر اندھیرا پھیلنے لگا اُن دونوں کا کہیں پتہ نہ تھا صفدر کی الجھن بڑھ گئی۔ دوسرے لوگ بھی بور ہی ہو رہے تھے۔ ہتھکڑیوں کی کنجیاں صفدر ہی کے پاس تھیں اس نے رابرٹو، لزی اور چوہان کو آزاد کر دیا۔

بقیہ تینوں رائفلیں بھی درست کرلیں۔

رابرٹو کھوپڑی سے باہر ہو رہا تھا۔ اس نے صفدر سے کہا "آخر تم لوگوں کی ایسے دیوانے آدمی سے کیسے نبھتی ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو!" صفدر جھنجھلا گیا۔

"جہنم میں کھینچ لایا ہے!" رابرٹو بڑبڑایا۔

"کیوں آئے تھے.... انکار کر دیا ہوتا.... وہ تمہیں مجبور نہ کرتا۔"

"بس حماقت ہوگئی.... بس شاید اسی طرح موت آنی ہے، ورنہ اوّل تو بوغا کے قیدی کو

رہائی ہی نصیب نہیں ہوتی اور اگر کوئی نکل بھی گیا تو پھر وہ بوغا کی طرف رخ کرے گا.... توبہ کرو.... مجھے تو اس بے چاری پر رحم آتا ہے۔ وہ جولیا کی طرف دیکھ کر خاموش ہوگیا۔

"اپنی بیچاری پر نظر رکھو تو بہتر ہے۔" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ تو زبردستی آئی ہے.... بوغا ہی کی لڑکی ٹھہری!" رابرٹو کے لہجے میں فرق تھا۔

"مگر اس کے ہاتھ تو ایسے نہیں معلوم ہوتے کہ رائفل ہی سنبھال سکیں۔" جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

پھر قریب تھا کہ لزی اور جولیا میں جھپٹ ہو جاتی۔ صفدر نے بیچ بچاؤ کر دیا۔

"کیا تم سب پاگل ہوگئے ہو۔" یہ تو دیکھو کہ ہم کن حالات سے دوچار ہیں۔ عمران اور جوزف بھی ابھی واپس نہیں آئے۔"

"میں تو یہاں بیکار نہیں بیٹھ سکتی۔" جولیا نے کہا "پتہ نہیں ان دونوں پر کیا گزری۔" وہ سچ مچ پریشان نظر آرہی تھی۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ ہمیں دیکھنا چاہئے۔" صفدر بولا۔

چوہان نے کہا "تم جاؤ.... میں ان لوگوں کو یہاں دیکھوں گا۔ یا میں جارہا ہوں تم یہاں ٹھہرو۔"

"اوہ! کیا میں خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔" رابرٹو کو تاؤ آگیا۔

"تم بہت تیز مزاج ہو دوست!" چوہان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "دھوکا کھاؤ گے.... یہیں ٹھہرو.... تاوقتیکہ ہم کوئی ٹھکانہ نہ تلاش کرلیں۔"

"میں بھی جاؤں گی صفدر کیساتھ!" جولیا اٹھ گئی۔

رابرٹو نے برا سا منہ بنا کر کہا "جو دل چاہے کرو۔ میری راہ اب الگ ہے.... میں بھی کس دیوانگی کا شکار ہوں.... ایک متلون مزاج اور غیر سنجیدہ آدمی کی قیادت پر بھروسہ کر لیا.... تم سب جاؤ.... میں اور لزی ہر حال میں یہیں ٹھہریں گے۔"

"چوہان! تم یہیں ٹھہرو!" صفدر کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ "رابرٹو اب ہمارا قیدی ہے۔"

"کیا کہا....؟" رابرٹو غرایا۔

خفا ہونے کی ضرورت نہیں دوست!" چوہان اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں

بولا۔ "ہم عمران کے چارج میں دیئے گئے ہیں.... اور یہ عمران کا حکم ہے کہ ہم زندگی کے آخری لمحات تک تم دونوں کی حفاظت کریں۔"

رابرٹو کچھ نہ بولا۔

صفدر نشیب میں اترنے لگا۔ جولیا کو ان دونوں ہی نے روکا تھا۔ لیکن وہ نہ مانی!

صفدر کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔

"تم نے بُرا کیا۔ تمہیں وہیں ٹھہرنا چاہئے تھا۔" صفدر نے کہا۔

لیکن وہ اس کے جملے پر دھیان دیئے بغیر از خود رفتگی کے عالم میں بولی "وہ سچ مچ دیوانہ ہی ہے کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ گیا ہو۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ اسے جولیا کے احساسات کا اندازہ تھا وہ جانتا تھا کہ وہ عمران کے لئے کیا کچھ نہیں کر سکتی۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ الجھن کی بات ہی تھی۔ آخر جاتا کس طرف۔ یہ بھی تو نہیں معلوم تھا کہ جزیرے کا پھیلاؤ کتنا ہے۔ پورا جزیرہ جنگلات ہی پر مشتمل ہے یا یہاں کوئی بستی بھی ہے.... پتہ نہیں وہ دونوں کدھر گئے ہوں۔

دفعتاً اسے اسٹیمر کی تین سیٹیاں یاد آئیں جن کا انداز اشاراتی تھا۔ اگر وہ کسی قسم کا اشارہ ہی تھا تو کس کے لئے.... ظاہر ہے کہ جس کے لئے بھی وہ اشارہ تھا۔ اس کی رہائش آس پاس ہی کہیں ہوگی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" جولیا نے اسے ٹوکا۔

"سوال یہ ہے کہ جائیں کس طرف؟" صفدر نے کہا۔

"سنو! کیا تم واقعی عمران کو احمق سمجھتے ہو؟"

"کیوں؟"

"وہ جدھر سے بھی گیا ہوگا راہ میں کسی نہ کسی قسم کے نشانات ضرور چھوڑے ہوں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ مگر نشانات کی تلاش ہی کہاں سے شروع کی جائے!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ جنگل جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے گونج رہا تھا۔ کبھی کبھی بندروں کی بھی سنائی دیتیں۔ جولیا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔

صفدر کے قول کے مطابق نشانات کی تلاش بھی مشکل ہی تھی۔ پتہ نہیں وہ کہاں سے کس سمت گیا ہو۔

پھر بھی صفدر نے اس کی تجویز کے مطابق کام شروع کر دیا تھا یعنی ٹارچ کی روشنی میں آس پاس ایسے نشانات تلاش کر رہا تھا جو عمران تک رہنمائی کر سکیں۔

دفعتاً اس کے حلق سے عجیب قسم کی آواز نکلی اور جولیا اس کی طرف جھپٹی "کیا بات ہے؟"

ٹارچ کی روشنی میں اسے خون کا ایک بڑا سا دھبہ نظر آیا.... گو خشک تھا لیکن رنگت بتا رہی تھی کہ زیادہ دیر کا نہیں ہے۔ اسی کے قریب سے ایک بے ترتیب سی لکیر بھی گذر رہی تھی۔ یہ بھی خون ہی کی لکیر تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی زخمی آدمی یا جانور گھسٹتا ہوا ادھر سے گذرا ہو۔

"اب کیا ہوگا؟" جولیا نے بدحواسی سے کہا۔

"کیوں؟ اوہ.... میں اتنا قنوطی نہیں ہوں؟ آؤ دیکھیں۔"

وہ خون کی شکستہ اور بے ترتیب لکیر کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ جس کا سلسلہ ایک غار کے دہانے پر ختم ہو گیا تھا۔

"اوہ! کہیں وہ کوئی درندہ نہ ہو۔" جولیا نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

صفدر نے کچھ کہے بغیر غار میں ٹارچ کی روشنی ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں جولیا اس پر لد پڑی۔ روشنی کا دائرہ ایک اوندھے پڑے ہوئے آدمی پر کانپ رہا تھا۔

لیکن اتنے فاصلے سے اندازہ کرنا مشکل ہی تھا کہ وہ زندہ ہے یا مردہ!

"نہیں.... ٹھہرو!" جولیا اس کا شانہ مضبوطی سے پکڑتی ہوئی بولی "اندر مت جاؤ.... نہ یہ عمران ہو سکتا ہے اور نہ جوزف!"

اس نے جھک کر بائیں ہاتھ سے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور غار میں پھینک دیا۔ اس کے گرنے کی آواز غار کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی لیکن زمین پر پڑے ہوئے آدمی نے جنبش تک نہ کی۔

صفدر غار میں اتر رہا تھا۔

O

عمران کے کہنے کے مطابق چوہان نے اپنا دوسرا میک اپ ختم کر دیا تھا لیکن مصلحت اس کی

سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آتی بھی کیسے جبکہ عمران نے پیڈرو والی کہانی انہیں نہیں سنائی تھی۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود ہی دھوکا کھا گئے ہیں۔ بوغا کے آدمی تو حقیقتاً جاگتے رہے تھے اس لئے اب ان ڈھکوسلوں کی ضرورت کب باقی رہی تھی۔

اور شاید اس نے اپنی دانست میں یہ اچھا ہی کیا تھا کہ انہیں اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی ورنہ شاید رابرٹو تو کھوپڑی سے باہر ہو کر اس پر فائر کرنے سے بھی گریز نہ کرتا۔

صفدر اور جولیا کی روانگی کو بھی آدھا گھنٹہ گذر گیا تھا اور رات ان کے سروں پر کسی خبیث روح کی طرح مسلط ہوتی جارہی تھی۔ یک بیک انہوں نے قدموں کی آہٹیں سنیں اور چونک کر کھڑے ہو گئے۔ آوازیں بائیں جانب والے نشیب سے آرہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانچ یا چھ آدمی ان کے قریب پہنچ گئے لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ کس قسم کے لوگ ہوسکتے ہیں۔ دونوں نے اپنی رائفلیں سنبھال لیں۔

"فرنینڈو!" ان میں سے کسی نے آواز دی۔

"رابرٹو.... جلدی مت کرنا۔" چوہان نے آہستہ سے کہا "رائفل کی نال جھکالو!" اور پھر بلند آواز میں بولا "فرنینڈو یہاں نہیں ہے!"

"کہاں ہے؟ آواز آئی۔

"بہت دیر ہوئی.... وہ، مونا اور ہنری جنگل میں گئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں آئے۔" چوہان نے جواب دیا۔

"تم کون ہو؟"

"قیدی!"

"تم اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو۔" تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔

"رابرٹو! رائفل گرادو!" چوہان نے کہا۔

وہ تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں چھ رائفلوں کی نالیں دیکھ رہا تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ ان میں سے بیک وقت چھ گولیاں نکلیں گی اس لئے ان کی دو گولیاں کس شمار و قطار میں ہوتیں۔

وہ آنے والوں کی نسبت نشیب میں تھے۔ اس لئے فوری طور پر ان کی نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بھی امکانات نہیں تھے۔

رابرٹو نے غصیلی آوازیں نکالتے ہوئے رائفل زمین پر ڈال دی۔

جلد ہی وہ تینوں چھ رائفلوں کے نرغے میں آگئے۔ تب ان میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی۔

"اوہ.... یہ کون ہے؟" ایک نے چوہان کے سینے پر رائفل رکھ کر کہا۔

اور چوہان کو یاد آگیا کہ وہ اس وقت اپنی اصلی شکل میں ہے۔ مگر آخر اس کی کیا ضرورت تھی جب کہ صفدر اور جولیا بھی ابھی تک ہنری اور مونا ہی کے میک اپ میں تھے۔

"تم کون ہو؟" ایک نے گرج کر پوچھا۔

"مم.... میں عمران ہوں...." چوہان ہکلایا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔

"دیکھو! کیا یہ میک اپ میں ہے؟" کسی نے کہا اور ٹارچ والا چوہان کے قریب پہنچ گیا اور اس کے گال پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"ہرگز نہیں.... یہ عمران ہرگز نہیں ہے.... میک اپ میں نہیں ہے.... کون ہو تم؟"

"عمران کہاں گیا؟" دوسرے نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔" چوہان غرایا۔ وہ کسی بھی قسم کی کمزوری نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

"اوہ! انہیں لے چلو.... کچھ فراڈ معلوم ہوتا ہے۔" کسی نے کہا۔ اور انہیں رائفل کی نالوں سے ایک جانب دھکیلا جانے لگا۔

"ارے یہاں ہمارا سامان بھی موجود ہے۔" چوہان نے کہا

"چلتے رہو!" کوئی غرایا۔

تقریباً آدھ گھنٹہ چلتے رہنے کے بعد وہ پھر ساحل ہی کی جانب والی ڈھلان پر اترنے لگے اور انہیں معلوم ہوا کہ شاید انہیں پھر بحری ہی سفر کرنا پڑے ایک بہت بڑی موٹر لانچ ان کی منتظر تھی۔

لیکن کچھ دور چل کر انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ اسی جزیرے کی کسی خلیج میں سفر کر رہے ہیں۔ وہ سب خاموش تھے۔ قیدیوں کو اب بھی موقع نہیں ملا تھا کہ وہ ان لوگوں کی شکلیں دیکھ سکتے۔ نکہ لانچ میں بھی اندھیرا ہی تھا۔

O

صفدر نے بیہوش آدمی کو سیدھا کیا۔ وہ خاصا صحت مند آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ لباس جہازیوں کا سا تھا۔ بازوؤں پر گدے ہوئے تھے لیکن اس کی قومیت کا اندازہ لگانا مشکل ہی تھا۔

اس کے سر میں چوٹ آئی تھی۔ کم از کم آدھ انچ گہرا زخم ضرور رہا ہو گا جسم کے بقیہ حصے قطعی بے داغ تھے۔

صفدر اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔

جولیا پھر الجھن میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس زخمی کو ہوش میں لانے پر وقت صرف کیا جائے یا عمران کی تلاش جاری رکھی جائے۔

صفدر تو وہاں سے ہلتا ہوا ہی نہیں دکھائی دیتا تھا لیکن اس وقت تنہا تو جولیا کے فرشتے بھی جنگل میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔

کچھ دیر بعد بیہوش آدمی کو ہوش آ گیا۔ اس دوران میں صفدر نے ایک موم بتی روشن کر دی تھی۔ پتہ نہیں کب سے یہ ایک ٹکڑا اس کی جیب میں پڑا ہوا تھا۔

ہوش میں آنے والا کراہ کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن وہ صفدر کو برابر گھورے جا رہا تھا۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تم دو سو تیرہ ہی ہو سکتے ہو!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دو سو تیرہ...." صفدر نے حیرت سے دہرایا پھر جلدی سے پوچھا "اوہ.... پہلے یہ بتاؤ تمہیں کیا ہوا تھا؟"

"شاید تم ہنری ہی ہو!" اس آدمی نے صفدر کے سوال کا جواب دیئے بغیر کہا "اور یہ مونا ہے.... فرینڈو کی بیوی!"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔" صفدر بولا۔

"کیا وقت ہوا ہو گا؟" اس نے کراہ کر اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ساڑھے سات!"

"مگر فرینڈو کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں تمہاری چوٹ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔" صفدر نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں.... آں.... اس نے اپنا سر ٹٹول کر سسکی سی لی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا "کسی نے بے خبری میں حملہ کر کے سر پر سخت قسم کی ضرب لگائی تھی.... میں غافل ہو گیا.... اوہ.... یہ تو کوئی غار ہے.... اوہو.... تو اس نے.... مجھے.... یہاں لا پھینکنے کی بھی زحمت گوارہ کر لی تھی۔"

"وہ کون تھا؟" صفدر نے پلکیں جھپکائیں اور بولا "کتنی دیر ہو گئی۔ تم ادھر کیوں آئے تھے؟"

"قیدیوں کی نگرانی کے لئے۔" جواب ملا۔

"وہ سب.... ساحل پر موجود ہیں۔" صفدر نے کہا "فرینڈو ہمیں ساحل پر چھوڑ کر ادھر آیا تھا۔ جب بہت دیر ہو گئی اور وہ نہیں آیا تو ہم دونوں ادھر نکل آئے تھے۔"

"تمہارے یا اس کے ادھر نکل آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

اس سوال پر صفدر چکرا گیا۔ جواب نہ بن پڑا۔ ہو سکتا ہے کہ ادھر آ کر انہوں نے غلطی ہی کی ہو.... ایسی غلطی جس کا کسی واقف کار سے امکان ہی نہ ہو۔

جواب سوچنے کی مہلت حاصل کرنے کے لئے اس نے کھانسنا شروع کر دیا۔ جواب تیار تھا۔ اس نے کھانسیوں پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یہی تو میں بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر ادھر آنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"خیر!" اس آدمی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ساحل پر چلو۔ لیکن ٹارچ بجھا دینا!"

"اوہ.... پہلے بتاؤ دوست! یہ حملہ آور کون ہو سکتا ہے؟" صفدر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا "کیا یہاں بھی کسی میں اتنی ہمت ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں! اس کا انحصار حالات پر ہے۔ مگر تم نے شاید پہلی بار اس جزیرے میں قدم رکھا ہے۔" وہ مسکرایا "مثال کے طور پر میں تمہارا میزبان ہوں.... لیکن یہ تمہاری غلطی ہی ہے کہ اتنی خوبصورت عورت ساتھ لیے پھر رہے ہو.... اب اگر میرا ہاتھ تم پر اٹھ جائے تو اس عورت کی ساری ذمہ داریاں قدرتی طور پر مجھ پر ہی آ پڑیں گی.... کیوں؟.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

وہ ہنسنے لگا اور جولیا کو اس کی ہنسی بڑی بھیانک معلوم ہوئی۔ وہ غار سے نکل آئے تھے لیکن

زخمی نے ہدایت کر دی تھی کہ ٹارچ نہ روشن کی جائے اور اس طرح راستہ طے کیا جائے کہ قدموں کی آواز نہ پھیلے۔

وہ پھر اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔

لیکن یہاں تو چاروں طرف سناٹا تھا۔ صفدر نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیں لیکن جواب ندارد..... آخر ٹارچ روشن کرنی پڑی...... سامان جوں کا توں موجود تھا لیکن چوہان، لزی اور رابرٹو غائب تھے کچھ فاصلے پر دونوں رائفلیں بھی پڑی ہوئی ملیں۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" زخمی آدمی نے کہا۔

"خدا جانے کیا ہوا ہے۔" صفدر بڑبڑایا۔

"ہو سکتا ہے.... انہیں یہاں سے لے جایا گیا ہو۔" زخمی نے لاپروائی سے کہا۔ "خیر.... اب تم میرے ساتھ چلو.... سامان کی فکر نہ کرو.... اٹھوا لیں گے.... یہاں کون اسے ہاتھ لگائے گا۔"

ایک بار پھر انہیں جنگل کی طرف واپس آنا پڑا۔ لیکن راستہ دشوار گذار نہیں تھا۔ یہاں بھی زخمی آدمی نے ٹارچ نہیں روشن کرنے دی۔ اس نے اپنے جوتے بھی اتار دیئے تھے اور ان کے بھی اتروا دیئے تھے۔

"بس تم میرا کوٹ پکڑ لو.... اور مونا تمہارا کوٹ پکڑ لیں گی۔" اس نے کہا۔ "اور ناک کی سیدھ میں چلے آؤ.... ڈرو نہیں یہاں گھنی جھاڑیاں ہیں۔"

"تمہاری چوٹ دُکھ رہی ہو گی؟" صفدر نے کہا۔

"نہیں کوئی ایسی خاص تو نہیں!" زخمی نے جواب دیا۔

"ہمیں کتنی دور چلنا ہو گا؟" جولیا بدبدائی۔

"بس...... مادام...... تھوڑی دور......" زخمی نے کہا اور بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

یہ بے تکی سی ہنسی جولیا کے ذہن کے کسی ایسے گوشے سے ٹکرائی تھی۔ جہاں شاید کوئی انجانا سا خوف سو رہا تھا.... اس کے سارے جسم میں ہلکی سی کپکپی دوڑ گئی۔ کچھ دور چلنے کے بعد راستہ تنگ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ جھاڑیاں ان کے جسموں سے مس ہونے لگیں۔

"اپنی ٹارچ مجھے دو!" دفعتاً زخمی نے مڑ کر صفدر سے کہا۔

اور صفدر نے ٹارچ چپ چاپ اس کے حوالے کر دی۔

اگر اسے اپنی صحیح پوزیشن کا علم ہوتا تو وہ اس زخمی کو کبھی کا موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ جولیا اور عمران تو ہر حال میں محفوظ رہیں گے۔

"اب ذرا سنبھل کر...." زخمی نے کہا "ہم ایک نالے میں اتریں گے۔" اس نے نیچے روشنی ڈالی۔ ایک گہری سی دراڑ پیروں کے قریب نظر آئی جس سے یہ پتلا سا راستہ بتدریج ڈھلان اختیار کرتا ہوا گذرا تھا۔ وہ احتیاط سے نیچے اترنے لگے۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ایک عجیب قسم کی آواز سے فضائیں گونج اٹھیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ کسی بہت بڑے سانپ کی پھپھکار رہی ہو۔ اتنے بڑے سانپ کی پھپھکار جو چشم تصور کے لئے بھی محال ہو۔

"یہ کیا ہے.... یہ کیا ہے؟" جولیا سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"چلتی رہو.... مادام.... اسے لوگ جزیرے کی روح کہتے ہیں یہ آواز بعض اوقات پورے جزیرے پر مسلط ہو جاتی ہے اور مقامی لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ مگر ہمارے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہم کرسچین ہیں۔"

"اوہ.... تو اس سے کیا؟" جولیا نے کہا۔

"ہمیں یہ روح کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی.... اس کا قہر تو صرف مقامی باشندے پر نازل ہوتا ہے۔"

وہ خاموشی سے چلتے رہے اور ایک بار پھر انہیں چڑھائی پر چلنا پڑا۔ جولیا بُری طرح تھک گئی تھی لہذا یہ چڑھائی اس کے بس کا روگ نہیں رہ گئی تھی پھر بھی وہ چلتی ہی رہی۔

"اب بستی دور نہیں ہے۔" زخمی نے کہا۔

"ہمیں تو ناحق ہی یہاں بھیجا گیا ہے۔" صفدر نے کہا "ہم اپنا کام کر چکے تھے ہمیں اپنی جگہ ہی پر واپس جانا چاہئے تھا۔"

"کیا کہا دوست.... ناحق؟" زخمی رک کر اس کی طرف مڑا۔ اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

صفدر ہنس پڑا۔ اور بولا "ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا.... اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے!"

"کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوغا کا حکم ہے.... اور اسے ناحق نہیں کہا جا سکتا۔" زخمی غرایا۔

"اوہ!" صفدر کے لہجے میں بھی سختی تھی۔ "تم نے صرف بوغا کا نام سنا ہو گا میں اسے قریب

سے دیکھ چکا ہوں۔"

"اور اس کے باوجود بھی تم گدھے پن کی باتیں کر رہے ہو دوست!" زخمی کے لہجے میں طنز تھا۔

پُراسرار آواز پھر سنائی دی۔

اس بار کچھ طویل ہو گئی تھی اور سچ مچ ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے زمین سے آسمان تک بس یہی ایک آواز رہی ہو۔

"خاموشی سے چلو!" جولیا نے ڈری ڈری سی آواز میں کہا "تم لوگوں نے بحث کیوں شروع کر دی!"

زخمی پھر ہنسا۔ اور اس بار بھی جولیا کو اس کی ہنسی ڈراؤنی ہی معلوم ہوئی۔ وہ ایسی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سے بستی کے چراغ صاف نظر آ رہے تھے!

O

عمران اور جوزف سورج غروب ہونے سے پہلے ہی جنگل میں داخل ہو گئے تھے لیکن کسی خاص راستے پر نہیں چل رہے تھے۔ جدھر بھی منہ اٹھ جاتا چلنے لگتے۔

دفعتاً جوزف رک گیا۔ رائفل اسی کے ہاتھوں میں تھی۔

"باس!" اس نے آہستہ سے کہا "ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے۔"

خود عمران نے بھی محسوس کیا تھا جیسے ان کی نگرانی کی جا رہی ہو لیکن اتنے گھنے جنگل میں کسی کو ڈھونڈ نکالنا آسان کام نہیں تھا۔ پھر یہی تدبیر سوجھی کہ انہیں دوبارہ اسی طرف لوٹنا چاہئے جہاں سے وہ جنگل میں داخل ہوئے تھے ان اطراف میں کسی تعاقب کرنے والے کو بہ آسانی پکڑا جا سکتا تھا۔

ابھی تک تو یہ محض شبہ ہی تھا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے کیونکہ عمران کی دانست میں وہ کوئی ویران جزیرہ تھا جہاں سزا کے طور پر انہیں لا پھینکا گیا تھا۔ اور رابرٹو کا بھی یہی خیال تھا لہٰذا اب اسی طرح اس بات کی تصدیق کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے علاوہ بھی یہاں کسی آدمی کو ڈھونڈ نکالتے۔

وہ پھر ساحل کی طرف چل پڑے۔ جیسے ہی جنگل کا گھنا پن کچھ کم ہوا عمران بہت زیادہ محتاط

ہو گیا۔ جوزف اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

یک بیک عمران نے کھرکھراہٹ سنی اور پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی قریب ہی جھاڑی میں گرا ہو، جب تک عمران اس طرف متوجہ ہوتا جوزف چھلانگ مار کر جھاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ چشم زدن میں رائفل کا کندہ بلند ہوا اور جھاڑیوں کو چیرتا ہوا کسی چیز سے ٹکرایا۔

پھر کسی کی کراہ سنی گئی۔

"ارے... او گدھے... یہ کیا کیا..." عمران جوزف کو جھنجھوڑ کر بولا۔ جو تعاقب کرنے والے کا سر پھاڑ چکا تھا۔ شاید اس نامعلوم آدمی کی شامت ہی آ گئی تھی۔ نہ وہ بے خبری میں کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرتا اور نہ جوزف رائفل کے کندے سے اس کا سر پھاڑ دیتا۔

اب وہ زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔

"اب... اب یہ کئی گھنٹے کے لئے سویا" عمران اس کے سر کے زخم کا جائزہ لے کر بولا تھا۔

"سب چوپٹ کر دیا تم نے کالے شتر مرغ... ہو سکتا ہے کہ یہ کچھ دیر بعد مر ہی جائے!"

بیہوش آدمی سے بہت کچھ معلوم ہو سکتا تھا لیکن جوزف کی جلد بازی نے کھیل بگاڑ دیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ اسے وہیں پڑا رہنے دیا جاتا... یا کہیں اور لے جا کر چھپا دیا جاتا۔

یہ بات تو دس منٹ کے اندر ہی اندر پایہ ثبوت تک پہنچ گئی تھی کہ وہ تنہا ہی تھا ورنہ ایسے موقع پر اس کے ساتھی اس کی مدد ضرور کرتے۔

بالآخر انہوں نے اسے ایک قریبی غار میں ڈال دیا۔ عمران کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ وہیں رک کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا۔

وہ ایک بار پھر جنگل میں گھس پڑے لیکن عمران کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا تھا کہ جوزف ان جنگلوں میں کیا تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے اسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ بعض اوقات وہ چلتے چلتے رک کر جھکتا اور گھاس پھوس کے جھکڑوں میں کچھ تلاش کرنے لگتا۔

آخر کار عمران پوچھ ہی بیٹھا۔

"او باس!" جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ "مجھے شیپالالی کی تلاش ہے!"

"یہ کیا بلا ہے؟"

"گھاس ہوتی ہے.... خواہ پیس کر پیو خواہ یونہی چباؤ! طبیعت خوش رہتی ہے.... دوسرے تو ڈھیر بھی ہو سکتے ہیں مگر میں صرف مگن رہوں گا۔ اور تمہیں بھی نہ سوچنا پڑے گا کہ اس خبیث جوزف کے لئے یہاں اس ویرانے میں بوتلیں کہاں سے مہیا کی جائیں!"

"ابے او جوزف کے بچے کیا تجھے یقین ہے کہ تو یہاں سے زندہ بچ کر جا سکے گا؟"

"اسی لئے تو مجھے شیپالالی کی تلاش ہے باس۔ بھلا اکھڑے ہوئے نشے کی حالت میں مرنے سے کیا فائدہ....!"

"بکواس بند کرو، ورنہ تمہارے حلق سے رائفل کی نال اتار دوں گا۔"

جوزف خاموش ہو گیا لیکن شیپالالی کی تلاش جاری رہی۔

پھر سورج غروب ہونے لگا اور جوزف نے کہا "باس اندھیرا ابھی پھیلنے والا ہے اور میری جیب میں صرف آدھی بوتل ہے لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ زندگی کے آخری لمحات کے لئے اس میں سے کچھ بچا سکوں۔ خدا غارت کرے اس بوغا کو!"

عمران گو بہت دیر پہلے ہی ساحل کی طرف واپسی کے لئے مڑ گیا تھا لیکن شاید اسے راستے کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر پوری طرح اندھیرا پھیل گیا لیکن وہ ساحل تک نہ پہنچ سکے۔ غنیمت یہی تھی کہ عمران کی جیب میں ٹارچ موجود تھی ورنہ اندھیرے میں درختوں کے تنوں سے ٹکراتے پھرتے جھاڑیوں سے الجھ الجھ کر گرتے۔

اس وقت بھی جوزف بار بار اس کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر کسی نہ کسی جھاڑی پر جھک پڑتا۔

لیکن ابھی تک تو شیپالالی کے درشن ہوئے نہیں تھے۔ عمران بھی خاموش ہی تھا۔ اس کے لئے یہی کیا کم تھا کہ جوزف دشواریوں، مشکلات اور بدنصیبی کے تذکرے نکال کر اسے بور نہیں کرتا۔

یک بیک اس نے قدموں کی آہٹ سنی اور ٹارچ بجھا کر رک گیا جوزف نے بھی کسی شکاری کتے ہی کی طرح کان کھڑے کئے تھے۔

آوازیں گو دور کی تھیں لیکن انہیں ٹارچ کی روشنی نظر ہی آ گئی اور وہ دبے پاؤں اس کی طرف بڑھنے لگے اور پھر کچھ دیر بعد انہیں تین آدمی نظر آئے۔ یہ جولیا، صفدر اور وہی نامعلوم آدمی تھا جسے جوزف نے زخمی کیا تھا اور وہ اسے غار میں چھوڑ آئے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایسا

معلوم ہوا جیسے وہ زمین میں سما گئے ہوں۔

"ارے باپ رے...." جوزف بڑبڑایا۔

اور پھر ایک پراسرار آواز نے انہیں چونکنے پر مجبور کر دیا۔ سانپ کی سی پھپکار.... لیکن اتنی تیز کہ سارا جنگل گونج کر رہ گیا تھا کچھ دیر پہلے بھی انہوں نے ایسی ہی آواز سنی تھی مگر وہ بہت ہلکی تھی اور وہ اسے کسی بڑے سانپ کی پھپکار سمجھے تھے اور چوکنے ہو گئے تھے۔

جوزف بوکھلاہٹ میں کبھی انگلیوں سے کراس بناتا اور کبھی کلائیوں سے سینے پر۔ عمران کھڑا سر کھجا رہا تھا اور اس کی آنکھیں تیزی سے گردش کر رہی تھیں۔

پھر وہ آہستگی سے آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچا جہاں وہ لوگ زمین میں سماتے ہوئے سے معلوم ہوئے تھے۔ اسے سانپ کی پھپھکار کی پرواہ کئے بغیر ہی زمین پر لیٹ جانا پڑا۔ کیونکہ کھڑے رہنے میں دیکھ لئے جانے کا خدشہ تھا۔

وہ ایک تنگی سی دراڑ کے سرے پر تھے جس سے ایک راستہ نشیب میں اترتا چلا گیا تھا اور ان لوگوں کی دھندلی پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں! کچھ دیر بعد وہ پھر سامنے والی چڑھائی پر نظر آئے اور پھر نظروں سے اوجھل بھی ہو گئے۔ اب عمران بھی اس دراڑ میں اتر رہا تھا۔ جوزف اسی طرح جھک کر چلنے لگا جیسے اندھیرے میں کسی پر حملہ کرنے کا ارادہ ہو۔

وہ بہت زیادہ گہرائی میں چلے گئے اور پھر انہیں چڑھائی پر چلنا پڑا۔ یہ شاید کوئی خشک نالہ تھا۔

"اوہ.... یہ شاید کوئی بستی ہے!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ جوزف بھی اندھیرے میں ٹمٹماتے ہوئے بے ترتیب چراغوں کو گھور رہا تھا۔ ان کی پشت پر تاریک جنگل سائیں سائیں کرتا رہا۔ عمران اب پھر انہیں تین سایوں کی طرف متوجہ ہو گیا جن کے تعاقب میں یہاں تک پہنچا تھا۔ وہ اس وقت ایک کھلے میدان میں تھے اور دور سے بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

اس بار انہیں چوپایوں کی طرح ہاتھوں اور پیروں پر چلنا پڑا۔ عمران نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو تعاقب کا شبہ ہو سکے۔

O

چوہان، رابرٹو اور لڑی کے بحری سفر میں دس منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے تھے مگر جس ساحل پر وہ اترے تھے جنگل والے ساحل کی طرح ویران نہیں تھا بلکہ اسے اچھی خاصی

بندرگاہ بنانے کے لئے جدید ترین طریقوں سے کام لیا گیا تھا اور وہ کسی تجارتی بندرگاہ سے کم نہیں معلوم ہوتی تھی۔ رائفلیں موٹر بوٹ ہی میں چھوڑ دی گئی تھیں لیکن بوٹ سے اترنے سے پہلے ہی انہیں وارننگ دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی یا شور مچایا تو جیبوں میں پڑے ہوئے ریوالور انہیں چھلنی کر دیں گے اس سے چوہان نے اندازہ کر لیا کہ جزیرے پر ان لوگوں کا قبضہ نہیں ہے بلکہ وہ خود کسی ایسی ہستی سے خائف ہیں جسے ان کے ہاتھوں میں رائفلیں دیکھ کر اعتراض بھی ہو سکتا ہے ورنہ وہ رائفلیں موٹر بوٹ میں کیوں چھوڑ آتے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ عمران، جوزف جولیا اور صفدر پہلے ہی نکل گئے تھے ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ انہیں ویران ساحل ہی پر گولیاں مار دی جاتیں۔

موٹر بوٹ سے اتر کر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے انہیں صرف راستہ بتایا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ حملہ آور نے کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ ان کے آہستہ چلنے پر بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ انہیں کم از کم ایک گھنٹے تک ضرور چلنا پڑا ہوگا۔ اس کے بعد وہ ایک تاریک عمارت میں داخل ہوئے تھے۔

اندھیرے ہی میں انہوں نے صدر دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

رابرٹو دل ہی دل میں عمران کو گالیاں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ زندگی کی آخری رات ہی ہو سکتی ہے۔ لزی کا چہرہ بھی ستا ہوا سا نظر آ رہا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں تھیں۔ چوہان کا ذہن بھی تفکرات سے خالی نہیں تھا۔

دفعتاً روشنی ہوئی اور انہوں نے خود کو ایک بڑے کمرے میں پایا۔

"ارے.... بالی بھی ابھی تک واپس نہیں آیا۔ ایک حملہ آور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے حیرت ظاہر کی اور دوسروں کے چہروں پر بھی تشویش کے آثار دکھائی دینے لگے۔ پھر ایک آدمی نے تحکمانہ لہجے میں رابرٹو اور اس کے ساتھیوں سے کہا "بیٹھ جاؤ!" اور انہیں اس طرح گھورنے لگا جیسے ان پر مظالم شروع کرنے کا حکم ملتے ہی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔

"عمران کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ۔ ورنہ تم سب مار ڈالے جاؤ گے۔" اس نے کہا

"دیکھو بھئی!" چوہان نے طویل سانس لی۔ "ہمیں جو کچھ بھی معلوم تھا بتا چکے لیکن اگر تم کوئی شاندار جھوٹ ہی سننا چاہو تو اس میں بھی ہم پیچھے نہیں رہیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک چوہان کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم بوغا کو بھی ہنسی کھیل سمجھتے ہو!"

"ہم نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں سوچی!" چوہان نے بڑی ایمانداری سے کہا۔

"پھر بھی تم لوگوں نے بوغا کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں نہیں سمجھا!" چوہان نے حیرت ظاہر کی۔

"ختم کرو!" دوسرے نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ہمیں ان معاملات سے کیا سروکار۔ جو کچھ کہا جائے وہ کرو۔"

"اگر عمران ہی ہاتھ نہ لگا تو پھر ان لوگوں کو سمندر میں غرق کر دینا ہی بہتر ہوگا۔" پہلا بولا۔ اور ان تینوں کو گھورنے لگا۔

دفعتاً کمرے کے باہر سے قدموں کی آوازیں آئیں اور وہ چونک پڑے۔ چوہان بوکھلا گیا تھا کیونکہ کمرے میں صفدر اور جولیا داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے ایک لحیم شحیم آدمی تھا جس کے کپڑوں پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔

"اوہ.... یہ کیا ہوا؟" حملہ آوروں نے بیک وقت کہا۔

"پھر بتاؤں گا.... پہلے ان لوگوں کو دیکھو...." لمبا آدمی بولا۔

وہ صفدر اور جولیا کو گھورنے لگے۔ پھر ایک بولا۔ "یہ ہنری کا ہمشکل ہے اور یہ مونا کی.... مگر.... کیا وہ دونوں نہیں ملے؟"

"وہ فرینڈو ہی کے میک اپ میں تھا نا۔" لمبے آدمی نے پوچھا۔

"ہاں" جواب ملا۔

"تب میں نے اسے اور لمبے سیاہ آدمی کو جنگل میں دیکھا تھا اور چھپ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے بقیہ آدمی کہاں ہیں شاید کالے آدمی نے مجھے دیکھ لیا تھا اور پھر اتنی تیزی سے حملہ کیا کہ میں سنبھل نہ سکا۔ اس نے شاید میرے سر پر رائفل کا کندہ مارا تھا.... میں بیہوش ہو گیا۔"

پھر اس نے بتایا کہ صفدر اور جولیا سے کیسے ملاقات ہوئی تھی؟

صفدر سمجھ گیا کہ کھیل ختم ہو چکا ہے اور وہ پہچان لئے گئے لیکن کیسے؟ کیا رابرٹو کی حرکت ہو سکتی ہے! رابرٹو جو عمران کے خلاف اپنا غصہ بھی ظاہر کر چکا تھا اس نے لزی اور رابرٹو کو بغور دیکھا

اور یہ بھی محسوس کیا کہ حملہ آوروں کے مخاطب وہ نہیں ہیں بلکہ عمران کے متعلق سوالات چوہان ہی سے پوچھے جا رہے ہیں تو پھر یہ رابرٹو ہی ہو سکتا ہے جس نے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔

"ٹھہرو!" دفعتاً وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "تم لوگ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ ہم لوگ تو تنخواہ دار ہیں۔ عمران ہمیں خود انگلیوں پر نچاتا رہتا ہے۔ لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اب وہ تمہارے ہاتھ نہ آسکے گا جو شخص بوغا سے ٹکرانے کا دعویٰ رکھتا ہو وہ تمہیں کب خاطر میں لائے گا۔"

"بوغا سے ٹکرانے کا دعویٰ رکھتا ہو؟" لمبے آدمی نے حیرت سے دہرایا۔

"کیا تم نہیں جانتے؟"

"ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ ہمیں اسے یہاں روکنا ہے اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کر دینا ہے!"

"اور اس کا کیا ہوگا؟"

"بوغا جانے۔" لمبے آدمی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"بس پھر اب ہمیں بور نہ کرو!" صفدر نے بھی کسی قسم کا خوف ظاہر کئے بغیر کہا۔

"ہوں!" لمبا آدمی جولیا کی طرف مڑا اور بائیں آنکھ دباتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "کیا تم اپنی اصلی شکل نہیں دکھاؤ گی؟"

"اس کی ضرورت بھی کیا ہے!" صفدر نے کہا "ہمیں تو غرق ہونا ہے۔"

"ابھی نہیں!" لمبے آدمی نے کہا "ابھی تو میرے سر کی چوٹ پر کھرنڈ بھی نہیں آئی.... کیوں ہنی؟" وہ پھر جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"دیکھو دوست! اپنے کام سے کام رکھو!" صفدر اسے گھورتا ہوا بولا ورنہ ہم خود کو مجبور سمجھنے کے عادی نہیں ہیں۔"

"انہیں دیکھو تم لوگ!" لمبا آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ کر جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

صفدر، چوہان اور رابرٹو پر دو دو آدمی مسلط ہو گئے۔ لمبے آدمی سمیت ان کی تعداد سات تھی۔

جولیا پیچھے ہٹ رہی تھی اور لمبا آدمی آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دفعتاً صفدر نے لمبے آدمی پر چھلانگ لگائی اور پھر اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔

چوہان اور رابرٹو اپنے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں سے بھڑ گئے تھے۔ لزی نے بھی رابرٹو کا ہاتھ بٹانا چاہا لیکن رابرٹو اسے الگ ہی رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ذہن دو اطراف میں بٹ گیا اور پھر حریف کے گھونسے نے اسے فرش ہی کی سیر کرادی جو بے خبری میں اس کی بائیں کنپٹی پر بیٹھا تھا۔ رابرٹو کا سر چکرایا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر ہو سکتا ہے کہ سر پر پڑنے والی ٹھوکروں کا احساس تک نہ ہوا ہو۔

اب سات کے لئے صرف دو ہی رہ گئے لمبے آدمی نے کسی حیلے سے راستے ہی میں جولیا اور صفدر کو غیر مسلح کر دیا تھا۔ انہیں حالات کی خبر ہی کیا تھی ورنہ شاید وہ اس چرکے میں نہ آتے۔ وہ تو سمجھتے تھے کہ وہ بحیثیت ہنری اور مونا ہر حال میں محفوظ ہیں۔

جولیا نے ایک گوشے سے ایک اسٹول اٹھایا کہ ایک آدھ پر تو کھینچ ہی مارے لیکن ہاتھ چلانے سے پہلے ہی وہ چھین لیا گیا۔ لزی دیوار سے لگی کھڑی کانپ رہی تھی۔

دفعتاً سامنے والی کھڑکی کا ایک شیشہ ٹوٹا اور ایک گولی دیوار سے ٹکرائی پھر قبل اس کے حملہ آوروں کے ہاتھ ان کی جیبوں کی طرف جاتے ایک غراتی ہوئی سی آواز آئی۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ میرے دونوں ہاتھوں میں ریوالور ہیں! اور گیارہ گولیاں!"

ساتھ ہی کمرے میں جولیا کا قہقہہ گونجا۔ کیونکہ اس نے عمران کی آواز پہچان لی تھی۔

حملہ آوروں کے ہاتھ اٹھ گئے اور جوزف دانت نکالے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم سب ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو!" باہر سے پھر آواز آئی "جوزف! انہیں غیر مسلح کر دو!"

جوزف ان کی جیبوں سے ریوالور اور چاقو نکال کر فرش پر ڈالنے لگا۔

"صفدر.... اور.... چوہان!" پھر آواز آئی "تم یہاں ایسی چیزیں تلاش کرو، جن سے باندھا جاسکے۔"

"تم کون ہو؟" لمبے آدمی نے پوچھا۔

"بوغا کا پرانا نیاز مند فرینڈو.... جس کی بیوی مونا سے تم عشق جتا رہے تھے۔"

"عمران.... تم خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔" لمبے آدمی نے کہا "تمہیں یا تمہارے

آدمیوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا.... بوغا اگر چاہتا تو تم اپنے ملک ہی میں مار ڈالے جاتے۔"

"پھر وہ کیا چاہتا ہے؟.... صفدر اور چوہان کیا تم نے سُنا نہیں؟"

صفدر اور چوہان کمرے سے باہر نکل گئے۔

"ہمیں علم نہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے.... ہمیں تو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ تم یہاں رکھے جاؤ گے۔"

"خیر تو اب ہم تمہیں یہاں رکھیں گے!" قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔

"پچھتاؤ گے۔" لمبا آدمی آنکھیں نکال کر بولا۔

"میری ساری زندگی پچھتاوے ہی میں گذری جارہی ہے اس لئے تمہیں اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔"

"اب میں کیا کروں باس؟" جوزف نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

وہ ان کے ریوالور اور چاقو اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"صفدر اور چوہان کی واپسی کے منتظر رہو۔" باہر سے آواز آئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ساتوں باندھ کر فرش پر گرا دیئے گئے۔ ان میں سے لمبا آدمی ہی خاموش تھا کیونکہ بقیہ آدمی تو اسے ہی گالیاں دے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اسی کی غفلت کی بنا پر ہوا ہے، نہ وہ عمران کے ہاتھوں پٹ جاتا اور نہ عمران اس وقت کسی آوارہ بھیڑیئے کی طرح انہیں اچانک دبوچ بیٹھتا۔

جوزف اس کام سے نپٹنے کے بعد غائب ہو گیا تھا لیکن کسی نے بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ عمران ان لوگوں سے کچھ معلوم کر لینے کی فکر میں تھا۔

عمارت کے سارے دروازے اس نے اندر سے بولٹ کر دیئے تھے۔

عمران کے استفسار پر چوہان نے بتایا کہ وہ کسی طرح یہاں تک لائے گئے تھے۔ ساتھ ہی اپنے اس شبہے کا بھی اظہار کیا کہ بوغا کے آدمی ہی یہاں کے "سب کچھ" نہیں معلوم ہوتے بلکہ یہاں کسی اور کی حکومت ہے۔

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ جزیرہ بھی بوغا ہی کا ہے۔!" رابرٹو بولا۔ جو اب ہوش میں آچکا تھا۔

"کیا تم پہلے بھی کبھی یہاں آ چکے ہو....؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں.... اترنے کا اتفاق تو نہیں ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ چند بار ہمارا اسٹیمر بھی اس چھوٹی سی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا ہے۔!"

"ان لوگوں میں سے کسی کو پہچانتے ہو....؟"

"کسی کو بھی نہیں....!" رابرٹو نے جواب دیا۔

"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ جزیرہ بھی بوغا ہی کا ہے....!"

"ہو سکتا ہے کہ یہاں کے حاکم دوسرے ہوں لیکن بوغا سے بڑا حاکم کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔"

"ابے....! کیا تمہاری کھوپڑی اس وقت مگدر ہلا رہی ہے....؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا "تم الٹی سیدھی باتیں کیوں کر رہے ہو....؟"

"سمجھ کا پھیر ہے....!" رابرٹو مسکرایا "تم بوغا کو نہیں جانتے۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران کا لہجہ خشک تھا "مگر تم اپنے سابقہ تجربات کی بناء پر اتنا تو بتا ہی سکو گے کہ ان سات آدمیوں کے علاوہ کسی اور سے تو مڈبھیڑ ہونے کا امکان نہیں ہے....؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا.... ہو سکتا ہے اور بھی ہوں۔ ان معاملات میں وہ کوئی بندھا ٹکا اصول نہیں رکھتا۔ اکثر جزیرے ایسے ہیں جہاں اس کا صرف ایک ہی آدمی ملے گا۔ لیکن یقین جانو کہ وہی اس جزیرے کا حاکم ہوگا۔ خواہ سکہ کسی دوسرے ملک کا چلتا ہو....!"

"ہائیں....! پھر تم نے شاعری شروع کر دی۔"

"دیکھ ہی لو گے پاگل دوست! تم بوغا کو نہیں جانتے۔!"

"یہ بڑی اچھی بات ہے کہ میں بوغا کو نہیں جانتا۔ ورنہ تمہاری ہی طرح میں بھی فضول ہو کر رہ گیا ہوتا۔ تم کیسے ڈیوٹ ہو رابرٹو! ایک ہی ہاتھ کھا کر بیہوش ہو گئے تھے، حالانکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ اطالوی حکومت نے تمہیں چالیس آدمیوں کے قتل کے الزام میں ماخوذ کیا تھا۔!"

"ہوں تو پھر....؟" رابرٹو بُرا سا منہ بنا کر بولا "میں نے اس درمیان خود کو بہت کچھ بدل دیا ہے۔ اب میرا ہاتھ مشکل ہی سے اٹھتا ہے۔"

"خود کو سنبھالو.... ورنہ خود ہی اٹھ جاؤ گے.... ہم پکنک پر نہیں آئے ہیں، پیارے ڈان

ژوان....!"

یک بیک برابر والے کمرے سے جوزف کے قہقہے کی آواز آئی.... وہ دروازے میں نظر آیا۔

"اوہ باس....! وہ مارا.... کام بن گیا....!" وہ بہت زیادہ خوش نظر آرہا تھا۔

عمران نے اسے گھور کر دیکھا لیکن وہ رانیں پیٹتا ہوا اپنی دھن میں کہے کہہ رہا تھا۔ "رم کے تین بیرل جو منہ تک بھرے ہوئے ہیں۔ اب میں عرصے تک ہاتھیوں سے بھی لڑسکوں گا۔ خدا تم پر برکتیں نازل کرے.... مم.... مگر باس.... آؤ.... ایک چیز اور دکھاؤں۔!"

عمران نے نیچے سے اوپر تک اس کا جائزہ لیا اور پھر دوسروں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے جوزف کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ ایک راہداری سے گذر رہے تھے اور جوزف آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "اوہ باس! میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا سونا نہیں دیکھا۔!"

پھر وہ قیدیوں کے کمرے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ آواز آئی "ٹھہرو!"

عمران رک کر مڑا۔ لمبا آدمی سلاخیں پکڑے کھڑا انہیں سرخ سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

"میرا نام بالی ہے!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں جانتا ہوں تم لوگ کس طرح لائے گئے ہو۔ بہتری اسی میں ہے کہ بوغا کو زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔ کیا وہ تمہیں تمہارے ملک ہی میں قتل نہیں کرا سکتا تھا؟"

"پھر اس نے ہمیں زندہ چھوڑنے کی غلطی کیسے کر ڈالی؟"

"یہ تو وہی بتا سکتا ہے!"

"اس سے پوچھنے کہاں جائیں دوست؟ یہ بھی تم بتاؤ!"

"میں نہیں جانتا!" بالی نے لاپروائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"اچھا یہی بتاؤ....! کیا تم اس اسٹیمر کے کپتان کو جانتے ہو جو ہمیں یہاں تک لایا تھا....؟"

"ہم اتنی ہی باتیں جانتے ہیں جتنی ہمارے لئے ضروری ہوں۔"

"اس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنے ذہن کو زیادہ نہ الجھاؤ۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا "میں اتنا ہی کروں گا جتنے کی ضرورت ہو گی۔ کیا تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف ہے؟"

"جہنم میں جاؤ۔" بالی جھلا کر بولا "لیکن تم یہاں سے ایک سوئی بھی نہ لیجا سکو گے۔ تمہیں اب اس جزیرے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہوگا۔"

"میں جوتے پہنتا ہوں دوست! اس لئے رگڑے جانے کے باوجود بھی میری ایڑیاں محفوظ رہیں گی۔ البتہ مر جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے!"

عمران نے جوزف کو بڑھانے کے لئے دھکا دیا اور وہ راہداری طے کرنے لگے۔

"اس لمبے آدمی کو میرے حوالے کر دو باس!" جوزف گڑگڑایا "میں اس کے سر پر شراب کی مالش کر کے جوتے لگاؤں گا۔"

"بلکہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اب تم شراب میں جوتے بھگو کر خود ہی کھا لیا کرو جوزف کے بچے تمہاری شیمپالی کی تلاش نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔"

"نہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے! یہی تین بیرل کافی عرصے تک چلیں گے، رم غنیمت ہوتی ہے۔"

"اچھا اب بکواس بند.... تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"تہ خانے میں باس! جہاں بیرل رکھے ہوئے ہیں اور سونا ہی سونا ہے میں کہتا ہوں، کاش اس کی بجائے بھی بیرل ہی ہوتے۔"

وہ عمران کو ایک ایسے کمرے میں لایا جس کے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ جوزف نے ایک گوشے میں قالین الٹ دیا۔ اسی جگہ فرش پر ایک سلیب کے نیچے تہہ خانے کا راستہ پوشیدہ تھا۔

"مگر تمہیں علم کیسے ہوا اس کا؟" عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ اسے اس کام کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔

"ہائے باس!" وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا "میرا سینہ نہیں شراب کی بھٹی ہے۔ اس کھوپڑی میں مغز نہیں شراب کی تلچھٹ ہے۔ میرے جسم کو ایک بوتل سمجھو باس!"

"ابے تو مجھے نرا بوتل ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھ میں روح نہیں صرف شراب ہے باس۔ اگر اس فرش کے نیچے شراب نہ ہوتی تو میں کبھی تہہ خانے کا پتہ نہ لگا سکتا.... ہائے شراب خود ہی میرے پاس دوڑی آتی ہے۔"

وہ خاموش ہو کر اپنے ہونٹ چاٹنے لگا۔

عمران نے سلیب اٹھایا۔ سامنے ہی سیڑھیاں تھیں۔ وہ نیچے اترتے چلے گئے۔

زینوں ہی پر ایک جانب دیوار پر سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا جوزف نے ایک سوئچ آن کر کے تہہ خانے میں روشنی کر دی۔

"وہ دیکھو باس.... وہ رہے بیرل۔" جوزف چیخا۔

"خاموش رہو!" عمران غرایا اور جوزف نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

"مگر سونا کہاں ہے؟" عمران نے نیچے پہنچ کر جوزف کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"بس میں کسی بڑے برتن میں آج بھر کے لئے انڈیل لے جاؤں گا۔" جوزف نے سر ہلا کر بڑے خلوص سے کہا۔

"برتن کے بچے! سونا کہاں ہے؟"

"اوہ.... ارے!" جوزف اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے غفلت میں چپت رسید کر دی ہو۔ "ارے یہیں تھا باس.... بالکل یہیں.... کک.... کیا.... ارے.... باپ رے.... کیا آپ کو وہ آواز یاد نہیں.... سس.... سانپ.... کی آواز.... بھھ.... بھوت...."

وہ فرش پر دوزانو ہو کر اپنے سینے پر ہاتھوں سے کراس بنانے لگا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ!" عمران غرایا۔

جوزف کسی مُردے ہی کے سے انداز میں اٹھ گیا اور آگے پیچھے جھولنے لگا۔

وہ کسی ہاتھی سے بھی ٹکرا جانے کی ہمت رکھتا تھا۔ لیکن بھوت پریت کے تصور ہی سے اس کی روح فنا ہوتی تھی۔

"ارے سیدھے کھڑے رہو!"

وہ پتھر کے بت کی طرح اکڑ کر بے حس و حرکت ہو گیا اب نہ تو اس کی پلکیں ہی جھپک رہی تھیں اور نہ پتلیاں گردش کر رہی تھیں۔

"تمہیں تہہ خانے کا راستہ کیسے معلوم ہوا تھا....؟" عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"مم.... وہ.... میں دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا باس کہ اس کونے کی قالین پھڑکنے لگی تھی۔"

"اور.... اس وقت تمہارا دم نہیں نکلا تھا.... بھوت کا خیال نہیں آیا تھا؟"

"میں سمجھا تھا کہ قالین کے نیچے چوہا ہے۔"

عمران سوچنے لگا کہ تب تو اس تہہ خانے سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ بھی ہو سکتا ہے۔ جوزف کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی آدمی یہاں موجود تھا.... اپنا کام کر کے چلا گیا ہو گا.... مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کے بھوت کی کہانی ہمارے ذہنوں پر مسلط کی جائے۔

"تب تو پھر بھوت ہی...." عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہے نا!.... ارے باپ رے!" جوزف اچھل کر زینے کی طرف بھاگا۔

"ابے او بھوت کے بھتیجے.... یہ رم کے بیرل...." عمران نے للکارا۔

لیکن کون سنتا ہے۔ جوزف چھلانگیں لگاتا ہوا نکلا چلا گیا۔

O

سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آخر بوغا کی اس حرکت کا کیا مقصد تھا؟ لیکن فوری طور پر کسی کا بھی ذہن مقصد تک نہ پہنچ سکا۔

انہوں نے وہ رات بخیر و خوبی اسی عمارت میں گذاری تھی۔ بوغا کے ساتوں آدمی ان کے خیال کے مطابق اب بھی ان کی قید میں تھے اور عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ صرف انہیں ساتوں آدمیوں پر بات ختم نہیں ہو گئی تھی۔ ان کے کچھ ساتھی اور بھی تھے۔ جنہوں نے پچھلی رات جوزف کو تہہ خانے کی طرف متوجہ کیا تھا اگر وہ چاہتے تو رات ہی کو ان کی گردنیں بھی اتار سکتے تھے کیونکہ ان میں سے کوئی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی جاگتا نہیں رہ سکتا تھا۔ دن بھر کی تھکن آخر کار انہیں نیند کے بحر ذخار میں لے ہی ڈوبی تھی اور صبح کو آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے انہوں نے باقاعدہ طور پر باری باری اپنے ساتھیوں کا شمار تک کیا تھا اور پھر یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئے کہ سب موجود ہیں۔

پھر اتفاق سے صفدر ٹہلتا ہوا قیدیوں کے کمرے کی طرف جا نکلا تھا اور تب اس خیال کی تردید ہو گئی تھی کہ وہ ہنوز ان کی قید ہی میں ہوں گے۔ کمرہ خالی نظر آیا تھا۔

"اگر وہی چاہتے تو ہمیں قتل کر دیتے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اس پر رابرٹو نے قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا پھر بولا "تم بوغا کو نہیں جانتے!!"

"بکواس بند کرو!" عمران کو غصہ آ گیا۔ "تم سے زیادہ جانتا ہوں حتیٰ کہ بوغا کی لڑکی بھی اتنا نہیں جانتی.... جتنا میں جانتا ہوں.... تم دونوں نے بوغا کو کب سے نہیں دیکھا...."

"ظاہر ہے کہ جب تم بوغا کے جزیرے سے میرے جزیرے میں لائے گئے تھے وہ ہماری آخری ملاقات تھی۔" رابرٹو مسکرا کر بولا۔

"بکواس ہے!" عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا "تم نے بوغا کو کل تک دیکھا ہے۔"

"کیا جوزف کے دھوکے میں شراب نے تمہیں پی لیا ہے؟" جولیا ہنس پڑی۔

"میں کہہ رہا ہوں کل تک دیکھا ہے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"ضرور یہی بات ہے۔" جولیا ہنستی رہی۔ اس کے ساتھ سب ہی ہنستے رہے۔

"اچھا تو سنو! جہاز کا کپتان پیڈرو ہی بوغا تھا۔" عمران نے کہا اور یک بیک سناٹا چھا گیا۔

"نہیں یہ ناممکن ہے۔" رابرٹو احتجاجاً بڑبڑایا۔

"بھلا.... پیڈرو.... ڈیڈی کے تو ڈاڑھی ہے۔" لزی نے کہا۔

"وہ ڈاڑھی مصنوعی تھی جو تم دیکھتی رہی تھیں۔"

"ارے نہیں! عمران صاحب!" صفدر نے کہا۔

"یقین کرو!"

"آپ نے پہلے کبھی نہیں کہا۔"

"میں بلاضرورت کبھی کوئی بات نہیں کہتا.... اس وقت تذکرہ نکلا ہے تو سن لو!"

"اچھا اگر وہ بوغا ہی تھا تو آپ نے کچھ کیا کیوں نہیں؟"

"افسوس تو یہی ہے کہ میں نے اسے اس وقت پہچانا تھا جب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ جب وہ پاگل ہو گیا تھا اور ہم جزیرے میں اترنے والے تھے اگر ایک دن پہلے بھی پہچان لیا ہوتا تو اسٹیمر پھر ہمارے ہی ملک کی طرف واپس جاتا اور بوغا کے ہاتھوں میں معمولی مجرموں کی طرح ہتھکڑیاں نظر آتیں اگر وہ پاگل نہ ہو جاتا تو شاید میں اسے پہچان بھی نہ سکتا۔ کیونکہ پاگل پن ہی میں بناوٹ کا ملمع اتر گیا تھا اور بوغا کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔"

"اوہ تو کیا ڈیڈی پاگل ہو گئے.... آہ.... آنٹی بھی یہی کہا کرتی تھیں کہ یہ ایک دن ضرور پاگل ہو جائے گا۔" لزی نے سسکی سی لی۔

"نہیں! تم ڈرو نہیں۔" عمران مسکرایا "یہ پاگل پن صرف چند گھنٹوں کا ہے"

"کیا مطلب؟" جولیا اسے گھورنے لگی۔

تب عمران نے انہیں پوری کہانی بتا کر کہا "لیکن میں نے اس پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ میں اسے پہچان گیا ہوں۔ میں نے اس کے نام جو خط لکھا تھا وہ بھی ایسا ہی تھا کہ اسے شبہ بھی نہیں ہو سکے گا۔"

"تو یہ صرف بے مقصد شرارت تھی!"

"ہاں مقصد بس یہی تھا کہ بوغا کو اپنا ایک ہلکا سا نمونہ دکھایا جائے۔ کاش اس وقت یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ خود بوغا ہی اس شرارت کا شکار ہو رہا ہے تو شاید اتنا ہی وقت کچھ کر گذرنے کے لئے کافی ہوتا۔ اب دیکھنا ہے کہ بوغا ہوش میں آنے کے بعد کیا کرتا ہے۔"

بڑی دیر تک سناٹا چھایا رہا

پھر جولیا بولی۔ "لیکن مقصد؟.... آخر اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ بوغا ہمیں کیوں لایا ہے؟ اگر وہ تم سے دشمنی رکھتا ہے تو جہاز پر بھی تمہیں.... بہ آسانی ختم کر سکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہ مجھے کنوارا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کہا اور جولیا بُرا سا منہ بنائے ہوئے خاموش ہو گئی۔

"اچھا دوستو!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "مقصد بھی جلد ہی واضح ہو جائے گا۔ اب میری دانست میں چوہان کو بالی کی جگہ لینی چاہئے اور بقیہ دوسروں کی جگہ لیں گے۔ ایک کمرے میں میک اپ کا معقول سامان موجود ہے۔ جولیا لزی اور جوزف! تم تینوں اس عمارت ہی تک محدود رہو گے۔ حتیٰ کہ میں تمہیں بیرونی برآمدے میں بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔"

وہ پھر سکوت میں گم ہو گئے۔

ہر فرد کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

عمران سیریز نمبر 36

چیختی روحیں

تیسرا حصہ

پیشرس

بوغا کی کہانی کی تیسری کڑی حاضر ہے، پچھلی کہانی میں آپ نے پڑھا تھا کہ عمران خود اپنے ہی جال میں کیسے پھنس گیا تھا۔ اب دیکھئے کہ وہ دشمنوں کا حربہ خود انہیں پر کس طرح آزماتا ہے۔ اس کے ساتھی حالات کے ہاتھوں بے بس ہو کر رہ گئے تھے لیکن عمران اس وقت بھی خود کو بے بس نہیں سمجھتا۔ اس کی بے تکی حرکتیں نئی راہیں نکالتی ہیں۔

ہو سکتا ہے آپ کو کہیں کہیں عمران پر غصہ بھی آئے لیکن آپ کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ وہ کن حالات سے دوچار تھا۔ اجنبی دیس میں مفلسی کتنی بھیانک ہو سکتی ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکیں گے جن پر گزری ہو۔ عمران اس مفلسی سے چھٹکارا پانے کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔! لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ اسی دن اسے رہائی بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

یہ کہانی انہیں خصوصیت سے بہت پسند آئے گی، جو زیادہ تر ایکشن کے رسیا ہیں۔ آئندہ کہانی اس سے بھی کہیں زیادہ دلچسپ ہو گی کیونکہ اس میں عمران کو زیادہ بہتر مواقع نصیب ہوئے ہیں۔

اب ایک لطیفہ سنئے......! جاسوسی دنیا کے پچھلے ناول "الٹی تصویر" میں حمید دو چارپائیاں حلق سے اتار گیا تھا۔ اس پر بعض پڑھنے

والوں کو ابھی تک کھٹی ڈکاریں آرہی ہیں۔

میں نے تو دراصل یہ لکھا تھا کہ "اس نے جلدی جلدی دو چار مٹن پائیاں حلق سے اتاریں اور چائے ختم کر کے اٹھ گیا۔!"

کاتب صاحب غالباً بھوکے تھے اس لئے "مٹن" وہ خود ہضم کرگئے۔ باقی بچیں "دو چار پائیاں" وہ بیچارے حمید کے حصے میں آئیں۔ کیا کیا جائے مجبوری ہے۔ اگر کھٹی ڈکاریں لینے والے اب بھی مطمئن نہ ہوئے ہوں تو گذارش کروں گا...... کہ دونوں چارپائیاں بالکل "شدھ" تھیں یعنی ان میں کھٹمل قطعی نہیں تھے۔

کتابت کے لطیفے ایسے ہی دلچسپ ہوتے ہیں......! کبھی "بیدل" کو "پیدل" پڑھیے۔ کبھی نشتر الہ آبادی "ن" سے محروم گردن اٹھائے چلے آرہے ہیں۔ کبھی اسرار ناروی کا "و" غائب اور پروف ریڈر صاحب ہر حال میں کاتب صاحب سے زیادہ قابل ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے "س" پر تین عدد نقطے بھی ٹھونک مارے۔ چلئے بن گیا "اشرار ناری" یعنی غزل اور صاحب غزل دونوں بھسم ہوئے۔

غرضیکہ اگر حمید کو حلق سے دو چار پائیاں اتار جانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے تو اسے حیرت سے نہ دیکھئے بلکہ عبرت پکڑیئے اور دعا کیجئے کہ خدا آپ کو کاتبوں سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ اب اگر کاتب صاحب اس "بچائے" کو بھی "نچائے" لکھ ماریں تو آپ کا مقدر...... بندہ عاجز و لاچار ہے۔!

ابن صفی

۲۴ر اپریل ۱۹۵۹ء

O

جولیانا فٹنر واٹر نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کر اس کمرے کی طرف چل پڑی جہاں لزی اور رابرٹو تھے۔

یہ ایک تھکا دینے والا دن تھا، جو جنگلوں کے پیچھے غروب ہونے والے سورج کے ساتھ دم توڑ رہا تھا اور جولیا سوچ رہی تھی کہ رات شائد اس سے بھی زیادہ تھکا دینے والی ہو گی جب کوئی کام نہ ہو تو اضطراب ہی اس طرح تھکا دیتا ہے جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا پڑا ہو۔

اکیلے جولیا ہی نہیں سبھی مضطرب تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ رات کس طرح گذرے گی۔ دن تو اس طرح گذرا تھا کہ یا تو ہر لحظہ عمران کی واپسی کے منتظر رہے تھے یا کسی بہت بڑے حادثے کے!

بالی وغیرہ کے غائب ہو جانے کے بعد بھی ان لوگوں کا اسی عمارت میں مقیم رہنا ہر ایک کے لئے ایک بہت بڑی الجھن بن گیا تھا۔

عمران آخر کیا چاہتا ہے؟

"میں پوچھتی ہوں آخر بوغا کیا چاہتا ہے؟" جولیا نے رابرٹو سے پوچھا۔

"وہ اپنے دشمنوں کو اسی طرح پاگل بنا دیتا ہے۔" رابرٹو نے کہا۔ "اب یہی دیکھو کہ ہمیں اس طرح جال میں پھانسا اور وہاں سے نکال لایا۔ اب وہ چاہتا ہے، کہ ہم پاگل ہو کر کتوں کی طرح بھونکنے لگیں۔"

"یعنی! بس اتنا مقصد ہے۔"

"یقیناً!"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی، جو لوگ ہماری قید سے نکل سکتے ہیں۔ وہ پچھلی رات ہمیں

قتل بھی کر سکتے تھے۔ بالی اور اس کے ساتھیوں نے آزاد ہونے کے بعد ہم پر حملہ کیوں نہیں کیا؟"

"بوغا کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ میں پھر دہراؤں گا۔"

"ہمارا وہ سارا سامان بھی موجود ہے، جو ساحل ہی پر رہ گیا تھا۔ ظاہر ہے وہی لوگ اسے یہاں لائے ہوں گے۔"

"ہاں ہاں! پہلے بھی تو عمران اور صفدر بوغا کی قید میں رہ چکے ہیں۔ کیا اس نے انہیں مار ڈالا تھا....؟ اوہ وہ تو صرف کام لینا جانتا ہے۔ اس نے ان لوگوں سے معمولی مزدوروں کی طرح پتھر ڈھلوائے ہیں۔ تمہیں سن کر حیرت ہوگی کہ اس کے مزدوروں میں کئی بہت زیادہ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے۔ یونیورسٹیوں کے پروفیسر....اعلیٰ درجہ کے جرنلسٹ اور حساب دان!"

"بہر حال اس نے انہیں زندہ رکھ کر کسی نہ کسی قسم کا کوئی فائدہ اٹھایا تھا۔" جولیا نے کہا۔

"ختم کرو!" رابرٹو اپنے گلاس میں رَم انڈیلتا ہوا بولا "جو کچھ بھی ہے سامنے آجائے گا۔"

جولیا کی الجھن اور بڑھ گئی۔ عمران صبح ہی سے غائب تھا۔ لیکن اس نے انہیں تاکید کر دی تھی کہ وہ عمارت ہی تک محدود رہیں۔ ابھی اس کی اس تجویز پر عمل نہیں کیا گیا تھا کہ وہ بوغا کے ان آدمیوں کے میک اَپ میں آجائیں، جو انہیں اس عمارت تک لائے تھے۔

عمران ایک جہازی مزدور کے حلیے میں باہر گیا تھا۔

"وہ ضرور ٹھوکر کھائے گا۔" رابرٹو دو تین گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

"کیا تم عمران کے بارے میں کہہ رہے ہو؟" جولیا نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! میں اسی کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

"آج تک کسی نے بھی اسے ٹھوکر کھاتے نہیں دیکھا۔ البتہ میرا خیال ہے کہ وہ صرف ٹھوکر لگانے کے لئے پیدا ہوا ہے.... کیا سمجھے؟"

جولیا نے اس کی آنکھوں میں حقارت آمیز تمسخر دیکھا اور اس کی جھنجھلاہٹ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی لیکن وہ اس نامعقول آدمی سے بحث نہیں کرنا چاہتی تھی!

"یہ جزیرہ!" رابرٹو شراب کا گلاس میز پر رکھتا ہوا بولا۔ "ویسا نہیں ہے جیسے ہمارا تھا۔ یہاں

بوغا کے آدمیوں کو چھپ کر کام کرنا پڑتا ہوگا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لوگ اپنی رائفلیں لانچ ہی میں کیوں چھپا آتے؟"

"عمران پہلے ہی اس مسئلے پر غور کر چکا ہے۔" جولیا بیزاری سے بولی۔

"اس لئے وہ کوئی بڑا تیر مار کر واپس آئے گا۔"

"اس کے منتظر رہو!" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا اور کمرے سے چلی آئی۔

ایک کمرے میں جوزف، صفدر اور چوہان اونگھ رہے تھے۔ جوزف صبح ہی سے پیتا رہا تھا۔ اس انداز میں جیسے وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہو۔

جولیا کی آہٹ پر وہ چونک پڑے۔

"کوئی خبر!" صفدر نے پوچھا۔

"عمران ابھی تک واپس نہیں آیا۔" جولیا نے کہا۔ اس کی آواز سن کر جوزف بھی بیدار ہو گیا۔

"اس نے تاکید کر دی تھی کہ کوئی اس کی عدم موجودگی میں باہر نہ نکلے ورنہ میں دیکھتا۔" صفدر بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بوغا کیا چاہتا ہے۔"

"جب تک وہ تینوں بیرل لبریز ہیں مسی!" جوزف پلکیں جھپکا کر بولا۔ "وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا.... تم جا کر آرام کرو۔"

"ششش.... خاموش رہو!" صفدر بولا.... پھر جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اگر وہ ایک گھنٹہ اور نہ آیا تو میں یقینی طور پر باہر نکلوں گا۔"

"رابرٹو کیا کہتا ہے" ۔ چوہان نے پوچھا۔

"اسے جہنم میں جھونکو!" جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "وہ نہیں سمجھتا کہ یہ بلائیں اسی کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں۔"

"عمران تو خود ہی ان بلاؤں کا متلاشی تھا۔"

"لیکن رابرٹو کے بغیر حالات کا رخ کچھ اور ہوتا۔"

"مطلب یہ ہے کہ خود ان کا سفر کرنا اس صورت میں ضروری نہ ہوتا۔" صفدر چوہان کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

"فضول نہ بکو! میں اپنے لئے نہیں کہہ رہی۔" جولیا جھلا گئی اور اسے وہاں سے بھی چلا آنا پڑا۔

لیکن جیسے ہی اپنے کمرے میں پہنچی غصہ ٹھنڈا پڑ گیا کیونکہ عمران ایک آرام کرسی میں نیم دراز کچھ سوچ رہا تھا۔

"تم کب واپس آئے؟" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اس کے چہرے سے افسردگی ظاہر ہو رہی تھی۔

"کیوں.... کیا بات ہے؟" جولیا نے حیرت سے کہا "تم اتنے بجھے بجھے سے کیوں ہو؟"

جواب میں عمران نے صرف ایک ٹھنڈی سانس لی اور منہ چلانے لگا۔ اس کے جسم پر اب بھی جہازی مزدوروں کا سا لباس تھا۔

جولیا اسے گھورتی رہی۔ کچھ دیر بعد عمران نے اس سے پوچھا۔ "تمہاری فرانسیسی کیسی ہے؟"

"کیوں؟ میں بغیر ہچکچاہٹ کے بول سکتی ہوں۔"

"یہ بڑا بارونق جزیرہ ہے! نام ہے.... لاتوشے.... ایک چھوٹی سی تفریح گاہ، سمجھ لو۔ آس پاس کے سیاح بکثرت آتے ہیں لیکن جس عمارت میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ یہاں اچھی نظروں سے نہیں دیکھی جاتی حالانکہ یہ ایک پادری کا مسکن ہے جو فادر اسمتھ کے نام سے مشہور ہے۔ ہال میں جو بڑی تصویر ہے میرا خیال ہے کہ اسی فادر اسمتھ ہی کی ہو سکتی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ہولی فادر آسمان پر اٹھا لئے گئے یا چھٹی پر ہیں۔"

"سر پیر بھی ہے اس گفتگو کا!"

عمران پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں کوئی راہ نظر نہیں آ رہی۔" جولیا نے کچھ دیر بعد کہا۔

"سنو!" عمران انگلی اٹھا کر اس طرح بولا جیسے جولیا کی بات سنی ہی نہ ہو!" اس جزیرے میں قیام کرنا اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ یہاں سے نکل جانا، بندرگاہ سے نکل آنے کے بعد پھر کوئی نہیں پوچھتا خواہ تم ساری زندگی یہیں گذار دو! البتہ بندرگاہ پر بہت ہی سخت قسم کی چیکنگ ہوتی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ.... ہم سبھوں کو اسی عمارت میں پڑے رہنا بھی ضروری نہیں ہے ہم میں سے کچھ لوگ ہوٹلوں میں بھی قیام کر سکتے ہیں۔"

"ہم غالباً وہاں مفت رہ سکیں گے....؟" جولیا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

".آہا تمہیں مقامی کرنسی کی فکر ہے۔" عمران مسکرایا۔ "کیا تم نے وہ تجوری نہیں دیکھی جس میں فرانسیسی کرنسی کے ڈھیر ہیں؟"

"نہیں! میں نے تو نہیں دیکھی۔" جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہے ایک کمرے میں.... جسے خوابگاہ کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔"

"لیکن وہ کرنسی نہیں لے گئے؟"

"اگر لے جاتے تو میں انہیں پرلے سرے کا گدھا سمجھتا۔"

"کیوں؟"

"ارے پھر ہمارا کام کیسے چلتا!"

"خدا کے لئے مجھے ایک بات بتادو۔"

"ہوں....؟" عمران نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"بوغا کیا چاہتا ہے؟"

"فی الحال ہماری موت کے علاوہ اور سب کچھ چاہتا ہے۔"

"تم کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچے؟"

"قطعی نہیں!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ذہن کو الجھانے کی ضرورت نہیں! بس یہ سمجھ لو کہ ہم تبدیلی آب و ہوا کے لئے یہاں آئے ہیں.... حالانکہ ہر قسم کی آب و ہوا خود ہمارے ملک میں بھی پائی جاتی ہے لیکن یہ تبدیلی آب و ہوا زرِ مبادلہ کی ایک پائی بھی صرف کئے بغیر نصیب ہوئی ہے اس لئے مجھے اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"تم دیوانے ہو!"

"اور تمہارے لئے یہ مشورہ ہے کہ تم اس جزیرے کی گلی کوچوں میں گاتی پھرو۔ کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو!"

جولیا دانت پیس کر خاموش ہو گئی۔

عمران اٹھ کر باہر چلا گیا۔ جولیا چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اس کی الجھن رفع ہو چکی تھی۔ اور اب اسے محسوس ہوا کہ اس الجھن کی وجہ عمران کی عدم موجودگی ہی تھی۔ پھر نہ جانے کیوں وہ اس احساس کے ساتھ دوبارہ جھلاہٹ میں مبتلا ہو گئی۔ وہ آرام کرسی میں پڑی بور ہوتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد عمران واپس آیا۔

"رابرٹو.... لزی اور چوہان یہیں رہیں گے!" اس نے کہا۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ وہ ظاہر کر رہی تھی جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو۔ اتنے میں صفدر بھی کمرے میں داخل ہوا۔

"رابرٹو یہاں نہیں رہنا چاہتا۔" اس نے کہا۔

"تو اس سے کہہ دو..... جہنم میں جائے۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ پھر پوچھا۔ "تجوری کی کنجی تمہارے ہی پاس ہے نا...؟"

"ہاں! میرے ہی پاس ہے اس نے آپ کی تجویز سن کر کنجی کا مطالبہ کیا تھا۔"

"کنجی اسے مت دینا۔" عمران نے کہا اور جولیا کی طرف دیکھ کر بولا وہ اس پر آمادہ نہیں ہے کہ پادری اسمتھ کی حیثیت سے یہاں قیام کرے۔"

"قدرتی بات ہے۔" جولیا نے خشک لہجے میں کہا "مقصد معلوم ہوئے بغیر کوئی بھی کسی کام پر تیار نہیں ہو سکتا۔"

"مقصد کے لئے اب شاید مجھے کتوں کی طرح بھونکنا پڑے گا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "فی الحال اس کا یہی مقصد ہے کہ بوغا یہی چاہتا ہے کہ ہمارے لئے بھی اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔"

"وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے آدمیوں کے بھیس میں اس عمارت میں رہیں؟"

"قطعی یہی چاہتا ہے۔ کیوں چاہتا ہے؟ میں نہیں جانتا لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ دیر تک اندھیرے میں رہوں۔ جلد ہی کسی نتیجے پر پہنچوں گا۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہی کیا جائے، جو بوغا چاہتا ہے۔"

"کیا اسے بھی یقین ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے تم وہی کرو گے؟"

"نہ کرنے کی صورت میں ہمارے لئے دوسری کون سی راہ ہو گی؟ مس عقلمند!" عمران نے خشک لہجے میں پوچھا۔

لیکن جولیا فوری طور پر کوئی جواب نہ دے سکی۔

"کیا تم یہ کہتی پھرو گی کہ تم کون ہو! یا رابرٹو ہی خود کو رابرٹو ظاہر کرنے کی ہمت کر سکے گا۔ یہ نہ بھولو آج یورپ میں پولیس اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھے گی۔ نہ ہم اپنی اصلیت ظاہر کرنے کی حماقت کر سکتے ہیں اور نہ رابرٹو ہی پھانسی کا پھندا منتخب کرے گا۔ فی الحال وہ صرف بوکھلایا ہوا ہے اور اگر اسے مرنا ہی ہے تو ہم کس طرح روک سکیں گے!"

"تم اتنی بے دردی سے اس کے متعلق کہہ رہے ہو؟"

"ہاں! اب اس کی ذات سے میری دلچسپی ختم ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے میں نے اسے صرف اس نیت سے روکا تھا کہ بوغا کی تلاش کے سلسلے میں وہ ایک اچھا مددگار ثابت ہو گا۔ لیکن بوغا نے خود ہی مجھے اپنی راہ پر لگا لیا ہے۔ پھر اب میں کسی چڑچڑے مرغ کا بار کیوں اٹھائے پھروں؟"

"یہ تو کھلی ہوئی خود غرضی ہے۔"

"اے! کیا تم میری بیوی ہو؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"کیا بکواس ہے؟"

"نہیں تم تو بالکل ایسی ہی باتیں کر رہی ہو جیسے ہم یہاں ہنی مون منانے آئے ہوں!" عمران بولا "خود غرضی اور بے غرضی کے قصے نکال بیٹھی ہو۔ کیا تمہیں اخلاقیات کا پرچار کرنے کی تنخواہ ملتی ہے؟"

جولیا جو چڑ گئی تھی اٹھ کر کمرے سے چلی گئی۔

عمران صفدر کو آنکھ مار کر مسکرایا پھر بولا "عورت کبھی راہ راست پر نہیں آئے گی خواہ اس کے مونچھیں ہی کیوں نہ اگ آئیں۔"

"اس مسئلے پر تو مجھے بھی غور کرنا پڑے گا کہ رابرٹو کو بے سہارا کیوں چھوڑ دیا جائے۔" صفدر نے کہا۔

"ہونٹوں پر سرخی اور گالوں پر غازہ لگا کر سوچنا۔ اگر سوچتے وقت ناک پر انگلی بھی رہے تو ہاضمہ نہ خراب ہو گا۔"

صفدر ہنس پڑا اور عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے محسوس کیا کہ وہ اب ہر بات پر میری مخالفت کرنے لگا ہے۔ اسی چیز سے فائدہ اٹھانے کے لئے میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ وہ یہیں

ٹھہرے اور ہم لوگ کسی ہوٹل میں قیام کریں۔"

"اوہ.... تو آپ خود ہی اسے باہر بھیجنا چاہتے ہیں۔ الگ کرنا چاہتے ہیں۔"

"قطعی! تم لوگ بہت دیر میں سمجھتے ہو۔"

"آخر کیوں؟"

"بس دیکھتے جاؤ۔ وہ خوشی سے باہر جا رہا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمارا وفادار ہی رہے گا۔ لہذا کیوں نہ اسی اسٹیج پر اس کا بھی امتحان کر لیا جائے۔"

"تو یہ بات آپ صرف مجھے بتا رہے ہیں۔"

"قطعی! کسی تیسرے کو اس کا علم نہ ہونا چاہئے۔"

صفدر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ راہداری سے قدموں کی آواز آئی اور دوسرے ہی لمحے رابرٹو کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور نتھنے پھول پچک رہے تھے۔

"تم مجھے قربانی کا بکرا بنانا چاہتے ہو؟" وہ ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

"نہیں دنبہ.... بکرے مجھے پسند نہیں ہیں۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "کیونکہ ان کی جگالی کرنے کے انداز میں بڑا گھریلو پن پایا جاتا ہے۔"

"میں یہاں نہیں رہوں گا.... تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

"کیوں شامت آئی ہے رابرٹو؟ کیا تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے؟"

"میں تم لوگوں سے الگ ہی رہ کر تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے اس تجوری سے کچھ رقم چاہئے!"

"صفدر! یہ کچھ بھی مانگے اسے دے دو۔" عمران نے صفدر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

رابرٹو تھوڑی دیر تک عمران کو گھورتا رہا۔ پھر صفدر کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا!

O

دوسری صبح جولیا کو اس بات پر تاؤ آ رہا تھا کہ اسکیم کے خلاف رابرٹو اور لزی تو باہر چلے گئے تھے اور وہ لوگ ابھی تک وہیں مقیم تھے۔ کچھ دیر بعد اسے معلوم ہوا کہ چوہان بھی غائب ہے اور ایک بار وہ پھر عمران پر برس پڑی۔ کہنے کی بات ہی تھی! یوں بھی کیا.... خود ہی ایک اسکیم بنائی

تھی اور اب وہ اس طرح ختم ہو گئی تھی جیسے موجودہ صورت حال اصل اسکیم ہی کا نتیجہ رہی ہو۔

عمران خاموشی سے اس کی بک جھک سنتا رہا۔ پھر بڑی سنجیدگی سے بولا "تم بے حد حسین ہو۔ میں پچھلی رات پونے تین گھنٹے تک صرف تمہارے متعلق سوچتا رہا تھا۔"

"مت بکواس کرو۔" جولیا دہاڑی۔

"اچھا! تم بہت بد صورت ہو.... میں تمہارے متعلق پونے تین منٹ بھی نہیں سوچ سکتا۔"

"میری بات کا جواب دو! میں قیدیوں کی سی زندگی نہیں بسر کر سکتی۔ میں بھی باہر جاؤں گی۔"

"اور ساتھ ہی فرانسیسی کرنسی کا بھی مطالبہ کرو گی.... کیوں؟"

"ظاہر ہے!" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

"تجوری کی کنجی میری جیب میں ہے.... نکال سکتی ہو تو نکال لو!"

اس بار جولیا کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ بس وہ دانت ہی پیستی رہی۔

"مجھے دیکھو!" عمران نے کچھ دیر بعد ٹھنڈی سانس لی "چیونگم تک نہیں خرید سکتا۔"

"اچھا.... جاؤ یہاں سے.... نکلو! میں تنہائی چاہتی ہوں۔" جولیا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

عمران کچھ دیر تک کھڑا شرارت آمیز انداز میں مسکراتا رہا۔ پھر اس کے کمرے سے چلا آیا۔

صفدر اپنے کمرے میں اونگھ رہا تھا اور جوزف باورچی خانے میں مسور کی دال ابال رہا تھا کیونکہ انہیں یہاں مسور کی دال اور چاول کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا تھا۔ اور یہ اتنی وافر مقدار میں تھے کہ ایک ماہ بہ آسانی گذار سکتے تھے۔ جوزف کا خیال تھا کہ سر بند ڈبوں میں مچھلی اور گوشت بھی شاید کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں۔ اس لئے اس نے عمارت کا گوشہ گوشہ چھان مارا تھا لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اس نے عمران سے کہا "باس! یہ مسور کی دال بھی غنیمت ہے ورنہ میں تو رَم کا شوربہ لگا کر پتھر تک چبا سکتا ہوں۔ ہولی فادر جوشوا کا خدا سچ مچ رحمت ہی رحمت ہے اگر یہ تین بیرل یہاں نہ ملتے باس! تو کیا ہوتا.... تم خود سوچو کہ تم مجھے کہاں اور کس طرح دفن کرتے۔"

اسے نہ اس کی پرواہ تھی کہ وہ اس وقت کس حال میں ہیں اور نہ اسی کی فکر تھی کہ کل کیا ہو گا؟ البتہ بس ایک غم اسے کھائے جا رہا تھا وہ یہ کہ کہیں یہ تینوں بیرل بھی ختم نہ ہو جائیں.... لیکن.... اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں.... کہ وہ کفایت شعاری سے کام لینے لگا ہو۔

آج تو وہ بے تحاشہ پی رہا تھا۔ اس وقت باورچی خانے کی میز پر بھی تام چینی کے جگ

میں رَم موجود تھی۔ عمران اتنی آہستگی سے باورچی خانے میں داخل ہوا کہ اسے خبر تک نہ ہوئی اور نہ اس کا علم ہو سکا کہ رَم کے جگ کی جگہ پانی سے بھرے ہوئے دوسرے جگ نے لے لی ہے۔

پھر عمران واپس بھی چلا گیا لیکن جوزف تو ابلنے والی دال کی "کھدبد" میں کھویا ہوا تھا۔ اور شاید اسے اپنا وطن یاد آ رہا تھا۔ برطانوی مشرقی افریقہ کے ایک گاؤں کی وہ کرال یاد آ رہی تھی جہاں اکڑوں بیٹھ کر وہ چاول اور گوشت ابالا کرتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بھاڑ سا منہ پھاڑ کر ایک طویل انگڑائی لی اور جگ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا لیکن اس کی نظریں ابلتی ہوئی دال ہی پر تھیں۔

جگ کو ہونٹوں سے لگاتے وقت اس نے یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ اس میں کیا ہے۔ وہ تب ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا تھا جب اس نے گھونٹ لیا تھا۔

پیروں کے قریب پڑے ہوئے جگ کو اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا لیکن پانی کا گھونٹ ابھی منہ ہی میں محفوظ تھا اور دونوں گال پھولے ہوئے تھے۔ پھر وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میز پر اور کوئی دوسرا جگ بھی نہیں تھا کہ وہ اسے اندازے کی غلطی سمجھتا۔ یک بیک اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی "بھاں" منہ سے پانی اچھل کر دُور تک گیا تھا۔

"بھھ.... بھوت!" وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں چیختا ہوا باورچی خانے سے نکل بھاگا۔

عمران جو اس کا منتظر ہی تھا اپنے کمرے سے نکل کر اس کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔ "ابے کیا ہوا؟ کیوں چیخ رہا ہے؟"

جوزف کھڑا ہانپتا رہا۔ چڑھتی ہوئی سانسوں کی وجہ خوف تھا۔ کچھ اس لئے نہیں ہانپ رہا تھا کہ باورچی خانے سے دوڑتا ہوا یہاں تک آیا تھا۔

"بول کیا بات ہے؟" عمران نے پھر اسے جھنجھوڑا۔

"تباہی.... بربادی.... باس! میں اب یہاں نہیں رہوں گا۔ تم مجھ سے کہو تو بپھرے ہوئے ہاتھیوں کے جھنڈ میں جا گھسوں لیکن .... یہ .... یہ.... میرے بس سے باہر ہے میں ایسی قوتوں کے ہاتھوں مرنا نہیں پسند کرتا جو مجھے دکھائی نہ دیں۔"

"ہوں تو تم ہوا کھا کر مرنا پسند نہیں کرتے۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"ہوا؟" جوزف منہ پھیلا کر رہ گیا۔

"اور کیا.... وہی ایسی قوت ہے جو نظر نہیں آتی۔"

"میں بدروحوں کی بات کر رہا ہوں باس!"

"ابے! پھر وہی بدرُوح! اب کیا ہو گیا؟"

"رَم.... پانی ہو گئی۔"

"ارے وہ تو پہلے بھی پانی ہی تھی.... تجھے نشہ کب ہوتا ہے!"

"پانی.... بالکل پانی.... یعنی کہ سچ مچ پانی.... سادہ پانی.... میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں باس۔"

"کیا تینوں بیرل...." عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں میں نے جگ میں انڈیل کر کچن میں رکھی تھی۔ پیتا بھی جا رہا تھا.... ابھی آخری بار جو جگ اٹھایا.... گھونٹ لیا.... تو پانی...."

"ضرور تجھے نشہ ہو گیا ہے!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

اس پر جوزف بڑے جوش و خروش کے ساتھ قسمیں کھانے لگا۔ جوزف کی چیخ سن کر صفدر اور جولیا بھی وہاں آ گئے تھے۔ پھر جولیا باورچی خانے کی طرف واپس چلی گئی تھی اور فرش پر پڑا ہوا جگ اٹھا لائی تھی جس میں اب بھی تھوڑا سا پانی تھا۔

عمران نے جگ کا جائزہ لیتے ہوئے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔

"نہیں سمجھ میں آتا کہ آخر وہ لوگ چاہتے کیا ہیں!" جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

عمران جوزف سے کہہ رہا تھا! "اگر تم یہاں نہیں رہنا چاہتے تو ہم بھی نہیں رہنا چاہتے لیکن پھر کہاں جائیں۔ سنو جوزف کیا تم اس جنگل میں کوئی ایسی جگہ نہیں تلاش کر سکتے جہاں ہم اطمینان سے کچھ دن گذار سکیں اور ہاں! بہتر تو یہی ہو گا کہ تم اپنے لئے شیپالالی بھی تلاش کرو۔ ورنہ اگر کسی دن یہ شراب تمہارے پیٹ میں پہنچ کر پانی ہو گئی تو تم جل پری کہلاؤ گے۔ سمجھے!"

"اوہ! تو کیا اسے یہیں چھوڑ جائیں گے؟" جوزف اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"ابے! وہ جادو کی شراب ہے ناک کے اندھے.... دیکھ تو جادو کی شراب پی پی کر کیسا بوٹا سا قد اور پھول سا چہرہ نکل آیا ہے۔"

"نہیں!" جوزف بوکھلا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرنے لگا پھر جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیوں مسّی؟"

"مت بکواس کرو!" جولیا جھلا گئی اور صفدر ہنس پڑا۔

عمران نے صفدر سے کہا۔ "ذرا دیکھنا اس کا قد صرف ساڑھے چار فٹ رہ گیا ہے۔ لیکن یہ بیچارہ اپنے نقصان سے لاعلم ہے۔"

"ارے نہیں باس!" جوزف احمقانہ انداز میں ہنسا۔

"گدھے ہو تم.... اگر تمہیں بھی اس کا احساس ہونے لگے تو وہ جادو کی شراب کیوں کہلائے بس اب یہ سمجھ لو کہ تمہیں کوئی خاطر میں نہیں لائے گا۔ تم صرف ساڑھے چار فٹ کے رہ گئے ہو.... یقین کرو۔"

جوزف کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور ذرا ہی سی دیر میں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس کے جسم سے ایک ایک قطرہ خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

صفدر متحیرانہ انداز میں عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عمران نے اسے آنکھ ماری۔

"پھر؟ پھر میں کیا کروں باس؟" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"وہی جو میں کہہ رہا ہوں۔ جنگل میں کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں پھل ہوں۔ پرندے ہوں اور ہم محفوظ رہ سکیں جاؤ! ورنہ یہ مسور کی دال بھی کوئی گل کھلائے گی۔"

"ابھی جاؤں۔"

"ہاں عقبی دروازہ کھول کر نالے میں اترو اور چپ چاپ بائیں جانب چل پڑو۔ نالہ تمہیں جنگل ہی میں لے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ کام رات ہونے سے قبل ہی کر ڈالو!"

جوزف تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر آگے بڑھ گیا۔ صفدر عمران کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکا۔" اس نے کہا۔

"سالانہ امتحان شروع ہونے سے صرف ایک ہفتہ پہلے سمجھ لینا۔ ابھی سمجھ گئے تو بھلا دو گے۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

O

حالات ہی ایسے تھے کہ عمران کے علاوہ اور سب ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ ویسے جولیا نے کوشش کی تھی کہ عمران کی اس حرکت کا مطلب سمجھ سکے اس کا علم تو اسے بھی نہیں تھا کہ شراب پانی کیسے ہو گئی تھی لیکن سوال تو یہ تھا کہ عمران نے جوزف کو جنگل میں ٹھکانہ تلاش

کرنے پر کیوں اکسایا تھا۔

دوپہر کو چوہان واپس آیا۔ اس سے جولیا کو معلوم ہوا کہ وہ میک اپ میں لزی اور رابرٹو کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک ہوٹل میں مقیم تھے اور وہ بیچارہ صرف اس لئے واپس آیا تھا کہ مسور کی دال اور چاول سے اپنا جہنم پُر کر سکے۔

"اوہ! اس نے تمہیں بھی کچھ نہیں دیا۔" جولیا نے پوچھا۔

"نہیں۔ اب تو دل چاہتا ہے کہ اس کی ٹانگیں پکڑوں اور سمندر میں غرق کر دوں۔ پتہ نہیں کتنی رقم تجوری میں بھری ہوئی ہے اور ہم مسور کی دال اور چاول سے اپنا معدہ تباہ کر رہے ہیں۔"

"اس نے کنجی صفدر سے لی ہے۔" جولیا نے کہا۔

کھانا کھا کر چوہان واپس چلا گیا اور وہ اپنے کمروں میں اونگھتے رہے۔ لیکن جولیا نے محسوس کیا تھا کہ عمران بظاہر تو مطمئن نظر آرہا ہے۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے مگر وہ اس سے اب کچھ نہیں پوچھنا چاہتی تھی۔

پھر اونگھتے اونگھتے وہ سو بھی گئی اور یہ مقدر کی خرابی ہی کہی جائے گی کہ آنکھ کھلتے ہی دماغ اپنا توازن کھو بیٹھے۔ عمران بالکل پاگلوں ہی کے سے انداز میں کھڑا اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

"کیا ہے؟" جولیا بھی پاگلوں ہی کی طرح دہاڑی۔

"پرچہ قبل از وقت آؤٹ ہو گیا۔" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "اب سالانہ امتحان نہیں ہو سکے گا۔"

"چلے جاؤ.... یہاں سے!"

"سبھی تیار بیٹھے ہیں!" عمران بولا "لیکن تمہیں یہاں تنہا کیسے چھوڑ جائیں۔ جزیرے کی پولیس ادھر ہی آرہی ہے چوہان یہی خبر لایا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو؟" جولیا آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"رابرٹو جعلی نوٹ چلاتا ہوا پکڑا گیا ہے اور اس نے بتا دیا ہے کہ اسے وہ نوٹ اس عمارت کی ایک تجوری سے ملے تھے۔"

"میرے خدا....." جولیا بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

چوہان اور صفدر تھوڑا سا سامان جس میں دو رائفلیں بھی تھیں۔ سنبھالے ہوئے عقبی

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

اندھیرا پھیل چکا تھا وہ سب بڑی تیزی سے نالے میں اتر گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد انہیں جوزف ملا۔ جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹارچ تھی۔

جولیا نے ایک طویل سانس لی۔

وہ گرتے پڑتے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے' جوزف انہیں روشنی دکھا رہا تھا۔

خشک نالے کی گہرائی دس گیارہ فٹ سے کسی طرح کم نہیں تھی اور جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ گہرائی زیادہ ہی ہوتی جا رہی تھی۔ زمین کی سطح جہاں وہ چل رہے تھے ناہموار تھی۔ اس لئے جولیا بہت جلد تھکن محسوس کرنے لگی تھی۔

"مجھ سے تو نہیں چلا جاتا۔" وہ منمنائی

"پولیس کی گاڑی منگواؤں!" عمران نے پوچھا۔

"مجھے خواہ مخواہ دھمکانے کی کوشش نہ کرو! نہیں چلا جاتا۔ میں دم لینے کے لئے بیٹھوں گی۔"

"جوزف کی پیٹھ پر بیٹھو گی؟ رکنا ممکن نہیں!"

"لگام تمہارے منہ میں ہو تو بہتر ہے۔" جولیا نے کہا۔

وہ رک گئے تھے۔ جوزف نے جولیا اور عمران کی گفتگو سنی تھی اور دانت نکال دیئے تھے۔

"ہاں مسّی!" وہ یک بیک زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"ہشت!" جولیا بھنا گئی۔

"ارے تو سفید گھوڑا کہاں سے پیدا کروں؟" عمران پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ اور پھر اس نے جوزف کی گردن پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔

"چلتی رہو!" جولیا کے شانے پکڑ کر اسے آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ جوزف کی تلاش کی ہوئی جگہ تک پہنچ سکے۔ یہ ایک کافی کشادہ غار تھا جس کے دہانے کے گرد قد آدم جھاڑیاں تھیں۔

"خدا کی پناہ!" جولیا بڑبڑائی "اگر یہ کسی درندے کا بھٹ ثابت ہوا تو کیا کریں گے؟"

"رمی یا کٹ تھروٹ کھیلیں گے۔ میں تاش کے پتے لایا ہوں!" عمران نے جواب دیا۔

"تمہاری آواز مجھے زہر لگتی ہے۔" جولیا بولی۔

"جب خودکشی کرنے کو دل چاہے تو مجھ سے ایک گیت کی فرمائش ضرور کرنا۔"

"مت بکواس کرو۔ اس بار ہمیں شاید مرنا ہی پڑے گا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ چپ چاپ ادھر ادھر بیٹھ گئے تھے۔ کبھی کبھی جوزف نارچ روشن کرتا اور پھر گھپ اندھیرا چھا جاتا۔

"ہاں اب تم پوری بات بتاؤ.... چوہان!" عمران نے کہا۔

"میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ نوٹ جعلی ہوں گے!" چوہان نے کہا۔

"لیکن اس پر غور کرنے کی زحمت کسی نے بھی گوارا نہیں کی کہ اس تجوری میں نوٹ بھرے ہوئے تھے اور کنجی بھی اس کے اوپر پڑی مل گئی تھی۔ بوغالا کھ شریف.... اور مہمان نواز سہی لیکن اس طرح بھی دولت لٹائی جا سکتی ہے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟.... کیوں؟"

"آپ ہمیں الزام نہیں دے سکتے مسٹر عمران۔"

"کیوں؟"

"آپ ہی کے کہنے کے مطابق ہم نے خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دیا تھا۔"

"لیکن میں نے کب ایسا ہونے دیا۔ میں نے تم میں سے کسی کو تجوری والی دولت کا حصہ دار بنایا تھا۔"

"تم سچ مچ درندے ہو۔" یک بیک جولیا بول پڑی۔

"یہ کس خوشی میں.... مس جولیا نافٹنر واٹر؟"

"تم نے بیچارے رابرٹو کو پھنسوا دیا۔"

"چالیس آدمیوں کا قاتل بیچارہ نہیں ہو سکتا مس فٹنر واٹر اور پھر آپ نے یہ بھی تو فرمایا تھا کہ آپ بھی اسی کے ساتھ باہر تشریف لے جائیں گی۔"

"کیا تم نہیں چاہتے تھے کہ وہ باہر جائے؟"

"یہ میں نے کب کہا ہے۔" عمران بولا۔ "نوٹوں پر مجھے شبہ تھا۔ اس لئے کسی نہ کسی طرح تجربہ تو کرنا ہی تھا۔ خیر ختم کرو۔ میں نے صحیح قدم اٹھایا یا غلط اس کی ذمہ داری صرف مجھ پر ہی عائد ہوتی ہے.... ہاں مسٹر چوہان!"

"اس نے پولیس کو جو بیان دیا ہے اس میں ہمارا ذکر کہیں نہیں آنے پایا۔" چوہان بولا۔

"گڈ.... تو پھر.... کیا بیان دیا؟"

"اس نے بتایا کہ وہ روم جارہا تھا۔ اچانک ایک جگہ پر جہاز رُکا اور کپتان نے انہیں ایک کشتی پر اترنے پر مجبور کر دیا۔ ان دونوں کے ساتھ ایک آدمی اور بھی اترا تھا' جو انہیں ریوالور کی نال کے زور پر اس جزیرے تک لایا اور ایک خالی عمارت میں چھوڑ کر خود کہیں غائب ہو گیا۔ پھر رابرٹو نے انہیں تجوری کی کہانی سنائی تھی۔"

"بہت مناسب رپورٹ ہے۔" عمران بڑبڑایا۔ "یہ رابرٹو سو فیصد عقل کا اندھا نہیں ہے۔"

"اور دوسری بات.... عمارت کا پتہ سن کر پولیس آفیسر اچھل پڑا تھا اور اس نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے فرانسیسی میں کچھ کہا تھا۔ جسے میں نہیں سمجھ سکا۔"

"خوب تو گویا عمارت پولیس کی دلچسپی کا مرکز ہے۔" عمران نے کہا۔

"اب دیکھنا ہے کہ ان دونوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔" جولیا طویل سانس لے کر بولی۔

"لیکن کیا ہم یہاں اسی مقصد سے لائے گئے تھے کہ بوغا جعلی نوٹوں کا تجربہ کرے۔" صفدر نے کہا۔

"یہ سوال کام کا ہے۔" عمران بولا۔

"باس! میری موت قریب ہے!" جوزف بولا۔ جس کا گلا رندھا سا معلوم ہو رہا تھا۔

"تیزی سے اس کی طرف بڑھتے چلے جاؤ خسارے میں نہیں رہو گے۔"

"اب میں کیا کروں.... شیپالی بھی نہیں ملی۔"

"بکواس بند کرو۔"

جوزف خاموش ہو گیا۔ پھر وہ سب ہی خاموش ہو گئے۔ غار کا اندھیرا تکلیف دہ تھا۔ وہ ایک دوسرے کی سانسیں سنتے رہے۔

دوسری صبح وہ بھوک سے نڈھال اٹھے۔ جوزف سے تو اٹھا ہی نہیں جارہا تھا۔ اس نے بدقت انہیں اس جگہ کا پتہ بتایا جہاں اس نے جنگلی پھل دیکھے تھے۔ صفدر اور عمران بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے۔ اس کے لئے انہیں بار بار جھاڑیوں میں گھسنا پڑتا تھا۔ انہیں کہیں بھی انسانی قدموں کے بنائے راستے نہ دکھائی دیئے۔ ایک جگہ بلندی سے انہیں کہیں پانی گرنے کی مدہم آواز کانوں

میں آئی اور وہ اسی طرف چل پڑے۔

یہ ایک چھوٹا سا چشمہ تھا جو ایک تناور درخت کی جڑ سے پھوٹا تھا۔ نرکلوں کی.... جھاڑیوں نے اس کے گرد احاطہ کر رکھا تھا۔ کچھ دور پھیلنے کے بعد وہ ایک پتلی سی نالی کی شکل میں نرکل کی جھاڑیوں سے بھی گذر کر غالباً دس فٹ کی بلندی سے ایک چٹان پر گرتا تھا اور اس کی آواز نے یہاں تک ان کی راہنمائی کی تھی۔

"سیب!" صفدر نے درختوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

انہوں نے کچھ پھل توڑے لیکن وہ سیب تو نہیں ہو سکتے تھے گو شکل سیبوں ہی جیسی تھی۔ چھلکا اتنا سخت اور چیمڑ تھا کہ اس سے دانتوں کا گذرنا آسان نہیں تھا۔ عمران نے چاقو آزمایا لیکن چھلکا اس طرح کٹ رہا تھا جیسے وہ چمڑے پر کند چھری چلانے کی حماقت کر بیٹھا ہو۔ البتہ گودا سیب سے بھی نرم ثابت ہوا۔ پھل میٹھے تھے لیکن سیبوں کی خوشبو ہرگز نہیں تھی۔

"غنیمت ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔

صفدر جو دوسرا پھل کاٹ رہا تھا یک بیک اچھل پڑا۔ پھل اور چاقو دونوں ہی اس کے ہاتھ سے گر گئے۔ چشمے کی دوسری طرف ایک آدمی ان کی جانب ریوالور تانے کھڑا تھا۔ وہ نرکل کی جھاڑیوں سے اس طرح نکلا تھا کہ ہلکی سی آواز بھی نہیں ہوئی تھی۔ دونوں کے ہاتھ اُوپر اٹھ گئے۔

یہ ایک شکستہ حال آدمی تھا۔ سر کے بال الجھے ہوئے تھے اور شیو بھی عرصے کا معلوم ہوتا تھا۔ کپڑے گندے اور شکستہ تھے۔ آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔

"تمہاری جیبوں میں جو کچھ بھی ہو زمین پر ڈال دو۔" اس نے فرانسیسی زبان میں کہا۔

"ہماری جیبوں میں بھی ریوالور موجود ہیں! عمران نے مسکرا کر کہا۔ "کیا انہیں ہاتھ لگانے کی اجازت دو گے؟"

اجنبی نے قہقہہ لگایا لیکن وہ صرف آواز ہی تھی اسے قہقہہ کسی صورت میں بھی نہیں کہا جا سکتا تھا.... کھوکھلی سی آواز..

اس نے کہا" مجھے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں اتنا گدھا نہیں ہوں اگر تمہاری جیبوں میں ریوالور ہوتے تو تم کبھی ان کا حوالہ نہ دیتے۔ کوشش کرتے کہ اسی کے بہانے مجھ سے

چھٹکارا پا جاؤ!"

عمران نے اس طرح منہ بنا کر صفدر کی طرف دیکھا جیسے سچ مچ اس کی کوئی اسکیم فیل ہو گئی ہو۔

"چلو!" اجنبی غرایا۔

ان کے درمیان چھ فٹ سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا لیکن پانی کی گہرائی کا اندازہ عمران کو نہیں تھا۔ پھر بھی صفدر کی دانست میں وہ کسی تدبیر ہی کی فکر میں تھا۔

اور .... عمران سوچ رہا تھا کہ اجنبی کو کسی طرح اسی کنارے پر آنا چاہئے۔ وہ خود اس کی طرف چھلانگ نہیں لگانا چاہتا تھا کیونکہ اُدھر نرکل کی جھاڑیاں اس کے حملے کو ناکام بھی بنا سکتی تھیں۔

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہماری جیبیں خالی کرا لینے کے بعد تم ہمیں مار نہ ڈالو گے!" عمران نے کہا۔

اجنبی اسے خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "اگر میں اپنے دو کارتوس بچا سکوں تو مجھے خوشی ہی ہو گی!"

"تم فرانسیسی نہیں معلوم ہوتے.... تمہارا لہجہ...." عمران نے کہا۔

"تم بھی فرانسیسی نہیں معلوم ہوتے.... لیکن جلدی کرو۔"

یک بیک اس کی پشت پر جھاڑیوں میں جنبش ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں ایک خوش لباس جوان عورت اس کے پیچھے کھڑی تھی۔

"نہیں موسیو!" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ریوالور نہیں ہے۔"

"اوہ! خدا تمہیں غارت کرے۔" وحشی اجنبی دانت پیس کر بولا۔ "سارا رومان چوپٹ کر کے رکھ دیا۔"

"میں سچ کہتی ہوں کہ اب تمہیں پاگل خانے ہی پہنچا کر دم لوں گی۔" عورت نے ہاتھ ہلا کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو! اجنبی حلق پھاڑ کر چیخا۔

اتنی دیر میں عمران جست لگا کر دوسرے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ صفدر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

"کچھ بھی ہو.... یہ پولیس کیس ہے مادام" عمران نے کہا۔

"اوہ! مجھے افسوس ہے موسیو.... آپ کو تکلیف پہنچی ہوئی۔ لیکن یہ واقعہ ایک مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا.... یقین کیجئے!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اسے ہیرو بننے کا خبط ہے.... کہتا ہے کہ میں بالکل ٹکساس کے جنگلیوں کی طرح رہزنی کر سکتا ہوں۔"

"میں کہتا ہوں چلی جاؤ یہاں سے۔" اجنبی پھر چیخا۔

"تم چپ چاپ میرے ساتھ چلو گے.... سمجھے!" عورت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں مادام!"

"شکریا موسیو! میں اسے گھر لیجانا چاہتی ہوں۔ ڈر ہے کہ کہیں اسے پولیس نہ پکڑ لے!"

اجنبی نے بالکل فلمی انداز میں ایک طویل قہقہہ لگا کر کہا۔ "پولیس.... ہیہہ.... پولیس کے سامنے مائیکل دی لاتوشے کا نام لو اور دیکھو کس طرح ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑتے ہیں۔ پولیس.... حقیر چیونٹیوں کی طرح رینگنے والے کیڑے.... ہہ ہا...."

"چپ چاپ گھر چلو دوست! ورنہ تمہیں پیٹھ پر لاد کر لے جاؤں گا۔" عمران نے کہا۔

"چلو مائیکل!" عورت بولی۔

"ارے دفع ہو جاؤ! میں بگڑا ہوا گھوڑا نہیں ہوں کہ رام ہو جاؤں گا۔ آدمی ہوں اور آدمی کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اس کی پشت پر ایک بہت بڑا فلسفہ ہے۔ تم ایک ماہی گیر کی بیٹی ہو۔ جاؤ یہاں سے تمہارے جسم میں مچھلیوں کی بساندھ آ رہی ہے۔"

"تم اپنا حلیہ دیکھو.... خبیث کہیں کے!" عورت جھلا گئی۔

"مشقت پسند آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا میں ہوں یعنی مائیکل دی لاتوشے۔"

یک بیک عمران نے اس کے ہاتھ سے ریوالور جھپٹ لیا۔

"اوہ!" وہ لڑکھڑاتا ہوا دو چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" عمران نے گرج کر کہا اور اجنبی کے ہاتھ سچ مچ اوپر اُٹھ گئے۔

"تو نے مجھے تباہ کر دیا۔" اجنبی عورت کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔

"ہاں! آپ آگے چلئے مادام۔" عمران نے کہا اور پھر اجنبی سے بولا۔ "تم پیچھے چلو! مڑ کر دیکھا اور میں نے ٹریگر دبایا.... سمجھے!"

عورت مسکرائی اور جھاڑیوں میں مڑ گئی۔ اجنبی دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اس کے پیچھے تھا۔

عمران نے صفدر سے اُردو میں کہا "تم پھل لے جاؤ میں کچھ دیر بعد آؤں گا۔ مگر تم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔"

اجنبی چپ چاپ ہاتھ اٹھائے چلتا رہا۔ عورت آگے تھی۔ عمران نے اس ریوالور کو سچ مچ نقلی ہی پایا جس میں دھماکہ پیدا کرنے والے بے ضرر کارتوس لگے ہوئے تھے۔

ضروری نہیں تھا کہ عمران اس معاملے میں اتنی زیادہ دلچسپی لیتا لیکن اسے اپنے اور اپنے ساتھیوں کا پیٹ بھی تو پالنا تھا اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلتا رہا۔ پھر عورت سے پوچھا۔ "یہ آپ کے کون ہیں ماد

"یہ نہ پوچھئے موسیو! مجھے افسوس ہوتا ہے جب کوئی مائیکل کے متعلق گفتگو کرتا ہے.... یہ میرا شوہر ہے۔"

"ہو.... اُو...." عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور یک بیک اجنبی بول پڑا۔

"شادی کر کے میں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اس سے زیادہ غیر رومانی چیز دنیا میں اور کوئی ہے ہی نہیں.... لعنت ہے مجھ پر۔"

عورت چلتے چلتے رُک کر مڑی اور اب عمران نے اسے غور سے دیکھا۔ عمر پچیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ رنگت بھی نکھری ہوئی تھی لیکن آنکھیں.... اگر آنکھیں بھی آرڈر میں ہوتیں تو اسے ہر حال میں قبول صورت ہی کہا جا سکتا۔ آنکھیں کچھ اس انداز میں بھینگی تھیں کہ وہ بیک وقت دو مختلف سمتوں میں دیکھتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

اس کے رکتے ہی مائیکل بھی رُک گیا پھر عمران کیوں نہ رُکتا۔

"کیا کہا تم نے!" عورت آنکھیں نکال کر بولی اور اس کے چہرے کی ویرانی میں کچھ عجیب سا اضافہ ہو گیا۔

"میں نے ٹھیک کہا۔ یہ شادی مجبوری تھی۔ اگر میرا باپ تمہارے باپ کا قرضدار نہ ہوتا۔"

"بکواس بند کرو!" عورت دہاڑی۔

"مادام میرا خیال ہے کہ آپ چلتی ہی رہئے ورنہ یہ کبھی گھر نہیں پہنچ سکے گا۔" عمران بولا۔

عورت چند لمحے کھڑی مائیکل کو گھورتی رہی۔ پھر آگے بڑھ گئی۔

عمران نے اجنبی سے بھی چلنے کو کہا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ساحل کی ایک ایسی بستی میں پہنچے، جو چھوٹے چھوٹے جھونپڑوں پر مشتمل تھی اور جس کے وسط میں ایک مکان تھا حالانکہ اس مکان کی چھت بھی بھوس ہی کی تھی لیکن دیواریں پتھر کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ مکان کے چاروں طرف ہری بھری کیاریاں تھیں جن کا پھیلاؤ دور تک تھا اور مکان کے ساتھ فالتو زمین کی حد بندی لکڑی کے لٹھوں سے کی گئی تھی۔ احاطے میں داخل ہوتے ہی عمران نے ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا۔

صدر دروازے کے قریب پہنچ کر عورت رُک گئی اور اس نے عمران سے کہا۔ "اب براہ کرم میری مدد کیجئے تاکہ میں اسے کمرے میں بند کر سکوں۔ اس وقت یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ سب کشتیوں پر ہوں گے۔"

"میں اس ظلم کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔" مائیکل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اور پھر زمین پر بیٹھ گیا۔

"اٹھو مائیک! میں جو کچھ کر رہی ہوں اسی میں تمہاری بہتری ہے، پچھلی بار پاپا نے تمہیں کس بُری طرح پیٹا تھا.... تمہیں یاد ہے نا!"

"آج اس سے کہو کہ مجھے قتل ہی کر دے.... میں تو نہیں اُٹھوں گا۔"

"موسیو! براہِ کرم۔" عورت عمران سے مخاطب ہوئی اور عمران مائیکل سے بولا۔

"موسیو مائیکل! میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ براہِ کرم اٹھ جائیے۔ مجھے اس بات پر مجبور نہ کیجئے کہ میں آپ کو اٹھانے کی کوشش کروں اور ناکام ہو جاؤں۔"

عورت اس انوکھی استدعا اور دھمکی پر مسکرا پڑی لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر پیشانی پر سلوٹیں ڈال لیں۔

"میں تو ہرگز نہیں اٹھوں گا۔" اجنبی نے کسی درندے کی طرح دانت نکالے اور عمران بے بسی سے عورت کی طرف دیکھنے لگا۔

"اُٹھ جاؤ مائیکل میں کہتی ہوں۔"

"نہیں اٹھوں گا۔"

"آپ مجھے اپنا نام بتایئے مادام! پھر میں کوشش کروں گا۔" عمران نے کہا۔

"نام سے کیا ہوگا؟" عورت نے حیرت ظاہر کی۔

"آپ کے ستارے بہت اچھے ہیں۔ یہ آپ کی روشن پیشانی پر تحریر ہے۔ آپ کا نام میری فتح کا باعث ہوگا۔"

"عجیب بات ہے۔"

"آپ تجربہ کر لیجئے!"

"اس کے ستارے خونی ہیں" مائیکل نے قہقہہ لگایا۔

"میرا نام اگاتھا ہے....." شاید اس نے مائیکل کے جملے پر جل کر عمران کو اپنا نام بتایا تھا۔

دفعتاً عمران "اگاتھا" کا نعرہ لگا کر جھکا اور مائیکل کو اٹھا کر اس طرح کمر پر لاد لیا جیسے مشکیزہ اٹھاتے ہیں۔ عورت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شاید وہ اس حد تک متوقع نہیں تھی۔

"چلئے!" عمران نے بڑے اطمینان سے کہا۔ مائیکل اس کی گرفت سے رہا ہو جانے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا تھا لیکن عمران کے چہرے سے نہ تو تکان ہی ظاہر ہو رہی تھی اور نہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے کچھ دیر اٹھائے نہ رہ سکے گا۔ وہ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی صدر دروازے سے گذر گئی۔

کچھ دیر بعد مائیکل کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا اور وہ دونوں دروازے کے قریب کھڑے اس کی گالیاں سن رہے تھے۔

"مائیکل خدا کے لئے آدمی بنو!" اگاتھا نے کہا۔

"جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ میری ہڈیاں انتقام کے لئے سلگ رہی ہیں۔"

"اگر آپ چاہیں تو چائے کی کیتلی اس کی ہڈیوں پر رکھ سکتی ہیں۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

وہ بھی مسکرائی اور وہاں سے ہٹ آنے کا اشارہ کیا۔

"آپ نے میرے ستاروں کے بارے میں کچھ کہا تھا موسیو!" وہ ایک جگہ رُکتی ہوئی بولی۔

"جی ہاں! آپ کے ستارے آپکی پیشانی پر چمک رہے ہیں۔ میری نظروں سے نہیں چھپ

سکتے.... میں جو رُوحوں کا شکاری ہوں۔"

"روحوں کا شکاری!"

"ہاں! روحوں کا شکاری۔ ساری دنیا میری مٹھی میں ہے اس کے باوجود بھی مجھے دھکے کھاتے پھرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے مجھ پر سینچر یعنی کہ سیٹر ڈے سوار ہے اور میں ہمیشہ ہاف ڈے کے خواب دیکھتا رہتا ہوں۔ دُنیا کا آدھا دن جو چھ راتوں سے بھی بڑا ہوگا۔ یوں تو نیلو اور مسرت نذیر بھی ستارے ہی ہیں مگر تمہارے ستارے..... ونڈر فل..... تھوڑی چائے ہوگی مادام؟....."

"آپ کی باتیں میں نہیں سمجھ سکتی" اگاتھا نے پلکیں جھپکائیں "ہاں میں آپ کو چائے ضرور پلاؤں گی۔ آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اگر آپ مدد نہ کرتے تو آج مائیکل نکل ہی گیا ہوتا.... آیئے!"

عمران اس کے ساتھ چلتا رہا۔ وہ اسے کچن میں لے آئی۔ یہاں ایک بھدی سی میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد تین چار کرسیاں تھیں۔

"بیٹھئے!" اگاتھا نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ "میں نے موسیو مائیکل کے گرد کالی رُوحوں کا ناچ دیکھا ہے۔"

"کیا؟" عورت کا لہجہ خوفزدہ تھا۔

"ہاں مادام۔ نہ وہ کسی خبط میں مبتلا ہیں اور نہ پاگل ہیں.... بس کالی رُوحیں.... آپ انہیں اُس آسیب زدہ جنگل میں کیوں جانے دیتی ہیں؟"

"اوہ! مگر آپ وہاں کیا کر رہے تھے!"

"بتایا نا کہ ہم روحوں کے شکاری ہیں۔ ہزاروں میل کا سفر کر کے یہاں آئے ہیں تاکہ ان روحوں کا شکار کر سکیں، جو جنگل میں سانپوں کی طرح پھنکارا کرتی ہیں۔ مگر افسوس.....!"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے سے گہرے غم کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے؟" اگاتھا نے چولہے پر کیتلی رکھتے ہوئے پوچھا اور پھر اسکی طرف دیکھ کر بولی "اوہ! آپ اتنے مغموم کیوں نظر آنے لگے ہیں؟"

"کچھ نہیں! میرے ایک ساتھی کی غفلت کی وجہ سے پوری پارٹی مفلس ہو گئی ہے ہم نے

پچھلی رات بھی فاقہ کیا تھا اور اس وقت جنگلی پھلوں پر گذارہ کرنے کا ارادہ تھا۔"

"کیوں.... کیا ہوا تھا؟"

"اس نے ساری پونجی گنوادی۔ بندرگاہ پر اُترتے ہی کسی نے وہ صندوق غائب کر دیا جس میں ہماری رقومات تھیں۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔"

"بُرے سے بھی کچھ زیادہ۔ یقین کیجئے کہ ہم اس جزیرے کو ان بُری روحوں سے نجات دلانے کا تہیہ کر کے آئے تھے جن کی چیخیں اور پھنکاریں سن کر لوگ نیم مردہ ہو جاتے ہیں۔"

"اوہو! کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں مادام! کیا آپ کو میری پُر اسرار قوتوں پر شبہ ہے؟"

"نہیں قطعی نہیں! آپ نے مائیکل جیسے گرانڈیل آدمی کو اس طرح اٹھالیا تھا۔"

"ارے نہیں! وہ تو آپ کے نام کی قوت تھی۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" اگا تھا کھسیانے انداز میں ہنسی۔

"یہ کہہ کر آپ مجھے دُکھ پہنچارہی ہیں مادام!" عمران کا لہجہ مغموم تھا۔

"بھلا میرے نام کی قوت کیوں؟"

"آپ کے نام کے ستارے ان دنوں ایسے ہی ہیں۔ آپ دیکھیں گی کہ آپ کتنی عجیب و غریب چیزوں سے دوچار ہیں لیکن ڈریئے نہیں۔ سب کچھ آپ ہی کے مفاد میں ہوگا۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ کی کیا عمر ہے؟"

"شائد پچیس سال۔"

"نہیں!" عمران متحیرانہ انداز میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں! مگر آپ اس پر متحیر کیوں ہیں؟" عورت نے خود بھی تحیر زدہ لہجے میں کہا۔

"ارے۔ میرا اندازہ تو یہ تھا کہ آپ سولہ سال سے زیادہ کی ہو ہی نہیں سکتیں۔" عمران نے آنکھیں پھاڑے ہوئے کہا پھر جلدی سے بولا "مگر نہیں مجھے حیرت کیوں ہو رہی ہے اس پر.... کیا میں نے آپ کی پیشانی پر چمکنے والے ستاروں کو نہیں دیکھا۔ خیر ہاں تو اگر آپ کی عمر پچیس سال ہے تو...."

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے جیسے بے آواز کچھ کہہ رہا ہو۔ اگا تھا کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی اس نے چائے کی کیتلی پر جھکتے ہوئے کہا "میں اپنے مستقبل کے متعلق بہت بے چین رہتی ہوں۔"

"ہوں" عمران چونک کر بولا "کیا کہا آپ نے؟"

اگا تھا نے اپنا جملہ پھر دہرایا اور عمران نے سر ہلا کر کہا "آپ کا مستقبل بہت شاندار ہے.... کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ موسیو کب سے اس حال میں گرفتار ہیں؟"

اگا تھا نے فوراً جواب نہیں دیا۔

اب وہ چولہے پر سے کیتلی ہٹا کر اس جگہ فرائنگ پین رکھ رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے نعمت خانے سے کچھ مٹن پائیاں نکالیں اور انہیں فرائنگ پین میں ڈال کر گرم کرنے لگی۔

وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

آخر اس نے کہا "کیا آپ اس مقدس تاریک دل والے سے واقف ہیں جو جنگل میں چیخنے والی روحوں کا مالک ہے؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"فادر اسمتھ.... جو سارے جزیرے کے لئے وبالِ جان بنا ہوا ہے۔ اس کا مکان عموماً خالی ہی پڑا رہتا ہے لیکن پھر بھی لوگوں کا خیال ہے.... کہ وہ وہیں رہتا ہے۔"

"میں کچھ بھی نہیں جانتا اس کے متعلق۔" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"وہ ایک ڈراؤنا آدمی ہے۔ پادری کے روپ میں بھیڑیا۔ وہ اس جزیرے کو سمندر میں غرق کر دینا چاہتا ہے۔ ہاں تو مائیکل بھی اس کے حلقہ بگوشوں میں سے تھا۔ پولیس نے ایک بار اسمتھ کے مکان پر ریڈ کیا تھا اسی وقت اس کے معتقدین کا حلقہ ٹوٹ کر بکھر گیا لیکن پادری اسمتھ پولیس کے ہاتھ نہ آسکا۔ حالانکہ دوسرے دن بھی وہ اس عمارت میں نظر آیا تھا۔ اب بھی اکثر دکھائی دیتا ہے مگر پولیس بے بس ہے۔ شیطانی چرخے کے آگے پولیس کی کیا چلے گی۔"

"مگر پولیس کیوں؟ میں نے آج تک نہیں سنا کہ کہیں کی پولیس نے کسی جادوگر میں دلچسپی لی ہو۔" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... مگر پولیس کا خیال ہے کہ وہ اس جادوگری کی آڑ میں کوئی غیر قانونی

حرکت کر رہا ہے۔ اسمتھ کے معتقدین کو بھی کھنگالا گیا تھا مگر ان کے خلاف کچھ بھی نہیں ثابت کیا جاسکا... مائیکل بھی نہیں بچا تھا۔"

"لیکن وہ اب بھی اس بھوتوں کے جنگل میں گھومتا پھرتا ہے" عمران نے کہا۔

"ارے اسے ذرہ برابر بھی اس کی پرواہ نہیں تھی کہ پولیس اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"اچھا جزیرے کے عام باشندوں کا کیا خیال ہے اسمتھ کے بارے میں؟"

"وہ اسے صرف ایک ایسا جادوگر سمجھتے ہیں جس کے قبضے میں بدارواح ہیں۔"

عمران نے تشویش کن انداز میں سر کو جنبش دی۔

"اکیلا مائیکل ہی نہیں ہے" اگاتھا نے کچھ دیر بعد کہا "کئی اور بھی ہیں، جو اسی طرح پاگل ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی خدا کی تلاش میں ہے۔ کوئی اپنی محبوبہ کی یاد میں پچھاڑیں کھاتا ہے۔ ایک تو ایسا ہے جو دن رات جنگل میں اپنا گدھا ڈھونڈتا رہتا ہے حالانکہ اس کے باپ کے پاس بھی کبھی کوئی گدھا نہیں تھا۔ یہ سب جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"خطرناک روحیں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی "وہ جزیرے کو سچ مچ غرق کرنا چاہتی ہیں... کسی دن بہت بڑا طوفان آئے گا.... پہاڑوں جیسی لہریں جزیرے پر چڑھ آئیں گی۔ ایک بھی نہیں بچے گا۔"

"نہیں۔" اگاتھا خوفزدہ آواز میں بولی "ایسا نہ کہئے موسیو!"

"مجبوراً کہنا پڑتا ہے مادام.... جب ہم بھوکوں مر جائیں گے تو یہی ہوگا۔ ویسے ہماری زندگیوں میں تو ایسا ہونا ناممکن ہے۔"

"پھر بتائیے! میں آپ کے لئے کیا کروں؟"

"مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھوکوں مرنے سے بچائیے.... اور ہمارا کسی سے بھی تذکرہ نہ کیجئے۔"

"میں یہی کروں گی۔"

"اور کوشش کیجئے کہ اب موسیو مائیکل یہاں سے نہ نکلنے پائیں۔"

اگاتھا نے چائے اور مٹن پائیاں اس کے سامنے رکھ دیں اور بولی "میں اسے بند ہی رکھتی

ہوں۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیسے نکل جاتا ہے۔"

"روحیں!"

"اوہ۔" اگاتھا اچھل پڑی اور خوفزدہ آواز میں بولی "یہاں بھی.... آتی ہیں روحیں!"

"بالکل آتی ہیں۔" عمران نے نتھنے سکوڑ کر زور زور سے سانسیں لیں۔ بالکل اسی طرح جیسے روحوں کی موجودگی سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر سر ہلا کر بولا "قطعی آتی ہیں مادام۔ مگر پوری طرح نہیں صرف اپنی پرچھائیاں ڈالتی ہیں۔"

"تو پھر ہم سب خطرے میں ہیں۔"

"یقیناً.... آپ سب بھی جنگل کی خاک چھان سکتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔ اگاتھا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"ڈریئے نہیں! میں آپ کو ایک طلسمی نقش دوں گا اور آپ سب ان روحوں سے محفوظ رہیں گے۔" عمران نے مٹن پائیوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

بہر حال ناشتہ تگڑا ہی ہوا تھا۔

شکم سیر ہونے کے بعد اس نے اس سے قلم دوات اور کاغذ مانگا تاکہ "نقش" تحریر کر سکے۔

نقش یہ تھا۔

سیاں نے انگلی مروڑی رے
رام قسم شرما گئی میں

اس نے اسے تعویز کی طرح تہہ کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کل صبح جب سورج نکلے تو اسے داہنی مٹھی میں دبا کر مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو جائیے گا۔ صرف پانچ منٹ تک کھڑے رہنا پڑے گا۔ پھر اس کے بعد اسے کمرے کے اندر ہی کہیں دفن کر دیجئے گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ آپ لوگ روحوں کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن موسیو مائیکل پر سایہ ذرا گہرا ہے اس لئے اس کا معاملہ ذرا دیر سے سلجھے گا۔"

"شکریہ!" اگاتھا نے تعویز اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا "میں کسی سے بھی نہیں بتاؤں گی اور آپ لوگوں کی مدد کروں گی.... مگر آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"مصر سے!"

"اوہ.... مصری جادوگر!"

"ہاں! میں فرعون کے مقبرے میں بیٹھ کر اس کی روح کے ساتھ لوڈو کھیلا کرتا تھا۔" عمران نے فرانسیسی میں کہا اور پھر اُردو میں بڑبڑایا "ایسا جھوٹ اگر شیطان بھی بولتا تو اس کا کلیجہ شق ہو جاتا۔"

O

عمران لدا پھندا ہوا جنگل میں داخل ہو رہا تھا۔ اگا تھا نے اسے کھانے پینے کا اتنا سامان دیا تھا جو کئی دنوں کے لئے کافی ہوتا۔ وہ مائیکل کے متعلق سوچ رہا تھا اور وہ دوسرے بھی اس کے ذہن میں تھے جو اگاتھا کے بیان کے مطابق کسی نہ کسی بہانے جنگل میں مارے مارے پھرا کرتے تھے پادری اسمتھ کس قسم کا رول ادا کر رہا تھا؟ کیا محض اس لئے کہ بوغا دوسروں کے ذریعہ اپنے جعلی نوٹ آزمائے؟ یہ کام تو کسی مقامی ہی آدمی سے لیا جا سکتا تھا۔ اس کے لئے اتنی تگ و دو کی کیا ضرورت تھی؟ نہیں! مقصد صرف نوٹوں کی آزمائش نہیں ہو سکتا تھا۔ تو پھر بوغا کیا یہی چاہتا تھا کہ....

وہ اس سے آگے نہ سوچ سکا کیونکہ غار قریب آگیا تھا لیکن جیسے ہی اس نے دہانے میں قدم رکھا۔ دو تین آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔

"ارے.... ارے...." عمران اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

سارا سامان اس کے ہاتھوں سے گر گیا تھا۔

حملہ آور تین تھے۔ ان میں سے ایک نے ریوالور نکال کر عمران کو کور کر لیا۔ اسے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔

"جنبش کی اور مارے گئے۔" ریوالور والے نے انگریزی میں کہا۔

عمران اپنے ساتھیوں کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ پتہ نہیں ان پر کیا گذری ہو۔ اس نے ایک بار پھر ان تینوں کا جائزہ لیا۔ یہ لوگ اچھی حالت میں تھے۔ یعنی ان کی پوشش میں اس قسم کا بے ڈھنگا پن نہیں نظر آیا تھا کہ انہیں بھی مائیکل ہی قسم کے لوگوں میں سے سمجھا جا سکتا۔ ان کی قمیصیں بے داغ تھیں اور ٹائیوں کی گرہیں بھی سلیقے کی حدود ہی میں تھیں۔

"اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔" ریوالور والے نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔

عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار تھے۔ آنکھوں سے نہ خوف ظاہر ہو رہا تھا اور نہ

.... وہ دونوں اس کی طرف بڑھے لیکن ان سے تھوڑا سا اناڑی پن سرزد ہو گیا اگر وہ سامنے ہی سے جھپٹنے کی بجائے دائیں اور بائیں سے آئے ہوتے تو عمران کسی چوہے کی طرح چپ چاپ ان کی ہر زیادتی سہہ جاتا۔ شاید اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے گئے ہوتے، لیکن جیسے ہی وہ عمران اور ریوالور والے کے درمیان حائل ہوئے۔ عمران نے ڈبکی لگائی اور دونوں ہی کو سمیٹ کر ریوالور والے پر جھونک مارا اور خود بھی ساتھ ہی چھلانگ لگائی اس کا ہاتھ اتنا ہی جچا تلا پڑا تھا کہ پہلی ہی کوشش میں اس نے ریوالور چھین لیا اور ان کے اٹھنے سے پہلے ہی دور جا کھڑا ہوا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ دوستو!" اس نے مسکرا کر کہا "یہ ایک دوستانہ مشورہ ہے ویسے کیا تم میرے ساتھیوں کا پتہ بتاؤ گے؟"

ان کے ہاتھ اوپر تو اٹھ گئے لیکن غصے کی وجہ سے حلئے بگڑے جا رہے تھے۔

"وہ جہنم میں ہیں۔" ایک غرایا اور تم بھی جلد ہی وہیں پہنچ جاؤ گے۔"

"میں جلد بازی کا قائل نہیں ہوں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔ "بہتر یہی ہے کہ دماغ ٹھنڈا کر کے مجھ سے گفتگو کرو!"

"کیوں شامت آئی ہے۔ ریوالور زمین پر ڈال کر خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہیں جان سے نہیں مارنا چاہتے۔ اگر یہی کرنا ہوتا تو تم اب تک زندہ کیوں رہتے۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم میری شادی کرانے کے لئے یہاں پکڑ لائے ہو۔ مگر میں ابھی نابالغ ہوں سمجھے!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہیں شرم آنی چاہئے اس زبردستی پر۔ چلو بتاؤ کہاں ہیں میرے ساتھی؟"

"ہم تمہیں وہیں پہنچا دینا چاہتے تھے!"

"اسے تو اس طرح پہنچایا جاتا ہے۔ تو پ بھی باندھ لائے ہوتے ساتھ۔" عمران نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

یک بیک پشت سے کسی نے اس پر حملہ کیا اور ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ لیکن ساتھ ہی عمران بھی اس کی گرفت سے نکل گیا پھر ایک آدمی ریوالور اٹھانے کے لئے جھپٹا ہی تھا کہ عمران نے اپنے ریوالور سے اس کے ہاتھ پر فائر کر دیا۔ وہ چیخ مار کر دور جا گرا۔

"ہوں! تو اب جس میں ہمت ہو اٹھائے ریوالور۔" عمران انہیں دوبارہ کور کرتا ہوا بولا اس

پر حملہ کرنے والا بالی تھا جواب اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"سنو دوست!" عمران نے اس سے کہا "میں خود کو مجبور سمجھنے کا عادی نہیں ہوں.... سالہا سال اسی جزیرے میں بسر کر سکتا ہوں۔ خواہ میری جیب میں ایک پائی بھی نہ ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ میں ہی اس جعلی کرنسی کو بھنانے دوڑا جاؤں گا یا اپنے خاص آدمیوں میں سے کسی کو ایسا کرنے دوں گا؟"

زخمی آدمی اپنا ہاتھ دبائے بیٹھا کسی زخمی کتے کی طرح چیخ رہا تھا۔

"تم پھر غلط سمجھے ہو!" بالی مسکرایا۔ "خواہ مخواہ اپنے لئے مشکلات نہ پیدا کرو۔"

"میرے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ محفوظ ہیں! کیا انہیں یہاں فاقے کرنے کے لئے پڑا رہنے دیا جاتا۔ تم بھی چلو! حالانکہ اس وقت تم نے ایک آدمی پر بڑا ظلم کیا ہے لیکن بوغا یہی چاہے گا کہ تمہیں ہر حال میں معاف کر دیا جائے۔"

"رابرٹو کو پولیس لے گئی۔" عمران نے کہا۔

"تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے کیا وہ تمہارا کوئی خاص آدمی تھا؟ اگر یہی بات ہوتی تو تم اسے کرنسی استعمال ہی کیوں کرنے دیتے!؟"

"وقت نہ برباد کرو۔" عمران نے کہا "اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے دوسری طرف مڑ جاؤ اور اُدھر ہی چلو جہاں میرے آدمی ہوں۔"

"تم خواہ مخواہ حالات کو بدتر بنا رہے ہو۔"

"یہ میری بہت پرانی عادت ہے۔" عمران مسکرایا "چلو دیر نہ کرو، ورنہ تم صرف چار ہو، اور ریوالور میں پانچ گولیاں باقی ہیں۔ میرا نشانہ مشکل ہی سے خطا کرتا ہے۔"

"پچھتاؤ گے!"

"پرواہ نہ کرو!"

"چلو! اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" بالی دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی اپنی تقلید ہی کا اشارہ کیا تھا۔ زخمی بھی کراہتا ہوا اٹھا لیکن اس کی حالت ابتر تھی۔

"مجھے ایسی پریڈ بہت پسند آتی ہے۔ شاباش چلتے رہو۔" عمران بولا "لیکن مڑ کر دیکھنے والے کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی۔"

"تم میزبان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر رہے ہو عمران!" بالی کی آواز غصے یا خوف سے پاک تھی۔

"وہ لوگ جو زبردستی مہمان بنائے گئے ہوں۔ ان سے اس سے کم کی توقع نہ رکھو!"

"بوغا کو غصہ نہ دلاؤ۔"

"کیا تم بوغا ہو؟"

"بوغا کے ہر نمائندے کو بوغا ہی سمجھو۔"

"تب تو تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" عمران نے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم ایسی حماقت نہیں کرو گے۔" بالی چلتا ہوا بولا۔ "تمہارے ساتھی ہمارے پاس ہیں.... وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔"

O

جولیا نے صفدر کے لائے ہوئے پھل کسی نہ کسی طرح حلق سے اتارے تھے اور چشمے کا ٹھنڈا پانی پی کر دل ہی دل میں عمران کو کوسنے لگی تھی۔

جوزف ایک جانب اکڑوں بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ صفدر نے کچھ پھل اس کی طرف بھی بڑھائے۔

"نہیں مسٹر!" جوزف سر ہلا کر بولا "کون جانے یہ پھل مجھے زندہ رکھنے کے لئے کافی ہی ہوں۔"

اس کے لہجے میں بیزاری تھی کیونکہ اسے پچھلے دن سے شراب کا ایک گھونٹ بھی میسر نہیں ہوا تھا۔ انہیں اس کے متعلق تشویش تھی۔ صفدر کی دانست میں تو شراب ہی اسے کام کا آدمی بناتی تھی ورنہ وہ تو بس ایک طرح کا سامان بن کر رہ جاتا تھا جسے کار آمد سوٹ کیسوں کی طرح اٹھائے پھرو۔

یک بیک جوزف نے عمران کے متعلق پوچھا اور جب اسے بتایا گیا کہ وہ کسی کے ساتھ کہیں تنہا گیا ہے تو وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم نے انہیں تنہا کیوں جانے دیا۔" جوزف اپنی آنکھیں پھاڑنے

کوشش کرتا ہوا بولا جو نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔

"کیوں؟" صفدر نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے بہتر نہیں سمجھتا کہ اس جنگل میں انہیں تنہا چھوڑا جائے۔ بتاؤ وہ کدھر گئے ہیں"؟

"خود تلاش کر لو جا کر۔" صفدر نے لاپروائی سے کہا۔

"اے۔ تم کیسی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔" جوزف نے جھرجھری سی لی۔ انداز بالکل کسی لڑاکے مرغے ہی کا سا تھا جس نے حریف کو سامنے دیکھ کر گردن کے پر پھلائے ہوں۔

جولیا جھپٹ کر بیچ میں آ گئی۔

"ارے! کیا تم لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" اس نے باری باری سے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مسی تم ہٹ جاؤ۔ یہ جنگل ایسے نہیں ہیں کہ کسی کو تنہا چھوڑا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر باس کا بال بھی بیکا ہوا تو میں مسٹر صفدر سے سمجھ لوں گا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" صفدر آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"دیکھ ہی لو گے۔!" جوزف نے کہا اور مڑ کر غار کے دہانے کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر جوزف ایک رائفل اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ جولیا نے کہا "کیوں؟ کیا تم جا رہے ہو؟"

"ہاں! میں جاؤں گا۔"

"نہیں! یہ تمہارے باس کا حکم ہے کہ یہیں ٹھہرو!"

"جنگل میں باس کا یہ حکم نہیں مان سکتا۔ تم لوگ کیا جانو کہ جنگل کسے کہتے ہیں!!"

"جانے دو!" صفدر بڑبڑایا۔ "جہنم مین جائے۔"

جوزف رائفل سنبھالتا ہوا غار کے دہانے سے باہر نکل آیا اس کا ذہن قابو میں نہیں تھا۔ پھر بھی وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کے قدم زمین پر مضبوطی سے پڑیں۔

لیکن وہ جیسے ہی غار سے باہر آیا اس کے سر پر کسی نے کوئی وزنی چیز بڑی قوت سے رسید کی اور اس کی آنکھوں میں ستارے سے ناچ گئے۔ وہ لڑکھڑایا لیکن سنبھل گیا اور پھر اسے حملہ آور نظر آئے جو کئی تھے، جوزف نے انہیں دیکھ کر آنکھیں پھاڑیں اور یک بیک غصے نے اس کی کھو

الٹ دی۔ ادھر وہ اس پر جھپٹے ہی تھے کہ جوزف نے رائفل کی نال اس انداز سے سنبھال لی جیسے لٹھ پکڑتے ہیں اور دوسرے ہی لمحے رائفل کا کندہ ایک حملہ آور کی کمر پر پڑا۔

اس کے بعد تو بالکل درندوں کی سی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ صفدر اور چوہان بھی باہر نکل آئے لیکن وہ کچھ اس طرح بدحواس ہو گئے تھے کہ خود بھی رائفلیں سنبھال کر جوزف ہی کے سے انداز میں حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ فائر کر دینے کی دھمکی دیتے اور اس لڑائی کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس طرح وہ خود بھی اس بے تکی ورزش سے بچ جاتے۔

حملہ آوروں میں سے صرف ایک کے ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا اور بقیہ نہتے تھے لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ ان کے پاس ریوالور یا خنجر نہ رہے ہوں ویسے یہ اور بات ہے کہ انہیں ان کے استعمال کا موقعہ نہ مل سکا ہو۔

آخر کار وہ بھاگ نکلے۔

جوزف کے سر سے خون بہہ رہا تھا لیکن اس کی حالت اب اتنی خراب نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے زیادہ پھرتیلا اور چاق و چوبند آدمی آج تک ان کی نظروں سے گزرا ہی نہ ہو۔

"چلو! یہاں سے۔" وہ کسی زخمی جانور کی طرح دانت نکال کر بولا۔ "انہیں اب ہمارا ٹھکانا معلوم ہو گیا ہے۔"

انہوں نے بڑی جلدی میں اپنا سامان سمیٹا اور ایک طرف جھاڑیوں میں گھس پڑے جولیا نے جوزف کو اس کے زخم کی طرف دھیان دلایا تھا لیکن اس نے کہا "پرواہ مت کرو مسی! یہ بہت اچھا ہوا.... اب میں نہیں مروں گا۔ مجھے ہوش آ گیا ہے۔ یہ چوٹ جب تک دکھتی رہے گی مجھے زندہ رکھے گی.... شراب ملے یا نہ ملے!"

O

عمران نے محسوس کیا کہ بالی اسے خواہ مخواہ جنگل میں بھٹکاتا پھر رہا ہے۔ آخر ایک جگہ اس نے انہیں رکنے کو کہا اور بولا "اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔ جس کے ہاتھ بھی نیچے آئے اس کے لئے اچھا نہیں ہوگا اور ہاں بالی! تم میری طرف مڑو۔"

بالی مسکرا رہا تھا اور اس کی یہ مسکراہٹ سو فیصدی غصہ دلانے والی تھی۔

"تم مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"تم خود ہی بن رہے ہو۔ میں نے نہیں کہا تھا۔"

عمران کو اگر اپنے ساتھیوں کی پرواہ نہ ہوتی تو شاید انہیں اس نے وہیں ڈھیر بھی کر دیا ہوتا۔

دفعتاً بائیں جانب والے نشیب سے تیز سیٹی کی آواز آئی اور جنگل کے کسی دور دراز گوشے سے غالباً اس کا جواب دیا گیا۔ عمران نے اندازہ کیا کہ وہ جواب ہی تھا۔ اسے پہلی سیٹی کی بازگشت نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

"پولیس!" بالی اچھل پڑا۔ اور عمران سے بولا۔ "یہ کیا حماقت کر رہے ہو تم بھی کہیں کے نہ رہو گے۔ اگر انہوں نے ہمیں اس حال میں دیکھ لیا۔"

بالی نے غلط نہیں کہا تھا۔ پولیس کے لئے عمران کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس نے تیزی سے دائیں جانب والی جھاڑیوں کے سلسلے میں چھلانگ لگائی اور بالی اپنے ساتھیوں سمیت سامنے ہی دوڑتا چلا گیا۔

جھاڑیاں گھنی تھیں۔ عمران کے دونوں پیر ایک دوسرے سے اُلجھ گئے اور وہ اس بُری طرح گرا کہ فوری طور پر اٹھ کر پھر بھاگنا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوا۔

وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ یک بیک کسی نے اس کی کلائیاں بڑی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ عمران نے جھٹکا دیا۔

"ارے میں ہوں۔" کسی نے فرنچ میں آہستہ سے کہا۔ "میں ہوں.... میں اگاتھا.... اُٹھو! جلدی کرو۔"

عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی کلائیاں چھوڑ دی گئیں۔ اگاتھا قریب ہی بیٹھی ہانپ رہی تھی۔ اس نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "چلو اٹھو۔"

عمران اٹھ کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ اسے راہ بتاتی ہوئی نہ جانے کہاں لے جا رہی تھی۔

عمران تھوڑی دیر تک تو چلتا رہا پھر رک گیا۔ سیٹیاں اب بھی سنائی دیتی تھیں۔ لیکن آواز دور کی معلوم ہوتی تھی۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"اچھا اگر میں بھی تمہارے پیچھے ہی نہ چل پڑی ہوتی تو تم کہاں ہوتے؟" اگاتھا مسکرائی۔ وہ

بے تکلفی پر آمادہ نظر آ رہی تھی۔ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"بولو.... جواب دو....!" وہ اٹھلائی۔

"میں اپنے آدمیوں کی تلاش میں تھا۔ ان لوگوں نے انہیں کہیں غائب کر دیا۔"

"ہوں.... تو تم سچ مچ مصر کے جادوگر ہو.... مجھے بیوقوف بنایا تھا۔ کیوں؟" وہ بدستور مسکرا رہی تھی۔

عمران سوچنے لگا کہ اس بات کا کیا جواب ہونا چاہئے۔

"سنو" عمران نے سنجیدگی سے کہا "ہو سکتا ہے کہ تمہیں کسی قسم کی غلط فہمی ہوئی ہو لیکن میں نے تم سے کون سی بُرائی کی ہے۔ چلو تم نے جو کچھ مجھے دیا تھا اسے میرا حق الخدمت ہی سمجھ لو۔ میں اپنے ساتھیوں کو بھوکوں مرتے تو نہیں دیکھ سکتا تھا۔"

"میں اس غار سے یہاں تک تمہارا تعاقب کرتی رہی ہوں تم جس طرح بھی ان لوگوں سے پیش آئے تھے اس سے یہ تو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ تمہارے لئے اجنبی رہے ہوں۔"

"چلو۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ دیکھو میری یادداشت بہت کمزور ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ میں ان سے کس طرح پیش آیا تھا۔ مگر کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے تم سے فراڈ کیا تھا؟"

"تم حقیقتاً کون ہو؟ مجھ سے نہ چھپاؤ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ شاید تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔ یہ میں صرف اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ وہ لوگ میرے لئے اجنبی نہیں تھے میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"اوہ.... وہ کون تھے؟"

"بہت بُرے لوگ۔ کم از کم میں تو ان کے خون کی پیاسی ہوں۔"

"اچھا!" عمران مُسکرایا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ بہت چالاک ہیں۔ انہوں نے ہمارے گرد کئی طرح کے جال بچھائے ہیں۔ اگر ایک سے بچ جائیں تو دوسرے میں لازمی طور پر ٹانگ اُلجھ جائے۔ کیوں ہے نا یہی بات!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مطلب یہ کہ وہ مجھے زبردستی نہیں لے جا سکے تو اب تم آئی ہو۔"

"فضول بات!" اگاتھا نے بیزاری سے کہا "تم نہیں جانتے کہ میں بالی سے کتنی نفرت کرتی

ہوں اور مجھے اس وقت اس کی شکست کا منظر کتنا دلچسپ معلوم ہوا ہے تم تو خود بھی مجھے بُری روح ہی معلوم ہوتے ہو۔ بالی سے یہاں سب ڈرتے ہیں۔"

"لیکن تم کیوں اس سے متنفر ہو؟" عمران نے پوچھا۔

"سارے ماہی گیر اس سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ ڈاکو ہے۔ سارے گھاٹ کا اجارہ دار بننے کی کوشش کرتا ہے۔ ماہی گیری کے سمندر پر اس کی حکومت ہے۔ میرے باپ کے کاروبار کو اس کی وجہ سے بہت بڑا دھچکا پہنچا ہے۔ میرا بس چلے تو اس کی ہڈیاں اپنے دانتوں سے چبا ڈالوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میری دوستی کا ہاتھ قبول کرو!" عمران نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا جو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا گیا۔ آڑی ترچھی آنکھوں کی چھاؤں میں اگاتھا کی مسکراہٹ بڑی مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔ لیکن عمران نے اس انداز میں پلکیں جھپکائیں جیسے اب کوئی دلگداز سا عشقیہ شعر پڑھے گا۔

"میں بالی کا دشمن ہوں کیونکہ اس نے پچھلے سال جزیرہ نفرس میں میرے خالو کو درخت سے اُلٹا کر گولی مار دی تھی.... میں انتقام لینے آیا ہوں۔"

"لیکن وہ تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا۔"

"وہیں جہاں میرے دوسرے ساتھیوں کو قید کیا ہوگا۔ شاید اس طرح وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میرے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں۔"

"ارے تو چلتے رہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی پولیس سے خائف ہو.... کیوں؟"

"مجھے انتقام لینا ہے نا۔ اس لئے پولیس سے تو بچنا ہی پڑے گا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلتا رہا پھر بولا "کیا یہ آدمی بالی! پادری اسمتھ سے بھی کسی قسم کا تعلق رکھتا تھا۔"

"پتہ نہیں.... کیوں؟"

"یونہی! تم نے کہا تھا کہ جنگل میں زیادہ تر اسمتھ کے حلقہ بگوش ہی دیکھے جاتے ہیں!"

"میں نہیں جانتی کہ اس کا کوئی تعلق اس سے رہا ہے یا نہیں لیکن اس وقت سوچنا پڑ رہا ہے کہ وہ پولیس کی سیٹی پر خائف کیوں ہو گیا تھا۔"

"کیا پولیس جنگل میں گشت کرتی رہتی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"اکثر لیکن رات کو یہاں آنے کی ہمت کوئی بھی نہیں کرتا۔ اوہ کیا تم میرے پاپا سے ملو گے؟"

"اگر وہ خوفناک نہ ہوئے تو.... مجھے پاپاؤں سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"کیوں؟"

"پاپا ہی ٹھہرے! پتہ نہیں کب پھاڑ کھائیں!"

"نہیں میرے پاپا تو بہت سیدھے آدمی ہیں اور جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ تم بالی جیسے آدمیوں پر بھی ہاتھ اٹھا سکتے ہو تو شاید وہ تمہیں سر ہی پر بٹھالیں گے۔"

"اوہ! مگر میں اپنے ساتھیوں کے لئے کیا کروں؟"

"تلاش کریں گے انہیں بھی۔ جنگل عجیب ہے یہاں آج بھی بہتیری ایسی جگہیں ملیں گی جہاں کوئی آدمی پہلے کبھی نہیں پہنچا۔" اگاتھا نے کہا اور پھر چلتے چلتے رُک گئی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "سنو ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔ پاپا کو کشتیوں پر کام کرنے والوں کی ضرورت ہے میں ان سے کہوں گی میں نے تمہیں ملازم رکھا ہے۔ ابھی ان سے بالی کے معاملے کے متعلق کچھ بھی نہ بتایا جائے.... کیا خیال ہے تمہارا۔"

"تم اتنی عقلمند ہو کہ میں کیا بتاؤں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن وہ مجھے پسند نہیں کریں گے۔ کیونکہ میں ایک بیوقوف آدمی ہوں۔"

"بیوقوف.... تم؟" وہ ہنس پڑی۔

"ہاں! میرے ساتھ یہی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے کہ لوگ مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں۔" عمران نے غم انگیز سنجیدگی سے کہا "یہی وجہ ہے کہ آج تک میری شادی نہیں ہو سکی۔" اور پھر وہ اس طرح شرمایا کہ کان کی لویں تک سرخ ہو گئیں اور اس کا حلیہ بڑا مضحکہ خیز نظر آنے لگا۔

"ارے واہ!" اگاتھا نے قہقہہ لگایا "تم اپنی شادی کے تذکرے پر شرماتے بھی ہو۔"

"ہوں! ممی کہا کرتی تھیں شرم آنی چاہئے ایسی باتوں پر۔" عمران نے سر جھکا کر مردہ سے آواز میں کہا۔

اگاتھا پھر ہنسی مگر جلد ہی سنجیدہ نظر آنے لگی اور اس نے کہا "صورت سے تم پرلے

کے گاؤدی معلوم ہوتے ہو۔ مگر میں نہیں سمجھتی کہ حقیقت بھی یہی ہو۔"

"تم بھی گاؤدی ہی کہہ رہی ہو۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور پھر اگاتھا نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ اب وہ سچ مچ بوکھلا گئی۔

"ارے.... ارے تم رو رہے ہو.... ارے بھئی واہ...." اس نے کہا اور اس کا بازو پکڑ لیا۔

اب عمران کے حلق سے طرح طرح کی آوازیں نکلنے لگی تھیں اور اگاتھا کی زبان سے تو "ارے بھئی واہ" کے علاوہ اور کچھ نکل ہی نہیں رہا تھا اور جب وہ ارے بھئی واہ پر مطمئن نہ ہو سکی تو بوکھلاہٹ میں اس کا سر کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

"اب چپ بھی رہو۔ یہ کیا کر رہے ہو.... ارے میں تو یونہی مذاق میں.... تم بہت اچھے ہو.... میں تمہیں بہت پسند کرتی ہوں...." وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور اس کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگے۔

O

اگاتھا کا پاپا ایک پستہ قد اور گول مٹول سا آدمی تھا۔ اوپری ہونٹ گھنی مونچھوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور دھندلی تھیں۔ سر کے نچلے حصوں میں تھوڑے سے کھچڑی بال تھے۔ درمیانی حصہ شفاف تھا۔ شام کو اس نے عمران کو باورچی خانے میں اگاتھا کا ہاتھ بٹاتے دیکھا اور جہاں تھا وہیں رک گیا۔ عمران نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی لیکن وہ اسے گھور رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟" عمران نے کچھ دیر بعد غراہٹ سی سنی اور اچھل پڑا۔ فرائنگ پین اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ حماقت اور بناوٹی خوف نے اس کا حلیہ بالکل ہی تباہ کر دیا تھا۔

"میں نے آج ہی اسے ملازم رکھا ہے۔ یہ ماہی گیری بھی کر سکتا ہے پاپا۔" اگاتھا نے جواب دیا۔

"کیا ضمانت ہے کہ یہ چور نہیں ہے؟" بوڑھے نے جھلائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مجھے یقین ہے پاپا کہ یہ بے ایمان آدمی نہیں ہے۔ آج اس نے میری بڑی مدد کی۔ مائیکل کسی طرف نکل گیا تھا۔ اگر یہ نہ مل جاتا تو آج مائیکل کی واپسی مشکل تھی۔"

"ٹھیک ہے مگر مجھ سے مشورہ کئے بغیر ملازمت دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

اگاتھا نے بہت بُرا سا منہ بنایا۔ ایسا لگا جیسے اب رو ہی دے گی۔ پھر منمناتی ہوئی آواز

بولی: "میں نہیں جانتی تھی پاپا کہ تم اس آدمی کے سامنے میری توہین کرو گے جسے میں نے پناہ دی ہے۔ اچھی بات ہے اب مجھ پر بھی اپنے گھر کا دروازہ بند کر دو۔"

"کیا بیہودہ بکواس شروع کر دی تم نے۔" بوڑھے نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "خود بھگتو گی.... مجھے کیا کرنا ہے۔"

وہ وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ دفعتاً عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا "میں بہت بدنصیب آدمی ہوں.... ہاں!.... اچھا میں جا رہا ہوں۔"

"یہ.... ناممکن ہے۔" اگاتھا ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی "تم.... نہیں جا سکتے.... سُنا تم نے؟"

"تم نے مجھ پر کیوں اعتماد کر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں چور ہی ثابت ہوں۔"

"ہو چکے ہو!"

"کیا مطلب؟" عمران اچھل پڑا۔

"دل کے چور۔" اگاتھا آہستہ سے بولی اور اس کی ویران آنکھیں مُسکرا پڑیں۔

"دل.... یعنی کہ دل.... میں نہیں سمجھا۔" عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"تم سا بھولا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔" اگاتھا نے مُسکرا کر کہا۔ تھوڑی دیر تک اسی طرح اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی "تم حقیقتاً کہاں کے باشندے ہو؟"

"میں مصری ہوں! تمہیں یقین کیوں نہیں آتا.... اور یہ بھی صحیح ہے کہ میں ستاروں کی چال سے واقف ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں کبھی مائیکل سے پیچھا چھڑا سکوں گی یا نہیں؟ میرے باپ نے مجھ پر بڑی زیادتی کی تھی۔ اسے ایک مددگار کی ضرورت تھی۔ مائیکل کا باپ اس کا مقروض تھا لہٰذا طے یہ ہوا کہ اگر وہ مائیکل سے دستبردار ہو جائے تو وہ قرض معاف کر دے گا۔ اس طرح ہماری شادی ہوئی تھی لیکن مائیکل ناکارہ نکل گیا۔ وہ پڑے پڑے کھانا چاہتا ہے۔ پاگل بن گیا ہے۔ میں جانتی ہوں وہ پاگل نہیں ہے۔ محض اس لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے کہ کام نہ کرنا پڑے کسی پاگل کی ذمہ داری پر کون اپنا کام چھوڑ دے گا۔"

عمران مُسکرایا اور وہ جلدی سے بولی۔ "کتنی پیاری ہے تمہاری مُسکراہٹ۔"

"ارے باپ رے۔" عمران اُردو میں بڑبڑایا اور دانتوں میں انگلی دبا کر فرانسیسی میں بولا۔

"ایسی باتیں نہ کرو..... مجھے شرم آتی ہے۔"

"ارے واہ...!" وہ ہنس پڑی! "ادھر دیکھو میری طرف۔"

مگر عمران بدستور دانتوں میں انگلی دیئے سر جھکائے رہا۔ دفعتاً باہر سے شور کی آواز آئی اور اگاتھا اچھل پڑی۔ "یہ کیا؟"

پھر وہ باورچی خانے سے نکل کر صدر دروازے کی طرف جھپٹی۔ لیکن عمران وہیں رہا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے متعلق الجھن میں مبتلا تھا۔ پتہ نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہوں گے؟

اگاتھا جلد ہی واپس آئی اور اس کی آڑی ترچھی آنکھیں جوش سے چمک رہی تھیں اس نے کہا "ہمارے آدمیوں نے ایک چور پکڑا ہے اس کی مرمت کر رہے ہیں وہ ہماری مچھلیاں چرا رہا تھا.... کالا آدمی!"

"کالا آدمی...." عمران چونک پڑا۔ "کہاں؟"

"مچھلیاں جنگل کے سرے پر لا کر رکھ دی گئی تھیں۔ ہمارے آدمی شاید تھک گئے تھے کچھ دیر بیٹھ کر تمباکو نوشی کرنا چاہتے تھے۔ وہ پتہ نہیں کدھر سے آیا اور ان کی نظریں بچا کر مچھلیاں چُرانے لگا۔"

"کیا وہ اسے یہاں پکڑ لائے ہیں؟"

"ہاں۔ باہر احاطے میں۔ مگر وہ بڑا سخت جان معلوم ہوتا ہے۔"

"کہیں وہ میرا ساتھی نہ ہو.... مجھے دکھاؤ۔" عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں!"

اگاتھا اسے ایک کمرے میں لائی جس کی کھڑکیاں احاطے کی طرف کھلتی تھیں۔

"یہاں سے دیکھو۔ میں فی الحال نہیں چاہتی کہ تم پاپا کے سامنے جاؤ۔"

عمران نے جوزف کو پہچان لیا، جو پانچ آدمیوں کو دھمکیاں دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں لوہے کی ایک موٹی سی سلاخ تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ دیر پہلے وہ لوگ اس سے گتھے رہے ہوں اور وہ کسی طرح چھٹکارہ پانے میں کامیاب ہو گیا ہو اب وہ انہیں للکار رہا تھا۔ لیکن وہ آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ اگاتھا کا باپ چیخ چیخ کر ان سے کہہ رہا تھا، بڑھو.... مار ڈالو.... سُور کو.... مارو!"

"یہ میرا ساتھی ہی ہے۔" عمران نے اگاتھا کی طرف دیکھ کر کہا "اسے بچاؤ کسی طرح! وہ چور نہیں ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم لوگ بالکل مفلس ہیں۔ ہمارے پاس یہاں کی کرنسی نہیں ہے اس نے بھوک سے مجبور ہو کر ہی مچھلیاں چرائی ہوں گی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ ابھی پاپا کہہ ہی چکے ہیں تمہارے متعلق کہ کہیں تم چور نہ ہو! میں ابھی ان سے یہ بھی نہیں بتانا چاہتی کہ تم بالی کے دشمن ہو۔ اس سے انتقام لینے آئے ہو۔ اگر اس کا تذکرہ بھی ہوا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ بالی ہی نے تمہیں کسی مقصد کے تحت یہاں بھیجا ہے۔ بہت بُرا ہوا.... یہ تو بہت بُرا ہوا۔"

عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں بوڑھا جوزف کو پولیس کے حوالے نہ کر دے.... تو یہ لوگ بالی اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ نہیں لگ سکے تھے لیکن بالی کے ہاتھ لگنا اتنا خطرناک نہیں ہو سکتا تھا جتنا کہ پولیس کے ہاتھ لگنا۔

"تو کیا پھر مجھے ہی اس کی مدد کرنی پڑے گی؟" عمران نے کہا۔

"ارے نہیں.... یہ ناممکن ہے.... بالکل ناممکن!"

"ہوں تو میں اسے مر جانے دوں.... اپنے ساتھی کو...."

اگاتھا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ احاطے کے پھاٹک پر بالی نظر آیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ اس نے وہیں سے چیخ کر اگاتھا کے باپ کو مخاطب کیا "سوتراں! تم میرے آدمیوں پر مظالم کرتے ہو۔ پھر الٹا تمہیں ہی مجھ سے شکایت ہوتی ہے۔"

"یہ اور بُرا ہوا۔" عمران بڑبڑایا۔

سوتراں گھونسہ ہلا کر کہہ رہا تھا۔ "اگر تمہارے آدمی چوری کریں گے تو ان کا یہی حشر ہو گا تم چلے جاؤ یہاں سے میرے احاطے میں قدم مت رکھنا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔"

"یہ ناممکن ہے کہ تم میری موجودگی میں میرے آدمیوں پر ظلم کر سکو۔" بالی آگے بڑھتا ہوا بولا۔ عمران نے محسوس کیا کہ سوتراں کے آدمی اس سے خائف ہیں۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھا سوتراں نے اپنے آدمیوں کو للکارا لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔

"میں جا رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور اگاتھا اس کا بازو پکڑ کر گھگھیائی۔ "نہیں نہیں تم نہ

جاؤ۔ خدا کے لئے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"وہ تمہارے باپ کی توہین کر رہا ہے۔"

"ارے وہ تو اسی طرح لڑتے جھگڑتے ہی رہتے ہیں۔"

"جانتی ہو۔ اگر وہ میرے آدمی کو یہاں سے لے گیا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ ٹھہرو! اور دیکھو کہ میں اس سے کس طرح نپٹتا ہوں۔"

عمران نے جیب سے رومال نکالا اور اسے چہرے پر اس طرح باندھ لیا کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں۔ بہر حال اب وہ آسانی سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بالی کو اس کے اس نئے ٹھکانے کا علم ہو سکے۔ ویسے جوزف کو تو اس کے ہاتھوں سے بچانا ہی تھا۔

وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف جھپٹا۔ اگاتھا گڑگڑاتی ہی رہ گئی۔

باہر سوتراں انتہائی غصے کے عالم میں اب اپنے ہی آدمیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا تھا کیونکہ بالی جوزف کے قریب پہنچ چکا تھا اور اس سے انگریزی میں کچھ کہہ رہا تھا۔

"اے!" عمران ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔ اس کی آواز بدلی ہوئی تھی "تم کون ہو، جو اس طرح موسیو سوتراں کی حدود میں بغیر اجازت گھس آئے ہو۔"

بالی اس کی طرف مڑا اور متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"چلے جاؤ یہاں سے!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ سوتراں بھی حیرت سے منہ کھولے کھڑا تھا کبھی وہ عمران کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی صدر دروازے کی طرف۔

"یہ کیا بک رہا ہے؟ اسے دیکھو!" بالی نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا اور وہ عمران کی طرف جھپٹا۔ عمران کا داہنا ہاتھ ایک کے جبڑے پر پڑا اور وہیں سے اس نے دوسرے کی گردن پکڑ کر جھٹکا دیا وہ تو اس کے قدموں میں چلا آیا اور پہلا دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے کے سر پر عمران نے ٹھوکر بھی رسید کی تھی۔ پہلا آدمی اٹھ کر دوبارہ جھپٹا۔ لیکن اس بار اس کی داہنی کنپٹی پر عمران کا ہاتھ پڑا اور یہ ایسا ہی بچا تلا ہاتھ تھا کہ وہ دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ دوسرا آدمی جس کے سر پر اس نے ٹھوکر ماری تھی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر دوسری ٹھوکر نے اسے بھی اس سے باز ہی رکھا۔

بالی نے اپنے دونوں ساتھیوں کا حشر دیکھ کر عمران کو ایک گندی سی گالی دی اور اس پر ٹوٹ پڑا۔

سوتراں اور اس کے آدمی پُر جوش تماشائیوں کی طرح دانت پر دانت جمائے کھڑے تھے۔

انہیں اس کا بھی ہوش نہیں تھا کہ بالی کے عمران پر جھپٹتے ہی جوزف چپ چاپ وہاں سے کھسک گیا ہے۔ انہوں نے اسے پھاٹک پر دیکھا لیکن اس کے نکل جانے کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی ہی جگہوں پر کھڑے رہے کیونکہ موجودہ تماشا اس کی مرمت کرنے سے کہیں زیادہ دلچسپ تھا۔

انہوں نے اپنے ایک بڑے اور طاقتور دشمن کو ایک نامعلوم آدمی کے ہاتھوں پٹتے دیکھا جس نے اپنا چہرہ سفید رومال سے چھپا رکھا تھا اور شاید انہیں اس پر سب سے زیادہ حیرت تھی کہ وہ ان کے مالک سوتراں ہی کے گھر سے نکلا تھا۔

بالی غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا لیکن ابھی تک وہ عمران کو پکڑ لینے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ وہ صرف اس کے لئے کوشاں تھا کہ کسی طرح عمران کو پکڑ کر بے بس کر دے۔

عمران نے ایک بار اسے اس کا موقعہ دے کر اتنی پھرتی سے دھوبی پاٹ مارا کہ سوتراں اور اس کے آدمی بیک وقت چیخ پڑے۔

بالی کسی بڑے شہتیر کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ وہ چت پڑا حیرت سے آنکھیں پھاڑے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر یک بیک اٹھا اور بے تحاشا پھاٹک کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ پتہ نہیں وہ خائف تھا یا اس شکست کے بعد سوتراں سے روبرو نہیں ہونا چاہتا تھا۔

وہ سب بے تحاشہ ہنس پڑے اور عمران تیر کی طرح گھر کے اندر آیا۔ وہ اپنی پشت پر سوتراں کی آواز سن رہا تھا۔ "نہیں! تم سب یہیں ٹھہرو۔ پھاٹک بند کر دو۔ آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ وہ بے شرم زیادہ آدمی لے کر آئے گا۔ شاید آج مجھے پولیس ہی کی مدد حاصل کرنی پڑے۔"

عمران سیدھا باورچی خانے میں آیا اور چولہے پر فرائی پان رکھ کر اس میں زیتون کا تیل انڈیلنے لگا۔

"ارے ارے!" اگاتھا نے کہا جو اس کے پیچھے ہی دوڑتی ہوئی آئی تھی۔

"کیوں.... ؟ کیا ہوا؟ عمران نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے تم ابھی لڑ رہے تھے اور اب کھانا پکانے لگے۔!"

"ہائیں تو پھر کیا کھانے سے بھی ہاتھا پائی کروں؟" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"عجیب آدمی ہو!" اگاتھا ہنس پڑی۔

"ادھر آؤ۔" صحن سے آواز آئی۔ عمران چونک پڑا۔ سوتراں اسے بلا رہا تھا۔

وہ باورچی خانے سے نکل آیا۔ سوتراں نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھ کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"پہلے یہ بتاؤ پاپا! کام کا آدمی ہے یا نہیں؟ اگاتھا بول پڑی۔

"بہت زیادہ" بوڑھے نے جواب دیا "لیکن یہ ہے کون؟"

"میں کھانے بھی بہت اچھے پکا سکتا ہوں موسیو!" عمران نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر تم حقیقتاً کون ہو؟"

"ایک مسافر، میں اسی آدمی بالی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ اس نے نفرس میں میرے خالو کو درخت سے الٹا لٹکا کر گولی مار دی تھی.... میں بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ تمہیں پہچانتا ہے؟"

"ہاں! اسی لئے میں نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا ورنہ وہ مجھ سے چھٹکارا پانے کے لئے پولیس کی مدد حاصل کرنے دوڑا جاتا اور میرا کھیل ختم ہو جاتا۔"

"ہوشیار بھی ہو!"

"بڑے بڑے نقصانات اٹھا کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ میرے ساتھ چار آدمی اور بھی ہیں جن میں ایک عورت ہے۔"

"عورت؟" اگاتھا اچھل پڑی۔

"ہاں! میرے دوست کی بیوی.... جس کی موٹر لانچ پر نفرس سے یہاں تک آئے تھے۔"

"موٹر لانچ پر!" سوتراں نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں! بہت بڑے بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑا تھا ہمیں.... ہم جنگل کی جانب والے ساحل پر اترے تھے اور دوسرے دن پولیس نے ہماری لانچ پر قبضہ کر لیا تھا اور ہم کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے تھے۔ جنگل میں کئی بار بالی اور اس کے ساتھیوں سے جھڑپ ہو چکی ہے لیکن وہ بچ کر نکل ہی گیا۔ اب جب تک وہ ہم میں سے ایک ایک کو مار نہیں ڈالے گا۔ اسے اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بڑا اچھا موقعہ تھا۔ میں اسے ختم ہی کر دیتا۔ مگر پھر سوچا کہ آپ دشواریوں میں

یں گے۔ اگر اس کی لاش آپ کے احاطے میں اٹھائی گئی۔"

"بہت سمجھدار ہو۔"

"وہ کالا آدمی میرے ساتھیوں ہی میں سے ایک تھا۔"

"ہائیں!"

"ہاں موسیو! وہ چور نہیں ہے بھوک سے بیتاب ہو کر ہی اس نے مچھلیاں چرانے کی کوشش کی ہو گی۔ میرے سبھی ساتھی بھوکے ہوں گے۔ ان کے پاس یہاں کی کرنسی نہیں ہے۔ بالی اسے اس لئے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا کہ اس سے ہمارا پتہ پوچھے۔"

پھر عمران نے اسے بتایا کہ کس طرح وہ آج اگاتھا سے ملا تھا اور مائیکل کے سلسلے میں اس کی مدد کی تھی اور واپسی پر اپنے ساتھیوں کو غار میں نہیں پایا تھا۔ اس کے بعد اگاتھا بولی۔

"مجھے اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ میں یہی سمجھی تھی کہ یہ بالی ہی کا آدمی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت ہمارا اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہے اس لئے میں نے اس کا تعاقب کیا تھا لیکن وہاں اسے بالی اور اس کے آدمیوں سے الجھتے پایا۔"

اس نے پورا واقعہ دہرایا۔

سوتراں سنتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تو ایک لمبی سانس لے کر بولا۔ "ٹھیک ہے مگر یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ ان لوگوں کا داخلہ یہاں قانونی طور پر نہیں ہوا۔"

"یہ دشواری میری نظروں میں بھی ہے اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ کسی شریف آدمی کے لئے بار نہ بنوں۔ یہی بات میں نے مادام اگاتھا کو بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی۔"

"تو اب تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟" سوتراں نے پوچھا۔

"کاش مجھے معلوم ہوتا۔ اتفاق سے کالا آدمی اس طرح ہاتھ آیا تھا لیکن بالی کی وجہ سے وہ بھی نکل گیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ بھوکے نہ مر جائیں۔"

"سنو!" سوتراں کچھ سوچتا ہوا بولا "بالی ایک بااثر آدمی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کتنا کمینہ آدمی ہے لیکن قانون اسی کا ساتھ دے گا۔ وہ یہاں سے پٹ کر گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس سلسلے میں کیا کرے گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ویسے میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی مدد ضرور کر سکتا ہوں۔ ہاں اگر وہ تم لوگوں کو پہچانتا نہ ہوتا تو بات دوسری

تھی۔"

"یقیناً وہ ہمیں پہچانتا ہے لیکن اگر ہمیں کہیں پیر جمانے کی جگہ مل جائے تو اس کے فرشتے بھی ہمیں نہ پہچان سکیں گے۔"

"وہ کس طرح؟"

"ہم کسی نہ کسی مضبوطی ہی کی بنا پر یہاں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہوں گے یہ نہ سمجھئے موسیو! کہ ہم بالکل مفلس ہی آئے تھے۔ ہمارے پاس یہاں کی کافی کرنسی تھی۔ لیکن ایک ساتھی کی بدعقلی کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔"

"میں پوچھتا ہوں وہ تمہیں پہچان کیوں نہ سکے گا۔"

"ہم اپنی شکلیں بہ آسانی تبدیل کر سکتے ہیں۔"

"اوہ!"

O

رات کو عمران دو ماہی گیروں کو ساتھ لے کر اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکلا انہوں نے اسے وہ جگہ دکھائی جہاں جوزف نے مچھلیاں چرانے کی کوشش کی تھی۔

عمران نے ماہی گیروں کو وہیں سے واپس کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ جنگل میں بالی کے آدمی یقینی طور پر موجود ہوں گے۔ لہٰذا سوتراں کے ساتھ اس کا دیکھا جانا مناسب نہ ہوگا۔

جہاں جوزف نے مچھلیاں چرانے کی کوشش کی تھی وہ جنگل ہی کا ایک حصہ تھا۔ عمران نشیب میں اترتا چلا گیا۔ محدود روشنی کی چھوٹی سی ٹارچ جو ہر وقت جیب میں پڑی رہتی تھی اس وقت بھی کام آ رہی تھی۔

لیکن اتنے بڑے جنگل میں انہیں ڈھونڈھ نکالنا آسان کام تو نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اگر بالی اور اس کے ساتھیوں کا خیال نہ ہوتا تو شاید وہ انہیں آوازیں ہی دیتا پھرتا۔

اس بار صحیح معنوں میں اس کے ساتھی اس کے لئے دردِ سر بن گئے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ اکیلے کام کرنے میں جو لطف ہے اس پر کچھ ساتھیوں کی موجودگی پانی پھیر دیتی ہے۔ مگر وہ تو مجبوراً ساتھ آئے تھے حالات ہی ایسے تھے کہ انہیں لانا پڑا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک وہ ادھر اُدھر بھٹکتا رہا لیکن ساتھیوں کا سراغ نہ ملا۔ آخر وہ تھک ہار کر

یک جگہ بیٹھ گیا۔ رات تاریک تھی اور جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔

دفعتاً عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ وہاں تنہا نہیں ہے۔ یہ اس کی چھٹی حس تھی جس نے اسے بارہا بڑے بڑے خطرات سے بچایا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے نشیب میں رینگ گیا۔ یہ ایک دراڑ سی تھی جس میں رینگتا ہوا وہ نیچے جا رہا تھا۔ پھر وہ رک گیا۔ سوچنے لگا ہو سکتا ہے وہم ہی رہا ہو۔

ان دنوں بالکل جانوروں کی سی زندگی ہو رہی تھی۔ ذہن ڈھنگ سے سوچ ہی نہیں سکتا تھا اور پھر حالات کچھ ایسے تھے کہ کچھ سوچنا بھی فضول ہی تھا اس کے دشمن اسے لائے تھے اور پھر اس طرح چھوڑ دیا تھا کہ موت کو بھی تلاش کرنے میں دشواری پیش آئے۔ کیا بوغا پاگل ہی تھا؟

لیکن وہ جعلی نوٹ جنہوں نے رابرٹو کو پولیس کے چکر میں پھنسا دیا تھا؟ تو پھر اتنی ہی سی بات کے لئے بوغا نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو وہاں سے لانے کی زحمت گوارہ کی تھی اور خود اپنے کئی آدمیوں کو مفت میں پھنسوا دیا تھا۔

عمران یہی سب کچھ سوچتا ہوا دراڑ میں چت لیٹ گیا۔ آخر وہ چاہتا کیا تھا؟ کیا ابھی تک جو کچھ بھی ہوا ہے بوغا کی خواہش کے مطابق ہوا ہے یا عمران نے کہیں اس کی توقعات کو دھکا بھی پہنچایا ہے؟

ایک بار پھر اسے محسوس ہوا جیسے اس نے قریب ہی کسی قسم کی آواز سنی ہو جس جگہ وہ لیٹا ہوا تھا۔ وہاں دراڑ کی گہرائی دو فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ یک بیک اسے کسی کی کھوپڑی دکھائی دی۔ کوئی دراڑ میں دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران کے دونوں ہاتھ اٹھے اور اس نے بڑی مضبوطی سے جھانکنے والے کی گردن پکڑ لی۔

"فادر.... جوشوا" شکار کے حلق سے بدقت نکلا اور عمران نے جوزف کی آواز پہچان لی۔

"ابے اندھیرے کے بچے یہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟" عمران گرفت ڈھیلی کرتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"ہائیں.... ارے باس.... میرے خدا تم ہو؟" جوزف کی آواز میں چہکار تھی۔

عمران نے اس کی گردن چھوڑ دی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جوزف بھی دراڑ میں کود آیا تھا۔

"مل گئی.... باس!" اس نے کہا۔ "بلاآخر مل گئی۔"

"کیا مل گئی؟"

"شیپلالی!"

"خدا غارت کرے تجھے جوزف کے بچے!" عمران اس کی گردن دبوچتا ہوا بولا۔ "وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"وہ انہیں لے گئے باس!" جوزف مغموم لہجے میں بولا۔ "اچھا ہی ہے بھوکوں تو نہ مریں گے۔ میں تو وہ جگہ بھی بھول گیا۔ کل جہاں پھل کھائے تھے۔ مگر وہ جگہ مجھ سے نہ چھوڑی جائے گی جہاں میں نے شیپلالی کے ڈھیر کے ڈھیر دیکھے ہیں۔ آہ بس بھوک کے مارے میرا دم نکل رہا ہے۔"

"ہوں.... ٹھہرو!" عمران چمڑے کے تھیلے میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا وہ ان کے لئے مچھلی کے قتلے اور روٹیاں لایا تھا۔ جوزف کسی بھوکے کتے کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا۔

"وہ کس طرح پکڑے گئے؟" عمران نے پوچھا۔

"اوہ باس پہلی بار تو ہم بچ گئے تھے۔ صرف میرا سر پھٹا تھا۔ اُف فوہ کتنا شدید درد ہے یہ شیپلالی بھی عجیب چیز ہے باس! بس دو تین پتیاں چبالو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ساری دنیا جاگ پڑی ہو۔"

"ابے میں پوچھ رہا ہوں وہ لوگ کیسے پکڑے گئے تھے؟"

"جیسے چوہے پکڑے جاتے ہیں۔ چاروں طرف سے گھیر کر پکڑ لیا۔ پہلی بار ہم سب نکل گئے تھے۔ دوسری بار صرف میں ہی نکل سکا۔"

پھر اس نے بتایا کہ کس طرح بھوک سے بے تاب ہو کر اس نے مچھلیاں چرانے کی کوشش کی تھی اور پکڑا گیا تھا اور بالی نے اسے ماہی گیروں سے چھڑانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر وہ خود ہی نکل بھاگا تھا۔

"اور اس وقت باس۔" اس نے حلق سے نوالہ اتارتے ہوئے کہا "تمہارے ستارے بہت اچھے تھے کہ میں نے تم پر حملہ نہیں کیا۔ بہت دیر سے تمہارا پیچھا کرتا رہا تھا۔ بس یہی سوچ رہا تھا۔ شاید تم کسی ایسی جگہ لے جاؤ جہاں کچھ کھانے کو بھی مل سکے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ جوزف کے منہ سے نکلنے والی "چپڑ چپڑ" سنتا رہا۔ وہ جب کھانے بیٹھتا

اس کے منہ سے ایسی آوازیں نکلتی تھیں جیسے تنہا وہی نہیں بلکہ اس کا پورا قبیلہ کھانا کھا رہا ہو۔

عمران صفدر، چوہان اور جولیا کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اگر بوغا کے ساتھی صرف اپنے جعلی نوٹ ہی آزمانا چاہتے تھے تو اب اس پکڑ دھکڑ کے کیا معنی؟ رابرٹو اور لزی جعلی نوٹوں کے چلانے کے الزام میں پکڑے ہی جا چکے تھے۔

کچھ دیر بعد اس نے جوزف سے پوچھا "کھا چکے؟"

"ہاں باس! اب پیاس لگی ہے۔"

"اٹھو! اور میرے ساتھ چلو۔" عمران نے کہا۔

سوتراں کے گھر کے علاوہ اسے اور کہاں لے جاتا!

O

جوزف مکان کی چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکتا تھا اور نکلنے کی ضرورت ہی کیا تھی جب شیپلالی کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ کیونکہ سوتراں کے پاس بھی مکئی کی شراب کا خاصا بڑا ذخیرہ تھا۔ اگاتھا اس کی لاعلمی میں اس کے لئے شراب مہیا کرتی تھی لیکن وہ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اگاتھا صرف فرانسیسی ہی بول سکتی تھی اور جوزف انگریزی بول سکتا تھا یا عربی یا پھر اپنی مادری زبان!

گو وہ فرانسیسی نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن یہ تو دیکھتا ہی تھا کہ عمران اگاتھا جیسی آڑی ترچھی آنکھیں رکھنے والی عورت پر قربان ہوا جا رہا ہے اس کا منہ حیرت سے کھل جاتا۔ وہ جانتا تھا کہ عمران کو عورتوں کی ذرہ برابر پروا بھی نہیں ہوتی، جولیا جیسی خوبصورت عورت کا حشر دیکھ ہی چکا تھا۔ مگر یہ عورت.... اگاتھا! اس میں آنکھوں کے سب سے زیادہ واضح عیب کے علاوہ اور تھا ہی کیا... لیکن عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اب تک اسی کے نام پر کنوارہ بیٹھا رہا ہو!

مائیکل کی موجودگی کا علم اسے اس وقت ہوا جب اسے دوپہر کا کھانا دیا جا رہا تھا اور وہ اگاتھا پر چنگھاڑنے لگا تھا۔ اس نے کیا کہا تھا یہ تو اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا لیکن لوہے کی سلاخوں کے پیچھے اس نے دو ایسی آنکھیں ضرور دیکھی تھیں جن سے خون ٹپک رہا تھا، جو کسی قاتل ہی کی آنکھیں ہو سکتی تھیں۔

"یہ کون ہے باس؟" اس نے عمران سے پوچھا۔

"اگا تھا کا شوہر!" عمران نے جواب دیا۔

"ہولی فادر!" جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیوں؟ تمہارا دم کیوں نکل گیا؟"

"وہ شوہر کو کمرے میں بند کر کے تم سے چہلیں کرتی ہے؟ میرے خدا۔"

"مجھ سے عشق ہو گیا ہے اسے۔ اس لئے سب ٹھیک ہے۔ تمہیں شراب اور چاہئے؟"

"کیا تمہیں اس سے نفرت نہیں معلوم ہوتی؟"

"اب مجھے بھی اس سے عشق ہو گیا ہے.... کیا بکتا ہے؟"

"ہائیں! تمہیں بھی؟" جوزف اچھل پڑا "نہیں باس!"

"کیوں نہیں؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"ایسی عورت جس کی آنکھیں.... یعنی کہ میں کیا کہوں باس.... شاید میرا ہی دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

"ضرور یہی بات ہے، ورنہ ایسی آنکھیں تو نکلوا لینے کے قابل ہوتی ہیں۔ اب ایک آنکھ سے مجھے دیکھتی ہے اور دوسری سے شوہر کو.... دفع ہو جاؤ! بھاگو اپنی کوٹھڑی میں جاؤ!"

"ضرور کوئی جادوگرنی ہے۔" جوزف آہستہ سے بڑبڑایا اور اپنی کوٹھڑی کی طرف چلا آیا۔

عمران کو آج بہت کچھ کرنا تھا۔ ضروری تھا کہ وہ شہر کی طرف جاتا اور بالی کے ٹھکانوں کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا۔ ظاہر ہے کہ رابرٹو والے واقعہ کے بعد سے پادری اسمتھ والی عمارت تو پولیس کی نظروں میں آ گئی تھی اس لئے وہ بالی کے لئے بیکار ہی ہو گئی ہو گی۔ بہر حال عمران اپنے ساتھیوں کے لئے پریشان تھا۔ پتہ نہیں بالی ان سے کیا برتاؤ کرے۔ اگر وہ بھی پولیس کے حوالے کر دیئے گئے تو اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ان کی رہائی ہی ناممکن ہو جائے گی۔

اگا تھا نے مائیکل کے کپڑوں کا صندوق اس کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے ایک سوٹ تو منتخب کر لیا لیکن وہ سوچ رہا تھا۔ ضروری نہیں کہ کپڑے اس کے جسم میں آ ہی جائیں کیونکہ مائیکل کا قد اس سے کچھ نکلتا ہوا تھا۔ میک اپ کا کچھ سامان اس کے پاس پہلے ہی سے موجود تھا اور ریوالور کے ساتھ تھوڑے کارتوس بھی تھے۔ پادری اسمتھ کی کوٹھی سے بھاگتے وقت وہ بس اتنی ہی چیزیں ساتھ لا سکا تھا اور انہیں ہر وقت پاس ہی رکھتا تھا یہ تھیلا اس وقت بھی اس کے شانے سے لٹکا ہوا

تھا جب پچھلے دن اس نے چشمے پر پھل توڑے تھے۔

مائیکل کا سوٹ غنیمت ہی ثابت ہوا اور جب وہ میک اپ کر چکا تو اگا تھا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا "تم ضرور بھوت ہو۔ ایسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ کیا مجھے ساتھ لے چلو گے؟"

"تم کہاں جاؤ گی.... کھیل بگڑ جائے گا۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میری آنکھوں کی وجہ سے تمہیں شرم آئے گی۔" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

"آنکھیں.... ارے واہ! تمہاری آنکھیں تو بڑی کلاسیکل ہیں۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ کلوپٹرا بھی بیک وقت مشرق اور مغرب کی طرف دیکھ سکتی تھی۔"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"ارے تم آنکھوں کی پرواہ کیوں کرتی ہو۔ تم جیسی چاہتی ہو ویسی ہو جاؤ گی اس کام سے نپٹنے کے بعد میں تمہیں سپین لے چلوں گا.... قصر الحمرا کا نام سنا ہے تم نے؟"

"سنا ہے.... مگر اس سے کیا؟"

"اوہ! وہاں بہت کچھ ہے۔ شہزادہ ابو بلبل نے وہاں کالے گلاب کا ایک پودا لگایا تھا جو آج بھی موجود ہے اور ہر قسم کی آنکھوں کے لئے مفید ہے۔"

"پتہ نہیں کیا بک رہے ہو؟"

"ہاں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے اس کا داہنا گال تھپتھپا کر کہا۔ "ذرا اُس سپاہی زادے کا خیال رکھنا.... اور ہاں.... تم نے ابھی تک مجھے یہاں کی کرنسی نہیں دی۔"

O

وہ سب سے پہلے اس ہوٹل میں آیا جہاں رابرٹو کی گرفتاری عمل میں آئی تھی۔ قصہ ابھی تازہ ہی تھا اس لئے اس کے متعلق معلومات بہم پہنچانے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ رابرٹو جیل ہی میں تھا اس کی نشاندہی پر وہ تجوری برآمد کر لی گئی تھی۔ جس میں عمران نے جعلی کرنسی کے ڈھیر دیکھے تھے۔ لیکن رابرٹو کی اصلیت سے پولیس آگاہ نہیں ہو سکی تھی۔ ہوتی بھی کیسے! رابرٹو بھلا کیسے بتا دیتا کہ وہ کون ہے۔ اس پر چالیس آدمیوں کے قتل کا الزام تھا۔ فرانس کی حکومت اسے اٹلی بھجوا دیتی اور پھر وہاں اس کے لئے پھانسی کے پھندے کے علاوہ اور کیا ہوتا۔

بالی یا اس کے ساتھی کہیں بھی نظر نہ آئے لیکن اتنا تو اس نے معلوم ہی کر لیا تھا کہ بالی یہاں کے معزز آدمیوں میں سے ہے اور ایک بڑی شاندار عمارت میں رہتا ہے۔ پھر اسے جنگل کی ان پراسرار آوازوں کا خیال آیا جو پچھلی دو راتوں میں نہیں سنی گئی تھیں اور جزیرے کے عام آدمیوں پر اس کا اچھا ہی اثر پڑا تھا۔ عمران نے جگہ جگہ اس کا تذکرہ سنا لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پولیس نے اس کی چھان بین کے سلسلے میں جدوجہد تیز کر دی ہے۔

ایک جگہ اس نے ایک سیاح کو اس کے متعلق گفتگو کرنے پر آمادہ کر ہی لیا۔ یہ کوئی انگریز ہی تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ پچھلے ایک ماہ سے جزیرے میں مقیم ہے۔

"یہ آوازیں میں نے بہت سنی ہیں۔" اس نے کہا "لیکن یہاں کے لوگ ان کے بارے میں مضحکہ خیز حد تک سنجیدہ نظر آتے ہیں۔ کیا آپ یہاں آج ہی آئے ہیں؟"

"نہیں کل!" عمران نے کہا "میں سائپرلیس سے آیا ہوں۔"

"پچھلی دو راتوں سے آوازیں نہیں سنائی دیں۔" سیاح بولا "شکر ہے کہ پولیس بھی عام لوگوں کی طرح احمق نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"پولیس کا خیال ہے کہ جنگل کو کسی غیر قانونی حرکت کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے لہذا اب جب بھی آوازیں سنائی دیتی ہیں عام آدمی تو گھروں میں دبک جاتے ہیں لیکن پولیس حرکت میں آجاتی ہے۔ ویسے ابھی تک تو ان آوازوں کا معمہ نہیں حل ہو سکا۔ آج کل تو دن میں بھی وہاں پولیس گشت کرتی رہتی ہے۔"

"میں نے کسی کو کہتے سنا ہے کہ کسی پادری...."

"اوہ.... ہاں! اسمتھ کا نام سننے میں آتا ہے۔" سیاح نے کہا "لیکن وہ ہے کہاں کچھ دن پہلے وہ جنگل کے قریب کی ایک کوٹھی میں رہتا تھا۔ بہت دنوں سے کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ البتہ پرسوں اس عمارت میں لاکھوں کی جعلی کرنسی برآمد ہوئی ہے اور جسے اس کرنسی کو چلاتے ہوئے پکڑا گیا تھا۔ اس کا بیان عجیب و غریب ہے وہ کہتا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی جہاز میں سفر کر رہا تھا اسے زبردستی اس جزیرے میں اتار دیا گیا اور کچھ لوگ اسے اس عمارت میں لے گئے اور چھوڑ دیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ وہ کسی جہاز میں سوئے تھے۔ آنکھ کھلی تو خود کو اس عمارت میں

مگر یہ سب افواہیں معلوم ہوتی ہیں، سرکاری طور پر اس کے بیان کی تصدیق نہیں ہو سکی بہر حال اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسمتھ کوئی قانون شکن ہی ہے۔"

اس سیاح کی گفتگو نے عمران کو نئی الجھن میں مبتلا کر دیا اگر اسمتھ پر غیر قانونی حرکات کے ارتکاب کا شبہ کیا جا رہا تھا تو جعلی کرنسی کا قصہ چھیڑ کر اسے مزید تقویت کیوں دی گئی؟ ظاہر ہے کہ وہ جعلی کرنسی اس عمارت میں اسی لئے چھوڑ دی گئی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی اسے استعمال کریں اور پکڑے جائیں۔ جوزف کو تہہ خانے میں سونے کے ڈھیر نظر آئے تھے لیکن پھر انہیں وہاں سے ہٹا بھی لیا گیا تھا اور جس طرح جوزف ان ڈھیروں تک پہنچا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اسے وہاں تک لے ہی جانا چاہتے تھے.... آخر کیوں؟

کیا رابرٹو نے کسی ڈھب سے تہہ خانے اور سونے کے ڈھیروں کا تذکرہ بھی پولیس سے کیا ہوگا؟

وہ سوچتا ہوا بالی کی کوٹھی کی راہ پر ہو لیا۔ چونکہ وہ مشہور آدمی تھا اس لئے وہاں تک پہنچنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔ اصل عمارت کے گرد تقریباً چار فرلانگ کے رقبے میں چہار دیواری تھی اور احاطے میں داخل ہونے کے لئے تین پھاٹک تھے۔ بالی کی مالی حالت سوتراں سے کہیں زیادہ بہتر معلوم ہوتی تھی وہ اس کے مقابلے میں بالکل دہقانوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا۔

دفعتاً سامنے والے پھاٹک سے اسے ایک عورت نکلتی دکھائی دی جس نے بڑے بے ڈھنگے پن سے میک اپ کر رکھا تھا اور عمر بھی چالیس سے کم نہیں معلوم ہوتی تھی۔ البتہ خدوخال بُرے بھی نہیں تھے۔ ابھرے ہوئے ہونٹ لپ اسٹک کی زیادتی کی وجہ سے تازہ گوشت کے لوتھڑے سے معلوم ہو رہے تھے پھاٹک سے نکل کر وہ کچھ ہی دور گئی تھی کہ عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس طرح سامنے آگیا جیسے اس کا راستہ روکنا چاہتا ہو۔ عورت ٹھٹک گئی اور چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔

"ارے توبہ.... ہونٹ ہی ہیں۔" عمران احمقانہ انداز میں بڑبڑایا اور اس کے چہرے پر شرمندگی ہی شرمندگی نظر آنے لگی۔

"کیا بکواس ہے؟" عورت نے اسے اوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... مم.... مادام.... مم.... میں معافی چاہتا ہوں۔" عمران ہکلایا "غصے دور

تھا جیسے آپ دانتوں میں سرخ گلاب دبائے ہوئے ہوں۔ اوہ کتنا گدھا ہوں میں۔"

"ہوں۔" عورت ہونٹ بھینچ کر مسکرائی اس کی آنکھوں میں شرارت کی جھلکیاں تھیں۔ آخر اس نے کہا "واقعی گدھے ہی معلوم ہوتے ہو۔"

"ہوں نا؟" خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اعتراف کر لیا ورنہ کوئی بھی اس بھری پری دنیا میں میرے گدھے پن پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔"

"کہاں سے آئے ہو؟"

"جبرالٹر سے.... ڈان ڈھمپ نام ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ! اسپینی ہو؟"

"ہاں سی نورا.... سرخ گلاب میری کمزوری ہے۔ میں نادم ہوں۔" عمران اس سے رخصت ہونے کے لئے تعظیماً جھکا۔

"تم نے میرا وقت خواہ مخواہ برباد کرایا۔"

"میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں سی نورا۔"

"تم جھوٹے ہو.... صاف صاف بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے گولی مار دیں۔ میرے لئے اس کا تصور بھی تکلیف دہ ہے کہ میری وجہ سے آپ کا وقت برباد ہوا۔"

"بالکل جھوٹے۔" عورت انگلی اٹھا کر ہنسی۔ "تم بالی کا ایکوریم دیکھنے آئے ہو۔ جولا توشے کی ایک مشہور چیز ہے۔"

"ام مم.... بُ مم...." عمران ہکلا کر رہ گیا پھر احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

"جھوٹ کہہ رہی ہوں....؟ یا اب بھی میں نے دانتوں میں گلاب دبا رکھا ہے۔ گدھے کہیں کے.... تمہیں جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا.... چلو.... تمہیں ایکوریم دکھاؤں مگر اس شرط پر کہ تم مجھے الحمرأ کی کہانیاں سناؤ گے۔"

"ضرور.... سی نورا مجھے الحمرأ کی لاتعداد کہانیاں یاد ہیں۔.. اسپین گیتوں اور کہانیوں کی سرزمین ہے۔"

عمران کو توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی آسانی سے اس احاطے میں داخل ہو سکے گا۔ اس

بس یونہی اندھیرے میں ایک تیر پھینکا تھا اور پھر وہ ایک ایسے جزیرے کی بات تھی جس پر فرانسیسی تہذیب کا سایہ تھا ورنہ اگر کہیں اس نے اپنے یہاں کی کسی عورت کے دانتوں میں گلاب دیکھنے کی کوشش کی ہوتی تو خود اس کے دانت شاید پیٹ ہی میں اتر جاتے۔ عورت اسے احاطے میں لائی۔ وہ بڑے نیاز مندانہ انداز میں اس سے ایک قدم پیچھے چل رہا تھا۔

"ایکوریم کی دیکھ بھال میں ہی کرتی ہوں۔" عورت کہہ رہی تھی۔ "بالی کا شوق تو صرف چار دن کا ہوتا ہے۔ مچھلیاں پال لیں اور اس کے بعد اسے بھول گیا۔ بہت بڑی رقم صرف ہوئی ہے ان مچھلیوں پر۔ دنیا بھر کی اقسام مل جائیں گی۔"

"تو میں آپ کو مادام بالی کے نام سے مخاطب کروں سی نورا؟"

"ارے نہیں! ہشت! وہ میرا سوتیلا بیٹا ہے۔"

"اوہ میں معافی چاہتا ہوں مادام۔"

وہ اسے عمارت میں لائی اور پھر وہ اس بڑے کمرے میں پہنچے جہاں شیشے کے بڑے بڑے ظروف میں رنگارنگ مچھلیاں تیر رہی تھی۔

عمران نے خالص بچکانہ انداز میں خوشی ظاہر کی۔ عورت شاید اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ سچ مچ ایسا ہی ہے یا بن رہا ہے لیکن اسے عمران کی آنکھوں میں سادگی، معصومیت اور حماقت کے علاوہ اور کیا ملتا۔

"محض سیاحی غرض سے آئے ہو؟" عورت نے پوچھا۔

"ہاں سی نورا.... لاتوشے.... ہاہا.... جنت کا ٹکڑا ہے.... مجھے بہت پسند آیا.... آئندہ اپنے باپ کو بھی لاؤں گا۔"

"باپ؟" عورت نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں میرے ایک باپ بھی ہے۔"

"بس ایک ہی ہے؟" عورت نے تحیر آمیز سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں فی الحال تو ایک ہی ہے۔" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔ پھر کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بولا "میں بھی کتنا گدھا ہوں۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم جیسے آدمی کو تمہارے باپ نے تنہا کیوں سفر کرنے دیا۔" عورت

بولی۔

"نہ کرنے دیتا مگر میں نے بھی شادی کر لینے کی دھمکی دی تھی۔"

"کیا مطلب.... میں نہیں سمجھی۔"

"وہ جب بھی مجھ سے خفا ہوتا ہے شادی کر لینے کی دھمکی دیتا ہے۔ اس بار میں نے بھی یہی دھمکی دی تھی اس لئے خاموش ہو گیا ورنہ کبھی مجھے تنہا سفر نہ کرنے دیتا۔ وہی تو سب سے کہتا پھرتا ہے میں بالکل گدھا ہوں۔"

وہ ایکو یریم دیکھ چکا تو عورت نے ایک ملازم کو حکم دیا کہ لان پر چائے کے لئے میز لگائی جائے اور عمران سے بولی "اب تم مجھے الحمرا کی کہانیاں سناؤ گے۔"

"ضرور سناؤں گا سی نورا۔" عمران نے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بالی نے اپنے قیدیوں کو اس عمارت میں ہرگز نہ رکھا ہوگا وہ تھوڑی دیر تک پورچ میں کھڑے رہے پھر لان کی طرف بڑھے کیونکہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گھنے درخت کے نیچے ایک میز پر دو تین کرسیاں ڈالی گئی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ" عورت نے مسکرا کر کہا "مجھے علم ہے کہ اسپینی گدھے ہریالی کے بڑے شائق ہوتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو کھوپڑیوں پر بھی سبزہ اگالیں۔"

"آئیڈیا۔" عمران میز پر ہاتھ مار کر اچھل پڑا۔ تھوڑی دیر تک منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "میں ضرور کوشش کروں گا۔ اسپین میں اپنی نوعیت کی ایک ہی چیز ہوگی۔

"کیا....؟"

"کھوپڑی پر سبزہ اگانا۔" عمران سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "تھوڑی سی مٹی جمائی اور بیج ڈال دیئے۔ روزانہ تھوڑا تھوڑا پانی دیتے رہے۔ اس نئے خیال کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں مادام۔"

"مگر اس کا خیال رکھنا کہ دوسرے گدھے تمہاری کھوپڑی پر منہ مارنے لگیں گے۔" عورت نے ہنس کر کہا۔

"ہاں یہ بات تو ہے۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا اور بے حد اداس نظر آنے لگا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر خود ہی چونک کر بولا "ابھی کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

"تم الحمرأ کی کوئی کہانی سنانے والے تھے۔"

"اوہ ہاں.... جی ہاں.... صدیاں گذریں جب قصر الحمرأ کے در و دیوار اس دانشمند بکرے کی دں سے گونجتے رہتے تھے۔"

عمران نے کسی بکرے ہی کی طرح دو تین بار آوازیں نکالیں اور عورت جھنجھلا کر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "یہ کیا شروع کر دیا تم نے؟"

"اسٹائل سی نورا" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "الحمرأ کے گائیڈ اسی طرح کہانیاں سناتے ہیں جس طرح ریڈیو پر صوتی اثرات دینے والے جھک مارنے تک آواز پیدا کرنے سے بھی نہیں چوکتے اسی طرح الحمرا کے گائیڈ کہانیاں سناتے وقت کبھی گھوڑے بن گئے۔ کبھی گدھے کبھی بکرے۔"

"مگر تم اس کا خیال رکھو کہ اس وقت ایک مہذب آدمی کے مکان میں ہو۔"

"خیال رکھنے کی آواز اس طرح پیدا کرتے ہیں۔" عمران نے کہا اور اپنے سر پر دو ہتھڑ مارنے لگا۔

"ارے.... ارے! تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"اور دماغ خراب ہونے کی آواز۔" عمران کھڑا ہو گیا۔ "بتاؤں دماغ خراب ہونے کی آواز۔"

"میں ملازموں کو پکار لوں گی۔" عورت اٹھ کر پیچھے ہٹتی ہوئی خوفزدہ آواز میں بولی۔ اور عمران ہنستا ہوا بیٹھ گیا اور اس طرح بیٹھا جیسے کوئی بات ہی نہ رہی ہو۔

عورت حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔ "جاؤ! یہاں سے چلے جاؤ۔"

"چائے ابھی تک نہیں آئی؟" عمران نے بڑے بھولے پن سے کہا "بیٹھ جایئے۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان دنوں غرناطہ پر شہزادہ ابوبلبل کی حکومت تھی جو دن رات طبلہ بجاتا رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک ایسا دانشمند بکرا تھا.... بیٹھ جایئے نا.... آپ تو خفا ہو گئیں.... ہم اسپینی ایسے ہی گدھے ہوتے ہیں.... آیئے!"

عورت کچھ بڑبڑاتی ہوئی پھر آ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"ہاں تو اس دانشمند بکرے کی یہ خاصیت تھی کہ جب بھی کسی سمت سے کوئی غنیم غرناطہ پر

چڑھائی کرتا۔ وہ اسی سمت منہ اٹھا کر چیخنے لگتا چیختا ہی رہتا لیکن شہزادے کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ تب پھر وہ بیچارہ اپنے جسم سے بمشکل تمام ایک جوں تلاش کر کے نکالتا اور شہزادے کے کان پر چھوڑ دیتا۔ پھر جیسے ہی شہزادے کے کان پر جوں رینگتی وہ طبلہ چھوڑ کر سارنگی اٹھا لیتا اور بکرا اس پر سجدہ شکر بجالا کر ماضی کا خیال الاپنے لگتا۔"

"بس کرو" عورت ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "پتہ نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔"

"مادام میں ایک مغموم آدمی ہوں۔ تنہائی اور اداسی صرف میرے لئے پیدا ہوئی ہیں میں خوبصورت عورتوں سے اس طرح جان پہچان پیدا کرتا ہوں۔ کچھ دیر مل بیٹھنے سے غم غلط ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے میں یہ بھول جاتا ہوں کہ اس عظیم کائنات میں اکیلا ہوں۔" اس کی آواز رقت انگیز ہوئی جارہی تھی اور آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے وہ کہتا رہا۔ "اگر میں نے آپ کا وقت برباد کیا ہو تو معافی چاہتا ہوں.... جارہا ہوں" وہ اٹھ گیا۔ ساتھ ہی دو آنسو بھی گالوں پر ڈھلک آئے۔

"ارے نہیں.... موسیو پمپ!" عورت نروس ہوگئی۔

"پمپ نہیں ڈھمپ۔" عمران نے ہچکی لے کر تصحیح کی۔

"بیٹھئے.... بیٹھئے.... میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ آپ اس طرح محض تعارف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کتنی اچھی ہیں۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور بیٹھ گیا۔

"تم تنہا کیوں ہو؟" عورت نے مسکرا کر پوچھا۔

"میرا باپ مجھے شادی نہیں کرنے دیتا۔ اب میں نے سوچا ہے کہ اس کی شکل ہی نہ دیکھوں گا۔ یہاں سے واپس ہی نہ جاؤں گا اگر کوئی کام مل گیا۔"

"کام تو بہت مل سکتا ہے۔" عورت کچھ سوچتی ہوئی بولی "مگر کام کی نوعیت۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ملازم چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے آگیا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اب کھیل ختم کر دینا چاہئے لیکن دشواری یہ تھی کہ کوئی نہ کوئی قریب یا دور نظر آ ہی جاتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہاں کسی قسم کے ہنگامے کا سامنا کرے۔ عورت کا دستی پرس خاصا وزنی معلوم ہوتا تھا حالانکہ جب اس نے اس سے مل بیٹھنے کی کوشش کی تھی اس وقت یہ نیت نہیں تھی

وہ تو بس یونہی بالی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے اس سے جان پہچان پیدا کرنے کی ایک کوشش تھی۔ اسے مقامی کرنسی کی ضرورت تھی اور وہ اگاتھا جیسی بھولی بھالی عورت پر اپنا بار نہیں ڈالنا چاہتا تھا اس نے سوچا کہ پھر کیوں نہ انہیں پر ہاتھ صاف کیا جائے، جو موجودہ پریشانیوں کا باعث بنے ہیں۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ عمران نے ادھر ادھر کی گفتگو کے دوران چائے پی اور پھر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "بڑا خوبصورت باغ ہے۔"

"اگر کوئی اپنی تعریف کرے تو پھر یقینی طور پر خوبصورت ہے۔" عورت مسکرائی۔

"بہت خوبصورت سی نورا۔ محض اس لئے کہ آپ بھی اس وقت اس باغ کا ایک جزو ہیں۔ آپ اٹھ جائیے تو پھر یہ بے جان ہو کر رہ جائے گا۔"

باتیں بنانا تو کوئی اسپینیوں سے سیکھے۔" عورت جھینپے ہوئے انداز میں ہنس کر بولی۔

عمران نے اسے باتوں میں الجھا کر ٹہلنے پر آمادہ کر لیا اور وہ ٹہلتے ہوئے احاطے کے ایک دور افتادہ حصے میں آئے جہاں چاروں طرف اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں اور احاطے کی دیوار بھی قریب ہی تھی۔

"ارے.... ارے۔" یک بیک عورت اچھل پڑی۔ لیکن پھر اس کے حلق سے کسی قسم کی بھی آواز نہ نکل سکی کیونکہ عمران کا ایک ہاتھ اس کی منہ پر تھا اور دوسرے سے وہ اس کی گردن دبا رہا تھا لیکن اس نے گردن پر اتنا زور نہیں صرف کیا کہ وہ مر ہی جاتی۔ مقصد تو صرف یہ تھا کہ کسی قسم کے ہنگامے کا سامنا کئے بغیر کامیاب ہو جائے۔ وہ بیہوش ہو کر اس کے ہاتھوں پر جھول گئی۔ اس نے اسے بہ آہستگی زمین پر ڈال دیا اور تیزی سے پرس کھول ڈالا۔ ذرا ہی سی دیر کے بعد خالی پرس بیہوش عورت کے قریب پڑا ہوا تھا اور عمران احاطے کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف اتر رہا تھا!

O

عمران گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ سوتراں صبح سے غائب ہے اس کے آدمیوں میں سے کسی کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہوگا۔

"کل بالی کا خاموش رہ جانا میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔" اگاتھا نے کہا۔ "پاپا یقیناً خطرے میں ہوں گے.... میں کیا کروں؟"

عمران نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اگر میں

موسیو مائیکل کی تھوڑی سی مرمت کردوں تو تمہیں گراں تو نہیں گزرے گا؟"

"کیوں؟ مائیکل کیوں؟ میں نہیں سمجھی۔"

"ابھی میں تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتا۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"اگر ضرورت پڑی تو اس کی پٹائی بھی کروں گا۔"

"نہیں!" اگاتھا نے متحیرانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی
"لیکن پاپا کی گمشدگی سے اس کا کیا تعلق!"

"تم پرواہ نہ کرو.... میں تعلق پیدا کر لینے کا ماہر ہوں.... فی الحال ملازموں کو باہر نکال کر صدر دروازہ بند کر لو۔"

"تم اسے مارو گے۔"

"اوہو.... بحث نہ کرو.... اگر اپنے پاپا کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو...."

ملازم سب باہر ہی تھے۔ اگاتھا نے صدر دروازہ بند کر لیا۔ عمران نے جوزف کو صدر دروازے کے قریب ہی چھوڑا اور تاکید کر دی کہ کوئی اندر نہ داخل ہونے پائے البتہ اگر آنے والا سوتراں ہی ہو تو دروازہ کھول دیا جائے۔ پھر اس نے اگاتھا سے کہا...."تم باورچی خانے میں جاؤ ہنی!"

"کیوں؟"

"کیا تم اسے پٹتے دیکھنا چاہتی ہو؟"

"آخر کیوں مارو گے؟ بتاؤ.... مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"ضروری نہیں ہے کہ مارنا ہی پڑے لیکن اگر ضرورت پڑی تو....'

"میں بھی چلوں گی...."

"ہوں لیکن کسی بات میں دخل نہیں دو گی۔"

"مارنا مت!"

"اسی لئے کہتا ہوں کہ تم وہاں مت آنا.... قفل کی کنجی نکالو۔"

"نہیں نہیں!"

"اچھا تو پھر پاپا کو مردہ سمجھ لو۔"

"یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آخر بتاؤ ناکہ تم کیا سوچ رہے ہو۔ کیا سمجھ رہے ہو۔ مائیکل سے کیا مطلب؟ وہ تو کل ہی سے بند رہا ہے۔ ذرا سی دیر کے لئے بھی باہر نہیں نکل سکا۔"

"کیا میں نے ابھی تک تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

"نہیں! میں کب کہتی ہوں۔"

"تو پھر مجھ پر اعتماد کرو.... جو کچھ کر رہا ہوں کرنے دو.... اوہاں! یہ لو اپنی وہ رقم جو میں نے تم سے ادھار لی تھی۔" عمران نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور گن کر کچھ نوٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "میں اپنا وہ صندوق تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس میں کرنسی تھی۔"

"میں کیا کروں گی رکھو.... میں نے قرض نہیں دیا تھا۔"

"میں نے تو قرض ہی لیا تھا.... چلو جلدی کرو.... کنجی نکالو!"

"چلو! میں بھی چلتی ہوں.... دخل نہیں دوں گی۔"

"اگر دیا تو سمجھ لو کہ میرا غصہ بڑا واہیات ہے۔ پچھلے سال میں کسی بات پر خفا ہو کر چائے کے تین چار سیٹ چبا گیا تھا۔"

"ہنسنے کو دل نہیں چاہتا لیکن تم ہنسا دیتے ہو۔" وہ روکھی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

کمرے کی کھڑکی کے قریب اسٹول پر ایک کیروسین لیمپ رکھا ہوا تھا جس سے کمرے میں بھی روشنی تھی۔ لیمپ اندر ہی رکھنے کے لئے کمرہ کھولنا پڑتا اسی لئے وہ باہر رکھا جاتا تھا اور مائیکل تک کھانا اور پانی بھی کھڑکی کی سلاخوں ہی سے گذار کر پہنچایا جاتا تھا۔

اگاتھا کو کھڑکی کے قریب دیکھ کر مائیکل چنگھاڑنے لگا۔ وہ عمران کو بھی گالیاں دے رہا تھا۔

عمران نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ مائیکل نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن عمران نے ڈاج دے کر کھوپڑی سے اس کے سینے پر اس زور کی ٹکر رسید کی کہ وہ دھاڑتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

اگاتھا بھی لیمپ اٹھائے کمرے میں گھس آئی۔

مائیکل دیوار سے لگا بیٹھا گالیاں اڑاتا رہا۔

اس وقت میں بہت غصے میں ہوں موسیو مائیکل! اس لئے ذرا نرم قسم کی گالیاں استعمال

لرو۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا" اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ مادام اگاتھا کی موجودگی میں....'

"چلے جاؤ یہاں سے.... ورنہ دونوں کو قتل کر دوں گا۔" مائیکل حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"لیکن اس سے پہلے بتانا پڑے گا کہ تمہیں کوکین کہاں سے ملتی ہے؟"

"کوکین؟" مائیکل اور اگاتھا کی زبانوں سے بیک وقت نکلا۔

"ہاں کوکین۔ یہ بات کم از کم مجھ سے نہیں چھپ سکتی کہ تم کوکین کے عادی ہو۔"

مائیکل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس کے حلق سے لایعنی سی آواز نکلنے لگیں۔ غالباً غصے کے اظہار کے لئے اس کے پاس الفاظ نہیں رہ گئے تھے۔

"او.... کتیا!" مائیکل غرایا۔" میں سب سمجھتا ہوں تو مجھے جیل بھجوا کر عیش کرنا چاہتی ہے۔"

"ہوش میں رہو.... مائیکل.... میں کہتی ہوں۔"

"کہاں ہے سوتراں؟.... بلاؤ اس بے غیرت کو.... بلاؤ...." مائیکل دونوں ہاتھ ہلا کر چیخا۔

"تم لیمپ کھڑکی پر رکھ دو.... اور جوزف کو یہاں بھیج کر خود دروازے کے قریب ٹھہرو!.... جاؤ...." عمران نے اگاتھا سے کہا۔

"ہاں.... اچھا.... جو جی چاہے کرو.... میں دخل نہ دوں گی.... سن رہے ہو اس کمینے کی باتیں...."

وہ لیمپ رکھ کر باہر چلی گئی۔

"میں ابھی اسی کمرے سے کوکین برآمد کروں گا اور تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تمہیں اس کمرے سے کون نکال دیا کرتا ہے...."

مائیکل ہونٹ بھینچے اسے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا۔

عمران دروازے پر جما کھڑا تھا۔ جوزف کی آمد پر اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا" اس آدمی کو پکڑے رکھو! میں کمرے کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

مائیکل مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا لیکن جوزف نے اسے قابو میں کر لینے میں دیر نہیں لگائی۔

عمران کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ مائیکل بری طرح چیخ رہا تھا اور اگاتھا کو گالیاں دے رہا تھا۔ وہ

جوزف کے ساتھ ہی واپس آ گئی تھی۔ عمران کی ہدایت کے مطابق صدر دروازے پر نہیں ٹھہری تھی۔ عمران نے بالآخر کوکین برآمد کر ہی لی اور سیدھا کھڑا ہو کر مائیکل سے بولا۔

"تم اور تمہارے ہی جیسے دوسرے جو اسمتھ کے پرستار ہیں اسی کے لئے جنگل کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ بتاؤ کہ یہ تمہیں کہاں سے ملتی ہے؟"

"تم سے مطلب.... چلے جاؤ یہاں سے...." مائیکل دہاڑا۔

"جوزف! اب اسے چھوڑ دو...." عمران نے کہا اور پھر مائیکل سے بولا۔" میں بہت بری طرح پیش آؤں گا مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔"

دفعتاً اگاتھا چیخ مار کر کمرے کے وسط میں آ گری۔ کسی نے اسے دروازے کے باہر سے دھکا دیا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں عمران اور جوزف کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ سوتراں کا ایک ملازم ہاتھ میں ریوالور لئے دروازے میں کھڑا تھا۔

"اوہ! تو تم ہو؟" عمران سر ہلا کر بولا" تم ہی اسے کمرے سے نکال دیا کرتے تھے تو پھر تم بھی مجھے موسیو سوتراں کا پتہ بتا ہی سکو گے.... کیوں؟"

"تم انہیں کور کئے رکھو سمجھے....!" مائیکل نے ملازم کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔" میں دل کا بخار نکالنا چاہتا ہوں۔"

عمران نے جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ چپ چاپ کھڑا رہے۔

مائیکل عمران پر ٹوٹ پڑا اور عمران چیخا۔" ارے ارے! اتنے زور سے۔ ابے گردن چھوڑ.... مرا.... مرا.... توبہ.... توبہ!"

"میں تمہیں مار ہی ڈالوں گا۔" مائیکل غرایا۔

"میں مار ڈالنے سے نہیں روکتا۔" عمران گھگھیایا۔" لیکن اس طرح دھمکیاں تو نہ دو کہ مرنے سے پہلے ہی قلب کی حرکت بند ہو جائے۔"

مائیکل اسے سارے کمرے میں ریلتا پھر رہا تھا۔ اگاتھا کھڑی کانپ رہی تھی اور جوزف کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ باس کو آخر کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ ایسا ہی چوہا ہے کہ مائیکل جیسا کوئی آدمی اسے رگیدتا پھرے۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب اسے کچھ کرنا چاہئے کہ یک بیک عمران سوتراں کے ملازم سے ٹکرایا اور پھر جوزف اتنا ہی دیکھ سکا کہ مائیکل اور ملازم دونوں تلے اوپر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

ریوالور اب عمران کے ہاتھ میں تھا۔ اگاتھا نے ایک لمبی سانس لی۔

"جوزف اب انہیں اتنا مارو کہ بس یہ مرنے نہ پائیں۔" اس نے کہا۔

"دیر نہ کرو۔ پتہ نہیں پاپا کس حال میں ہوں۔" اگاتھا ہانپتی ہوئی بولی۔

"یہ پٹے بغیر نہیں بتائیں گے..... جوزف شروع ہو جاؤ۔"

دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی جنگلی بھینسا ان دونوں پر پل پڑا ہو..... وہ چیختے رہے اور پٹتے رہے۔

کچھ دیر بعد مائیکل ہانپتا ہوا بولا "بتاتا ہوں۔"

O

جوزف نے اس بری طرح ان دونوں کی مرمت کر دی تھی کہ ان میں اٹھنے کی بھی سکت نہ رہ گئی لیکن وہ زبان تو ہلا ہی سکتے تھے۔ مائیکل نے بتایا کہ اسے کوکین جنگل ہی سے ملتی تھی اور اس کی لت پادری اسمتھ ہی نے ڈالی تھی اس کے آدمی نہ صرف کوکین کی قیمت وصول کر لیتے تھے بلکہ بعض اوقات ان نشہ بازوں کو ان کے لئے کام بھی کرنا پڑتا تھا۔

عمران نے اس سے اس جگہ کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی جہاں سے کوکین ملا کرتی تھی اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ اسی چشمے کے قریب ہی کہیں ہو سکتی ہے جہاں مائیکل سے پہلی بار مڈ بھیڑ ہوئی تھی۔

مائیکل کو وہاں لے جانا خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ اطلاعات کے مطابق پولیس بھی جنگل میں گشت کرتی رہتی تھی اور پھر مائیکل تو اپنے پیروں سے چلنے کے قابل بھی نہیں رہ گیا تھا۔

آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ جوزف کو ان دونوں کی نگرانی کے لئے وہیں چھوڑ دے اور خود تنہا جائے۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھیوں کو جنگل ہی میں کہیں رکھا گیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ سوتراں بھی حقیقتاً بالی کی قید میں ہو۔

جب اگاتھا کو معلوم ہوا کہ وہ تنہا ہی جائے گا تو وہ بھی تیار ہو گئی۔

"تم!" عمران مسکرایا "اندھیرے میں غلط سلط بھی دیکھ سکتی ہو اس لئے مناسب یہی ہوگا کہ تم یہیں ٹھہرو..... ارے ہاں! کیا تم نے سوتراں کی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو دے دی ہے؟"

"نہیں!"

"تم نے غلطی کی ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دو! اور رپورٹ میں یہ بھی لکھوانا کہ پچھلی شام بالی سے ان کا جھگڑا ہوا تھا۔ لیکن میرا تذکرہ قطعی نہ آنے پائے اور مائیکل کا ذکر بھی نہ کرنا۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"دماغ میں تری رہے گی اور خواب صاف نظر آئیں گے۔" عمران جھنجھلا گیا۔

"تو خفا کیوں ہوتے ہو۔ مگر میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔"

"وقت نہ برباد کرو، جو کہہ رہا ہوں کرو۔ جاؤ رپورٹ درج کراؤ۔ میرے آدمی پر اعتماد کرو۔ وہ تمہارا گھر نہیں لوٹ لے جائے گا لیکن چلتے وقت اس کا جگ لبریز کرتی جانا۔"

عمران باہر نکلا۔ احاطہ سنسان پڑا تھا۔ وہ اس وقت بھی اسی میک اپ میں تھا جس میں بالی کی سوتیلی ماں سے ملا تھا۔

جنگل میں داخل ہوتے ہی وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پولیس سے مڈ بھیڑ ہو۔ اس کا بھی خیال تھا کہ خود اس کے بچ نکلنے کی وجہ سے بالی اور اس کے ساتھی بھی کافی محتاط ہو گئے ہوں گے اور اگر سوتراں انہیں کے ہاتھ پڑا ہے تو ممکن ہے کہ اس نے انہیں اس کے متعلق بتا بھی دیا ہو۔ ظاہر ہے کہ بالی اس آدمی کے بارے میں ضرور جاننا چاہتا ہوگا جس نے سوتراں کی حمایت کی تھی۔

وہ چلتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جس راستے پر چل رہا ہے اسے چشمے ہی پر لے جائے گا ابھی تک پولیس کی سیٹی بھی نہیں سنائی دی تھی لیکن وہ اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔

وہ کچھ دور چلتا اور پھر رک کر آہٹیں لینے لگتا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ مائیکل کی بتائی ہوئی جگہ ہی منزل مقصود ثابت ہوگی کیونکہ مائیکل تو محض ایک معمولی سا کارندہ تھا جسے کوکین کا عادی بنا کر کام کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اور یہ ناممکن ہے کہ انہوں نے کسی ایسے غیر اہم آدمی کو اپنا اصل ٹھکانہ بتا دیا ہو۔

یک بیک وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ اس نالے کے قریب پہنچ چکا تھا جو مشرق کی جانب پادری اسمتھ کی کوٹھی کی پشت سے گذرتا تھا۔

یہ کسی قسم کی آوازیں ہی تھیں جو نالے کی گہرائی سے آئی تھیں وہ بڑی تیزی سے زمین

گیا اور سینے کے بل رینگتا ہوا کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ یہاں نالے کی گہرائی زیادہ سے زیادہ پندرہ فٹ رہی ہوگی اسے تہہ میں چند متحرک سائے نظر آئے جو مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس نے کسی عورت کو کہتے سنا۔ "الگ ہٹو..... چل تو رہی ہوں۔"

اور یہ آواز جولیانا فٹنر واٹر کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ عمران نے صاف پہچانا تھا۔

وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ سائے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ عمران بڑی احتیاط سے نشیب میں کھسکنے لگا چونکہ ان لوگوں کا رخ اسمتھ کی کوٹھی ہی کی طرف تھا اس لئے احتیاط ضروری تھی۔ کبھی کبھی وہ مڑ کر پیچھے بھی دیکھ لیتا تھا کہ کہیں یہ بھی کسی قسم کا جال ہی نہ ہو ورنہ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ اس وقت اتنی آسانی سے مل جاتے اور ان کے ساتھ جولیا بھی ہوتی اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ جولیا کو بولتے رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس بار اس نے اسے تیز آواز میں کہتے سنا "کمینو! مجھ سے ہٹ کر چلو ورنہ میں ایک آدھ کی گردن میں اپنے دانت پیوست کر دوں گی۔"

عمران جہاں تھا وہیں رک گیا کیونکہ اب سائے بھی رک گئے تھے۔

"چٹاخ!" یہ غالباً تھپڑ کی آواز سناٹے میں گونجی تھی۔ ساتھ ہی کسی مرد نے کسی کو ایک گندی سی گالی دی اور پھر جولیا چیخنے لگی۔ بالکل اسی انداز میں جیسے خود اس نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔

عمران نے اسی سے اندازہ لگا لیا کہ ان لوگوں میں چوہان اور صفدر نہیں ہیں ورنہ وہ خاموش نہ رہ سکتے۔ تو پھر یہ جال یقینی طور پر اسے پھانسنے ہی کے لئے بچھایا گیا ہے۔

دفعتاً اس نے اپنے حلق سے پولیس کی سیٹی کی آواز نکالی اور دوسرے ہی لمحے میں سائے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ نکلے صرف ایک سایہ وہیں کھڑا آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ پھر وہ زمین پر گر گیا۔

عمران اب بھی سینے ہی کے بل رینگتا رہا۔ اس سے ایسی حماقت نہیں سرزد ہو سکتی تھی کہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ اگر وہ کسی قسم کا جال ہی تھا تو کچھ آدمی اس کی گھات میں بھی ضرور ہوں گے، جو بے خبری میں اس پر حملہ کر سکیں اور ضروری نہیں کہ پولیس کی سیٹی کی آواز پر وہ بھی اسی طرح بوکھلا گئے ہوں۔ جیسے دوسرے بھاگے تھے۔

وہ جولیا کے قریب پہنچ کر رک گیا جو بیہوش ہو چکی تھی۔ یہاں بھی اس نے زمین نہیں

چھوڑی۔ جولیا کو وہاں سے اٹھا کر لے جانا بھی ایک مسئلہ ہی تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، بائیں جانب مڑ کر ایک طرف رینگ گیا۔ دراصل اب وہ جولیا سے قریب ہی کہیں کوئی ایسی پناہ گاہ تلاش کر رہا تھا جہاں خود چھپ سکتا۔

O

جولیانا فٹنر واٹر ہوش میں آئی تو اس نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی اسے اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے چل رہا ہو۔ گو اس کا ذہن ابھی صاف نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی اس نے آزادی کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔

لیکن جولیا کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور ایک بار پھر اس کا سر چکرا گیا۔ پولیس..... تو اب یہ دوسرا جنجال..... جس میں شاید وہ ہمیشہ پھنسی رہے..... ظاہر ہے کہ وہ اپنی اصلیت کبھی نہ ظاہر کر سکتی۔

اسی الجھن میں اس پر پھر غشی طاری ہو گئی۔

اور جب دوسری بار اسے ہوش آیا تو فوری طور پر اس کا ذہن غشی کے اثرات سے پاک ہو گیا کیونکہ اسے اپنے گرد پولیس کی بجائے کئی نقاب پوش نظر آئے تھے۔ سامنے ہی بالی کھڑا اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ اس کے چہرے پر نقاب نہیں تھی۔

"تم اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گی؟" بالی نے کہا۔

"میں کسی قسم کی بھی بکواس سننا نہیں چاہتی۔"

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہارے ساتھیوں کا کیا حشر ہونے والا ہے۔"

"وہی حشر میرا بھی ہوگا۔" جولیا نے لاپروائی سے کہا۔

"نادانی کی باتیں نہ کرو۔" بالی نے نرم لہجے میں کہا "تم لوگ نہ تو اس جزیرے سے نکل سکتے ہو..... اور نہ قیام کر سکتے ہو..... ہاں..... جیل خانے کی بات دوسری ہے۔"

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔"

"دیکھو لڑکی مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"اس سے پہلے بھی تمہیں غصہ آ چکا ہے۔" جولیا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔ یہ شاید کوئی زمین دوز کمرہ تھا..... دیواروں کی ساخت یہی بتا رہی تھی۔

ایک جانب ایک بڑی میز پر دو آدمی بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک

تو اس نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کیونکہ اس کی تصویر وہ پادری اسمتھ کی کوٹھی میں دیکھ چکی تھی۔ یہ پادری اسمتھ ہی ہو سکتا تھا.... لیکن دوسرے آدمی کو وہ پہچان نہ سکی کیونکہ وہ پہلے کبھی اس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا۔

وہ دونوں یا تو سو رہے تھے یا بیہوش تھے۔

دفعتاً بالی نے پھر اسے مخاطب کیا "کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ خبطی تم لوگوں کے لئے کچھ کر سکے گا۔"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی۔"

"پھر یہ ضد کیوں؟.... ادھر دیکھو.... تم پہلی لڑکی ہو جس نے مجھے اس طرح متاثر کیا ہے آج تک کوئی بھی میری زندگی میں نہیں داخل ہو سکی۔"

جولیا نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور بالی نے بُرا سا منہ بنایا اور پھر بولا "اچھی بات ہے اب دیکھوں گا۔"

اس کے یہ الفاظ جولیا نے سنے تھے لیکن اپنے چہرے سے پریشانی ظاہر نہ ہونے دی۔

بالی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی.... مسکراہٹ نظر آئی۔

"کیا تم انہیں جانتی ہو؟" اس نے بیہوش آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

جولیا نے کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی "میں کیا جانوں۔"

"حالانکہ تم جانتی ہو۔" بالی مسکرایا

"اگر جانتی بھی ہوں تو مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"تمہاری دلیری ہی مجھے پسند ہے.... تم خطرات میں گھر کر بھی اپنے اوسان بجا رکھ سکتی ہو.... اور.... اور میں بھی ایسا ہی ہوں.... اچھا تو سنو! آج اس پادری کا کھیل ختم ہو رہا ہے.... آج جنگلوں کی روحیں آخری بار چیخیں گی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"تم اس آدمی کو ضرور پہچانتی ہو گی۔" اس نے پادری اسمتھ کی طرف اشارہ کیا۔

"شاید.... میں نے اسکی تصویر کوٹھی میں دیکھی تھی۔"

"ہوں! یہ پادری اسمتھ ہے۔ آج اسے پولیس کے حوالے کر رہا ہوں اور یہ دوسرا آدمی اس

کا سیکرٹری ہے۔" بالی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "پولیس اس کی تلاش میں تھی اس لئے میرا فرض ہے کہ اسے قانون کے حوالے کر دوں بس جہاں یہ جیل میں پہنچا جنگلوں میں چیخنے والی روحیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں گی لیکن آج تو انہیں چیخنا ہی پڑے گا۔ کئی دنوں سے خاموش رہی ہیں۔ پہلے تو وہ کسی اژدھے کی پھپکار تھی مگر آج لاتعداد روحیں چیخیں گی.... سمجھ رہی ہو نا میرا مطلب۔"

"قطعی نہیں! پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ بری روحیں اسی آدمی اسمتھ کے قبضے میں تھیں؟"

"بُری روحیں۔" بالی نے قہقہہ لگایا "کیا تم جیسی چالاک اور ذہین عورت بھی اتنی سنجیدگی سے بری روحوں کا تذکرہ کر سکتی ہے؟"

"مگر.... تم اسے پولیس کے حوالے کیوں کر رہے ہو؟" جولیا نے پادری اسمتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس لئے کہ یہ پولیس کی نظروں میں آ گیا ہے اور تم ہمارے بزنس سے تو واقف ہی ہو چونکہ ہمیں اس کے لئے جنگل کو استعمال کرنا تھا اس لئے ہم نے اسے بری روحوں سے بھر دیا۔ آہستہ آہستہ جزیرے کی پولیس ہوشیار ہوتی گئی۔ اس گدھے اسمتھ سے بعض ایسی حماقتیں سرزد ہوئی تھیں جن کی بنا پر پولیس پوری طرح ہماری روحوں میں دلچسپی لینے لگی۔ اب اگر ہم اسے قانون کے حوالے کر دیں تو پولیس پوری طرح مطمئن ہو جائے گی۔ چین سے ایک کنارے بیٹھے گی۔ اور ہم اپنا کام بھی جاری رکھیں گے۔ موجودہ حالت میں تو یہ قریب قریب ناممکن ہو کر رہ گیا ہے کہ ہم اس جنگل کو استعمال کر سکیں کیونکہ رات کو بھی پولیس یہاں گشت کرتی رہتی ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جب تم یہاں لائی جا رہی تھیں تو تم نے پولیس کی سیٹی ضرور سنی ہو گی۔ میرے آدمیوں کو بھاگنا پڑا تھا اور تم بیہوش ہو گئی تھیں اور یہ بہت اچھا ہوا کہ پولیس تمہاری طرف نہیں آئی ورنہ تم بڑی زحمت میں پڑ جاتیں۔"

بالی تیزی سے دروازے کی طرف مڑا۔ کیونکہ ابھی ابھی ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا اس کے چہرے پر نقاب نہیں تھی۔

"کیا خبر ہے....؟" بالی نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کالے آدمی کو پکڑ لیا گیا ہے لیکن وہ نہیں ملا۔ اس نے مائیکل سے ٹھکانے کا پتہ پوچھا تھا۔"

"ٹھکانے کا پتہ؟" بالی ہنس پڑا.... "اوہ تو وہ اس ٹھکانے کا پتہ پوچھ رہا تھا.... تفصیل سے بتاؤ۔"

آنے والا بتانے لگا۔

بالی نے پوری رپورٹ سن کر کہا۔ "وہ چالاک ہے کوکین کے متعلق اس نے محض اندازے سے کہا ہو گا لیکن اندازہ غلط نہیں ہے تو پھر مائیکل نے اس کو اسی غار کا پتہ بتایا ہو گا جہاں سے ان لوگوں کو کوکین ملتی ہے.... اچھا۔"

یک بیک میز پر پڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے کروٹ لی اور ایک نقاب پوش اسے سنبھالنے کے لئے جھپٹا۔ اس کے بعد ہی ایک اور نقاب پوش بھی آگے بڑھا اور دونوں نے بیہوش آدمی کو سنبھال کر پھر ایسی پوزیشن میں لٹا دیا کہ وہ نیچے نہ گر سکے۔

بالی ان کی طرف توجہ دیئے بغیر کہہ رہا تھا "جاؤ ان غاروں کے آس پاس ہی اسے تلاش کرو۔ اس کا پکڑا جانا بے حد ضروری ہے.... تم دونوں یہیں ٹھہرو!"

ان دونوں نقاب پوشوں کے علاوہ اور سب چلے گئے، جو بیہوش آدمی کو سنبھالنے کے لئے میز کے قریب آئے تھے۔

بالی پھر جولیا کی طرف مڑا چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تو تم میری اس پیش کش کو رد کرتی ہو.... کیوں؟"

"میں اسے ٹھکراتی ہوں۔" جولیا نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"اچھی بات ہے تو اب دیکھو.... میں تمہیں...." اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور پھر دونوں نقاب پوشوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

دونوں دروازے کی طرف بڑھے اور جولیا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بلی کسی چھادری کتے سے بھڑ جانے کا تہیہ کر بیٹھی ہو۔

لیکن اس نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش جیسے ہی دروازے سے گذرا دوسرے نے دیوار سے لگے ہوئے ایک پش بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ بائیں جانب سے ایک تختہ سرکا اور دروازہ بند ہو گیا۔

آواز پر بالی اس کی طرف مڑا۔

"کیوں.... یہ کیا حرکت؟" وہ غرایا "میں نے تم سے جانے کو کہا تھا۔"

"ایسی خوبصورت عورت کی موجودگی میں باہر جا کر مکھیاں ماروں گا...." نقاب پوش نے جواب دیا۔

"اوہ! یہ ہمت.... تو ہوش میں ہے یا نہیں؟ کس سے باتیں کر رہا ہے!"

"ایک ایسے گدھے سے، جو خوبصورت عورتوں کو صرف اپنی جاگیر سمجھتا ہے۔"

"کیا بکتا ہے؟" بالی حلق پھاڑ کر دہاڑا اور ساتھ ہی اس نے ریوالور بھی نکال لیا۔ اور اسے جنبش دے کر بولا۔ "نقاب ہٹاؤ۔"

نقاب پوش نے فوراً ہی تعمیل کی۔ بالی نے پلکیں جھپکائیں۔ اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"تم کون ہو؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"پولیس۔ تمہارا کھیل ختم ہو گیا بالی.... قانون کے نام پر ریوالور نیچے گرا دو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

"حکم؟.... ہاہا...." بالی نے ریوالور کو جنبش دے کر قہقہہ لگایا۔ پھر آنکھیں نکال کر دہاڑا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"یہ ناممکن ہے.... میرے ہاتھ صرف مجرموں پر اٹھنا جانتے ہیں۔"

"تو پھر میں تمہیں مار ہی ڈالوں گا.... مگر.... تم جزیرے کی پولیس سے تو نہیں تعلق رکھتے۔"

"گستاپو.... پیرس...." اجنبی نے جواب دیا۔

"ہاہا...." بالی نے پھر قہقہہ لگایا اور ساتھ ہی فائر بھی جھونک مارا.... لیکن وہ آدمی تو کمرے کے دوسرے گوشے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

بالی نے اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور اس بار جھلاہٹ میں پے در پے تین فائر کئے لیکن اجنبی نے ایسی اچھل کود مچائی کہ بالی کو پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑنی پڑیں۔ اجنبی دیوار سے لگا کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ریوالور میں اب صرف دو ہی کارتوس باقی بچے تھے اور بالی کی پیشانی پر پسینے کی

ننھی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ دو کارتوس جن میں سے صرف ایک ہی اس کے لئے کار آمد ثابت ہو سکتا تھا.... وہ چاہتا تو الیکٹرک لیمپ کے بلب پر فائر کر کے کمرے میں اندھیرا کر سکتا تھا اس طرح اسے بھاگ نکلنے کا موقع مل جاتا لیکن اس کی عقل ہی خبط ہو گئی تھی۔ اس نے وہ دونوں کارتوس بھی اجنبی پر فائر کر دیئے۔

اور ٹھیک اسی وقت جب وہ خالی ریوالور اجنبی پر کھینچ مارنا چاہتا تھا جولیا نے اس کی کمر پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کی اور وہ منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔

شائد فائروں کی آوازیں اسی کمرے تک محدود رہی تھیں ورنہ دوسرا نقاب پوش یقینی طور پر ادھر آیا ہوتا۔ تہہ خانے یوں بھی ساؤنڈ پروف ہی ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اسے خصوصیت سے ساؤنڈ پروف بنانے کی کوشش کی گئی ہو۔

"اٹھنا بیکار ہے بالی" اجنبی نے کہا "بہتر ہو گا کہ یہ حسین عورت ابھی تم سے کچھ اور محبت کرے۔"

بالی نے لیٹے ہی لیٹے اجنبی پر چھلانگ لگائی۔ لیکن وہ پیچھے ہٹ گیا نتیجے کے طور پر بالی کو پھر منہ کے بل فرش پر آنا پڑا۔ اتنے میں دیوار سے لگی ہوئی ایک گھنٹی بجی۔ لیکن بالی اس سے لاپرواہ ہو کر تازہ حملے کی تیاری کرنے لگا۔ اجنبی اس وقت بند دروازے کے سامنے تھا اور اس کی نظریں بالی پر جمی ہوئی تھیں۔

یک بیک دروازے کا تختہ سرکا اور ایک نقاب پوش نے اس پر چھلانگ لگائی اجنبی کو سنبھلنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ وہ دونوں فرش پر گرے۔ دوسری طرف سے بالی بھی ٹوٹ پڑا۔

جولیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ دوسرے نقاب پوش کی آمد کا علم اسے بھی نہیں ہو سکا تھا ورنہ وہ اجنبی کو ہوشیار کر دیتی۔

اب اسے توقع نہیں تھی کہ اجنبی سنبھل سکے گا کیونکہ بالی بھی اس پر ٹوٹ پڑا تھا اور اجنبی ان دونوں کے نیچے تھا۔ جولیا کی دانست میں وہ دونوں اسے پیسے ڈال رہے تھے۔

یک بیک اس نے بالی کی کراہ سنی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ اجنبی کے نیچے نظر آیا وہ اس کے سینے پر سوار ہو گیا تھا اور دوسرے نقاب پوش کو ہاتھوں پر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ جولیا کو اس کا اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ ہوا کیسے تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دوسرے نقاب پوش کو اچھال دیا جو دیوار سے ٹکرا کر کسی چوٹ کھائے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرایا تھا۔

پتہ نہیں اب اس میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی یا خواہ مخواہ پٹنا نہیں چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ بیہوش ہی ہو گیا ہو کیونکہ اس کا سر بہت زور سے دیوار سے ٹکرایا تھا۔

اس کے بعد وہ بالی کو رگڑتا رہا۔ بالی اٹھ جانے کے لئے انتہائی زور صرف کر رہا تھا لیکن کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔

"لڑکی کیا تم اس سے محبت نہیں کرو گی؟" اجنبی نے جولیا سے کہا۔ "سینڈل اتارو اور شروع ہو جاؤ۔"

جولیا بُری طرح جھلائی ہوئی تھی۔ سچ مچ بالی پر ٹوٹ پڑی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی ناک سے خون بہہ چلا۔

"ارے کیا قیمہ کر کے رکھ دو گی؟" اجنبی نے آہستہ سے اُردو میں کہا "میرے کام کا بھی رہنے دو۔"

جولیا بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اجنبی کو گھورنے لگی جیسے اس نے اسے تیسری جنگ شروع ہو جانے کی خبر سنائی ہو۔

اور پھر اس نے اسے پہچان لیا.... یہ عمران کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا عمران جو بالی کے نقاب پوشوں میں سے ایک تھا۔

بالی کے ہاتھ پیر سست پڑتے جا رہے تھے۔ دفعتاً عمران اسے چھوڑ کر ہٹ گیا لیکن بالی نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔

"تو اب وقت کیوں برباد کر رہے ہو!" جولیا جلدی سے بولی "کہیں وہ واپس نہ آ جائیں۔"

"نہیں.... وہ عمران کو ساتھ لئے بغیر واپس نہیں آئیں گے۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

بالی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم.... تم.... اوہ...." اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور عمران نے خود ہی اس کا گریبان پکڑ کر اٹھا دیا۔

"ہوں.... بالی اب بتاؤ...." اس نے کہا" اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے آہستہ سے کہا" تم بہت خسارے میں رہو گے۔ یہاں کی پولیس تمہیں کسی طرح بھی نہیں چھوڑے گی۔ تم اب بھی ہمارے رحم و کرم پر ہو۔"

"سنو بالی! میں بوغا کو مرغا بنانے کا تہیہ کر کے گھر سے نکلا ہوں۔ اس لئے مجھے دھمکیاں دینے کی کوشش نہ کرو۔"

"اگر تم پولیس کے سامنے بوغا کا نام لو گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے کیونکہ پولیس کسی ایسے آدمی کے وجود سے واقف نہیں ہے جس کا نام بوغا ہو اور پھر تم اپنی اصلیت تو ظاہر ہی نہ کر سکو گے اس لئے تمہیں ساری زندگی جیل ہی میں گذارنی پڑے گی.... کیا سمجھے؟"

"چلو!" عمران نے اسے میز کی طرف دھکا دیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ لنگڑا بھی رہا تھا۔ شاید پیر میں موچ آ گئی تھی۔

میز کے قریب پہنچ کر وہ پلٹا ہی تھا کہ عمران نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔

"میں ان دونوں کی اصلی شکلیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" عمران نے میز پر پڑے ہوئے بیہوش آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اصلی شکلیں؟" بالی نے بھرائی ہوئی آواز میں دہرایا۔

"ہاں اصلی شکلیں.... تم کسی بیوقوف آدمی کو مزید بیوقوف بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے.... چلو جلدی کرو.... ان کے چہروں سے میک اپ ختم کرو.... پتہ نہیں بوغا کے سارے ملازم تمہاری ہی طرح گدھے ہیں یا ان میں سے کوئی عقل بھی رکھتا ہے۔"

"تم پتہ نہیں کیا بک رہے ہو.... یہ ان کی اصلی ہی شکلیں ہیں۔" بالی نے کہا اور پھر عمران سے لپٹ پڑا۔ اس بار وہ جی چھوڑ کر حملے کر رہا تھا۔ کچھ دیر کے لئے تو عمران بھی چکرا گیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ کوئی دوسرا آدمی ہو بالی نہ ہو جسے کچھ دیر پہلے اس نے کسی چوہے کی طرح رگڑ دیا تھا۔

ادھر عمران کو بالی سے الجھا چھوڑ کر جولیا بیہوش آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گئی سب سے پہلے اس کا ہاتھ پادری اسمتھ کی ڈاڑھی پر پڑا اور وہ بڑی آسانی سے اکھڑتی چلی آئی۔ کمرے کے

ایک گوشے میں چینی کے مرتبان میں پانی تھا۔ جولیا اسے اٹھا کر پھر میز کی طرف آئی۔

پھر جلد ہی وہ کسی حد تک ان کا میک اپ ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن حیرت کی زیادتی سے اس کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔ کیونکہ یہ صفدر اور چوہان تھے۔

اس نے مڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھا، جو ابھی تک ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے۔ وہ الجھن میں تھی کہ آخر عمران جلدی سے یہ قصہ ختم کیوں نہیں کر دیتا۔ اسے دوسرے نقاب پوشوں کی واپسی کا خطرہ لاحق تھا۔

یک بیک عمران نے بالی کو ہاتھوں پر اٹھا لیا اور بالی بیساختہ چیخا۔ "نہیں! نہیں۔" اب اس میں مزید جدوجہد کرنے کی سکت باقی نہیں رہی تھی۔ ناک سے خون اب بھی بہے جا رہا تھا۔

عمران نے اسے بہ آہستگی فرش پر کھڑا کر دیا۔

"سوتراں کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جنگل میں!" بالی ہانپتا ہوا بولا "لیکن تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"حالانکہ تم اسے اسی لئے پکڑ لے گئے تھے کہ میرے متعلق معلومات حاصل کرو۔ تمہیں شبہ تھا کہ وہ ملازم جس نے تم پر حملہ کیا تھا میں ہی ہو سکتا ہوں.... بوغا کہاں ہے....؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تم بالکل احمق ہو۔ بوغا انتہائی خود غرض آدمی ہے۔ تمہیں معلوم ہو گا وہ اپنے آدمیوں کو شطرنج کے مہروں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

عمران نے ان آدمیوں کا حوالہ دیا جنہیں بوغا نے قربانی کا بکرا بنا کر عمران اور اس کے ساتھیوں کو پھانسا تھا.... "وہ آج بھی ہمارے ملک کی کسی جیل میں ایڑیاں رگڑ رہے ہوں گے۔" اس نے طویل سانس لے کر کہا "اور ایک دن یہی حشر تمہارا بھی ہو گا۔ بالکل یہی حشر.... کیا سمجھے؟ میں جا رہا ہوں مجھے کوئی بھی نہ روک سکے گا لیکن اگر میں نکل گیا تو کیا بوغا تمہیں زندہ چھوڑے گا؟.... ہرگز نہیں.... وہ یا تو تمہیں ختم کرا دے گا.... یا تم لاتوشے کی جیل میں سڑ جاؤ گے۔"

بالی کچھ نہ بولا۔ اب وہ گھٹنوں پر سر رکھ کر اکڑوں بیٹھ گیا تھا۔

"یہ صفدر اور چوہان ہیں۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں جانتا تھا....." عمران بولا۔ "یہ بھی محض اتفاق ہی ہے کہ اس وقت میں اس راہ پر آ نکلا ورنہ یہ دونوں کچھ دیر بعد پولیس کی حراست میں ہوتے۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ اس وقت کہاں ہو؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"اسمتھ کی کوٹھی والے تہہ خانوں میں۔ اوپر پولیس موجود ہے۔ پروگرام یہ تھا کہ یہ ہمیں اور کچھ اسمگل شدہ مال یہاں چھوڑ کر بھاگ جاتے اور ایسی حرکتیں کرتے کہ پولیس کو تہہ خانے کا راستہ معلوم ہو جاتا۔ ہم پکڑے جاتے لیکن پولیس کو اپنی اصلیت نہ بتا سکتے پولیس ہمیں جیل میں ڈال کر مطمئن ہو جاتی کہ پادری اسمتھ کا قصہ ختم ہو گیا اور پادری اسمتھ کا میک اپ ہمارے لئے مزید الجھن پیدا کر دیتا۔ پولیس یہی سمجھتی کہ کوئی نامعلوم آدمی پادری اسمتھ کے بھیس میں انہیں شروع ہی سے دھوکا دیتا رہا ہے اگر ہم اپنی اصلیت بتاتے تو ہماری حکومت اور حکومت فرانس کے تعلقات خراب ہو جاتے۔ یہی ایک نکتہ ایسا تھا جس کی بناء پر بوغا نے اتنی زحمت مول لے کر ہمیں یہاں لانے کا پروگرام بنایا تھا اگر اس کام کے لئے کسی اور کو پھانستا تو وہ بوغا اور اس کی تنظیم کا نام ضرور لیتا۔ یا اگر وہ اس سے لاعلم ہوتا تو خود اس کے متعلق چھان بین کر کے پولیس مطمئن ہو ہی سکتی لیکن ہم اپنا اتا پتہ کیا بتاتے۔ ہم اگر بوغا کا نام لیتے بھی تو اپنے متعلق کیا بتاتے ظاہر ہے اس طرح بوغا کا کام نکل جاتا اور ایک دشمن بھی کم ہوتا..... لیکن اب یہ بالی.... جگہ لے گا اسمتھ کی....."

"نہیں نہیں....." بالی یک بیک سر اٹھا کر بولا "تم ایسا نہیں کر سکو گے۔"

"ابھی بتاتا ہوں کہ میرے لئے کتنا آسان ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں اس کمرے میں میک اپ کا سامان موجود ہے۔ میں تمہیں بیہوش کر دوں گا اور سوتراں کا پتہ مجھے..... یہ بتائے گا۔" عمران نے بیہوش نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ مجھے اس جگہ یقینی طور پر پہنچائے گا جہاں تم نے سوتراں کو روک رکھا ہے سوتراں کی بیٹی پولیس کو اطلاع دے چکی ہے کہ سوتراں غائب ہے اور اس سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔ سوتراں تمہاری قید سے رہا ہو کر سیدھا پولیس اسٹیشن جائے گا اور پولیس کو ایک دلچسپ کہانی سنائے گا۔ یہی کہ وہ آج شام کو اپنی کشتیوں کی دیکھ بھال کر کے واپسی میں جنگل سے گذر رہا تھا کہ اس نے چند آدمیوں کو کچھ وزنی تھیلے اٹھائے ہوئے دیکھا جو ایک پتھریلی دراڑ سے گذر کر جنگل میں داخل ہو رہے تھے اور نیچے دراڑ کے قریب ایک

بڑی کشتی پانی پر رکی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے سوتراں کو پکڑ لیا اور اس تہہ خانے میں لے آئے۔ یہاں پادری اسمتھ موجود تھا۔ وہ ان لوگوں پر بہت بگڑا کہ وہ سوتراں کو یہاں کیوں لائے وہیں کہیں قتل کر کے ڈال دیا ہوتا۔ وہ انہیں بُرا بھلا کہتا رہا اور اسی پر اتنی بات بڑھی کہ وہ آپس میں جھگڑا کر بیٹھے۔ کچھ آدمی اسمتھ کے موافق ہو گئے اور کچھ مخالف اور ان میں لات جوتا چلنے لگا۔ اتنی شدید لڑائی ہوئی کہ کئی زخمی ہو گئے اور سوتراں لکڑی کے ان کریٹوں کے پیچھے چھپ گیا۔ کچھ دیر بعد شور تھا اور وہ سوتراں کے متعلق گفتگو کرنے لگے پھر کسی نے کہا شاید وہ نکل گیا اب وہ اس کے متعلق تشویش ظاہر کرنے لگے اور انہوں نے آپس میں طے کیا کہ سوتراں کو پولیس تک نہ پہنچنے دیں ورنہ سب پکڑے جائیں گے۔ سوتراں نے آوازوں سے اندازہ لگایا کہ وہ سب چلے گئے ہیں۔ وہ جب کریٹوں کے ڈھیر کے پیچھے سے نکلا تو اس کی نظر اسمتھ پر پڑی جو زخمی ہو کر وہیں بیہوش پڑا رہ گیا تھا..... اور اب چلئے حضور..... وہاں اس تہہ خانے میں تو سونے کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں۔"

بالی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹ ایک دوسرے پر سختی سے جمے ہوئے تھے۔ سانس پھول رہی تھی اور آنکھیں نکلی پڑ رہی تھیں۔

عمران اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولا "اور اس وقت کتنا مزہ آئے گا دوست جب اسمتھ کی ڈاڑھی کی پشت سے بالی کا چہرہ طلوع ہو گا۔"

"نہیں نہیں!" بالی پھر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ شاید وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"تم لوگوں کی اسکیم تو یہی تھی کہ ہم خود ہی جال میں پھنس جائیں۔" عمران مسکرایا.....

"لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ تم سمجھے تھے کہ ہم سب ہی جعلی کرنسی جیبوں میں ٹھونس کر بغلیں بجاتے پھریں گے لیکن افسوس کہ صرف بوغا کی بیٹی اور داماد ہی اس چکر میں آئے۔ تم سمجھے تھے کہ ہم بھی پکڑے جائیں گے اور اسی بدنام کوٹھی کا پتہ بتائیں گے لیکن اپنے متعلق کچھ بھی نہ بتا سکیں گے۔ تم لوگ کوٹھی سے کچھ اسمگل کیا ہوا سامان برآمد کرا دیتے، جو ہمارے تابوتوں میں آخری کیل ثابت ہوتا اور اس کے بعد ہی جنگل کی روحیں چیخنا چھوڑ دیتیں۔ مگر وہ بڑے شاندار ریکارڈ ہیں جن کی آوازیں لاؤڈ اسپیکر جنگل میں منتشر کرتے ہیں۔ غالباً یہ سارا سامان جنگل ہی کے کسی غار میں ہو گا..... کیوں؟..... بہر حال جب آواز آنی بند ہو جاتی تو پولیس یہی سمجھتی کہ اس نے

اصل مجرموں کا قلع قمع کر دیا ہے.... ہے نا یہی بات.... یا پھر تم یہ کرتے کہ ہم میں سے کسی ایک کو قابو میں کر کے اسی طرح اسمتھ بنا دیتے جیسے میرے ساتھی چوہان کو اس وقت بنایا ہے اور وہ بھی بحالت بیہوشی پولیس کی حراست میں پہنچا دیا جاتا.... ہاہا.... لیکن اب تم تیار ہو جاؤ بالی! بازی الٹ گئی.... میں اس وقت ماسٹر آف سچویشن ہوں اور یہ تمہارے آدمی تو چوہوں کی طرح بھاگتے پھریں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ بوغا نے تمہیں میرے متعلق اندھیرے میں رکھا ہے ورنہ تم کم از کم مجھ سے بھڑنے کا ذمہ ہرگز نہ لیتے۔"

"سمجھوتہ کر لو!" دفعتاً بالی دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ہمپ...." عمران نے متفکرانہ انداز میں آنکھیں نکالیں۔ پھر ہنس پڑا۔

"بھلا تم سے سمجھوتے کی کیا صورت ہو گی اور پھر سمجھوتے کا سوال ہی کیوں پیدا ہونے لگا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم لوگوں کو یہاں سے نکال دوں گا۔"

"اور دو تین دن میری میزبانی کرو گے۔" عمران مسکرایا۔

"یقیناً.... میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"ابھی اور.... اسی وقت.... تمہیں میرے ساتھ پورٹ سعید چلنا پڑے گا میں جانتا ہوں کہ تمہارا ایک اسٹیمر بندرگاہ پر موجود ہے وہ پورٹ سعید ہی کی طرف جائے گا۔"

"یہ ناممکن ہے۔ تم بندرگاہ سے اسٹیمر پر کیسے پہنچ سکو گے۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جنگل کے ایک بظاہر دشوار گذار حصے کی ایک پتھریلی دراڑ میں.... تمہاری لانچ ہر وقت موجود رہتی ہے، جو جزیرے سے تین میل کے فاصلے پر اسٹیمروں سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ کیا ہم لوگوں کو لانے کے سلسلے میں یہی طریقہ نہیں برتا گیا تھا؟"

"مگر مجھ میں چلنے پھرنے کی سکت نہیں ہے۔"

"یہ عورت تم سے میٹھی میٹھی باتیں کرتی چلے گی پرواہ نہ کرو.... خوبصورت عورتیں تو مردوں کو بھی زندہ کر سکتی ہیں۔ دادا جان کہا کرتے تھے...."

جولیا جو اس دوران بھی برابر صفدر اور چوہان کے چہروں پر پانی کے چھینٹے دیتی رہی تھی۔ پُرمسرت لہجے میں بولی "یہ ہوش میں آ رہے ہیں۔"

کچھ دیر بعد بالی کو اسی پر آمادہ ہونا پڑا، جو عمران چاہتا تھا۔ عمران نے اس نقاب پوش کے

کپڑے پہنے جو بیہوش پڑا تھا اور چہرے پر نقاب لگائی۔ صفدر اور چوہان پوری طرح ہوش میں آگئے تھے۔

"مگر تم میرے آدمیوں میں کب اور کیسے آملے تھے؟" بالی نے پوچھا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ اس وقت جولیا کو اس طرح جنگل میں پریڈ کیوں کرائی جا رہی تھی!"

بالی پہلے تو اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تمہیں پھانسنے کے لئے.... مجھے یقین تھا کہ تم سوتراں کو تلاش کرنے کے لئے ضرور نکلو گے۔ مجھے سوتراں کے ملازم نے جس آدمی کا حلیہ بتایا تھا اس سے میں نے اندازہ کر لیا وہ تم ہی ہو سکتے ہو۔ سوتراں کو اسی لئے پکڑا تھا کہ تم اسے تلاش کرنے جنگل میں آؤ۔"

"اور پھر تمہارے آدمیوں نے سیٹی کی آواز سنی۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "حالانکہ وہ میرے ہی حلق سے نکلی تھی۔"

"نہیں!" بالی کے چہرے سے بوکھلاہٹ ظاہر ہوئی۔

"بوغا تو گدھا ہے ہی.... تمہیں کیا کہوں...." عمران مسکرا کر بولا "جولیا جہاں بیہوش پڑی تھی وہیں.... قریب ہی ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں.... میں بھی چھپ گیا۔ تم کچھ دیر بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ آئے تھے اور تمہارے کچھ آدمی ادھر ادھر پھیل کر پولیس کی آہٹ لینے لگے تھے۔ ایک خوش نصیب میری طرف بھی آ نکلا.... بس پھر میں نے اتنی احتیاط سے اس کی گردن دبائی کہ وہ ہاتھ پیر بھی نہ پھینک سکا۔ مگر مقصد صرف اپنا بچاؤ تھا کیونکہ شاید اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا تھا کہ وہ آدمی کتنا اہم ہے۔ اہمیت پورے چہرے کی نقاب نے بڑھائی تھی۔ اگر میں نے یہ نہ محسوس کر لیا ہوتا کہ تم سب نقاب پوش ہو تو صرف تعاقب ہی پر اکتفا کرتا.... اوہ تم ڈرو نہیں! وہ مرا نہ ہو گا.... بہر حال صرف یہ نقاب مجھے یہاں تک لے آئی تھی اور ہاں! آج میں نے تمہاری سوتیلی ماں سے کچھ رقم بھی قرض لی تھی۔ باروزگار ہوتے ہی واپس کر دوں گا۔"

"وہ تم ہی تھے؟" بالی نے حیرت سے کہا۔

"ہاں کبھی کبھی مجھ سے عقلمندیاں بھی سرزد ہونے لگتی ہیں۔"

"کیا تم مجھے اسی طرح سے براہِ راست چلنے پر مجبور کرو گے؟"

"قطعی اس طرح...." عمران نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کی نال اس کی بائیں پسلی سے لگادی۔

O

وہ جنگل کا ایک غار ہی تھا جہاں جوزف سے ملاقات ہوئی اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ سوتراں کے متعلق بالی نے بتایا کہ وہ دوسرے غار میں رکھا گیا ہے لیکن اسے علم نہیں ہے کہ اسے بالی ہی نے پکڑوایا ہے اس کے آدمی اسے غار تک اس طرح لائے تھے کہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی اور اسی طرح اسے یہاں سے نکالا بھی جائے گا تاکہ وہ نشاندہی نہ کر سکے اس نے بتایا کہ سوتراں بھی اس کے لئے بہت اہم ہے حالانکہ سوتراں کو اس کا علم نہیں تھا کہ وہ اکثر غیر شعوری طور پر اس کے کام آجاتا ہے اور یہ کام آنا اس طرح ہوتا ہے کہ ان دونوں کے جھگڑوں میں پھنس کر دوسرے ماہی گیروں کی توجہ اس حصے سے ہٹ جاتی ہے جہاں بالی کا پوشیدہ گھاٹ ہے۔ یہ جھگڑے ایسے ہی مواقع پر اٹھتے ہیں جب گھاٹ کا راستہ بالی کی مال بردار کشتیوں کے لئے صاف نہیں ہوتا۔

بہر حال سوتراں چھوڑ دیا گیا۔ لیکن عمران اس سے نہیں ملا اور ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ یہاں خیر سگالی کے مشن پر تو آیا نہیں تھا کہ رخصت کے وقت الوداع کہنا ضروری ہوتا۔

بالی اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا "اوپر کے احکامات بھی بعض اوقات بہت تکلیف دہ ہو جاتے ہیں۔ اب شاید اسکیم بدل گئی ہے۔ ابھی ابھی پیغام ملا ہے کہ موجودہ اسکیم ترک کر کے قیدیوں کو پورٹ سعید پہنچایا جائے۔ لہذا میں انہیں لے کر جارہا ہوں۔ اگر عمران نہیں مل سکا تو اس کی تلاش میری عدم موجودگی میں بھی جاری رکھنا..... جاؤ..... اب تم سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر جاؤ۔"

ان میں سے چند نے اس سے بعض امور کے متعلق مزید ہدایات طلب کیں اور رخصت ہو گئے۔ بالی تھوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر عمران سے بولا۔ "اب تو ریوالور جیب میں رکھ لو۔"

"جب تک کہ تم بھی میرے ساتھ ہی اسٹیمر پر سوار نہیں ہو جاتے یہ ناممکن ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا "اور اسٹیمر پر بھی ہم دونوں ہر وقت ساتھ ہی رہیں گے۔ ایک ہی کیبن میں سوئیں گے۔ تم سے کچھ ایسی ہی محبت ہو گئی ہے کہ ایک سیکنڈ کی جدائی بھی میرا کلیجہ چیر پھاڑ کر رکھ دے

گی.... کیا سمجھے پیارے۔"

اس دوران میں عمران باقاعدہ طور پر ریوالور ہاتھ میں لئے کھڑا رہا تھا۔ بظاہر تو انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے جولیا، صفدر اور چوہان کو.... کور کر رکھا ہو لیکن بالی اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس سے ذرا سی لغزش بھی ہوئی تو خود اسی کا سینہ چھلنی ہو کر رہ جائے گا۔

وہ نقاب یقیناً بڑے کام کی نکلی تھی، جو عمران نے بالی کے ایک ساتھی ہی کے چہرے سے اتاری تھی۔ بالی کے ساتھی اسے اپنوں ہی میں سے کوئی فرد سمجھتے رہے اور پرسکون انداز سے رخصت بھی ہو گئے اگر انہیں ذرہ برابر بھی شبہ ہو جاتا تو حالات کچھ اور ہوتے۔

بالی نے ایک بار پھر کوشش کی کہ عمران اسی وقت کی روانگی پر اصرار نہ کرے لیکن عمران اس سے متفق نہ ہو سکا۔

بالی نے بتایا کہ اسٹیمر کی روانگی میں ابھی دو گھنٹے کی دیر ہے اس لئے اسے کم از کم گھر تک جانے کا موقع تو ملنا ہی چاہئے۔

"لانچ ہی پر بیٹھ کر انتظار کر لیں گے۔" عمران نے کہا۔ "ورنہ اگر کہیں تمہیں گھر پہنچ کر نیند آگئی تو ہم پھر یتیموں کی طرح بلبلاتے پھریں گے۔"

پھر وہ سب کچھ دیر بعد اسی لانچ میں پہنچ گئے جس کا تذکرہ عمران نے کیا تھا۔ ریوالور اب بھی بالی کی کمر سے لگا ہوا تھا۔

"بوغا....." بالی بڑبڑایا۔ "حقیقتاً خود غرض ہے اسے اپنے آدمیوں کی ذرّہ برابر بھی پرواہ نہیں ہوتی۔"

"کیا ہم لوگوں کے یہاں پہنچ جانے کے بعد تمہیں بوغا سے کچھ ہدایات ملی تھیں؟"

"نہیں! مجھے اس پر بھی حیرت ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس کی پیغام رسانیوں میں کسی دن بھی ناغہ ہوا ہو۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے کئی دنوں سے ٹرانس میٹر پر لاتوشے کو نہیں، مخاطب کیا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ یہاں پانی پر سکون تھا۔

تقریباً ڈھائی بجے اسٹیمر کی سیٹی سنائی دی اور بالی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس کے ہاتھوں میں ایک سفری ٹرانس میٹر نظر آیا اور وہ کہہ رہا تھا "ہیلو جی سکس.... فائیو.... جی سکس

فائیو.... تھری ایٹ کالنگ.... ہیلو!.... اَٹ از تھری ایٹ.... ساتویں پوائنٹ پر رکو.... ایمر جنسی.... یس تھری ایٹ...."

لانچ تیرنے لگی تھی۔ بالی ہی اسے چلا رہا تھا۔

"ہمارے اس طرح نکل جانے پر تمہارا کیا حشر ہو گا؟" عمران نے پوچھا۔

"دیکھا جائے گا۔ مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔" بالی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "پولیس کے ہاتھوں میں پڑنے سے کہیں بہتر ہے کہ بوغا ہی کا کوئی نامعلوم ایجنٹ مجھے شوٹ کر دے.... میں لاتوشے کا ایک معزز آدمی ہوں.... اتنی بڑی توہین گوارہ نہیں کر سکتا کہ پولیس مجھ سے پوچھ گچھ کرے.... یا میں عدالت کے کٹہرے میں نظر آؤں۔"

"لیکن تم اپنا پیشہ بھی نہیں ترک کر سکتے.... کیوں؟"

"اب مجھے اس کے متعلق بھی سوچنا پڑے گا۔"

اسٹیمر تک پہنچنے میں ایک گھنٹہ صرف ہوا۔

بالی نے ایک بار پھر ٹرانس میٹر ہی کے ذریعے اسٹیمر کے کپتان سے گفتگو کی اور اسے بتایا کہ وہ چند آدمیوں کو پورٹ سعید تک پہچانا چاہتا ہے۔

اسٹیمر سے رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی گئی!

عمران سیریز نمبر 37

خطرناک جواری

چوتھا حصہ

پیشرس

بوغا کے سلسلے کی چوتھی کڑی "خطرناک جواری" حاضر ہے! اس کہانی کو آپ اس سلسلے کی پچھلی کہانیوں سے مختلف اور بہتر پائیں گے۔!

اس میں عمران نے کوشش کی ہے کہ بوغا کسی صحیح راہ پر لگ سکے۔!

ایک عجیب و غریب جوڑے سے ملئے جس کے متعلق عمران فیصلہ نہیں کرپاتا کہ وہ ڈیڑھ سمجھے یا پونے دو۔!

عشق کی بہت سی تفسیریں آپ کی نظروں سے گزری ہوں گی۔!

ایک شعر تو مجھے اس وقت بھی یاد آرہا ہے۔!

شائد اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

لیکن عشق کی جدید ترین تفسیر عمران کی زبانی سن کر اگر آپ کو غصہ آئے تو "عمران" سمجھ کر معاف کر دیجئے گا......! عمران ہی ٹھہرا...... اگر وہ محبوباؤں پر بکریوں کو ترجیح دیتا ہے تو اس کی دلیل پر بھی غور کیجئے! اب کیا کیا جائے وہ اسی کھوپڑی کا آدمی ہے۔! عشق جیسے موضوع پر بھی سنجیدہ نہیں ہوسکتا جس کے سلسلے میں شعرا کے دیوان "جنازوں" سے بھرے پڑے ہیں۔!

اس کہانی میں مونیکا سے ملئے...... ایک ایسی عورت جس نے کچھ پاگل پال رکھے تھے لیکن کیا وہ حقیقتاً پاگل تھے......؟ "پرورش" کا مقصد کیا تھا......؟

عمران کا آئندہ ناول خاص نمبر ہوگا اور اس نمبر میں بوغا کی کہانی ختم کر دی جائے گی......! مسلسل کہانیاں میں ہمیشہ پڑھنے والوں ہی کے اصرار پر شروع کرتا ہوں......! لیکن پھر جہاں ایک کہانی کے بعد دوسری کہانی کا انتظار کرنا پڑا۔ وہی حضرات بور بھی ہونے لگتے ہیں۔! لہٰذا اب اسے آخری ہی مسلسل کہانی سمجھئے۔!

بوغا کی آخری کہانی ہر اعتبار سے دلچسپ ہوگی......! ایڈونچر کے رسیا بھی مطمئن ہوسکیں گے اور وہ پڑھنے والے بھی جنہیں زیادہ تر سائنس فکشن پسند آتے ہیں۔! بوغا حقیقتاً کون تھا......؟ اور اس کی پشت پناہی پر کتنی بڑی قوت تھی......؟ یہ آپ بوغا کی آخری کہانی "ظلمات کا دیوتا" ہی میں معلوم کر سکیں گے۔!

ابن صفی

۲۴ جون ۱۹۵۹ء

O

صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ وہ سو فیصد بالی ہی کی تصویر تھی اور اخبار کے پہلے ہی صفحے پر شائع ہوئی تھی! لیکن وہ تو کسی لاش کی تصویر تھی جس کی شناخت نہ ہو سکنے کی بنا پر خبر کے ساتھ تصویر بھی شائع کی گئی تھی! خبر کے مطابق لاش ایک نائٹ کلب میں پائی گئی تھی لیکن ابھی تک مقامی پولیس نہ تو مقتول کے نام ہی سے واقف ہو سکی تھی اور نہ اُسے قاتل ہی کا سُراغ مل سکا تھا!

صفدر نے اخبار میز پر ڈال دیا! اور سوچنے لگا.... کیا اُسے عمران نے قتل کیا ہو گا؟

پورٹ سعید میں یہ اُس کا چوتھا دن تھا! اور یہ چار دن کچھ اس انداز میں بسر ہوئے تھے کہ وہ خود کو "الف لیلیٰ" کا کوئی کردار سمجھنے پر مجبور ہو گیا تھا!

پہلے دن وہ سڑکوں پر آوارہ پھرتے رہے تھے اور پورٹ سعید میں پہلی رات بسر کرنے کے لئے انہیں ایسے کونے کھدرے تلاش کرنے پڑے تھے جہاں پولیس کی نظر ان پر نہ پڑ سکتی! مگر جلد ہی حالات میں حیرت انگیز تبدیلی ہوئی تھی! صفدر کا خیال تھا کہ یہاں بھی بسر اوقات کا انحصار محنت مزدوری ہی پر ہو گا! لیکن عمران نے دوسرے ہی دن اُن کی جیبیں پُر کر دیں! یہ یہیں کی کرنسی تھی!

انہوں نے اپنے لئے مناسب ملبوسات خریدے اور عمران کی ہدایت کے مطابق مختلف ہوٹلوں میں پھیل گئے! جوزف کے علاوہ سب ہی نے کوشش کی تھی کہ عمران انہیں اُس ذریعے سے آگاہ کر دے، جو ان کی مشکلیں آسان کرنے کا باعث بنا تھا لیکن عمران نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی!

بہر حال اب پوزیشن یہ تھی کہ صفدر عمران کے علاوہ اور سب کی جائے قیام سے واقف تھا

لیکن وہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے مل نہیں سکتا تھا۔ اس کے بارے میں عمران کی خاص ہدایت تھی کہ وہ ایک دوسرے سے اُس وقت تک نہ ملیں جب تک کہ خود عمران اس کے لئے نہ کہے۔

آج تیسرا دن تھا لیکن اس دوران میں وہ ایک بار بھی نہیں مل سکے تھے اور عمران کے بارے میں تو کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ وہ کہاں ہو گا!

صفدر نے ایک بار پھر بالی کی تصویر پر نظر ڈالی! اُسے وہ دن یاد آئے جو اسٹیمر پر گذرے تھے! بالی کتنا خائف نظر آتا تھا اور عمران کو تو ایسی نظروں سے دیکھتا تھا جیسے وہ اس کے لئے ملک الموت ہی رہا ہو! وہ ہر وقت اس کے سر پر مسلط رہتا تھا ایک پل کے لئے بھی الگ نہیں ہونے دیتا تھا اور یہ دھمکی تو بدستور قائم تھی کہ اگر اس نے اسٹیمر کے عملے سے کوئی غیر ذمہ دارانہ گفتگو کی تو عمران اسے بے دریغ گولی مار دے گا خواہ ان کا اپنا حشر کچھ بھی ہو! تو کیا عمران ہی نے اسے گولی مار دی ہو گی! مگر کیوں؟ وجہ صفدر کی سمجھ میں نہ آسکی!۔

"اُوہ" دفعتاً اُسے بوغا اور اس کے ساتھیوں کا خیال آیا تھا! ظاہر ہے کہ بالی نے بوغا سے غداری کی تھی! اُن لوگوں کی رہائی کا باعث بنا تھا لیکن اسے بوغا ہی کے کسی ایجنٹ نے قتل کیا تھا تو پھر انہیں خود کو بھی محفوظ نہ سمجھنا چاہئے!۔

بہر حال کچھ بھی ہو! صفدر کو بالی کے اس انجام سے نہ جانے کیوں افسوس ہوا تھا! اُس نے اخبار کو تہہ کر کے جیب میں رکھا اور ڈائننگ ہال سے اٹھ جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ پُشت سے کسی نے اُسے مخاطب کیا۔

وہ بیٹھے ہی بیٹھے مڑا پھر کھڑا ہو گیا کیونکہ مخاطب کرنے والی ایک لڑکی تھی! یہ یہیں کی باشندہ معلوم ہوتی تھی لیکن لباس مغربی طرز کا تھا اور یہ کوئی متحیر کن بات بھی نہ تھی کیونکہ یہاں ابھی تک اُسے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا تھا جس کے جسم پر کسی دوسرے قسم کا لباس نظر آتا۔

"بیٹھئے بیٹھئے!" وہ بے تکلفی سے ایک کرسی کھینچتی ہوئی بولی۔ "آپ یقیناً کوئی سیاح ہیں!"

"ج۔ جی ہاں!" صفدر نے متحیرانہ انداز میں اُسے گھورتے ہوئے کہا! اچانک اُسے بوغا کے ایجنٹوں کا خیال آگیا تھا!۔

"مجھے اُن لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو تفریحی سفر تنہا اختیار کرتے ہیں!"

صفدر صرف مُسکرا کر رہ گیا! لڑکی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی!۔

"آپ کہاں سے آئے ہیں!" لڑکی نے پوچھا! اس بار صفدر نے اس کے لہجے میں ہلکا سا تحکم محسوس کیا! اور یہ چیز اسے شدت سے کھل گئی کیونکہ وہ فلرٹ قسم کی لڑکیوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا تھا! اُس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر سگریٹ کیس نکالا اور ایک سگریٹ منتخب کرکے اُس کا سرا سگریٹ کیس پر ٹھونکتا ہوا دوسری طرف متوجہ ہو گیا!۔

"آپ کہیں سے بھی آئے ہوں! بداخلاق بھی ہیں!" لڑکی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

صفدر پھر اس کی طرف دیکھنے لگا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سگریٹ کیس اُس کے منہ پر کھینچ مارے گا! لیکن پھر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کہا۔ "وقت گذارنے کے لئے مجھے کسی ساتھی کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی! اس لئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ خوامخواہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتا پھروں۔"

ٹھیک اسی وقت ایک دوسری عورت ان کی طرف جھپٹی! صفدر اندازہ نہ کر سکا کہ وہ کس جانب سے آئی تھی! ڈائننگ ہال میں کافی بھیڑ تھی!۔

یہ نئی آنے والی پہلی لڑکی سے بھی زیادہ بے تکلف ثابت ہوئی اس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے صفدر سے کہا! "اوہ ڈیئر مجھے دیر ہو گئی! میں دراصل اپنے چچا کی تلاش میں تھی وہ نہیں ملے! اور آپ کی تعریف!"

وہ خاموش ہو کر پہلی لڑکی کی طرف دیکھنے لگی!۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے! یہ لڑکی تو اس سے بھی زیادہ تیز ثابت ہوئی تھی! پرانی جان پہچان نکال بیٹھی! جیسے وہ سچ مچ اُس کے چچا ہی کے متعلق کوئی خبر سننے کے لئے یہاں بیٹھا جھک مار رہا ہو!۔

"میری تعریف"۔ پہلی لڑکی نے تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں آئیڈنٹیفیکیشن کے محکمے سے تعلق رکھتی ہوں! کیا آپ لوگ باہر سے آئے ہیں!۔"

"جی ہاں!" دوسری لڑکی بول پڑی "ہم یوگوسلاویہ سے آئے ہیں۔"

پھر صفدر کی طرف دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی۔ "میں بالکل مناسب وقت پر پہنچی ورنہ تم ابھی زحمت میں پڑ جاتے کیونکہ تمہارا پاسپورٹ تو میرے بیگ ہی میں رہ گیا تھا!۔"

صفدر نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر ایک طویل سانس لی! کیا وہ کسی گہری سازش کا شکار ہونے

والا ہے۔ اُس نے سوچا! اور پھر دوسری لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا، جو اپنا وینٹی بیگ کھول رہی تھی!۔

اس نے دو پاسپورٹ نکالے اور پہلی لڑکی کے سامنے ڈال دیئے پھر صفدر سے بولی۔ "آج کا دن بڑا تھکا دینے والا تھا۔"

اس کی آواز سے تھکن ہی ظاہر ہو رہی تھی! پہلی لڑکی تھوڑی دیر تک ان کے پاسپورٹ دیکھتی رہی پھر اٹھتی ہوئی مُسکرا کر بولی۔ "میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ اس موسم میں تنہا سفر کرنے والے عقل ہی سے محروم سمجھے جاسکتے ہیں!"

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی!۔

"پھنس گئے تھے نا ابھی!" دوسری لڑکی مسکرائی! پھر یک بیک چونک کر بولی! تم نے اس سے یہ تو بتایا نہیں تھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔"

"نہیں.... مگر تم کون ہو!"

وہ اُس کا سوال نظر انداز کر کے بولی۔ "تو پھر میں ٹھیک ہی وقت پر پہنچی تھی۔ اب اپنا پاسپورٹ اپنے پاس ہی رکھو! تاکہ میں اطمینان سے اپنے چچا کو تلاش کر سکوں۔"

وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی! صفدر نے اپنا پاسپورٹ اٹھا لیا! یہ ہر طرح سے مکمل تھا! یعنی اس کی دانست میں اُس پر جعلی ہونے کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا!۔

"میری تصویر کہاں سے ملی۔" صفدر نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم شائد کسی وہم میں مبتلا ہو گئے ہو..!" وہ دوبارہ وینٹی بیگ کھولتی ہوئی بولی! اور ایک چھوٹا کارڈ سا نکال کر صفدر کے سامنے ڈال دیا۔

"اوہ۔" صفدر نے متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ کارڈ کو گھورتا رہا پھر اُسے ہاتھ میں اٹھا لیا!۔ اس پر جلی حروف میں "ایکس ٹو" چھپا ہوا تھا! صفدر نے ایک بار پھر لڑکی کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا! لیکن اُس کے اس شبے کو مزید تقویت نہ ہو سکی کہ وہ جولیانا فٹنر واٹر ہے! وہ لاکھ میک اپ میں ہوتی! آنکھوں سے ضرور پہچان لی جاتی! لیکن وہ جولیانا فٹنر واٹر کی آنکھیں تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں! پھر وہ کون تھی؟ اور ایکس ٹو کا حوالہ کیا معنی رکھتا تھا!۔

"اگر کبھی کسی قسم کی کوئی دشواری پیش آئے تو اس کارڈ کی پشت پر لکھے ہوئے نمبر پر رنگ کر

لینا۔" لڑکی نے کہا اور وہ بھی اٹھ گئی!۔

صفدر اُسے جاتے دیکھتا رہا! پاسپورٹ اور ایکس ٹو کا کارڈ اب بھی میز پر ہی پڑے ہوئے تھے!

یہ ناممکنات میں سے نہیں تھا کہ ایکس ٹو کے ایجنٹ یہاں بھی موجود ہوتے! لیکن کیا یہ ضروری تھا کہ یہ رحمت کا فرشتہ ٹھیک اُسی وقت نازل ہوتا جب اس پر کوئی آفت آنے والی تھی! اگر پاسپورٹ ضروری تھا تو کسی چیکنگ کرنے والے کی آمد سے پہلے ہی اُس تک پہنچایا جاسکتا تھا!۔

ابھی کچھ ہی دن پہلے وہ لاتوشے میں غیر معمولی حالات کے شکار رہ چکے تھے! اس لئے صفدر کا شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جانا غیر فطری بھی نہیں تھا!۔

اس موقع پر اُس نے شدت سے محسوس کیا کہ وہ عمران کے مشورے کا محتاج ہے! لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ عمران کہاں ہوگا!۔

اس نے پاسپورٹ اور ایکس ٹو کا کارڈ اٹھا کر جیب میں ڈال لئے۔ لیکن اس کی اُلجھن بڑھتی ہی رہی! دفعتاً ایک ویٹر نے اُس کے قریب آکر پوچھا۔" آپ کے کمرے کا نمبر سترہ ہے نا جناب۔"

"ہاں.... آں۔" صفدر اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا!۔

"آپ کی کال ہے جناب۔" ویٹر بولا۔

"اوہ.... شکریہ!"

وہ اُٹھ کر کاؤنٹر پر آیا! کال عمران ہی کی تھی! وہ اس سے کہہ رہا تھا!" اوہ ڈیئر رات کتنی سہانی ہے! کیوں نہ تم آزادی کی یادگار کے قریب مجھے ملو اور ہم ساتھ ہی کہیں کھانا کھائیں!۔"

"ضرور، ضرور!" صفدر لہک کر بولا۔

"بس تو پھر آجاؤ۔" دوسری طرف سے کہا گیا!۔

گفتگو انگریزی میں ہوئی تھی! اور صفدر اس کی وجہ بھی جانتا تھا! وہ فون پر کوئی ایسی زبان استعمال نہیں کر سکتے تھے، جو مقامی آپریٹرز کے لئے ناقابلِ فہم ہوتی اور وہ خود کسی چپقلش میں پڑ جاتے کیونکہ اُن دنوں وہاں تخریب پسندوں کے خلاف بڑی شدید مہم جاری تھی۔!

صفدر اپنے کمرے میں آیا! کچھ دیر تک سوچتا رہا کہ وہ اس کال پر باہر جائے یا نہ جائے!

لاتوشے کے تجربات نے اُسے بہت زیادہ وہمی بنا دیا تھا! مگر وہ آواز تو سو فیصدی عمران ہی کی تھی! وہی مضحکہ اڑانے کے سے انداز والا لہجہ۔ وہی زندگی سے بھرپور آواز۔

تھوڑے غور و فکر کے بعد وہ ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک ٹیکسی لی اور آزادی کی یادگار کی طرف چل پڑا۔

عمران اُس کا منتظر تھا لیکن تنہا نہیں! اُس کے ساتھ ادھیڑ عمر کا ایک مقامی آدمی بھی نظر آیا! صفدر نے بہت دنوں بعد اُسے آدمیت کے جامے میں دیکھا تھا۔ یعنی اُس کا لباس خوش سلیقگی ہی کی حدود میں نظر آرہا تھا! مگر چہرے پر حماقت کے آثار کیوں نہ ہوتے! یہ آثار اس وقت تو اور زیادہ گہرے نظر آتے تھے جب عمران خود کو ایک نہایت شریف اور سلیم الطبع آدمی پوز کرنے کی کوشش کرتا تھا!۔

"ہیلو۔ ہیلو!" عمران صفدر کو دیکھ کر دو چار قدم آگے بڑھ آیا!" اوہ.... یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ تم اس طرف دکھائی دے رہے ہو! سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح خوشی کا اظہار کروں۔ بڑے موقع سے آئے۔"

صفدر نے محسوس کیا کہ دوسرا آدمی کچھ بیزار سا نظر آنے لگا ہے! اُس نے پہلے ہی صفدر کو اس طرح گھور کر دیکھا تھا جیسے اُس کی ذات سے اُسے کوئی نقصان پہنچنے والا ہو!۔

پھر عمران بوڑھے سے اُس کا تعارف کرانے لگا! صفدر نے دھیان نہیں دیا کہ یہ "تعارف" کن الفاظ میں تھا اس کے بعد وہ صفدر سے بولا۔" بھائی کہتے ہیں کہ ایک کے چار ہو سکتے ہیں!"

گفتگو انگریزی ہی میں ہو رہی تھی!۔

"میں نہیں سمجھا۔" صفدر بولا۔

"وہ ہاں۔" عمران نے سڑک کے پار سامنے والی عمارت کی طرف اشارہ کیا اور صفدر کی نظر روشن حروف والے سائین بورڈ پر پڑی.... یہ شاید قمار خانہ تھا!۔

صفدر پھر عمران کی طرف مڑا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا!" عمران تشویش کن لہجے میں بڑبڑایا اور بوڑھا تڑ سے بولا۔

"ستاروں کا کھیل مقدر کا کھیل! میں ٹرک جانتا ہوں! تم انہیں لوٹ لو گے صرف چوتھائی کمیشن پر!"

صفدر سوچنے لگا کہ آخر وہ وہاں رُک کر بوڑھے سے کیوں سر کھپا رہا ہے! ظاہر ہے کہ وہ اُسی

قمار خانے کا کوئی ایجنٹ ہوگا! پھر سوچا ممکن ہے اس کے انتظار کی زحمت سے بچنے کے لئے وقت گزاری کے طور پر اُس سے الجھ پڑا ہو۔

"ختم بھی کیجئے!" صفدر بولا۔ "ظاہر ہے کہ ہمیں ان چیزوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"واہ.... ہو کیوں نہیں سکتی!" عمران نے سر ہلا کر کہا! "ایک کے چار.... ذرا سوچو تو۔ اور چار میں سے صرف ایک انہیں دینا پڑے گا! کنفیوشس نے کہا ہے کہ ایک سے چار بھلے خیر.... خیر تین ہی سہی ایک تو یہ لے جائیں گے! میرے پاس اتنی رقم موجود ہے کہ اُسے چار سے ضرب دینے پر ہنری فورڈ کا بھی دیوالیہ نکل سکتا ہے!"

صفدر نے سوچا کہ بحث بیکار ہے، جو کچھ اس نے ٹھان لی ہے اس کے خلاف نہیں کرے گا لیکن ساتھ ہی صفدر یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ عمران اس سے بھی متوقع ہے کہ وہ اس موضوع پر زبان ہلانے میں کاہلی نہیں برتے گا! لہذا اس نے یونہی رواداری میں کہا! "جب یہ ٹرک جانتے ہیں تو خود ہی کیوں نہیں ٹرائی کرتے ایک کی بجائے چاروں ہی ان کے ہوں گے!۔"

"ہشت۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "ایسی تدبیر نہ بتاؤ جس سے ہم گھاٹے میں رہیں۔"

یہ بات اتنی آہستگی سے بھی نہیں کہی گئی تھی کہ بوڑھا اُسے نہ سُن پاتا، وہ ہنسنے لگا اور پھر بولا

"آپ نہیں جانتے! میں خود وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا! اگر مالک کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو اٹھوا کر باہر پھینکوا دے گا! جی ہاں۔"

"کیوں؟" صفدر نے پوچھا۔

"میں وہاں ملازم رہ چکا ہوں! اُن تدبیروں سے واقف ہوں جن کے ذریعہ جیبیں خالی کرالی جاتی ہیں۔"

"ارے بھئی تو تدبیر بتاؤ نا!" عمران نے بے صبری ظاہر کی۔

"مگر اسی شرط کے ساتھ کہ جیتی ہوئی رقم کی چوتھائی میری ہوگی۔"

"بالکل منظور ہے!" عمران نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "کہو تو تحریر دے دوں۔"

"نہیں بس آپ کی زبان ہی کافی ہے موسیو! اچھا آپ لوگ یہیں ٹھہریئے میں کارڈ کا انتظام کرتا ہوں۔"

"کیسا کارڈ" صفدر نے پوچھا۔

"داخلے کا کارڈ جناب! ہر ایک کا داخلہ ممکن نہیں ہے! صرف یہاں کے معززین ہی ملتے ہیں! کارڈ ایشو کرنے والا میرا دوست ہے۔ آپ سے ملی ہوئی رقم میں اس کا بھی حصہ ہوگا!"

"جلدی کر دو یار۔" عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور بوڑھا سڑک پار کر کے دوسری طرف چلا گیا!۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟" صفدر عمران کی طرف مڑا۔ پھر جلدی سے بولا "یہیں ٹھہریئے؟"

"اب مجھے مطلب پوچھنا پڑے گا۔ یعنی کہ...."

صفدر نے اسے آگے نہ بڑھنے دیا اس نے پاسپورٹ کی کہانی چھیڑ دی تھی! عمران خاموشی سے سنتا رہا! پھر بولا۔ "یہاں ایکس ٹو بے بس نہیں ہے! حقیقتاً تم پریشانی میں مبتلا ہو جاتے اگر پاسپورٹ وقت پر نہ پہنچتا!"

"تو.... وہ ایکس ٹو کی ایجنٹ تھی!"

"یقیناً...." عمران نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "شاید آج رات ہم لمبا جوا کھیلیں!"

"ضرورت ہی کیا ہے!" صفدر جھنجھلا کر بولا۔ "ہم بھی کل تک کوڑی کوڑی کو محتاج تھے.... آج جوا کھیلا جائے گا!"

"بزنس...." عمران دیدے نچا کر بولا۔ "پیسے کو بڑھنا ہی چاہئے۔ ورنہ آدمی ریاح باسوری کا مریض ہو جاتا ہے۔"

"آپ کو یقین ہے کہ پیسے بڑھ ہی جائیں گے۔"

"ارے یار کیا تم بالکل بہرے ہی ہو۔" عمران جھنجھلا کر بولا۔ "کیا تم نے سُنا نہیں وہ کیا کہہ رہا تھا!۔"

صفدر نے سر پیٹ لینے کا ارادہ ملتوی کر کے ٹھنڈی سانس لی اور بولا "کیا آپ نے شام کو کوئی اخبار دیکھا ہے۔"

"میں ہفتے میں صرف ایک بار اخبار دیکھتا ہوں۔"

"بالی قتل کر دیا گیا!"

"فضول باتیں نہ کرو!" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا پھر یک بیک چٹکی بجا کر بولا۔ "پرواہ نہیں! لیکن تمہیں کچھ نہ کچھ تو ضرور کرنا چاہئے! مطلب یہ کہ تفریح! وہ بوڑھا لڑکیوں کی بات بھی کر رہا تھا!"

"عمران صاحب! خدا کے لئے بور نہ کیجئے۔"

"خیر تو پھر جوا ہی سہی۔"

"کیا میں اپنا سر کسی دیوار سے ٹکرا دوں۔"

"بہتر ہوگا کہ تم اس پر چمبیلی کے تیل کی مالش کراؤ ورنہ یہاں بوٹ پالش تک کی نوبت آسکتی ہے۔ اچھا خاموش بوڑھا واپس آرہا ہے۔"

"میں تو ہرگز نہ جاؤں گا۔" صفدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں کہا۔

اتنے میں بوڑھا قریب پہنچ گیا اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"ایک بات اور مسٹر!" بوڑھا انگلی اٹھا کر بولا۔ "ہندسوں کے دائرے ہی والا کھیل کھیلئے گا ورنہ میں ذمہ داری نہ لے سکوں گا!"

"جو تم کہو گے وہی ہوگا!" عمران نے سعادتمندانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا تو تدبیر سنئے! دائرے پر دو طرح کے ہندسے ہوں گے! سیاہ اور سرخ! سُرخ نمبر ہی جیت کے نمبر ہوتے ہیں! یعنی نمبر کی دوگنی رقم! اور جتنی رقم آپ نے داؤ پر لگائی ہے اُس کی دوگنی رقم سے اُسے ضرب دیا جائے گا! مثلاً آپ نے دس شلنگ لگا کر سوئی گھمائی اور وہ سرخ رنگ کے نمبر چار پر رکی تو چار کے آٹھ بنیں گے اور آٹھ کو دس سے ضرب دینے پر بنے ۸۰ شلنگ۔"

"دس کے ۸۰ شلنگ۔" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ وہ پرلے درجے کا بیوقوف نظر آرہا تھا!

بوڑھے نے کنکھیوں سے صفدر کی طرف دیکھا! غالباً اُسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اُسے عقلمندی کی دعوت نہ دے بیٹھے!

"ارے یار تو اب ٹرک بھی بتاؤ جلدی سے!" عمران ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"سنئے آپ کو یہ ٹرک اس طرح استعمال کرنی ہوگی کہ وہاں کسی کو شبہ نہ ہو سکے!"

عمران نے صفدر کو خاموش ہی رہنے کا اشارہ کیا! ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ بوڑھے کی گردن دبوچ کر زمین سے اٹھا لے۔

"کہہ بھی چکو یار۔" عمران بڑبڑایا۔

"جس نمبر پر سوئی رکی ہوئی نظر آئے۔" بوڑھے نے آہستہ سے کہا "اس سے ایک نمبر پیچھے ہٹا کر اُسے نچاؤ! سوئی سرخ ہی ہندسے پر رُکے گی!۔"

"اور اگر انہوں نے پیچھے نہ ہٹانے دیا تو....." صفدر آنکھیں نکال کر بولا۔

"عیب کے لئے بھی ہنر ضروری ہے۔" بوڑھا بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "آپ ظاہر ہی کیوں ہونے دیں کہ آپ نے سوئی دانستہ پیچھے کھسکائی ہے! بس کسی اناڑی کی طرح کانپتا ہوا ہاتھ سوئی کی طرف بڑھایئے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح غیر ارادی طور پر بھی آپ کی انگلی سوئی سے لگ کر پیچھے کھسکا سکتی ہے! کون اعتراض کرے گا اس پر۔ ویسے آپ کسی کو اتنا موقع ہی کیوں دیں کہ وہ اسے مارک کر سکے!۔"

"دیکھو ٹھیک سے کانپ رہا ہے نا۔" دفعتاً عمران نے اس کے چہرے کے قریب ہاتھ لے جا کر کہا اور وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا اور پھر ہنس کر بولا۔ "جی ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ یہ لیجئے کارڈ۔ وِش یو گڈ لک! لیکن ٹھہریئے ایک بات اور۔ مجھے دھوکا دے کر نکل جانے کی کوشش فضول ہوگی! اندر میرا ایک خاص آدمی آپ کی ہار یا جیت پر نظر رکھے گا! اسے نہ بھولیئے گا۔"

صفدر کو پھر تاؤ آگیا! لیکن عمران نے اسے اس بار بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سڑک پار کر کے قمار خانے میں داخل ہو رہے تھے! صدر دروازے پر ایک باوردی چوکیدار نے اُن کے کارڈ دیکھے!

O

اندر پہنچ کر جوزف کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی پاگل خانے میں گھس آیا ہو۔ ایک آدمی فرش پر سر کے بل کھڑا تھا اور دوسرا اس کے قریب ہی بیٹھا منت سماجت کر رہا تھا۔ "اے بھائی خدا کے لئے اب سیدھا ہو جاؤ! میں معافی چاہتا ہوں! آئندہ تیری خدمت میں گھٹیا سگریٹ نہیں پیش کروں گا!"

ایک گوشے میں ایک سنجیدہ صورت بزرگ ایک بکری کے گلے میں باہیں ڈالے دھاڑیں مار

ایک طرف ایک آرٹسٹ ایک موٹے سے آدمی کی شفاف کھوپڑی پر بُرش سے رنگین تصویریں بنا رہا تھا!

دو آدمی ایک دوسرے کے کان پکڑے تیزی سے اٹھ بیٹھ رہے تھے!

جوزف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھ رہا تھا لیکن اُن میں سے کسی نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی! آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہیں! البتہ بکری اُسے بڑی مغموم نگاہوں سے دیکھ رہی تھی!

جوزف نے سوچا کہ کہیں وہ غلط جگہ تو نہیں چلا آیا! مگر پھر اسے یاد آیا کہ اُس نے باہر ہی دربان سے تصدیق کرلی تھی اور دربان ہی نے اسے ایک ملازم کے ساتھ اس ہال میں بھجوایا تھا۔

یہ مصیبت بھی عمران ہی کی لائی ہوئی تھی! اس نے پچھلے دن اُسے ایک پتہ دیا تھا اور بتایا تھا کہ قصر جمیل کے مالک کو ایک باڈی گارڈ کی ضرورت ہے لہذا اسے یہ ملازمت ضرور حاصل کرنی چاہئے! جوزف نے اسے اپنا عہد یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ عمران کے علاوہ اور کسی کی بھی ملازمت نہیں کر سکتا! اس پر عمران نے اُسے سمجھایا تھا کہ وہ ہر حال میں اُس کے احکامات کا پابند ہے اس لئے اُسے یہ ملازمت اس کی خاطر اختیار کرنی پڑے گی!

بالآخر جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا تھا! "اچھا باس لیکن میری بوتلوں کا کیا ہوگا۔"

"اگر ملازمت مل جائے تو تم اپنی شرط پیش کر سکو گے۔"

"مل جانے سے پہلے یا مل جانے کے بعد؟"

"ابے اب تو بہت زیادہ کھوپڑی چاٹنے لگا ہے!" عمران جھلا گیا تھا۔ "اگر وہاں نہ ملیں تو تیری بوتلیں میرے ہی ذمہ ہوں گی۔ مرا کیوں جا رہا ہے! کیا میں نے تجھے اپنی ملازمت سے الگ کر دیا ہے!"

تب یہ بات جوزف کی سمجھ میں آئی تھی کہ عمران اسے اپنی ملازمت سے الگ نہیں کر رہا بلکہ اُس سے کوئی اہم کام لینا چاہتا ہے۔

لیکن اس وقت اس عظیم الشان عمارت کے اس وسیع ہال میں پہنچ کر اس کی کھوپڑی ناچ گئی تھی اور وہ سوچنے لگا تھا کہ کہیں خود بھی پاگل تو نہیں ہو گیا۔ ممکن ہے اس طرح پاگل ہو کر پاگل ہونے کا احساس ہی نہ ہو سکا ہو! لہذا ملازمت کے بہانے عمران نے اسے کسی پاگل خانے

میں جھونک مارا ہے!۔

وہ دم بخود وہیں کھڑا رہا! دفعتاً اُس آدمی نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جو بکری سے لپٹا رو رہا تھا! وہ اب بھی روئے جا رہا تھا لیکن توجہ جوزف کی طرف تھی!۔

"اے شخص!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "خدا تجھ پر رحم کرے۔"

جوزف بے حس و حرکت کھڑا رہا! رونے والے نے بکری کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "اب یہاں صرف ایک ایسے آدمی کی جگہ خالی ہے، جو بھینس کو دودھ پلا سکے۔"

"مجھ سے مت بولو۔" جوزف سُرخ سُرخ آنکھیں نکال کر غرایا۔

"اتنی اونچی آواز میں نہ بول! میرا دل بہت کمزور ہے!" رونے والے نے کہا اور پھر بکری کی گردن سے لپٹ کر پہلے سے بھی زیادہ زور شور کے ساتھ رونے لگا۔

پھر آرٹسٹ نے جوزف کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے زور سے سیٹی بجائی اور بولا۔ "آؤ میرے قریب آؤ! میں تمہیں اس کھوپڑی پر حیات دوام بخش دوں گا!"

یک بیک موٹا آدمی جس کی کھوپڑی پر تصویریں بن رہی تھیں اچھل کر کھڑا ہو گیا! اور آرٹسٹ کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا۔ "اگر تم نے میری کھوپڑی پر کسی حبشی کی تصویر بنائی تو میں تمہیں جہنم میں پہنچا دوں گا سمجھے!"

آرٹسٹ اسی طرح چیخنے لگا تھا جیسے وہ سچ مچ جہنم ہی میں پہنچا دے گا۔

جوزف بوکھلاہٹ میں انگلیوں سے کراس بنانے لگا۔ پاگل خانے کا خیال بھی اتنی دیر میں اُس کے ذہن سے نکل چکا تھا اور اس کی جگہ بُری روحوں نے لے لی تھی!۔ کیا وہ کسی بھوت خانے میں آپھنسا ہے؟ لاتوشے کے تجربات آج بھی اُس کے ذہن میں تازہ تھے!۔

وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا لیکن دوسرے ہی لمحے میں کسی عورت کی آواز آئی "ٹھہرو۔"

وہ رُک کر مڑا۔ سامنے ہی ایک عورت دروازہ کا پردہ ہٹا کر ہال میں داخل ہو رہی تھی!

جوزف کی پلکیں جھپک گئیں! اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے چہرے سے تیز قسم کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔

کچھ بھی ہو دوسرے ہی لمحے میں اُسے اپنی اس کمزوری پر غصہ آ گیا! لیکن وہ نہ جانے کیوں

اپنی حرکات و سکنات سے غصے کا اظہار نہ کر سکا! عورت کیا تھی چاندنی نے سمٹ کر عورت کی شکل اختیار کر لی تھی! جوزف اس کے متعلق اس سے زیادہ نہ سوچ سکا!

اُس کے داہنے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا اور بایاں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی اُن پاگلوں کو گھور رہی تھی، جو اب اپنی پہلی سی حالتوں میں نہیں رہے تھے کوئی بھاگ کر کسی کرسی کے پیچھے جا چھپا تھا کوئی فرش پر اوندھا لیٹ گیا تھا اور کوئی دیوار سے سر ٹکائے اس طرح زور کر رہا تھا جیسے دیوار میں سوراخ کر کے دوسری طرف نکل جائے گا!

"تم کون ہو۔" اُس نے جوزف کی جانب دیکھے بغیر پوچھا!

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ کو ایک باڈی گارڈ کی ضرورت ہے۔"

"اچھا تو پھر۔"

"میں پہلے بھی بہتیرے آدمیوں کا باڈی گارڈ رہ چکا ہوں۔ آج کل بیکار ہوں مادام۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو!"

"ادیس ابابا.... آبی سینیا! مادام۔"

"نشانہ کیسا ہے۔"

"میں اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگا سکتا ہوں مادام۔"

"کیا ضمانت ہے کہ تم میری ملازمت کر ہی سکو گے۔"

"میں صرف باڈی گارڈ کے فرائض انجام دے سکتا ہوں مادام۔"

"وہی.... وہی! میں تم سے بچوں کو دودھ نہیں پلواؤں گی۔"

"آپ کس قسم کی ضمانت چاہتی ہیں۔"

"اگر تم میری ملازمت نہ کر سکے تو مجھے تمہارے جسم سے کھال اتروا لینے کا بھی حق حاصل ہو گا۔ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو۔" اُس نے پاگلوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

جوزف نے احمقانہ انداز میں سر ہلا دیا اور بولی۔ "یہ سب میری ملازمت نہیں کر سکے تھے اس لئے انہیں ایسا بننا پڑا ہے۔"

"ہولی فادر۔" جوزف آہستہ سے بڑبڑایا! اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ بوڑھا آدمی بکری سے لپٹ کر دہاڑیں مارنے پر کیوں مجبور ہے اور وہ موٹا آدمی اپنی شفاف چندیا پر تصویریں

کیوں بنوا رہا ہے اور یہ سب اس عورت سے اتنے خائف کیوں ہیں؟ آخر اس کی ملازمت کس قسم کی ہوتی ہے کہ لوگ ایسی سزائیں بھگت رہے ہیں؟

"مجھے کیا کرنا پڑے گا مادام۔" جوزف نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔

"صرف باڈی گارڈ کے فرائض انجام دینے پڑیں گے!"

جوزف پھر سوچ میں پڑ گیا! وہ جانتا تھا کہ عمران نے اُسے یہاں کسی مقصد ہی کے تحت بھیجا ہو گا! لہذا اُسے ہر حال میں وہی کرنا پڑے گا جو عمران چاہے گا! اُسے یہ ملازمت کرنی ہی پڑے گی۔

"ٹھیک ہے! مادام.... لیکن میری بھی ایک شرط ہے!" جوزف نے پھر ہونٹوں پر زبان پھیری!

"اوہ.... تم بھی کوئی شرط رکھتے ہو! بتاؤ۔"

"میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میری بوتلیں گنی جائیں اور نہ یہی مجھے اچھا لگتا ہے کہ پینے پلانے پر کسی قسم کی پابندی ہو! میں ہر وقت پیتا رہتا ہوں۔"

"لیکن اس وقت شاید چھٹی پر ہو!" عورت نے مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"نہیں مادام! بوتل میری جیب میں موجود ہے۔"

"ہر وقت پیتے رہنے والا باڈی گارڈ کے فرائض کیسے انجام دے سکے گا!"

"اگر کبھی نشے میں مجھ سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو تو شوق سے میری کھال اتروا دینا۔"

اُسی وقت ایک آدمی ہال میں داخل ہوا اور دروازے کے قریب ہی رُک گیا! یہ ایک قد آور جوان اور صحت مند آدمی تھا لیکن وضع قطع سے شائستگی نہیں ظاہر ہوتی تھی!

عورت نے اُس سے بھی پوچھا کہ وہ کون ہے! اور جوزف نے اُن کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ وہ بھی اُسی کی طرح کوئی امیدوار ہی ہے کیونکہ عورت نے اُس سے بھی اُسی قسم کے سوالات کئے تھے!

کچھ دیر بعد اُس نے گھنٹی کا بٹن دبا کر دربان کو طلب کیا اور بولی۔ "اب کسی کو اندر مت آنے دینا وقت ختم ہو چکا ہے!"

دربان کے جانے کے بعد اُس نے جوزف اور دوسرے آدمی کو مخاطب کیا۔ "تم دونوں ہی کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن مجھے صرف ایک کی ضرورت ہے۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو کینہ توز نظروں سے دیکھا اور پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے۔

دفعتاً عورت چابک کو گردش دے کر دہاڑی۔ "تم سب نکلو یہاں سے۔"

پاگل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب بیک وقت دروازے ہی میں پھنس کر رہ جائیں گے کیونکہ اُن میں سے کوئی بھی کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا! بکری وہیں کھڑی رہ گئی۔ عورت نے دو چار چابک رسید کر کے اُسے بھی باہر ہانک دیا! جب وہاں بالکل سناٹا ہو گیا تو اُس نے پھر دونوں کو مخاطب کیا۔ "تم دونوں میں سے صرف ایک ہی رکھا جا سکتا ہے۔"

"مادام کی مرضی!" جوزف نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"مجھے تم دونوں ہی بہتر معلوم ہوتے ہو! میں خود معلوم نہیں کر سکتی۔"

وہ دونوں اس جملے میں اضافے کے منتظر رہے لیکن! وہ خاموش ہو کر اُن دونوں کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے کچّا ہی چبا جائے گی۔

"تم خود فیصلہ کرو۔" تھوڑی دیر بعد وہ کسی کٹکھنی کتیا کی طرح غرائی۔

جوزف نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور اپنے حریف کی طرف دیکھنے لگا وہ بھی بالکل کسی بھوکے باز ہی کی طرح پر تول رہا تھا!

"کرو گے مقابلہ!" جوزف نے لاپروائی سے پوچھا!

"آؤ...." حریف اُسے حقارت سے دیکھتا ہوا ہاتھ ہلا کر بولا۔

"فرنیچر نہ ٹوٹنے پائے۔" عورت چابک نچا کر بولی۔

یک بیک دوسرا آدمی جوزف پر ٹوٹ پڑا۔ جوزف جو کبھی پیشہ ور مکا باز رہ چکا تھا اُس جیسوں کو کب خاطر میں لاتا۔ دو تین ہاتھوں ہی نے اسے پست کر کے رکھ دیا لیکن پھر یک بیک عورت اُس کا دل بڑھانے لگی!

"اوہ.... ارے.... تم اس حبشی سے دب رہے ہو! اپنی نسل کا نام ڈبو رہے ہو! شرم! تم تو خالص عرب معلوم ہوتے ہو! تمہاری رگوں میں خالص خون ہے شاباش.... ہاں! اوہ.... شرم شرم!"

جوزف اُس کے اس رویّے پر متحیر رہ گیا! اگر وہ مقابلہ ملازمت کے فیصلے کے لئے تھا تو کسی

یہ دل بڑھانے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا؟ حریف جھلا جھلا کر حملے کرنے لگا، حالانکہ وہ لڑائی کے گُر سے زیادہ واقف نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن تھا جاندار۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنی پٹائی کے بعد اپنے پیروں پر کھڑا ہی نہ رہ سکتا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شکست پر موت کو ترجیح دینا پسند کرے گا۔

عورت کبھی ہنس پڑتی اور کبھی دوسرے آدمی کو غیرت دلانے لگتی!

O

قمار خانے کی فضا لاکھ رنگین سہی لیکن صفدر کا دم گھٹ رہا تھا! اس کے برخلاف عمران کا چہرہ کسی ایسے بچے کے چہرے سے مشابہ نظر آ رہا تھا، جو والدین کو دھوکے میں رکھ کر کسی بُری مگر اپنی پسندیدہ جگہ پر پہنچ گیا ہو!

شراب اور تمباکو کے دھوئیں کی ملی جلی بو فضا میں رقص کر رہی تھی! صفدر نے نتھنے سکوڑ کر بُرا سا منہ بنایا اور عمران پلکیں جھپکا کر بولا! "کیا تمہیں لاتوشے کی مسور کی دال یاد آ رہی ہے۔"

"بھئی مجھے جانے ہی دیجئے۔"

"کیا تم اپنی حجامت بنوانا چاہتے ہو۔"

صفدر کچھ نہ بولا! "عمران ایک خالی میز کی طرف بڑھ رہا تھا! دو تین میزیں ہی خالی نظر آ رہی تھیں! کئی جگہ مختلف قسم کے جوئے ہو رہے تھے! کھلاڑیوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ تھی! کچھ لوگ ایسے بھی دکھائی دے رہے تھے جن کا کوئی مشغلہ نہیں تھا البتہ گلاس اور بوتلیں اُن کی میزوں پر بھی موجود تھیں!

"بیٹھو۔" عمران صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مُسکرایا۔

یہاں کوئی بھی کسی کی طرف متوجہ نہیں معلوم ہوتا تھا سب اپنی ہی دُھن میں تھے! ایسے ماحول میں صفدر کو آرکسٹرا کا نغمہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کثیر العیال اور لاپرواہ عورت کے بچے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہوں! وہ اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کیا پیو گے؟" عمران نے پوچھا۔

خون" صفدر جھلّا گیا۔

"تو کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ہم یہاں ٹھنڈا پانی پینے آئے تھے!"

یک بیک ہال میں غیر معمولی قسم کا شور اٹھا! اس میں قہقہے چیخیں بے تکی پھبتیاں سبھی شامل تھیں!

عمران نے دیدے نچا کر چاروں دیکھا اور پھر انہیں وہاں وہ غیر معمولی چیز نظر آ ہی گئی، جو اس غیر معمولی شور کا باعث بنی تھی!

یہ ایک بوکھلائی ہوئی بکری تھی، جو اس غل غپاڑے سے اور زیادہ بوکھلا کر چاروں طرف دوڑتی پھر رہی تھی! یہی نہیں بلکہ ایک باریش اور معمر آدمی اس کے پیچھے روتا بھی پھر رہا تھا!

"یہ کیا حماقت ہے!" صفدر بڑبڑایا!

"سو فیصدی اپنے معیار کی چیز ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ بوڑھا مجھے کوئی بہت بڑا مفکر اور حقیقت پسند معلوم ہوتا ہے! ارے میاں بکریوں کے پیچھے روتے پھرو تو ایک بات بھی ہے کیونکہ وہ دودھ دیتی ہیں! بھلا یہ محبوبائیں سال میں کتنے انڈے دے ڈالتی ہوں گی جن کے لئے چچا غالب پتھر کی دیوار کی تمنا کیا کرتے تھے! شعر سُنا ہے نا.... خیر سنو!

"کہاں تک روؤں اُس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یا رب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی !!"

"اشعار کی مٹی پلید کرنا بھی بس آپ ہی کا کام ہے! اوہ مگر یہ کیا۔" صفدر نے یک بیک نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

ایک آدمی نے بوڑھے کی ڈاڑھی پکڑ لی تھی اور سر پر بڑی تیزی سے ہاتھ جھاڑے چلا جا رہا تھا! دو ویٹروں نے بکری کے کان پکڑ رکھے تھے!

"یہ بات البتہ غیر مناسب ہے!" عمران نے آہستہ سے سر ہلا کر مغموم لہجے میں کہا۔

"کیا قصہ ہے!" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی!" اس ٹپ ٹاپ جوئے خانے میں اس قسم کی لغویات کا کیا کام!"

بوڑھے کی مرمت کرنے والا اب بھی اُس کی ڈاڑھی پر زور آزمائی کر رہا تھا لیکن سر پر چلنے والا ہاتھ رُک گیا تھا! پھر وہ اُسے ڈاڑھی ہی سے پکڑے ہوئے ایک دروازے کی جانب کھینچنے لگا! بکری بھی اس کے پیچھے ہی لے جائی جا رہی تھی!

یر بعد یہ ہنگامہ بھی ختم ہو گیا اور کسی نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے مائیک پر کہا۔

"خواتین و حضرات! مجھے بے حد افسوس ہے کہ لیڈی مونیکا کے دو جانوروں کی وجہ سے آپ کے مشاغل میں خلل پڑا۔"

"بکواس بند کرو!" کسی گوشے سے کوئی حلق پھاڑ کر چیخا۔ "روز ہی یہی ہوتا ہے تم لوگ لٹیرے ہو! کبھی کوئی بکری گھس آتی ہے کبھی کوئی پاگل آرٹسٹ۔"

"بیٹھ جائیے جناب!" آپ میں سے بہتیرے صرف اسی لئے یہاں آتے ہیں کہ لیڈی مونیکا کی نت نئی شرارتوں سے محظوظ ہو سکیں!۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے!" بیک وقت بہت سی آوازیں ہال میں گونجیں!" مونیکا مونیکا ڈارلنگ۔"

احتجاج کرنے والے والا ایک میز پر کھڑا ہو کر دہاڑنے لگا" تم لٹیرے ہو! لٹیرے ہو! میں جانتا ہوں تمہیں! اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

"نمبر تین۔ "مائیک سے آواز آئی۔" اسے اٹھا کر سڑک پر پھینک دو۔"

"خبردار۔ اگر کوئی میرے قریب بھی آیا!" احتجاج کرنے والے نے ریوالور نکال لیا!۔

"یہ ہوئی ہے؟ "عمران مُسکرایا۔

"اوہ "مائیک سے آواز آئی۔" تم شاید مجھے ہی بلا رہے ہو۔"

"آتو ہی آ۔" احتجاج کرنے والے نے للکار کر کہا۔" میری یہی خواہش ہے۔"

"ہال میں سناٹا چھا گیا! آرکسٹرا کی موسیقی تو اُسی وقت بند ہو گئی تھی جب مائیک پر مجمع کو مخاطب کیا گیا تھا!۔

"اب تم غالباً یہاں کے ایک خطرناک آدمی سے ملو گے۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ!" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا کیونکہ اُس نے اس "خطرناک آدمی" کو دیکھ لیا تھا، جو ایک دروازے سے نکل کر احتجاج کرنے والے کی میز کی جانب بڑھ رہا تھا!۔

یہ ڈھائی یا تین فٹ اونچا ایک بونا تھا! صفدر نے بارہا سرکسوں میں اس قسم کے بونے دیکھے تھے اور اُن کے مسخرہ پن سے محظوظ بھی ہوا تھا!۔

"کیوں! کیا تم مذاق سمجھتے ہو!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔" یہ اس قمار خانے کا مالک ہے اور یہاں کے کروڑپتیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے! بڑے بڑے بدمعاش اس کا نام سن کر کانوں پر

ہاتھ رکھتے ہیں!"

بونا میز کے قریب پہنچ چکا تھا! صفدر نے محسوس کیا کہ احتجاج کرنے والے کا وہ ہاتھ کانپ رہا ہے جس میں ریوالور تھا! کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو!

"میں تمہیں مار ڈالوں گا!" دفعتاً احتجاج کرنے والا خوفزدہ سی آواز میں چیخا! لیکن دوسرے ہی لمحے میں میز الٹ گیا اور اس کا سر کافی زور دار آواز کے ساتھ فرش سے ٹکرایا۔ ریوالور کی گولی چھت کا پلاسٹر اکھاڑتی ہوئی پھر فرش پر واپس آ گئی تھی! پھر اسے دوسرا فائر کرنے کی مہلت نہ مل سکی! بونے نے ریوالور چھین لیا تھا اور اُس کے سر پر دو تین ٹھوکریں بھی رسید کر دی تھیں!

صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بونے کی واپسی بھی دیکھ رہا تھا جو اس شان سے ہوئی تھی جیسے اُسے قطعی اطمینان ہو کہ اس اسٹیج پر کوئی اشارۃً بھی احتجاج کرنے کی ہمت نہیں کرے گا! پٹنے والا اب بھی فرش پر چت پڑا ہوا تھا! بونا ایک دروازے میں داخل ہو کر غائب ہو گیا!۔ ہال کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری تھا۔

"کھسک لینا چاہئے اب!" صفدر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"باہر.... فائر کی آواز یقیناً پہنچی ہو گی! اس لئے پولیس۔"

"چھوڑو!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اگر کسی ڈیوٹی کانسٹیبل نے بھی آواز سنی ہو گی تو انجان بن کر آگے بڑھ گیا ہو گا! اس علاقے میں ڈنگو کی بادشاہت ہے۔"

"ڈنگو کون؟"

"یہی بونا!"

دو ویٹر بیہوش آدمی کو فرش سے اٹھا کر ایک طرف لے جا رہے تھے! لیکن صفدر کی نظر صدر دروازے پر تھی! اُسے یقین تھا کہ پولیس ضرور متوجہ ہو گی! اُس نے عمران کی طرف مڑ کر کہا۔ "ہم یہاں کیوں آئے تھے!"

"جوا کھیلنے! اور ضرور کھیلیں گے۔"

آرکسٹرا پھر موسیقی بکھیرنے لگا تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی خاص واقعہ سرے سے

ہی نہ ہوا! لوگ پہلے ہی کی طرح پھر اپنے مشاغل کی طرف متوجہ ہو گئے تھے!

"جب وہ ایسا ہی خطرناک آدمی ہے تو اس نے اُسے چیلنج کرنے کی ہمت کیسے کی تھی۔" صفدر نے پوچھا۔

"کوئی کٹا ہوا جواری ہو گا۔" عمران نے جواب دیا۔ "اور اُسے ایسے ہی کسی موقع پر چوٹ ہوئی ہو گی! کیا خیال ہے! یہ بکری اور اُس کے عاشق کا کھیل کیسا رہا تھا! کیا اچھی خاصی ابتری نہیں پھیل گئی تھی! اُسی ہنگامے کے دوران جوئے میں بڑی سے بڑی بے ایمانی کی جا سکتی ہے! کیونکہ لوگ تو ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ عرصہ سے ان لوگوں کی ٹوہ میں رہے ہوں!" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"حالانکہ ہم نے یہاں چار دن سے زیادہ نہیں گزارے!" عمران مُسکرایا! میں تمہیں یہاں اسی لئے لایا ہوں کہ اُن لوگوں سے متعارف ہو سکو جن سے اب سابقہ پڑنا ہے۔"

"اوہ.... تو کیا یہ بوغا ہی کے آدمی ہیں!"

"بوغا کے مخالف...." عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اتنی جلدی یہ بھی معلوم کر لیا!"

"ہاں... میں نے بالی پر نظر رکھی تھی!"

"تو پھر بالی کے قاتل یہی لوگ ہوں گے!"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا! ویسے بالی اس بونے سے اسی لئے ملا تھا کہ وہ اُسے بوغا کے آدمیوں سے بچائے۔"

"کیا بوغا کا گروہ یہاں بھی موجود ہے۔"

"بوغا!" عمران نے طویل سانس لی! "یہاں بوغا اُس خبیث روح کو کہتے ہیں جو کسی بھی پستہ قد آدمی کے جسم میں حلول کر سکتی ہے! ایکس ٹو کے مقامی ایجنٹوں نے یہی بتایا ہے کہ یہاں ہر پستہ قد آدمی پر بوغا کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر وہ یہیں ہو گا۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا! آج تک اُس کے گروہ کا ایک آدمی بھی گرفتار نہیں ہو

سکا! ویسے اُس کے گروہ کی یہاں خاصی شہرت ہے۔"

"میں تو سمجھ رہا تھا کہ ہم لوگ صرف آرام کر رہے ہیں مگر آپ نے۔"

عمران کچھ نہ بولا! وہ آہستہ آہستہ چیونگم کچل رہا تھا!

"اچھا تو وہ آدمی کون تھا جس نے ہمیں یہاں بھیجا تھا۔" صفدر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اسی جوئے خانے کا ایک ایجنٹ جو اناڑی قسم کے غیر ملکیوں کو پھانس کر یہاں بھیجتا ہے اور وہ خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں۔"

"کیا آپ کی جیب میں زیادہ رقم موجود ہے۔"

"ہو گی۔" عمران نے لاپروائی سے کہا "لیکن ہارنے کے لئے صرف ساڑھے چار شلنگ ہیں! ویسے ساڑھے چار شلنگ میں ہم سب کا کفن بھی تیار ہو سکتا ہے! بشرطیکہ، ہم ساڑھے چار شلنگ جیت لینے کے چکر میں پڑ جائیں!"

"مگر یہ رقم آئی کہاں سے! ہم تو بالکل قلاش تھے!"

"یار میری کھوپڑی کھانے کی بجائے اپنی کھوپڑی پر زور دو! جہاں ایکس ٹو کے ایجنٹ موجود ہوں وہاں ہم قلاش کیسے رہ سکتے ہیں!"

"آپ نے اُن سے رابطہ کیسے قائم کیا تھا! کیا آپ کو پہلے ہی سے علم تھا کہ وہ یہاں موجود ہیں۔"

"مجھے علم ہوتا تو تمہیں کیوں نہ ہوتا!" عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا!

"پھر آخر یہ کیسے ہوا۔"

"اُن لوگوں نے خود مجھے بھی ڈھونڈ نکالا تھا۔"

"اوہ تو ایکس ٹو کو اس کا علم تھا کہ ہم لاتوشے سے نکل آئے ہیں!۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" عمران نے کہا اور اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گیا جس کا پردہ آہستہ آہستہ کھسک رہا تھا۔ آرکسٹرا نے دُھن بدل دی تھی اور صرف وائلن اور دف ہلکے ہلکے سُروں میں بج رہے تھے! پورا پردہ ہٹ گیا! لیکن اسٹیج ویران پڑا تھا! دفعتاً ہال "مونیکا سویٹ مونیکا" کے نعروں سے گونجنے لگا! صفدر نے محسوس کیا کہ کھیلنے والوں نے بھی ہاتھ روک لئے ہیں اور ان کی توجہ بھی اسٹیج ہی کی جانب مبذول ہو چکی ہے۔

اسٹیج صدہا برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا! ایک پل کے لئے موسیقی تھمی ہی نہ تھی کہ کسی نے مائیک پر کہا۔ آ رہی ہے! لیڈی مونیکا آ رہی ہے! آج وہ آپ کے لئے ایک بالکل نئی تفریح لائی ہے اس پروگرام کا نام ہے موت کے متلاشی!"

یک بیک ایک آدمی بائیں جانب سے اسٹیج کے وسط میں آ پڑا۔ وہ سر سے پیر تک خون میں نہایا ہوا تھا! لباس چیتھڑوں کی شکل میں اس کے جسم سے جھول رہا تھا! اُس کے بعد ہی ایک سیاہ فام آدمی غراتا ہوا اُس جانب سے اسٹیج پر آیا!

پہلا آدمی اُسے دیکھتے ہی اُٹھ بیٹھا! پھر ایک عورت نظر آئی جو چابک نچا رہی تھی!

"مونیکا.... سویٹ آف آل۔ مونیکا.... ہیلو!" ہال میں نعرے گونجے۔

عورت جو کچھ بھی کہہ رہی تھی۔ اُسے نہ سنا جا سکا! اُس کے مخاطب صرف وہی دونوں معلوم ہوتے تھے، جو اب پھر ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے پوز میں آ گئے تھے۔ ایک کی حالت بہت ابتر تھی!

"ارے۔" یک بیک صفدر اچھل پڑا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں! وہ عمران کی طرف مڑا اور شاید اُس کی حیرت اس بنا پر اور زیادہ بڑھ گئی کہ عمران کی آنکھوں میں حیرت کا شائبہ نہ تھا۔

"یہ تو.... یہ تو.... جوزف معلوم ہوتا ہے!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاؤں!" عمران نے اس طرح کان کے قریب ہاتھ ہلایا جیسے مچھر اڑائے ہوں۔

"خدا کی پناہ! کہیں وہ اس آدمی کو مار ہی نہ ڈالے۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے میری لاعلمی میں ہو رہا ہے! یہ بیچارہ تو یہاں ملازمت کی تلاش میں آیا تھا! اوہ.... واقعی وہ اُسے ختم ہی کر دے گا!"

جوزف اپنے حریف کو بُری طرح پیٹ رہا تھا لیکن وہ بھی شائد شکست تسلیم کر لینے پر تیار نہیں تھا! عورت برابر چابک گھما گھما کر کچھ کہے جا رہی تھی!

تقریباً دس منٹ تک یہ لڑائی جاری رہی اور ہال پر قبرستان کا سا سناٹا مسلط رہا! پھر مائیک سے آواز آئی۔ "کیا کوئی الگ کر سکتا ہے! اگر یہ ممکن ہے تو ایسے آدمی کو بیس پونڈ نقد انعام دیا جائے گا! لیکن شرط یہ ہے کہ صرف ایک ہی آدمی!"

"اگر کوئی میرے قریب آیا تو ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا!" جوزف دہاڑا۔

"کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں۔" صفدر نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "پتہ نہیں وہ بیچارہ کون ہے اور کیوں پٹ رہا ہے۔"

"تو پھر میں بے چارہ کیا کر سکتا ہوں۔" عمران نے جواب دیا! ایک گرانڈیل قسم کا آدمی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"واپس جاؤ!" جوزف دہاڑا لیکن وہ آدمی آگے ہی بڑھتا رہا! اور پھر اسٹیج پر پہنچتے ہی جھپٹ کر دونوں کے درمیان آگیا! جوزف کا حریف اسکے پیچھے کھڑا جھومتا رہا! لیکن جوزف نے کسی خونخوار چیتے کی طرح درمیانی آدمی پر چھلانگ لگائی! دوسرے ہی لمحے میں وہ اسٹیج کے نیچے تھا! اس کے بعد وہ پھر اپنے حریف پر جھپٹ پڑا۔

پتہ نہیں اسٹیج کے نیچے گرنے والا سچ مچ بیہوش ہو گیا تھا یا اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ چپ چاپ آنکھیں بند کئے پڑا رہے۔ اٹھنے کی صورت میں اُس کی آن اُسے پھر اسٹیج کا رخ کرنے پر مجبور کرتی! لیکن بعض حالات میں جان کو آن پر ترجیح دینا ہی پڑتی ہے!۔

"اب مجھے ہی اٹھنا پڑے گا پتہ نہیں یہ کیا چکر ہے۔" عمران بڑبڑایا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر یک بیک اٹھ کر انگریزی میں چیخا "ضرور اس کے جسم میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہے۔" "میں اسے اپنے کالے جادو سے زیر کروں گا۔"

جوزف نے اُس کی آواز سن کر آنکھیں پھاڑیں اور عمران آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھنے لگا! جوزف نے ہاتھ روک لئے تھے اور احمقوں کی طرح کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا! اس کا حریف بھی کھڑا آگے پیچھے جھولتا رہا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ گرنے ہی والا ہو لیکن شاید قوت ارادی ہی اُسے سہارا دے رہی تھی!۔

مونیکا نے بھی عمران کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں وہ اسٹیج کے داہنے گوشے میں تھی اور اس کا گھومتا ہوا چابک تھم گیا تھا!۔

عمران اسٹیج پر پہنچ کر جوزف کی طرف توجہ دینے کی بجائے مجمع کی جانب مڑا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "دیکھا آپ نے کالے جادو کا کمال صرف نام ہی سن کر اس کا دم نکل گیا! اسے مجبور کیجئے کہ مجھ پر بھی ہاتھ اٹھائے۔"

جوزف دم بخود کھڑا رہا۔

"کالے آدمی مار اسے۔" مونیکا فرش پر چابک مارتی ہوئی بولی۔ لیکن جوزف نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی!۔

عمران نے جوزف کی طرف توجہ دیئے بغیر مجمع کو مخاطب کیا! "اب دیکھئے کہ وہ کس طرح میری انگلیوں پر ناچتا ہے۔" وہ جوزف کی طرف مڑا اور مداریوں کے سے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر اُردو میں اس طرح بڑبڑانے لگا جیسے سچ مچ جادو ہی پڑھ رہا ہو! وہ کہہ رہا تھا۔ "ابے جوزف کے بچے ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تم مجھے جانتے ہو! آنکھیں اندر کر کے جھومو اور پھر تڑ سے گر کر بیہوش ہو جاؤ! ورنہ کھال اتار دوں گا!۔"

"اُو حبشی.... نابکار مارتا کیوں نہیں اسے۔ مونیکا جھلا کر چیخی! مگر حبشی نابکار اتنی اُردو تو سمجھتا ہی تھا کہ فوری طور پر عمران کے حکم کی تعمیل کر سکتا! اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اس طرح جھومنے لگا جیسے جادو کے زیر اثر آگیا ہو!۔

اِدھر وہ گرا اور اُدھر مونیکا کے چہرے سے ہوائیاں اڑنے لگیں! عمران تیزی سے جوزف کے حریف کی طرف مڑا۔

"بھاگو.... بھاگ جاؤ.... ورنہ جیسے ہی اُسے ہوش آئے گا تم مر جاؤ گے!۔"

وہ لڑکھڑاتا ہوا بائیں جانب والے دروازے میں داخل ہو گیا! مونیکا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کھڑی تھی!۔

عمران بائیں آنکھ دبا کر مُسکرایا! بہر حال اس کی یہ حرکت مونیکا کو غصہ دلانے کے لئے کافی تھی!۔

"میں تمہیں تمہارے جادو سمیت خاک میں ملا دوں گی!" وہ دانت پیس کر بولی! اتنے میں جوزف بھی اٹھ کر بھاگ نکلا۔

"پہلے بیس پونڈ دلواؤ! ورنہ میرا کالا جادو تمہیں انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی بھی بنا سکتا ہے۔!"

"بدتمیز۔" وہ غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

ہو سکتا تھا کہ اس قسم کا لہجہ اس کے لئے نئی چیز ہو! عمران تو ویسے بھی انتہائی حلیم اور بُردبار لوگوں کو بھی غصہ دلا دینے کا ماہر سمجھا جاتا تھا! اُس نے مجمع کی طرف مڑ کر ہاتھ ہلائے اور بولا۔

"بیس پونڈ!"

"بیس پونڈ ادا کر دیئے جائیں!" مائیک پر بولنے والے نے کہا۔

اب وہ آدمی بھی اٹھ رہا تھا، جو حبشی کے پہلے ہی گھونسے پر اسٹیج سے لڑھک کر بے ہوش ہو گیا تھا! اس نے اپنی آنکھیں ملیں اور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس طرح اسٹیج پر چھلانگ لگائی جیسے اس بار حبشی کو مار ہی ڈالے گا جس نے بھرے مجمع میں اُس کی توہین کی تھی!

"کہاں گیا وہ....." گرانڈیل آدمی دونوں ہاتھ پھیلا کر دہاڑا۔

"خالص مکھن کی تلاش میں۔" عمران نے پُر مسرت لہجے میں جواب دیا۔

"اس نے تمہارے شکار کو بھگا دیا!" مونیکا غرائی۔ "تم کیسے مرد ہو تمہارا شکار کوئی دوسرا چھین لے جائے۔"

"کیوں؟" گرانڈیل آدمی نے عمران کو نیچے سے اوپر تک دیکھا۔

"یہ جادوگر نہیں کوئی فراڈ ہے۔ اس سے ڈرو مت!" مونیکا زہریلے لہجے میں بولی۔ "کالے لوگ جادو کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ دہشت زدہ ہو کر بھاگا ہے۔ جادو سے نہیں!"

"کیوں؟" گرانڈیل آدمی عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا! اور ایک بار پھر اُس نے بڑی حقارت سے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھا! عمران بظاہر اس کے تن و توش کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا!

"اتنی دیر۔" مونیکا نے پھر اُسے غیرت دلائی۔ "بزدل کہیں کے۔ اپنے اس پہاڑ جیسے جسم کو کسی گندے نالے میں غرق کر دو۔"

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مُسکراہٹ تھی! اس نے ایک بار پھر مونیکا کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی! لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے بیک وقت دو حملوں سے بچنا پڑا۔ ایک طرف سے گرانڈیل آدمی نے اُس کے منہ پر مُکّا مارا تھا اور دوسری طرف مونیکا نے چابک گھمایا تھا! لیکن چابک گرانڈیل آدمی کے داہنے گال پر پڑا.... اور مکا بھلا عمران کے منہ پر کیا پڑتا۔ وہ تو اُس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ "کالا.... جادو.... دیکھا تم نے.... ہاہا۔"

گرانڈیل آدمی دونوں ہاتھوں سے گال دبائے ہوئے مونیکا کی طرف مڑا.... چابک پوری قوت سے پڑا تھا! کھال پھٹ گئی تھی! خون کے موٹے موٹے قطرات فرش پر ٹپک رہے تھے!

مونیکا جھلا کر عمران پر جھپٹی! لیکن ٹھیک اُسی وقت بونا دونوں کے درمیان آ گیا!

"نہیں ڈارلنگ۔" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "غصہ تھوک دو! تم خواہ مخواہ اس سے الجھ پڑی ہو۔"

"تم ہٹ جاؤ۔" مونیکا بُری طرح ہانپ رہی تھی! اور عمران مجمع کی طرف منہ کیے ہنس رہا تھا!

"ارے تو تم نے میرا گال کیوں پھاڑ کر رکھ دیا۔" گرانڈیل آدمی دہاڑا۔

"تم.... تم تو فوراً دفع ہو جاؤ یہاں سے بزدل کہیں کے۔" مونیکا اُس پر اُلٹ پڑی۔

"جائیے۔ جناب آپ خواہ مخواہ بیچ میں آ کودے۔ تشریف لے جائیے!" بونا زہریلے لہجے میں بولا۔

عمران نے محسوس کیا کہ گرانڈیل آدمی مزید کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا! پھر اُس نے اُسے اسٹیج سے اُتر کر میزوں کی جانب جاتے دیکھا! وہ اب بھی اپنے داہنے گال پر رومال رکھے ہوا تھا!

"میرے بیس پونڈ۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"ابھی مل جائیں گے! کیا تم کوئی غیر ملکی ہو۔" بونا عمران کو گھور رہا تھا!

"میں یوگوسلاویہ کا باشندہ ہوں۔"

"اچھا۔ اچھا۔" بونے نے اس طرح سر ہلایا جیسے یوگوسلاویہ کا باشندہ ہونا کوئی بہت اچھی بات ہو! پھر بولا۔ "میرے آفس میں چلو تمہارے بیس پونڈ ادا کر دوں! تم واقعی باکمال آدمی ہو۔ آؤ! تم بھی آؤ ڈارلنگ۔"

وہ پھدک کر اسٹیج کے نیچے پہنچ گیا اور عمران اس طرح جھک کر فرش پر دیکھنے لگا جیسے اُسے تلاش کر رہا ہو۔! اس حرکت پر مجمع سے قہقہے بلند ہوئے!

"بیہودے۔ بدتمیز۔" مونیکا نے پھر چابک کا وار کیا! لیکن چابک زمین پر پڑا کیونکہ عمران تو اب اسٹیج کے نیچے تھا!

پھر وہ بونے کے ساتھ آگے بڑھ گیا! مونیکا غصے میں اپنا نچلا ہونٹ چبا رہی تھی!

"ہے۔ لیڈی مونیکا.... مونیکا.... آ.... آ....!" مجمع پھر شور مچانے لگا! لیکن وہ تیزی سے اسٹیج کے دائیں جانب والے دروازے میں مڑ گئی!

O

قصر جمیل کا شمار شہر کی بڑی اور عظیم الشان عمارتوں میں ہوتا تھا! اور اس کی شہرت اس ضرب المثل کی وجہ سے بڑھی تھی کہ یہ پہاڑ ایک چیونٹی نے اٹھایا ہے۔" یہ جُملہ بنیادی طور پر ضرب المثل رہا ہو یا نہ رہا ہو لیکن اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ضرب المثل کے مجموعے میں ایک جدید ترین اضافہ تھا۔!

باہر سے آنے والے سیّاح اس عمارت کے گرد منڈلاتے رہتے تھے کہ کسی طرح اُسے اندر سے دیکھ سکیں! وہ دراصل اُس "چیونٹی" کو بھی دیکھنا چاہتے تھے جس نے یہ پہاڑ کھڑا کیا تھا! وہ چیونٹی تھی ساڑھے تین فٹ کا بونا جس نے قصر جمیل کے ایک حصے میں قمار خانہ کھول رکھا تھا اس قمار خانے کی وجہ سے سیاحوں کی یہ خواہش پوری ہو جاتی تھی کہ وہ اس عمارت کو نہ صرف اندر سے دیکھ سکیں بلکہ عمارت کے مالک یا دُنیا کے آٹھویں عجوبہ سے بھی ملاقات کر سکیں! لیکن قمار خانے میں پہنچ کر تجسّس کی پیاس اور بڑھ جاتی تھی! وہ سوچتے تھے کہ کسی بونے کا اتنی شاندار عمارت بنوا بیٹھنا اتنی حیرت انگیز نہیں ہو سکتی جتنی کہ کسی خوبصورت اور لحیم شحیم عورت کا اُس پر عاشق ہو جانا۔ وہ قمار خانے میں لیڈی مونیکا کے تذکرے سُنتے! کبھی کبھی وہ انہیں نظر بھی آجاتی اُن کے منہ حیرت سے کھلتے اور بند ہو جاتے!۔ یہ اُسی بونے کی محبوبہ تھی! پھر وہ لیڈی مونیکا ہی کے دُرشن کے لئے روزانہ چکر کاٹتے! قمار خانے میں داخل ہوتے تو اناڑی قسم کے لوگ بھی تفریحاً ہی سہی کھیلتے ضرور تھے! لیکن کیا لیڈی مونیکا تک رسائی ممکن تھی؟ کیا وہ بونے کی محبوبہ کسی کو خاطر میں لاتی تھی؟"

وہ کتنی خطرناک عورت تھی، یہ وہی لوگ جانتے تھے جن کا اُس سے دن رات کا سابقہ رہتا تھا! عمارت میں ملازمین کی فوج موجود تھی! لیکن اُن میں سے کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ مونیکا تھوڑی دیر بعد کس قسم کے موڈ میں ہوگی! اُسے غصے میں بھری ہوئی دیکھ کر وہ کونوں کھدروں میں چھپتے پھرتے تھے!۔

اس وقت بھی یہی ہوا تھا.... جیسے ہی انہوں نے اُس کے ہنٹر کی پھنکار سُنی! ادھر اُدھر

بھاگنے لگے! ہو سکتا ہے کہ خواب گاہ میں یہ ہنٹر اس کے داہنے ہاتھ سے جُدا ہو جاتا ہو لیکن خواب گاہ سے باہر کبھی کسی نے اُسے خالی ہاتھ نہیں دیکھا تھا! کھانا بھی وہ خوابگاہ ہی میں کھاتی تھی! اور اُس وقت کوئی خادم اُس کے قریب موجود نہیں ہوتا تھا! بہتیرے تو از راہِ مذاق کہا کرتے تھے کہ وہ کھانا بھی ہنٹر سے کھاتی ہوگی!۔

وہ آندھی اور طوفان کی طرح ہال میں داخل ہوئی! جوزف یہیں موجود تھا بھلا وہ دوسروں کی طرح کیوں بھاگتا! اوّل تو اُسے اس عورت کا تجربہ نہیں تھا! دوسرے یہ تو بڑی بزدلی ہوتی کہ وہ صرف ہنٹر کی پھنکار ہی سن کر بھاگ نکلتا! البتہ وہ کسی نئے حادثے کا منتظر ضرور تھا! کچھ دیر پہلے وہ اسی ہال سے اُن دونوں کو اسٹیج کی طرف ہانک لے گئی تھی! جوزف کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ تماشا بننے والا ہے! وہ تو یہی سمجھا تھا کہ عورت زندہ دل ہے اور لڑائی بھڑائی سے دلچسپی رکھتی ہے اس لئے یہ شرط لگادی ہے کہ وہ لوگ لڑتے وقت اُس کے ہنٹر کا بھی خیال رکھیں! یعنی لڑیں بھی اور ہنٹر کی مار سے بھی بچتے رہیں! بس پھر وہ لڑتے اور ہنٹر سے بچتے ہوئے ایک جانب چل نکلے تھے! اُس وقت یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ انہیں کسی خاص سمت میں ہانک رہی ہے! وہ تو اسٹیج کے دروازے سے گذر کر روشنی میں آنے کے بعد ہی جوزف کو احساس ہوا تھا کہ ہنٹر بازی کا مقصد کیا تھا؟

بہر حال وہ دوبارہ ہنٹر کی پھنکاریں سن کر کسی نئے حادثے کے لئے تیار ہو گیا۔ مونیکا پہلے تو تیزی سے اس کی طرف بڑھی پھر رُک گئی! دونوں کے درمیان صرف پانچ یا چھ فٹ کا فاصلہ تھا! یعنی وہ اتنی دور سے اپنا ہنٹر بخوبی استعمال کر سکتی تھی!۔

"بھگوڑنے۔" اُس نے دانت پیس کر کہا!۔

"میری بات سنو مادام!" جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن بھوتوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے!۔"

"کالا جادوگر۔" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کبھی اُس کی شکل میرے باپ کی سی ہو جاتی تھی کبھی دادا کی سی۔ یہ دونوں بڑے ظالم تھے! میں کیسے ہوش میں رہ سکتا تھا مادام! وہ دیکھو اُس آدمی کو دیکھو! کیا اس میں اتنی ہمت ہے کہ اٹھ کر اپنے گھر تک پہنچ سکے!۔"

جوزف نے اپنے حریف کی طرف اشارہ کیا تھا، جو ایک جانب فرش پر چت پڑا گہری گہری

سانسیں لے رہا تھا۔

"بکواس مت کرو! میں تم جیسے بزدل کو ملازمت نہیں دے سکتی۔" اس نے فرش پر ہنٹر مارتے ہوئے کہا۔

"تو میری یہ محنت یونہی برباد ہوئی۔" جوزف غرایا۔

"چلے جاؤ ورنہ ہڈیوں تک کا پتہ نہ لگے گا۔"

"اوہ.... "جوزف نے مٹھیاں بھینچ لیں چند لمحے اُسے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ ہوش میں آؤ! اگر ان لوگوں کے سامنے جو تم سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ تمہاری توہین ہوئی تو کتنی بُری بات ہو گی!۔"

یک بیک مونیکا کسی سوچ میں پڑ گئی وہ جوزف کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"میرا ہاتھ عورتوں پر بھی اٹھ سکتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہوں۔" جوزف غرآیا۔

"اُس کے باوجود بھی ایک بیوقوف سا آدمی تمہیں اس طرح خوفزدہ کر گیا!" مونیکا مسکرائی۔

"بھوت تھا!۔"

"کسی سرکس کا مسخرا۔؟"

"میں نہیں مان سکتا۔"

"اگر تم اُسے قتل کر دو تو میں تمہیں ایک ہزار پونڈ دوں گی اور مستقل ملازمت۔"

"فی الحال تم مجھے اتنی رقم دلوا دو جس سے چھ بوتلیں خریدی جا سکیں! نہ میں کسی کو قتل کروں گا اور نہ تمہاری ملازمت!۔"

"تب پھر تم جاؤ دفع ہو جاؤ! میں تمہیں ایک پینی بھی نہیں دے سکتی!"

"اچھی بات ہے تو پھر میں تمہارے ہوٹل میں گھس کر توڑ پھوڑ مچاؤں گا!۔"

"تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے!" مونیکا نے سرد لہجے میں کہا۔

"بلاؤ اپنے آدمیوں کو.... یا تو میں چھ بوتلوں کا دام وصول کروں گا یا سچ مچ یہیں مر جاؤں گا!"

جوزف جھلائے ہوئے لہجے میں بولا! پھر یک بیک اُسے عمران کا خیال آگیا! یقیناً اُس نے اسے یہاں کسی خاص ہی مقصد کے تحت بھیجا تھا ورنہ پھر وہاں ہوٹل میں اُس کی موجودگی کی کیا وجہ تھی!۔

یک بیک اُسے ایک بونا نظر آیا، جو راہداری سے ہال میں داخل ہو رہا تھا!۔

"اوہ.... یہ جانور ابھی یہیں ہے!" اُس نے جوزف کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ جوزف نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں! شاید اتنا ننھا منا آدمی آج تک اس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا!۔

"کیا تم نے اُسے بیس پونڈ ادا کر دیئے!" مونیکا نے تنفر آمیز لہجے میں بونے سے پوچھا۔

"اوہ.... ڈارلنگ مائی سویٹ!" بونے نے متحیرانہ انداز میں کہا! "ونڈر فل.... وہ بہت حیرت انگیز آدمی ہے! میں نے اُسے بیس پونڈ دیئے تھے اُس نے انہیں چالیس بنا کر مجھے واپس کر دیا!"

"کیا مطلب!۔"

"میں نے اُسے دس دس پونڈ کے دو نوٹ دیئے تھے! اُس نے انہیں بڑی لاپروائی سے میز پر ڈال دیا اور اپنے ہاتھوں کو گردش دی! یقین کرو کہ دو کے چار نوٹ ہو گئے!"

"ڈنگو! تم اتنے ڈفر کیوں ہو گئے ہو!" مونیکا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیوں؟۔"

"وہ کوئی فراڈ تھا!۔"

"جو بھی رہا ہو مجھے بہت پسند آیا ہے! میں نے اُسے اب آفر دیا ہے لیکن وہ سوچ کر جواب دے گا! یوگوسلاویہ کا باشندہ ہے تین چار ماہ یہاں قیام کرے گا! چلو میں اُسے تسلیم کرتا ہوں کہ وہ اُس کے ہاتھ کی صفائی تھی! تو پھر کیا وہ ہاتھ کی صفائی ہمارے کام نہیں آسکتی!۔"

"مانتی ہوں! مگر اُس نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہی کیوں! میرا خیال ہے کہ یہ کسی کی کوئی سوچی سمجھی اسکیم ہے۔"

"اتنی عقل میں بھی رکھتا ہوں!" بونا مسکرایا! "لیکن اُسے تو ہمارے ہی ایک ایجنٹ نے پھانس کر اندر بھیجا تھا!"

"کیا وہ صورت سے احمق نہیں معلوم ہوتا۔"

"یہی خصوصیت تو مجھے بہت زیادہ پسند آئی ہے! وہ ایسی صفائی سے کام کرے گا کہ کسی کو شبہ تک نہیں ہو سکے گا۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں.... ڈنگو ڈیئر!۔"

"بالکل ہوش میں ہوں! تم مجھے اتنا گدھا کیوں سمجھتی ہو!"

"بیوقوف نظر آنے والے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔"

"میرا ہاتھ ہر وقت اس کی گردن ہی پر رہے گا! تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"کہیں وہ بوغا ہی کا کوئی آدمی نہ ہو! ابھی پچھلے ہی دنوں اُس کے گروہ سے کٹے ہوئے ایک آدمی نے ہم سے مدد مانگی تھی! پھر وہ مرسیا بھی قتل کر دیا گیا تھا!"

بوغا کے نام پر جوزف نے کان کھڑے کیے لیکن چپ چاپ ہی کھڑا رہا۔

بونا مونیکا کی بات کا جواب دیئے بغیر جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔ "یہ یہاں کیوں کھڑا ہے۔"

"اس کی موت آئی ہے۔" مونیکا دانت پیس کر بولی

"تو بلاؤ نا اپنے آدمیوں کو۔" جوزف نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"ہائیں! یہ کیا بک رہا ہے۔" بونا حیرت سے بولا۔

"یہ چھ بوتلوں کے دام وصول کرے گا ہم سے! میں نے ایک باڈی گارڈ کے لئے اشتہار دیا تھا! دو آگئے! میں نے سوچا کہ یہ خود ہی فیصلہ کر لیں لیکن دونوں ہی ناکارہ ثابت ہوئے! ایک اس بُری طرح پٹ گیا اور دوسرا اُس احمق سے ڈر کر بھاگ نکلا! اب یہ کہتا ہے کہ ملازمت نہیں دینی تو چھ بوتلوں کے دام دلواؤ۔"

"ارے جاؤ بھاگو۔" بونا ہاتھ ہلا کر بولا۔ "کیا تم آنریبل ڈنگو کو نہیں جانتے!"

"تمہیں تو میں اتنا جانتا ہوں کہ تم میری ایک ہی جیب میں سما جاؤ گے۔" جوزف نے حقارت سے ہنس کر کہا۔

"ہٹو۔ ڈارلنگ پیچھے ہٹ جاؤ! میں اسے سمجھاؤں۔" بونا مونیکا کو ایک طرف ہٹاتا ہوا بولا۔

جوزف احمقانہ انداز میں ہنستا رہا۔ اُسے بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے سرکس کا کوئی مسخرہ بونا اچھل کود مچا کر اُس کا دل بہلانے کی تیاری کر رہا ہو۔

وہ بھی ازراہ مذاق اُس کا کان پکڑنے کے لئے جھکا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی کنپٹی پر اس زور کا گھونسہ پڑا کہ آنکھوں میں تارے ناچ گئے! ایسے ہاتھ اس نے اپنی یادداشت میں کم ہی کھائے ہوں گے! توازن برقرار نہ رہ سکا! وہ دوسری جانب لڑھک چکا تھا! پھر سر پر دو تین ٹھوکریں

بھی پڑیں! بوکھلاہٹ کی وجہ سے اسے دوبارہ اٹھنے کا موقع نہ مل سکا! ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے سر پر لوہے کے وزنی ہتھوڑے مارے جا رہے ہوں۔

"ڈنگو! ڈنگو!" مونیکا نے بلند آواز میں کہا۔ "جان سے مت مارنا۔ اب جانے دو تا کہ اسے کبھی کبھی چھ بوتلیں یاد آسکیں! ہا! ہا! ہا! ہا!"

ڈنگو جوزف کو چھوڑ کر ہٹ گیا! جوزف بیہوش تو نہیں ہوا تھا لیکن اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گردن پر سر کی بجائے ایک بہت وزنی پتھر رکھا ہوا ہو!

وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر دوزانو بیٹھ گیا! مونیکا اور ڈنگو قہقہے لگا رہے تھے! بے تحاشہ ہنس رہے تھے! جوزف کو آنکھیں کھولنے میں بھی دشواری پیش آرہی تھی! اس نے اپنی ہپ پاکٹ ٹٹول کر ایک چپٹی سی شیشی نکالی جس میں شاید کسی بہت ہی تیز قسم کی شراب کی تھوڑی سی مقدار بچ رہی تھی! اس نے آنکھیں بند کیے ہوئے کاک نکالی اور غالباً تلچھٹ تک حلق میں انڈیل گیا!

ڈنگو مونیکا سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے رحم آرہا ہے اس بیچارے پر! اسے شراب ضرور دو! بھلا اتنی ذرا سی اُس کے کس کام آسکے گی!"

"تمہیں اس پر رحم آرہا ہے۔" مونیکا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "لفظ رحم میں نے پہلی بار تمہاری زبان سے سُنا ہے! طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"اوہ.... کیا یہ ننھی سی شیشی تمہیں متاثر نہیں کر سکی! میں اسے قتل کر کے قہقہے لگا سکتا ہوں مگر یہ بے بسی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی! اتنی ذرا سی شراب! حالانکہ اس وقت اُسے کم از کم آدھی بوتل کی ضرورت ہے!"

"میں ایک قطرہ بھی نہ دینے دوں گی!۔"

"میری خاطر ڈارلنگ۔" بونا گھگھیایا۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔" مونیکا آنکھیں نکال کر بولی۔

جوزف اب اپنے پیروں میں اتنی توانائی محسوس کر رہا تھا کہ کھڑا ہو سکے! ان کی گفتگو بھی سُن رہا تھا! غصے میں پیچ و تاب بھی کھا رہا تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ وہ متواتر ایک گھنٹے تک لڑتے رہنے کی وجہ سے بُری طرح تھک گیا تھا اس لئے اُسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس جھگڑے کو آگے نہ بڑھائے! بونے کے متعلق وہ دھوکے میں رہا تھا ورنہ اس طرح پٹ جانے کی نوبت نہ آنے پاتی۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر آسانی سے گلو خلاصی ہو سکے تو اُسے خود کو قابو ہی میں رکھنا چاہئے وہ فرش سے اٹھ گیا!۔

"جاؤ۔" مونیکا دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "لیکن پولیس اسٹیشن جانے کی حماقت نہ کر بیٹھنا!اگر مجھے پولیس کی ذرہ برابر بھی پرواہ ہوتی تو تم یہیں دفن کر دیئے جاتے!لیڈی مونیکا اور آنریبل بے بی فینٹم ڈنگو کے خلاف یہاں کی پولیس ایک لفظ بھی نہیں سُن سکتی!دفع ہو جاؤ۔"

جوزف دل ہی دل میں اُبلتا ہوا دروازے کی طرف مُڑ گیا!۔

O

دوسری طرف صبح صفدر اپنے کمرے میں بیٹھا بور ہو رہا تھا!بوریت کی وجہ یہ تھی کہ وہ پچھلی رات سے الجھن میں تھا!عمران نے قمار خانے سے نکل کر ایک زور دار "ٹاٹا" کہی تھی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا تھا!اور صفدر کھڑا سوچتا ہی رہ گیا تھا کہ وہ یہاں کیوں لایا گیا تھا؟۔

پھر جوزف کا معاملہ تو سرے ہی سے سمجھ میں نہ آسکا!وہ آخر عمارت کے کسی نامعلوم حصے سے کیسے برآمد ہوا تھا!اور اُس ہنگامے کا کیا مطلب تھا!فائٹنگ تو اسی قسم کی ہو رہی تھی جیسے دونوں ایک دوسرے کی زندگی کے خواہاں ہوں!دوسرا آدمی تو لہولہان ہو رہا تھا!۔

اسے عمران کا رویہ یاد آیا!جس سے یقینی طور پر یہی ظاہر ہوا تھا جیسے جوزف کا اسٹیج پر نمودار ہونا اُس کے لئے غیر متوقع رہا ہو!۔

وہ کچھ دیر تک انہیں الجھنوں میں پڑا رہا پھر اس انداز میں شانوں کو جنبش دی جیسے انہیں ذہن کے تاریک گوشوں میں جھٹک دینا چاہتا ہو!۔

آٹھ بج چکے تھے لیکن اُس نے ابھی تک ناشتہ نہیں طلب کیا تھا!کیوں نہ ڈائننگ ہال میں ناشتہ کرے!اُس نے سوچا۔ پھر اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی!اُس نے ریسیور اٹھالیا!دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی!"اب سو بھی چکو کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں!میں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا.... اُوہاں۔ سنو چچا کا سراغ مل گیا ہے اُن سے مل بھی چکی ہوں بہت خوش ہوئے!۔"

"اوہ...." صفدر سانس کھینچ کر رہ گیا!یہ تو وہی لڑکی معلوم ہوتی تھی جس نے پچھلی رات

جانچ پڑتال کے محکمے کی ایک نمائندہ سے اُس کا پیچھا چھڑایا تھا!۔

"میں آرہا ہوں!" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور ریسیور رکھ کر تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا!۔

ہال میں وہ اُس کی منتظر تھی!صفدر نے اُسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا!۔

"رات کیسی گذری۔" اُس نے پوچھا!۔

"بہت اچھی۔" صفدر مُسکرایا۔ "مم۔ مگر کیا آپ بھی یہیں مقیم ہیں۔"

"جی ہاں! آپ کے برابر ہی والے کمرے میں۔" لڑکی بولی!" ظاہر ہے پچھلی رات والے واقعہ کے بعد میرا یہیں قیام کرنا بہت ضروری تھا!ہمیں اکثر ملتے رہنا چاہئے!میں بہت شدت سے بور ہو رہا ہوں۔"

"کیا آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ کو اپنی ٹیم کے سربراہ پر اعتماد ہے۔"

"اوہ.... یقیناً۔ یقیناً....!" صفدر اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے حیرت ہے۔"

"کیوں؟"

"اُس نے مجھے دردِ سر میں مبتلا کر دیا ہے!"

صفدر ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔" وہ ایسا ہی آدمی ہے کہ ایکس ٹو بھی اکثر دردِ سر میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن اُس پر اعتماد کرنے پر مجبور ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی!"

"اسے شائد ایکس ٹو کے علاوہ آج تک اور کوئی سمجھ ہی نہیں سکا۔"

"میں تو اُسے صحیح الدماغ ہی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں۔"

"کیوں کیا ہوا؟" صفدر کو ہنسی آگئی!۔

"میں اُس سے پوچھتی کچھ ہوں جواب کچھ ملتا ہے!مثال کے طور پر کل میں نے معلوم کرنا چاہا تھا کہ آپ لوگ کن ذرائع سے یہاں تک پہنچے تھے!لیکن اُس نے مجھے یہ سمجھانا شروع کر دیا کہ

ریشم کے کیڑے ریشم کس طرح بناتے ہیں! بالکل احمقانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔ ارے احمق تو وہ صورت ہی سے معلوم ہوتا ہے۔"

نہ جانے کیوں صفدر کا دل چاہا کہ وہ قصرِ جمیل کے جوئے خانے کا تذکرہ چھیڑ دے! پھر لڑکی ویٹر کو بلا کر ناشتے کے متعلق ہدایات دینے لگی اور صفدر سوچ رہا تھا کہ اُس جوئے خانے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس کا تذکرہ نکال بیٹھے!

ناشتے کے دوران میں بھی لڑکی بولتی رہی! وہ اُسے نہر سویز کے جھگڑوں کے حالات سُنا رہی تھی! دفعتاً صفدر نے ایک نکتے پر قمار خانوں کا تذکرہ چھیڑنے کا جواز پیدا کر ہی لیا۔

"بڑی عجیب فضا ہوتی ہے۔ قمار خانوں کی!" اُس نے کہا "بعض اوقات تو عجیب ترین حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے! مثال کے طور پر کل ہم قصرِ جمیل والے قمار خانے میں گئے تھے!"

"بڑی گھٹیا حرکت سرزد ہوئی تھی آپ سے!" لڑکی نے کہا۔ "کتنا ہارے۔!"

"کیا ہارنا ضروری ہے۔"

"وہاں بہت کم لوگ جیت میں رہتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"ہتھکنڈے! زیادہ تر غیر ملکی اور سیّاح قسم کے لوگ وہاں جا پھنستے ہیں اور پھر جہاں ایک بار مونیکا بھی نظر آ گئی تو بس وہ ہفتوں چکر کاٹا کرتے ہیں! وہاں جاتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں گنواتے ہیں! لمبی بے ایمانیاں ہوتی ہیں وہاں! کھلاڑی نفسیاتی طور پر اس طرح الجھا دیئے جاتے ہیں کہ انہیں بے ایمانی کا شبہ تک نہیں ہونے پاتا!"

"اوہ ٹھیک ہے! کل بھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔" صفدر نے کہا اور پھر بکری اور بوڑھے کی کہانی دُہراتا ہوا بولا۔ "اس کے بعد ہی ایک آدمی نے چیخنا شروع کر دیا کہ وہاں بے ایمانی ہوتی ہے! مگر ایک گول مٹول سا بونا اُس پر جھپٹ پڑا۔ خدا کی پناہ! کتنا طاقتور تھا وہ!"

"کیا آپ جانتے ہیں مونیکا اُس کی محبوبہ ہے۔"

"نہیں۔" صفدر نے حیرت ظاہر کی۔

"یقین کیجئے! وہ دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک ہی جوڑا ہے! اور دونوں ہی خطرناک ہیں۔"

"مونیکا تو بہت خوبصورت ہے۔"

"بہت! ایسی جسامت رکھنے والی عورتیں عموماً بھدی ہوتی ہیں لیکن وہ حیرت انگیز طور پر حسین ہے! نسوانیت کی بھی کمی نہیں حالانکہ بہتیرے مرد اُس سے بُری طرح خائف ہیں۔"

"لیکن وہ اُس بونے کو کیسے برداشت کرتی ہے!"

"وہ یہاں بونا نہیں بے بی فینٹم کہلاتا ہے۔" لڑکی مُسکرائی۔

"کچھ بھی ہو بات مضحکہ خیز ہے! ارے وہ مونیکا کے مقابلے میں اس کا آدھا بھی نہیں معلوم ہوتا!"

"مگر آپ لوگ وہاں کیوں گئے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔!" صفدر مسکرا کر بولا۔ "مجھے وہی احمق لے گیا تھا!"

پھر اُس نے عمران کی ان حرکتوں کا تذکرہ چھیڑ دیا جو اس سے وہاں سرزد ہوئی تھیں! لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ سیاہ فام آدمی اُن کا ایک ساتھی ہی تھا!۔

"کیا وہ کسی مقصد کے تحت وہاں گیا تھا!" لڑکی بڑبڑائی!۔

"اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا!۔"

"اُسے روکو! وہ اچھی جگہ نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر صفدر نے کہا۔ "غالباً آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ہم لوگ یہاں کیوں آئے ہیں!"

"ہاں! یہ مسئلہ بھی میرے لئے الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔ آخر ایکس ٹو کا بوغا سے کیا سروکار۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے کہ ہمارا میدان صرف بین الاقوامی سیاست ہی تک محدود ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ بوغا کا تعلق بھی کسی حد تک اسی میدان سے ہو!"

"ناممکن! وہ صرف ایک اسمگلر ہے! میرا خیال تو یہ ہے کہ بوغا کسی فرد کا نہیں بلکہ کسی ایسی تنظیم کا نام ہے، جو بین الاقوامی سطح پر سمگلنگ کرتی ہے۔"

"خیر اس مسئلے کے متعلق میری معلومات محدود ہیں! مگر میں نے یہ ضرور سُنا ہے کہ یہاں بوغا کے متعلق بڑی حیرت انگیز باتیں مشہور ہیں۔"

"ہاں.... آں! وہ پستہ قد ہے.... وہ انتہائی دراز قد آدمی ہے! وہ بہت دُبلا ہے! وہ بہت موٹا ہے! وہ ایک بُری روح ہے، جو کسی بھی پستہ قد آدمی کے جسم میں حلول کر سکتی ہے۔"

"لیکن کسی نے آج تک اُسے دیکھا نہیں! کیوں؟"

"میری معلومات کے مطابق تو کسی نے بھی نہیں دیکھا!"

صفدر صرف مُسکرا کر رہ گیا! غالباً وہ اُسے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی بوغا کو بہت قریب سے دیکھ چکا ہے! یا عمران نے اُسے ایک بار پاگل تک بنا دیا تھا!

وہ پھر خاموش ہو گئے! ویٹر میز سے خالی برتن اٹھا رہا تھا! صفدر نے لڑکی کی اجازت سے سگریٹ لگائی!

کچھ دیر بعد لڑکی بولی! "مگر آپ لوگ اس غرض سے آئے ہیں کہ یہاں آپ بوغا پر ہاتھ ڈال سکیں گے تو یہ محض خام خیالی کہلائے گی! کیونکہ وہ دوسرے ممالک میں بھی اتنا ہی مشہور ہے جتنا یہاں ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُس کا مستقل قیام کہاں رہتا ہے۔"

"کہیں بھی نہیں۔" صفدر بولا۔ "وہ تو بعض اوقات اپنے ماتحتوں کے ہاتھ بٹاتا ہوا بھی ملے گا لیکن اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو سکتا کہ وہ خود اُن کے ہی درمیان موجود ہے۔"

"پھر آپ اسے کہاں اور کیسے تلاش کریں گے؟"

"خود میرے ذہن میں بھی یہی سوال موجود ہے! لیکن اس کا جواب اُس احمق آدمی کے علاوہ اور کوئی نہ دے سکے گا!"

"میں نہیں سمجھ سکتی!"

صفدر کچھ نہ بولا! وہ سوچ رہا تھا تم سمجھو یا نہ سمجھو وہ تو بہر حال اپنا اُلو سیدھا کرنے کا ماہر ہے!۔ دفعتاً اُسے ہال میں ایک جانی پہچانی سی صورت نظر آئی! لیکن وہ فوری طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ اُس نے اُسے کہاں دیکھا تھا!

" اب اگر آپ اپنے کمرے میں جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔" لڑکی نے کہا۔ "لیکن دوپہر کا کھانا بھی ہم ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"شکریہ! میں تنہائی میں اُکتا گیا تھا! مگر اوہ.... یہ کیا بد تمیزی ہے کہ میں نے ابھی تک آپ کا نام نہیں معلوم کیا!۔"

"مارتھا!"

"شکریہ! میرا نام صفدر ہے۔"

"میں جانتی ہوں! ایکس ٹو نے مجھے آپ لوگوں کے متعلق پوری تفصیل سے آگاہ کیا تھا!"

"غالباً ٹرانس میٹر پر۔" صفدر نے پوچھا۔

"نہیں! میں اُن ذرائع کا تذکرہ نہیں کر سکتی! مجھے افسوس ہے۔"

"اوہ.... اچھا! کوئی بات نہیں! مگر شائد یہاں آپ ہی لیڈر ہیں۔"

"جی ہاں.... یہی سمجھ لیجئے!"

صفدر اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بار پھر اُس کی نظر اُسی جانے پہچانے سے چہرے پر پڑی اور یک بیک اُسے یاد آ گیا کہ اُس نے اُسے کہاں دیکھا تھا!

یہ قصر جمیل والے قمار خانے کا ایک ملازم تھا جسے صفدر نے پچھلی رات وہیں میزوں پر سرو کرتے دیکھا تھا! لیکن اس وقت تو وہ اس ہوٹل کا کوئی ذی حیثیت گاہک معلوم ہو رہا تھا۔

ایک شبہے نے صفدر کے ذہن میں سر اُبھارا.... کیا اس کی نگرانی کی جا رہی تھی؟ یہ چیز غیر متوقع بھی نہیں تھی! پچھلی رات عمران نے قمار خانے میں کافی سنسنی پھیلائی تھی!۔

صفدر تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا پھر کمرے میں واپس جانے کا ارادہ ترک کر کے اٹھا اور لڑکی سے کچھ کہے بغیر صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا!۔

فٹ پاتھ پر ایک جگہ رک کر اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا تھا اور پھر دائیں جانب چل پڑا تھا۔

تھوڑی ہی دور پر ایک کتب فروش کی دوکان نظر آئی۔ وہ وہیں رُک گیا! شو کیسوں میں مختلف قسم کی کتب و رسائل نظر آ رہے تھے! وہ اس طرح ایک شو کیس پر جھک پڑا جیسے کسی خاص رسالے یا کتاب کی تلاش ہو! پھر کنکھیوں سے بائیں جانب دیکھ کر دوکاندار کی طرف متوجہ ہو گیا!.... قصر جمیل کا ویٹر اُس سے تھوڑے فاصلے پر موجود تھا!۔

اب اس میں شبہے کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی تھی کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے! اُس نے ایک رسالہ خریدا اور ہوٹل کی طرف پلٹ آیا!۔

مارتھا اب بھی اُسی میز پر موجود تھی! اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کر مسکرائی!۔

"کیوں...؟ میں تو سمجھی تھی تمہیں شائد گھر یاد آیا ہے!" اُس نے ہنس کر کہا۔

"ذرا یہ رسالہ خریدنے گیا تھا!" صفدر نے رسالہ اُس کے آگے کھسکاتے ہوئے کہا اور کنکھیوں سے صدر دروازے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا خیال ہے.... یہ رسائل تنہائی کی اذیت سے بچا لیتے ہیں۔"

"آپ کئی بار تنہائی کا حوالہ دے چکے ہیں حالانکہ ہم لوگوں کی زندگی ان تنہائیوں کے باوجود بھی ہنگاموں سے پُر رہتی ہے۔"

صفدر کی نظر کاؤنٹر پر رُک گئی جہاں قصر جمال کا ویٹر فون کا ریسیور ہاتھ میں لئے کاؤنٹر کلرک سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"میری نگرانی کی جارہی ہے۔" صفدر آہستہ سے بولا۔ "یہی اندازہ کرنے کے لئے میں باہر گیا تھا!"

"میرے لئے نئی اطلاع نہیں ہے!" مارتھا مُسکرائی! "آپ کافی چالاک ہیں! بہر حال میں اسی لئے آپ کو کمرے میں بھیجنا چاہتی تھی! کچھ دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ اگر آپ اپنے کمرے میں جانا چاہیں...."

"اس کا تعلق قصر جمیل سے ہے۔" صفدر بات کاٹ کر بولا۔

"مجھے اس کا علم نہیں ہے لیکن یہ جانتی ہوں کہ آپ کی نگرانی ہو رہی ہے اور اس کی اطلاع آپ کے لیڈر عمران ہی نے دی تھی! انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ نگرانی کرنے والا شاید آپ سے براہِ راست کسی قسم کی گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"لیکن یہ نہ بتایا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!"

"بس اتنا ہی کہ اگر وہ آپ کو کہیں لے جانا چاہے تو بے خطر چلے جایئے!"

"عجیب بات ہے۔"

"اپنے لیڈر کو سنبھالو۔" مارتھا نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ ایکس ٹو شائد مجھ سے جواب طلب کر بیٹھے کہ تم نے اُسے خطرات سے آگاہ کیوں نہیں کیا تھا! "ڈنگو اور مونیکا بے حد خطرناک لوگ ہیں۔"

صفدر کچھ نہ بولا! وہ سوچ رہا تھا کہ اگر مارتھا سے ملی ہوئی اطلاع صحیح ہے تو وہ آدمی اُس سے کس قسم کی گفتگو کرے گا!

وہ اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا! تھوڑی ہی دیر بعد کسی نے ہولے ہولے دروازے پر دستک دی۔ صفدر اٹھا اور داہنا ہاتھ جیب میں ڈالتے ہوئے بائیں سے چٹخنی گرادی! جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے کو اس نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا! دروازہ کھلتے ہی نگرانی کرنے والے پر نظر پڑی!

"میں معافی چاہتا ہوں جناب" اس نے کہا۔

"فرمایئے۔" صفدر کا لہجہ بھی نرم ہی تھا!

"تھوڑا وقت لوں گا آپ کا!"

"اندر تشریف لایئے۔" صفدر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اندر آکر اُس نے بڑی شائستگی سے اُس کا شکریہ ادا کیا اور بیٹھتا ہوا بولا۔ "ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں شاید آپ مشغول تھے!"

"نہیں کوئی بات نہیں! فرمایئے آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"آپ پچھلی رات قصر جمیل کے ریکوئیشن ہال میں تشریف رکھتے تھے نا۔"

"جی ہاں! میں تھا وہاں۔!"

"آپ کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے۔ مسٹر ڈھمپ!"

"اوہ.... وہ!" صفدر ہنسنے لگا!! "جی ہاں تھے تو....!"

"مجھے اُن کا پتہ چاہئے!"

"پتہ" صفدر نے حیرت سے کہا۔ "بھلا میں پتہ کیسے بتا سکوں گا! ہماری جان پہچان بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی تھی بس جتنا وقت جہاز میں گذرا تھا اتنی ہی پرانی ہماری جان پہچان بھی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"بھئی یہاں آتے وقت جہاز پر اُس سے ملاقات ہوئی تھی! میں یوگوسلاویہ سے آیا ہوں یہاں پہنچ کر ہماری راہیں الگ ہو گئیں! پچھلی رات اتفاق سے وہ مجھے آزادی کی یادگار کے قریب پھر مل گیا تھا اور ہم قمار خانے میں گئے تھے!"

"آپ نے اس سے ضرور پوچھا ہوگا کہ اُس کا قیام کہاں ہے!"

"بالکل! رسماً پوچھنا ہی پڑتا ہے! لیکن یقین کیجئے کہ اُس نے جس جگہ کا نام لیا تھا مجھے قطعی یاد

نہیں رہا! بات انٹرسٹ کی ہوتی ہے! مجھے اس سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں تھی کہ اس کے متعلق ساری باتیں یادداشت میں محفوظ رکھ سکتا! مگر کیوں؟ آپ اُس کا پتہ کیوں چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ کالے جادو کا ماہر ہے!"

"جی ہاں! میں تو یہی سمجھتا ہوں!"

"خدا جانے!" صفدر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مجھے تو وہ صرف کریک معلوم ہوتا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لئے وہ خاموش ہو گئے پھر صفدر اُسے سگریٹ پیش کرتا ہوا بولا۔ "وہ قمار خانہ ہے بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ سگریٹ لیجئے۔ میں تو بہت محظوظ ہوا تھا۔ وہ عورت کون تھی!۔"

"وہ اُس عمارت کی مالکہ ہے! لیڈی مونیکا۔"

"ایسی حسین عورت آج تک میری نظروں سے نہیں گذری! مگر شائد اُسے خونی کھیل پسند ہیں! دونوں لڑنے والے خون میں نہائے ہوئے تھے! ارے ہاں وہ بکری کا کیا قصہ تھا!۔"

اجنبی مسکرایا! صفدر کی آنکھوں میں بچکانہ انداز کا تحیر تھا! اجنبی نے کہا۔ "وہ لیڈی مونیکا کے پالتو جانور تھے! اس بوڑھے کو بکری سے عشق ہو گیا ہے!"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"لیڈی مونیکا سے تعلق رکھنے والی ہر بات عجیب ہوتی ہے! اجنبی نے طویل سانس لی۔ "خیر جناب کیا میں امید رکھوں کہ آئندہ وہ جب بھی آپ سے ملے گا۔ آپ اُس کا پتہ لے لیں گے بس اس نمبر پر رنگ کر لیجئے گا! میں بے حد شکر گذار ہوں گا!" اُس نے صفدر کو فون نمبر لکھائے۔

"ضرور.... ضرور۔" صفدر بولا۔ "مطمئن رہئے۔"

اُس کے جانے کے بعد صفدر سوچ رہا تھا کہ پچھلی رات شائد عمران کا بھی تعاقب کیا گیا تھا! لیکن وہ انہیں ڈاج دے کر نکل گیا ہو گا!

خود اُسے تو تعاقب کا گمان تک نہ تھا! لیکن اگر پچھلی رات اُس کا بھی تعاقب نہیں کیا گیا تھا تو اس وقت یہ آدمی صحیح ٹھکانے پر کیسے پہنچ سکا!

اُس نے سوچا بارتھا کو حالات سے آگاہ کر دینا چاہئے! وہی عمران تک یہ اطلاع پہنچا سکے گی!

O

عمران نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے قصر جمیل کے نمبر رنگ کئے! دوسری طرف سے

کسی نے کال ریسیو کی!۔

"آنریبل ڈنگو۔ پلیز۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"آپ کون ہیں۔!"

"بکریوں کا خادم! فضول بحث نہ کرو۔ ڈنگو کو مطلع کر دو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ سلسلہ منقطع نہیں کیا گیا تھا!۔

"ہیلو۔" اس بار کسی عورت کی آواز آئی۔

"ڈنگی نہیں ڈنگو چاہئے۔" عمران نے کہا۔

"کون ہو بیہودے تم!" غالباً دوسری طرف سے مونیکا ہی بول رہی تھی لہجہ غصیلا تھا۔

"بس بیہودہ ہی ہوں۔" عمران بولا۔ "فون پر ڈنگو کو بلاؤ۔"

"کیا تمہاری شامت آئی ہے۔"

"ہاں!"

"کون ہو!۔"

"آئیون ہوں!۔"

ایک ہی سانس میں اُسے نہ جانے کتنی گالیاں سننی پڑیں! لیکن پھر جلدی ہی اس نے ڈنگو کی آواز سنی جو کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرا رہا تھا! "کون ہو تم.... کون ہو! جلدی بتاؤ! ذلیل کہیں کے تم نے لیڈی مونیکا کا بڑا اچھا موڈ برباد کر دیا وہ اس وقت مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی!۔"

"اب وہ تمہیں دفن کر دے گی!" عمران نے کہا۔

"کیا بکواس ہے؟"

"یقین کرو پیارے! میں قد میں تم سے بھی چھوٹا ہوں اور مونیکا سے مجھے عشق ہو گیا ہے۔"

"جہنمی کتے! بتاؤ تم کون ہو!"

"میں کوئی بھی ہوں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ ہوپی کے قتل کا باعث تم ہی بنے تھے!۔"

"شٹ اَپ۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا! عمران نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور بوتھ سے باہر نکل آیا!

"کون تھا!" مونیکا نے غصہ سے لرزتے ہوئے پوچھا۔

"پتہ نہیں کون بیہودہ تھا!" ڈنگو نے اچھل کر میز پر چڑھتے ہوئے کہا۔ "اب اُس کا سر مونیکا کے کاندھے تک پہنچ سکتا تھا!

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو ڈنگو!" وہ اُسے تیز نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔

"نہیں.... میں کیا چھپاؤں گا تم سے۔"

"کون تھا؟" وہ کسی سانپ کی طرح پھپھکاری۔

"مجھے بھی نہیں بتایا۔"

"اُس نے کیا کہا تھا جس پر تم نے اس بُری طرح دہاڑ کر ریسیور رکھ دیا تھا!"

"اوہ.... وہ! اُس نے مجھے گُنگ گالی دی تھی!"

"ڈنگو....!"

"ڈڈ.... ڈارلنگ!"

"تم جھوٹے ہو بکواس کر رہے ہو! تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں! تم نروس ہو! ڈنگو.... ڈنگو! میں تمہارے ٹکڑے اڑادوں گی! بتاؤ اُس نے کیا کہا تھا!"

"اگر بتادوں تو تم پاگل ہو جاؤ گی!"

"بتاؤ۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ اُسے تم سے عشق ہو گیا ہے اس لئے تم عنقریب مجھے دفن کر دو گی! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون ہے۔"

"ڈنگو! تم اس طرح نہیں بچ سکو گے تمہیں بتانا پڑے گا! ورنہ ہم دونوں ابھی اور اسی وقت یہیں مر جائیں گے۔" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی! ہاتھ میں دبے ہوئے ہنٹر کے بل یکلخت کھل گئے اور ڈنگو نے میز کے نیچے چھلانگ لگائی! ہنٹر ایک لمبی "شائیں" کے ساتھ گھوما تھا لیکن وہ ڈنگو پر نہ پڑ سکا!

"مونیکا.... مونیکا.... ہوش میں آؤ! ورنہ مجھے بھی غصہ آئے گا!" وہ ہنٹر کے دوسرے حملے سے بچتا ہوا چیخا!

"میں کہہ چکی ہوں کہ ہم دونوں کو یہیں مرنا ہے.... اسی وقت!" اس نے تیسری بار ہنٹر کو گردش دی! اور ڈنگو نے یہ وار بھی خالی دیا!

یک بیک فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی! لیکن وہاں کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا جو کال ریسیو کرتا! گھنٹی بجتی رہی! کس میں ہمت تھی، جو اُس کمرے میں داخل ہو سکتا!

"مونیکا یہ کوئی ضروری کال بھی ہو سکتی ہے۔" ڈنگو دہاڑا۔

لیکن مونیکا کا ہاتھ نہ رُکا! ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی۔

"مونیکا میں تمہیں پھر وارننگ دیتا ہوں۔" ڈنگو! اچھلتا کودتا ہوا بولا۔ ابھی تک اس کا جسم ہنٹر کی چوٹ سے محفوظ رہا تھا! اس وارننگ کے بعد اس نے دو تین چوٹیں اور بچائیں اور پھر یک بیک کرسی اٹھا کر مونیکا پر کھینچ ماری! مونیکا نے قہقہہ لگایا۔ اُس نے بھی بڑی صفائی سے خود کو بچایا تھا! اس دوران میں بونے کو موقع مل گیا کہ وہ ایک دروازے سے نکل بھاگتا! مونیکا بھی دروازے کی طرف جھپٹی! لیکن ڈنگو نے اسے دوسری طرف سے بولٹ کر دیا تھا!

مونیکا دروازے کے قریب ہی رک کر ہانپنے لگی! فون کی گھنٹی کی تیز آواز اب بھی کمرے میں گونج رہی تھی! وہ دانت پیستی ہوئی فون کی طرف بڑھی!

"ہالو...." ماؤتھ پیس میں دہاڑتے وقت اُس کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔

"لیڈی مونیکا پلیز۔" دوسری طرف سے آواز آئی!

"ہاں.... ہاں! کون ہے....؟"

"میں پچھلے ہفتے سے تمہارے لئے ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہوں۔"

"کون ہو!" نہ جانے کیوں اس بار مونیکا کے لہجے میں سختی نہیں تھی!

"میں ڈنگو سے بہت چھوٹا ہوں! لوگ مجھے الٹرا مائیکرو اسکوپک ڈنگو کہتے ہیں۔"

مونیکا نے ہونٹ سکوڑ کر آنکھیں نکالیں! دوسری طرف سے بولنے والے کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی وہ کہہ رہا تھا! "تم مجھے گود میں بٹھا کر پریوں کی کہانیاں سُنا سکو گی۔"

"چپ رہو گدھے کے بچے!" اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا!.... اور پھر وہ ڈنگو کے قہقہے کی آواز سن کر مڑی!

"کیوں!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب بتاؤ کسی نے تم سے کیا کہا تھا جس پر اتنی چراغپا ہو رہی ہو!"

"میں سمجھتی ہوں! سب سمجھتی ہوں!" وہ سر ہلا کر بولی "میں جانتی ہوں وہ کون ہے! ڈنگو اگر

چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اُس کی لاش کسی سڑک پر نہ ملی تو میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گی!"

"کس کی لاش!۔"

"اُسی مسخرے کی جسے تم ملازم رکھنا چاہتے تھے!۔"

"کیا!" اُس کا منہ حیرت سے کھل گیا پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "تم کیا جانو کہ یہ وہی تھا!۔"

"اُس کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا! کس میں ہمت ہے کہ مجھ سے اس طرح گفتگو کر سکے!۔"

بونا کسی سوچ میں پڑ گیا! مونیکا اُسے گھور رہی تھی!۔

"اُس نے تم سے کیا کہا تھا!" اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا!۔

"تم سے کیا کہا تھا!" مونیکا نے بھی اپنا پرانا سوال دُہرایا!۔

"مجھ سے جو کچھ کہا تھا پہلے ہی بتا چکا ہوں!" ڈنگو بھی اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا!۔

"اگر وہ مجھ پر عاشق ہو گیا ہے تو تمہیں کیوں پریشانی ہے۔"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں کہ تم خوش ہونے کی بجائے اُس کے قتل پر کیوں آمادہ ہو گئی ہو!"

"ڈنگو....."

"ڈارلنگ!" ڈنگو کا لہجہ زہریلا تھا!۔

"تم میرے خلاف کسی قسم کی سازش کر رہے ہو!۔"

"بیچارہ ڈنگو بھی تمہارے متعلق یہی سوچ سکتا ہے۔"

"میں سازش کروں گی!" اُس نے حقارت سے کہا۔ "تمہارے خلاف! جب چاہوں ویسے ہی تمہیں خاک میں ملا سکتی ہوں!۔"

"ہاہا! تو اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ تم مجھے دفن کرنے کی فکر میں ہو! لیکن مطمئن رہو! اب وہ زندہ رہ سکے گا!۔" ڈنگو تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

O

مارتھا بندرگاہ کے علاقے کے ایک ہوٹل میں عمران کی منتظر تھی! اُس نے اسے یہیں بلایا تھا! وہ اُسے آگاہ کرنا چاہتی تھی کہ قصر جمیل کے شکاری کتے اس کی تلاش میں ہیں! اُسے تو یہاں تک اطلاع ملی تھی کہ خود ڈنگو اور مونیکا بھی شہر کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں! مگر کیوں؟ کیا ان کے وہ ملازمین ناکافی تھے، جن کی شکلیں بھی دیکھ کر عام آدمیوں کا دم نکل جاتا تھا! آخر یہ دونوں بذاتِ خود کیوں دوڑ دھوپ کرتے پھر رہے تھے! وہ سوچتی رہی لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی!۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں!" کسی نے بائیں جانب سے کہا اور وہ چونک کر مڑی!۔

ایک بوڑھا آدمی معذرت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا!۔

"بہتیری میزیں خالی پڑی ہیں!" وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"میں تنہا بیٹھنے کا عادی نہیں ہوں!" بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے.... واہ! ہوش میں ہو یا نہیں!۔"

"میں تو ہوش میں ہوں! لیکن تم اتنی بد اخلاق کیوں ہو! اگر میں کچھ دیر یہاں بیٹھ جاؤں تو کیا تمہارا وزن کم ہو جائے گا!۔"

"جاتے ہو یا میں ہیڈ ویٹر کو بلاؤں!" مارتھا کو غصہ آ گیا!۔

"ہیڈ ویٹر مجھ سے زیادہ معزز نہیں ہو سکتا! اس لئے مجھے ہی بیٹھنے دو۔"

"کیا تمہیں اپنے بڑھاپے کا بھی خیال نہیں ہے۔" مارتھا آنکھیں نکال کر بولی۔

"بڑھاپے کا خیال آدمی کو اور زیادہ بوڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر اسی طرح پیش آنا تھا تو پھر مجھے بلایا ہی کیوں تھا؟"

"کیا!۔ کیا مطلب!" مارتھا کے لہجے میں حیرت تھی اور وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی!۔

"ہاں! تم نے بلایا تھا!" بوڑھا بیٹھتا ہوا بولا۔ "کیا خبر ہے۔"

"اوہ.... تو یہ آپ ہیں.... میرے خدا.... یہ میک اَپ۔"

"فکر نہ کرو! بتاؤ کیوں بلایا تھا!"

"آپ خطرے میں ہیں!"

"مجھے علم ہے اور کوئی خاص بات۔"

"ڈنگو اور مونیکا بذاتِ خود آپ کی تلاش میں ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں انہیں ڈیڑھ سمجھوں یا پونے دو!"

"آخر انہیں آپ کی تلاش کیوں ہے؟"

"ممکن ہے اب وہ ڈیڑھ سے ڈھائی ہونا چاہتے ہوں۔"

"اسے اس طرح مذاق میں نہ اڑایئے مسٹر! میرے پاس اتنے زیادہ آدمی نہیں ہیں، جو آپ کی حفاظت کر سکیں! آخر اُن سے الجھنے کی ضرورت ہی کیا تھی!"

"عادت سے مجبور ہوں! کسی بونے کو دیکھ کر دل قابو میں نہیں رہتا!۔"

"بس آپ کو یہی اطلاع دینی تھی!" مارتھا نے بیزاری سے کہا۔ "اب جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو! مجھے اس آدمی کے متعلق کچھ بتا سکو گی جو ہوپی پوٹامس کہلاتا تھا!۔"

"کیوں؟ ہاں تھا تو ایک آدمی.... لیکن یہ تین سال پہلے کی بات ہے! وہ بھی ایک گینگسٹر ہی تھا! کسی نے گولی مار دی تھی!۔"

"اُس کے متعلق اور کوئی خاص بات!"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"مونیکا سے اُس کا کیا رشتہ تھا!۔"

"پتہ نہیں.... کیوں؟ یہ مونیکا بھی ڈھائی یا تین ہی سال پہلے کی دریافت ہے۔ اس سے قبل کسی نے اُس کا نام نہیں سُنا تھا! میں نہیں جانتی کہ ہوپی سے اس کا کیا رشتہ تھا!۔"

"کیا ہوپی کے گروہ کے کسی آدمی سے واقف ہو مطلب یہ کہ جو زندہ ہو۔"

"دو گھنٹے بعد بتا سکوں گی خیال ہے کہ میرا کوئی نہ کوئی آدمی ہوپی اور اُس کے گروہ سے بخوبی واقف ہوگا!۔"

"یہ بہت ضروری ہے۔" عمران نے کہا۔

"لیکن یک بیک ہوپی کا قصہ کہاں سے نکل آیا!"

"وقت بہت تھوڑا ہے!" عمران نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا! "تم مجھے کس طرح اور کہاں مطلع کر سکو گی۔"

"یہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں اپنی ذمہ داری پر کر رہے ہیں۔"

"تم اس کی پرواہ مت کرو! ایکس ٹو تم سے جواب نہیں طلب کرے گا!"

"دو گھنٹے بعد اس نمبر پر رنگ کر لیجئے گا۔ مارتھا نے وینٹی بیگ سے ایک کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

O

مونیکا کار ڈرائیو کر رہی تھی اور اس کے تین ملازم پچھلی سیٹ پر تھے! تینوں صورت ہی سے خطرناک معلوم ہوتے تھے!

"شام ہونے کو آئی!" مونیکا بڑبڑائی "لیکن ہم ابھی تک کچھ نہ کر سکے!"

"مگر مادام۔" ایک آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا ہے؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اتنی پریشان کیوں ہیں! ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی کام سے خود ہی باہر نکلی ہوں! آخر اُس حقیر سے آدمی کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے۔"

"کیا تم یہی سوال ڈنگو سے نہیں کر سکتے!"

"یقیناً مادام وہ بھی آپ ہی کی طرح اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں! میں کہتا ہوں وہ جادوگر نہیں جگلر تھا۔ کالے آدمی عموماً توہم پرست ہوتے ہیں! وہ خواہ مخواہ اس کے رُعب میں آگیا تھا!۔"

"اس کے بارے میں میرا خیال بھی یہی ہے! لیکن سوال تو یہ ہے کہ ڈنگو اس کے مسئلے پر مجھ سے کیوں دور بھاگتا ہے! ہم دونوں ہی ساتھ نکلے تھے مگر وہ حیلہ سازیاں کر کے مجھ سے الگ ہو گیا! اکیلے ہی اُسے تلاش کرنا چاہتا ہے! آخر کیوں.... ! کیا تم کوئی معقول وجہ بتا سکو گے!۔"

مگر وہ بیچارہ معقول وجہ کیا بتا سکتا کیونکہ اس کا ذہن تو مونیکا کے لہجے کی شیرینی میں ڈوب کر رہ گیا تھا! شائد انہوں نے پہلی بار اُسے اتنے نرم لہجے میں گفتگو کرتے سُنا تھا!

"میں کیا بتا سکوں گا مادام۔" اُس نے بالآخر کہا۔

"ڈنگو مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا! لیکن اس آدمی کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ کار تیزی سے فراٹے بھرتی رہی!۔

کچھ دیر بعد مونیکا نے کار کی رفتار کم کر دی! سڑک کی بائیں جانب سے ایک آدمی نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا تھا! وہ پیچھے ہی رہ گیا اور کار آگے نکل آئی! مونیکا نے گاڑی کو سڑک کے کنارے لگا کر روک دیا اور کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے دیکھنے لگی! گاڑی رُکوانے والا تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اُسی طرف آ رہا تھا!۔

"کیا ہے؟" مونیکا نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آنریبل بے بی فیلتھم نے اُسے پکڑ لیا ہے۔" آنے والے نے اطلاع دی۔

"کہاں ہے۔"

"ہیولاک بلڈنگ میں! مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو اطلاع دے دوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جاؤ!" مونیکا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

کار پھر چل پڑی! اس بار اُس کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز تھی! پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمیوں سے کوئی بھی کچھ نہ بولا! مونیکا کے ہونٹ ایک دوسرے پر سختی سے جمے ہوئے تھے اور آنکھیں ونڈ شیلڈ پر تھیں!۔

پھر وہ ہیولاک بلڈنگ کے سامنے ہی رُکی! یہ عمارت ایک ویران ساحلی مقام پر تھی....

مونیکا اور اس کے آدمی کار سے اتر کر صدر دروازے کی طرف بڑھے، جو کھلا ہی ہوا تھا!

صدر دروازے سے گذر جانے کے بعد مونیکا اور دو آدمی تو آگے بڑھتے چلے گئے لیکن ایک وہیں رُک گیا! جب وہ لوگ دوسری راہداری میں مڑ گئے تو تیسرے آدمی نے بہت احتیاط سے دروازہ بند کر دیا اور خود بھی آگے بڑھ گیا!۔

پوری عمارت سنسان پڑی تھی! یہاں تو کوئی بھی نہ ملا! مونیکا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا!

"یہ کیا بیہودگی تھی!" وہ زمین پر ہنٹر مارتی ہوئی چیخی۔

لیکن تینوں آدمی گم سم کھڑے رہے۔

"کیا عبدل پاگل ہو گیا تھا۔" وہ پھر دہاڑی۔ "کیا وہ زندہ رہ سکے گا۔"

یک بیک عمارت کے کسی گوشے سے گھٹی گھٹی سی آوازیں آنے لگیں! "ارے ہاں کون ہے... مجھے باہر نکالو۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی دروازہ پیٹ رہا ہو! مونیکا تیزی سے آواز کی جانب بڑھی لیکن اُس کے آدمیوں کی رفتار تیز نہیں تھی! انہوں نے مُسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا! اور نہایت اطمینان سے ٹہلتے ہوئے اُسی جانب چل پڑے تھے جدھر مونیکا گئی تھی!۔

مونیکا اب اس کمرے کے سامنے تھی جس کے اندر سے آوازیں آ رہی تھیں! شاید پہلے وہ اس طرف نہیں آئی تھی!۔ دروازہ باہر سے بند تھا اور اب بھی پیٹا جا رہا تھا! جو کوئی بھی اندر رہا ہو اب بھی چیخ رہا تھا۔ "ارے دروازہ کھولو! میرا دم گھٹ رہا ہے! میں کچھ بھی نہیں جانتا! نہیں جانتا!۔"

آواز بھرّائی ہوئی سی تھی! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے چیختے ہی چیختے گلا پھٹ گیا ہو!

دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا صرف چٹخنی ہی لگائی گئی تھی! مونیکا نے ایک آدمی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا! اُس نے بے چوں وچرا تعمیل کی! لیکن دروازہ کھلتے ہی مونیکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں! ایک شکستہ حال آدمی اُس کے سامنے کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا!۔

"تم.... تم...." مونیکا ہکلائی۔ "تم یہاں کیسے؟"

"تم... مونی ہو نا۔" اُس نے کہا۔ "اور مجھ سے اس طرح پیش آ رہی ہو! ظاہر کچھ باطن کچھ۔ کیا تمہارا یہ رویہ مجھے پاگل کر دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔"

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو! میں کچھ نہیں سمجھی!۔"

"یہاں مجھے کیوں قید کیا گیا ہے! مجھ پر تشدد کیوں کیا جا رہا ہے۔؟"

"یہی میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں! تمہیں کس نے قید کیا ہے!۔"

"ڈنگو نے۔"

"ڈنگو نے!" مونیکا متحیرانہ انداز میں چیخی!۔

"ہاں... ڈنگو نے... میرے خدا وہ بالکل وحشی ہے! اُس نے جیسی اذیتیں مجھے دی ہیں...."

"کیا کہہ رہے ہو تم۔" مونیکا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کوٹ ہٹا کر میری پیٹھ دیکھو! جس پر خون کے قطرات آہستہ آہستہ رینگ رہے ہیں! اُس نے مجھے سوئیوں کے بستر پر لٹا دیا تھا!۔"

"کیوں؟"

"کاغذات... باس کے کاغذات مانگ رہا تھا مجھ سے!"

"اوہ...." مونیکا نے ہونٹ بھینچ لئے پھر اپنے ساتھ آنے والے تینوں آدمیوں کی طرف مڑی لیکن اُن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر آنکھیں نکالیں!۔

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں ہے مادام!" ایک آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔ "دماغ ٹھنڈا رکھئے اور یہ بھول جایئے کہ اس ہنٹر کا رعب ہم پر اب بھی پڑے گا!"

"کیا بکواس ہے۔" اُس نے اس پر ہنٹر سے حملہ کیا لیکن ہنٹر پکڑ لیا گیا!۔

"کمینے کتے.... ذلیل!" وہ ہنٹر چھین لینے کے لئے زور کر رہی تھی!" کیا تمہاری شامت آئی ہے۔"

تینوں نے بیک وقت قہقہے لگائے! پھر ایک بولا۔ "ہمیں تشدد پر مجبور نہ کرو مونیکا! ہم تم سے نہیں ڈنگو سے ڈرتے تھے! بہتر یہی ہے کہ کاغذات کے بارے میں ابھی اور اسی وقت تصفیہ کر لو۔ ڈنگو تمہیں جان سے نہیں مارنا چاہتا اور نہ یہی چاہتا ہے کہ تم پر کسی قسم کا تشدد کیا جائے!۔"

"تھو...." مونیکا نے جھلاہٹ میں اُس کے منہ پر تھوک دیا! لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ بُری طرح بوکھلا گئی! بوکھلاہٹ کیا اُسے پاگل پن کا دورہ ہی کہنا چاہئے! وہ اُن تینوں پر ٹوٹ پڑی تھی! کسی کو دانتوں سے بھنبھوڑ رہی تھی اور کسی کے چہرے پر ناخون سے نقش و نگار بنانے کی کوشش کر رہی تھی! لیکن خود اُس کی پوزیشن بھی بڑی نازک تھی! ایک نے اُس کے بال بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے اور دوسرا پیٹھ پر گھونسے مار رہا تھا!۔

یک بیک بڑے روشندان سے کوئی فرش پر کودا۔

"ٹھہرو۔" کودنے والے ہی نے کہا تھا!۔ انہوں نے مونیکا کو چھوڑ دیا اور مونیکا بھی اُس کی طرف مڑی۔ مگر شائد یہ اُس کے لئے ایسا ہی دن تھا جس میں انہونیوں کے علاوہ اور کسی چیز کا ظہور نہیں ہو سکتا تھا!۔

روشندان سے فرش پر کودنے والا وہی احمق جادوگر تھا جس کے لئے وہ صبح سے سرگرداں

رہی تھی!۔

"عورتوں پر ہاتھ اٹھانے سے اکثر بد ہضمی ہو جاتی ہے اس لئے میں تمہارے لئے ہاضمے کی گولیاں لایا ہوں!" احمق نے کہا اور وہ تینوں اس پر ٹوٹ پڑے۔ مونیکا یہی سمجھی تھی کہ وہ اُسے زندہ نہ چھوڑیں گے! لیکن شاید یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسے موقع پر خود اُسے کیا کرنا چاہئے!۔

پہلے ہلّے میں انہوں نے احمق کی اچھی خاصی پٹائی کر دی! لیکن پھر احمق نے سنبھالا لے کر جو ہاتھ جھاڑنا شروع کئے ہیں تو پھر اُن میں کوئی سنبھل ہی نہ سکا! اکثر ایسا بھی ہوتا کہ وہ اُن میں سے کسی کو پکڑ کر اپنے سر سے بلند کرتا اور بقیہ دونوں پر کھینچ مارتا!۔

مونیکا دیوار سے ٹکی کھڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی! اُسے تو اب ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سچ مچ وہ احمق جادوگر ہی رہا ہو! ڈنگو کے یہ تینوں آدمی مانے ہوئے لڑاکے تھے۔ لیکن شائد اب وہ کسی نہ کسی طرح اُس سے پیچھا چھڑا کر نکل جانا چاہتے تھے!۔

"اُوہ.... بزدلو۔" اچانک بائیں جانب سے آواز آئی۔ "تم ہٹ جاؤ۔"

مونیکا چونک کر مڑی۔ ڈنگو دروازے سے گذر کر اندر آ چکا تھا! اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا! لڑنے والوں کے ہاتھ رُک گئے!۔

"ہٹو۔ تم لوگ ہٹ جاؤ۔" اُس نے ایک بار پھر اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ تیزی سے اِدھر اُدھر ہو گئے! مونیکا کے ہونٹ ہلے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی! پھر ارادہ ترک کر دیا تھا!۔

ڈنگو نے احمق پر فائر جھونک مارا۔

"تمہارا ہاتھ کانپ رہا ہے ڈنگو!" احمق نے آواز دی۔ وہ تو اب بھی وہیں کھڑا مسکرا رہا تھا! مونیکا نے لمبی سانس لی!۔ ڈنگو نے جھلاہٹ میں پے در پے تین فائر اور کئے! احمق گویا ہوا میں اڑ رہا تھا! جیسے ہی ڈنگو کی انگلی ٹریگر پر ڈھیلی ہوئی احمق نے ہنس کر کہا۔ "بقیہ دونوں گولیاں بھی ختم کر دو ورنہ کہیں تمہیں خودکشی نہ کرنی پڑے۔"

لیکن ڈنگو نے پھر فائر نہیں کیا! وہ اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا! پھر یک بیک ہنس پڑا!۔

"واقعی تم بہت کام کے آدمی ہو!" اُس نے کہا۔ "مگر نہ جانے کیوں تم نے میری پیشکش

ٹھکرادی!۔"

"کچھ نہیں! یونہی تفریحاً!" احمق نے کہا لیکن اُس کی نظریں ڈنگو کے ریوالور ہی پر تھیں!

مونیکا جو ڈنگو سے اچھی طرح واقف تھی سوچ رہی تھی کہ اب وہ اُسے باتوں میں الجھا کر ہی فائر کرے گا! اُس کا یہ اندیشہ دُرست نکلا! ڈنگو نے پھر فائر کیا تھا! لیکن احمق پھر بچ گیا اتنا پھرتیلا آدمی آج تک مونیکا کی نظروں سے نہیں گذرا تھا!۔

"اب یہ آخری گولی خودکشی کے لئے رہنے دو ڈنگو!" احمق نے کہا اور ڈنگو پھر ہنسنے لگا! اُس کے تینوں ملازم دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے بُری طرح ہانپ رہے تھے! اب شاید اُن میں کھڑے رہنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی تھی!۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ڈنگو نے ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

"ہاتھ کے ساتھ ہی خود بھی بڑھ آؤ!" احمق بولا۔ "میں تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا!

یک بیک ڈنگو نے اُس پر چھلانگ لگائی! لیکن اپنے ہی زور میں سامنے والی دیوار سے ٹکرایا! کیونکہ احمق بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا!۔

"یار.... ڈنگو تمہیں پیٹنے کے لئے مجھے زمین پر بیٹھنا پڑے گا!" احمق نے سنجیدگی سے کہا۔!

"اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اکڑوں بیٹھنے سے پینٹ کی کریز تباہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے تم ایک سیڑھی منگواؤ۔"

ڈنگو نے اچانک مڑ کر آخری گولی بھی ضائع کر دی! کیونکہ احمق اب بھی غافل نہیں تھا!

ڈنگو کے ساتھیوں کے پاس شاید ریوالور نہیں تھے ورنہ وہ بخل سے کام نہ لیتے! اور پھر اس وقت تو وہ گولی ہزاروں روپے کی ثابت ہوتی جس کے ذریعہ وہ اس بھوت سے پیچھا چھڑا سکتے! وہ خوفزدہ بھی نظر آ رہے تھے! شاید انہیں بھی کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا کہ وہ جادوگر ہی ہے!

ڈنگو کے آخری فائر کے بعد سناٹا چھا گیا! ہر ایک کی نظر احمق کے چہرے پر تھی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ احمق نظر آ رہا تھا!۔

یک بیک مونیکا نے اپنے وینٹی بیگ سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا! شائد وہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کئے اب تک پستول ہی نکال لینے کی کوشش کرتی رہی تھی!۔

اس نے پستول کا رخ ڈنگو کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "دھوکے باز تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں آئے گی!۔"

"وہ تو میں جانتا ہی تھا کہ اب بیچارے ڈنگو کی کیا وقعت رہے گی تمہاری نظروں میں!"

"اوہ.... وہ کہاں گیا؟ وہ!" احمق چونک کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹونی.... " مونیکا نے آواز دی! لیکن اُس نے ڈنگو پر سے نظر نہیں ہٹائی تھی!۔

"ہونہہ۔" ڈنگو لاپروائی سے بولا۔ "میرے ہاتھ سے بھی گیا اور تمہارے ہاتھ سے بھی!"

"پرواہ نہیں!" مونیکا نے اس سے بھی زیادہ لاپروائی ظاہر کی! "بتاؤ کہ تم نے اُسے کیوں قید کیا تھا! میری لاعلمی میں تم نے اُس سے کاغذات کا مطالبہ کیوں کیا؟"

"اس دشمن کی موجودگی میں جھگڑا نہ کرو۔" ڈنگو کا لہجہ سرد تھا!۔

"مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔"

"تو جہنم میں جاؤ کرو مجھ پر فائر! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ ایسے کسی موقعہ کے لئے میں نے تمہارے پستول میں گولیاں رہنے دی ہوں گی! پستول تو اسی وقت خالی ہو گیا تھا۔ جب میں تم سے الگ ہوا تھا ڈارلنگ! ٹونی نکل گیا یہ بہت بُرا ہوا۔"

مونیکا نے ٹریگر دبا دیا! شاید وہ سمجھی کہ ڈنگو بلف کر رہا ہے لیکن پستول حقیقتاً خالی تھا!۔

ڈنگو نے قہقہہ لگایا! اور پھر یک بیک احمق کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میرا آخری حربہ سنبھالو۔ تم دونوں سے کہہ رہا ہوں! مونیکا تمہاری موت میرے لئے تکلیف دہ ہو گی! مگر کیا بتاؤں! اب تمہیں زندہ چھوڑنا بھی نادانی ہو گی! کیونکہ اب تم میرے لئے کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح زندہ رہو گی!"

مونیکا کچھ نہ بولی! شائد وہ اُس کے حملے کی نوعیت کے متعلق غور کرنے لگی تھی! احمق بھی سنبھل گیا تھا! ڈنگو ایسے پوز میں نظر آ رہا تھا گویا اب کسی دوسرے ڈھب سے اُس پر چھلانگ لگائے گا۔ لیکن اچانک اُس نے اپنی پشت والی کھڑکی میں چھلانگ لگائی جس کے دونوں پاٹ کھلے ہوئے تھے!۔

"ارے۔" دونوں کی زبانوں سے بیک وقت نکلا اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے!۔

"افوہ.... ڈاج دے گیا!" احمق رانوں پر ہاتھ مار کر کھڑکی کی طرف جھپٹا!۔

راہداری سنسان پڑی تھی! لیکن وہ دوڑتا ہی رہا! مونیکا اُس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

"وہ باہر نہ نکلنے پائے۔ دیکھو! اگر وہ نکل گیا....!" مونیکا چیخی۔

احمق دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رُک گیا تھا.... کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن اُس نے کمرے میں قدم نہیں رکھا اور دروازے ہی پر کھڑا اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے اچانک کوئی حیرت انگیز چیز سامنے آگئی ہو!

"کیا ہے؟" مونیکا نے اُس کے قریب پہنچ کر پوچھا اور پھر اُس چیز پر اُس کی بھی نظر پڑ گئی جسے وہ اتنے انہماک سے دیکھ رہا تھا!

یہ کمرے کے وسط میں فرش پر ایک مستطیل خلا تھا جس کا رقبہ کم از کم بارہ مربع فٹ ضرور رہا ہوگا! یہ کسی تہہ خانے ہی کا راستہ ہو سکتا تھا!

"کیوں رُک گئے! چلو۔ ممکن ہے وہ تہہ خانے ہی میں اُتر گیا ہو! اُس کا بچ نکلنا بے حد خطرناک ثابت ہوگا۔" مونیکا نے کہا۔

"کیا یہ عمارت تمہاری دیکھی بھالی ہوئی ہے۔" احمق نے پوچھا۔

"نہیں میں پہلی بار آئی ہوں! حالانکہ یہ ڈنگو ہی کی ملکیت ہے۔"

"مجھے تہہ خانوں سے خوف معلوم ہوتا ہے! احمق بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم ذرا جا کر جھانکو تو!۔"

مونیکا نے اُسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اُسے بکواس ہی سمجھی ہو! پھر وہ آگے بڑھ گئی! احمق دروازے ہی میں کھڑا رہا۔ وہ تہہ خانے کے راستے کے قریب پہنچ کر رُک گئی! اور پھر دوزانو بیٹھ کر اُس میں جھانکنے لگی! چند لمحوں کے بعد سر اٹھا کر احمق کی طرف مڑی اور آنکھوں کی جنبش سے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا! احمق نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کمرے میں قدم رکھا! وہ کسی وحشت زدہ ہرن کی طرح چوکنا نظر آرہا تھا! مونیکا نے پھر اشارہ کیا! اُس کے ہونٹ بھی ہلے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی! احمق بھی اس کے قریب پہنچ کر دوزانوں بیٹھ گیا!۔

"وہ تہہ خانے ہی میں ہے۔" مونیکا نے سرگوشی کی۔ "میں نے آہٹیں سنی ہیں!۔"

احمق بھی تہہ خانے میں جھانکنے لگا! لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے! وہ تیز قسم کی بُو مونیکا کی ناک میں بھی تیر کی طرح گھسی تھی جس کا بھبکا سا تہہ خانے

کے راستے سے نکلا تھا!

احمق تیزی سے پیچھے کھسکا! لیکن مونیکا کو اس کی حالت دیکھنے کا ہوش کہاں تھا! یہ نہ جانے کیسی بُو تھی جس نے بیک وقت اس کے ذہن و جسم کو اس طرح متاثر کیا تھا کہ وہ نہ تو کچھ سوچنے کے قابل رہ گئی تھی اور نہ جسم میں کھڑے ہونے کی قوت ہی محسوس کر رہی تھی!

آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دُھند آہستہ آہستہ تاریکی میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی پتہ نہیں وہ کس طرح اس حد تک پیچھے کھسک آئی تھی کہ بیہوش ہو کر تہہ خانے ہی میں نہیں جا پڑی۔

O

ہوش میں آنے کے بعد کسے اندازہ ہوتا ہے کہ بیہوشی میں کتنا وقت گذرا ہوگا! لیکن مونیکا کی آنکھیں اندھیرے میں نہیں کھلی تھیں! اُجالا ہی تھا! اور اُسے کمرے کی چھت صاف نظر آرہی تھی اور اس کا بھی احساس تھا کہ وہ فرش پر چت پڑی ہوئی ہے! یعنی حواس بحال ہی تھے! یہ اور بات ہے کہ وہ ارادہ کرنے کے باوجود بھی نہ اٹھ سکی ہو! خاصی لحیم شحیم اور جی دار عورت تھی لیکن اس وقت تو اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم کی ساری قوت نچوڑ لی گئی! دفعتاً اُسے احمق کا چہرہ نظر آیا جو اسی پر جھکا ہوا تھا!

"مجھے اٹھاؤ۔" مونیکا نحیف سی آواز میں بولی۔

"ارے باپ رے۔" احمق بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا! اور مونیکا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں پھر پوچھا!۔

"ہم کہاں ہیں۔"

"ابھی کسی نے بتایا نہیں! کوئی ایسا آدمی بھی نہیں ملتا جس کے ہاتھ کسی اخبار میں اشتہار بھجوا سکوں!"

"کیسا اشتہار۔ کیا مطلب۔"

"یہی کہ ہمیں ڈھونڈ نکالنے والے کو پونے ڈھائی پونڈ انعام دیئے جائیں گے!۔ ہائے میری ممی کتنی پریشان ہوں گی۔ ارے باپ رے۔" وہ یک بیک اچھل پڑا۔

"کیا ہوا۔"

"اگر انہیں علم ہو جائے کہ ہم دونوں یہاں تنہا ہیں تو چانٹے مار مار کر مجھے فارغ البال کر دیں!۔"

"تم ہو کیا بلا۔"

"جادوگر۔ مگر اب میری بیٹری ایگزہاسٹ ہو چکی ہے! دوبارہ چارج کرائے بغیر نہیں چلے گی! ورنہ میں اب تک ان دیواروں کو ریزہ ریزہ کر دیتا!۔

"تم بھی بیہوش ہو گئے تھے؟"

"نہیں! ذرا بےموقع نیند آگئی تھی! ہائیں تم بیہوشی کی بات کر رہی ہو! کیا مطلب"

"وہ کسی قسم کی گیس تھی!" مونیکا نے کہا۔ "تہہ خانے سے ہم پر چھوڑ دی گئی تھی! اب ہم ڈنگو کے قیدی ہیں!"

"ارے نہیں!" وہ احمقانہ انداز میں ہنسا۔ "مجھے شائد سڑک پر نیند آگئی تھی! کسی شریف آدمی نے یہاں پہنچادیا! مم مگر تم کون ہو!"

"فضول باتیں نہ کرو! تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے! آخر کیوں آ پھنسے! ہم تو صبح سے تمہاری تلاش میں تھے!۔"

"جب تم تلاش ہی میں تھے تو کیوں نہ آپھنستا! میں تو زیادہ تر تمہاری گاڑی کے پیچھے ہی رہا ہوں!"

"کیا مطلب۔!"

"میں نے سوچا تھا کہ جب تم مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جاؤ گی تو میں پیچھے جا کر تمہاری آنکھیں بند کرلوں گا! تم کہو گی ڈنگو.... میں کہوں گا اُوں ہونہہ! تب تم آنکھوں پر سے میرے ہاتھ ہٹادو گی! اوہ.... کاش میں ڈنگو سے بھی چھوٹا ہوتا! مگر اب بتاؤ کیا تمہیں اب بھی ڈنگو سے وہ ہے.... کیا کہتے ہیں اُسے۔"

احمق نے شرما کر سر جھکالیا اور داہنے ہاتھ میں بائیں ہاتھ کی انگلیاں مروڑنے لگا! مونیکا اُسے گھورتی ہوئی اٹھ بیٹھی اور پھر چاروں طرف نظر دوڑائی! کمرہ کافی کشادہ تھا لیکن نہ تو یہاں کسی قسم کا سامان تھا اور نہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ عرصہ سے اس کی صفائی کی گئی ہو۔ کھڑکیاں دو تھیں لیکن ان میں موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں! جن کے درمیانی فاصلے زیادہ سے زیادہ تین انگل رہے ہوں گے! دروازہ ایک ہی تھا لیکن بند تھا! مونیکا اٹھ کر دروازے کے قریب آئی اور اسے ہلا کر دیکھا وہ دوسری طرف سے بولٹ کر دیا گیا تھا اور کمزور بھی نہیں معلوم ہوتا تھا!۔

دفعتاً وہ اسے زور زور سے پیٹ کر چیخنے لگی! "یہاں کون ہے۔ دروازہ کھولو! ورنہ ٹکڑے اڑا

دوں گی! ذلیلو.... سُنو..... میں تمہیں خاک میں ملا دوں گی، دروازہ کھولو۔"

"ہرگز نہ کھولنا۔" احمق نے ہانک لگائی۔ "دیکھتا ہوں یہ کیا کرلیتی ہے۔"

"چپ رہو" وہ اس کی طرف مڑ کر دہاڑی!۔

"ارے تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" احمق بڑبڑایا۔ "میں نے بھی اپنا خیال ظاہر کر دیا تھا! دروازہ کھلنے کے بعد کیا ہوگا۔ پھر وہی اچھل کود اور پھر وہی بھاگ دوڑ۔ کنفیوشس نے کہا تھا کہ اگر تم کسی عورت کے ساتھ بند کر دیئے جاؤ تو بند کرنے والوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کرو۔ کیونکہ عورت بھی موت کی طرح بار بار نہیں آتی۔"

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی!۔"

"تب تو خدا غارت کرے بند کرنے والوں کو۔"

"سب کچھ تمہاری بدولت ہوا ہے۔ میں تمہاری ہڈیاں چباؤں گی!" وہ دانت پیس کر بولی۔

"لیکن بوٹیاں میرے لئے چھوڑ دینا کیونکہ میرے دانت کمزور ہیں۔"

"کیوں غصہ دلاتا ہے مجھے۔" وہ پاگلوں کی طرح چیخی!۔

"میری شکل ہی ایسی ہے کہ لوگ دیکھیں! اور جل بھن جائیں۔" احمق سر ہلا کر مایوسانہ انداز میں بولا۔

مونیکا دیوار سے لگ کر ہانپنے لگی! احمق اس طرح منہ پھلائے بیٹھا تھا جیسے ساری دُنیا سے روٹھ گیا ہو!۔

یک بیک اُس نے سر اٹھا کر مونیکا سے پوچھا۔ ہوپی سے تمہارا کیا رشتہ تھا!۔"

"کیوں!۔" مونیکا یک بیک چونک پڑی۔

"بس یونہی۔"

"تم آخر ہو.... کون۔"

"میں ڈنگو کے چہرے سے نقاب ہٹانا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دماغ ٹھنڈا رکھے بغیر سمجھ میں نہیں آئے گا! یہاں میرے قریب بیٹھو! ورنہ یہاں سچ مچ ہماری ہڈیاں تک گل جائیں گی۔"

سے بولنے والے نے کیا کہا تھا جس پر جھلا کر اُس نے سلسلہ ہی منقطع کر دیا تھا! ویسے یہ تو میں جانتی ہی ہوں کہ وہ تم تھے!۔"

احمق مسکرایا اور پھر بولا۔ "میں نے اُس سے کہا تھا کہ ہوپی کے قتل میں اُس کے علاوہ اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ.... ہو۔" مونیکا کے ہونٹوں نے دائرے کی شکل اختیار کی اور آنکھیں پھیل گئیں! پھر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ احمق بھی خاموش بیٹھا رہا! کچھ دیر بعد مونیکا نے کہا!

"مگر تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار تم کیوں ڈنگو کے پیچھے پڑ گئے ہو!۔"

"یہ ایک دکھ بھری داستان ہے! ایک خاندان کی تباہی کی داستان! تین سال ہوئے میرا باپ یہاں لُٹ کر گیا تھا! پچھلے سال میرا بڑا بھائی تباہ ہو گیا! اس نے اپنی ساری پونجی جوئے میں ہار دی تھی! پھر میں آیا تو تمہارے ایک ایجنٹ نے مجھے بھی الو بنانا چاہا۔ وہ تدبیر بتائی جس سے میں بہت بڑی جیت میں رہتا! یعنی میں بھی سر کے بل کھڑا ہو جاتا۔ کیوں؟۔"

"یہ تو بزنس ہے!" مونیکا مسکرائی۔

"اور اس بزنس کی جنرل منیجر ایک بکری ہے۔" عمران بھی خوش ہو کر بولا۔

"اُوہ.... وہ تو....."

"ہاں! محض تفریح کی خاطر! عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں! لیلیٰ کے کتے کی کہانی بھی سُنی ہے لیکن یہاں بکری کے مجنوں پائے جاتے ہیں! لڑکیاں ایسے مردوں سے محبت کرتی ہیں جنہیں صرف خوردبین ہی سے دیکھا جا سکے!۔"

"میرا مذاق مت اڑاؤ۔" مونیکا نے دانت پیس کر گھونسہ اٹھایا!

"ہاتھ نیچے گراؤ ورنہ صرف گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ جاؤ گی! جانتی ہو ڈنگو اس کھڑکی پر کھڑا ہو کر کیا کہہ گیا تھا!۔"

"کیا کہہ گیا تھا۔" مونیکا نے ہاتھ گرا لیا!

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مونیکا کے لئے میرے خلاف کام کر رہے ہو۔ مونیکا مجھے شروع ہی سے دھوکا دیتی رہی ہے!"

"لیکن اُس کتے نے میرے ساتھ کیا کیا ہے! اگر تم نہ آجاتے تو شاید وہ تینوں نمک حرام مجھے

مار ہی ڈالتے!"

"ڈنگو کا خیال ہے کہ تمہیں اُن کاغذات کا علم ہے اسی لئے آج اُس نے تمہیں اور ٹونی کو یکجا کیا تھا! شاید وہ اس کی ضرورت محسوس نہ کرتا! لیکن اس فون کال نے اُسے بُری طرح بوکھلا دیا ہے، جو کام وہ آہستہ آہستہ کرنا چاہتا تھا اُسے اب جلد از جلد ختم کر دینا چاہتا ہے! آخر اُسے ان کاغذات کی اتنی فکر کیوں ہے؟!"

"میں بھی یہی سوچتی ہوں! جب یہ معلوم ہی ہے کہ ہوپی کو بوغا کے آدمیوں نے قتل کیا تھا تو پھر اُن کاغذات کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہ کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کریں! لیکن ڈنگو اُس خاص آدمی کو تمہارے علم میں نہ لانا چاہتا ہو!"

"اس لئے وہ آدمی ڈنگو ہی ہو سکتا ہے۔"

"اگر نہیں ہو سکتا تو اُس نے تمہیں اُس کال کے بارے میں کیوں نہیں بتایا تھا۔ یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ کوئی اُسے ہوپی کے قتل کا الزام دے رہا ہے! بولو!"

مونیکا کچھ نہ بولی! احمق اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا! پھر یک بیک اُس نے کہا۔ "کیا ڈنگو ٹونی کو تلاش کر لینے میں کامیاب ہو جائے گا!"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ لیکن کاش میں اس سے پہلے ہی ڈنگو کا خاتمہ کر سکتی! ہو سکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو! ڈنگو نے مجھے محض اسی لئے زندہ رہنے دیا ہو کہ ٹونی سے کاغذات حاصل کرنے میں مدد ملے!"

"وہ یہی کہہ گیا ہے! بس اتنی ہی زندگی ہے ہم لوگوں کی جتنی دیر ٹونی کی تلاش کرنے میں لگے گی!۔"

"پھر اب کیا کیا جائے۔"

"میں تو ایسے مواقع پر عموماً رمبا ناچتا ہوں! پارٹنر نہ ملے تو اکیلے ہی شروع ہو جاتا ہوں!"

"کیا تم واقعی اتنے ہی احمق ہو جتنے نظر آتے ہو۔"

"احمق تم! تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا!.... تم خود احمق! ذرا زبان سنبھال کے ہاں!۔"

"لیکن تمہیں کیسے علم ہوا کہ ڈنگو ہی ہوپی کا قاتل ہے!"

"تم باہر نکلنے کی فکر کیوں نہیں کرتے!۔"

"فضول ہے! میں پہلے ہی کوشش کر چکا ہوں! دروازہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کریگا۔"

مونیکا کے چہرے پر اب بھی بیزاری کے آثار تھے لیکن وہ اُس کے قریب آگئی!۔

"بیٹھ جاؤ۔" احمق بولا۔ مونیکا کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ غیر ارادی طور پر اُس کے احکامات کی تعمیل کر رہی ہو، ایک بار پھر اُس نے آنکھیں پھاڑ کر اُسے گھورا۔ اب تو اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے! آنکھیں کسی زہریلے سانپ کی آنکھوں سے مشابہ نظر آرہی تھیں! اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے یکلخت اُس کی شخصیت بدل گئی ہو!

"تت.... تم نے ہوپی کا تذکرہ کیوں چھیڑا ہے۔" اس نے بھرآئی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھ سے سوال کرنے کی بجائے میرے سوالات کے جواب دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "ہوپی میرا باپ تھا۔"

"اوہ۔!"

"کیوں تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے؟"

"حیرت سے بھی کچھ زیادہ ہونا چاہئے! کیونکہ تم ابھی تک اپنے باپ کے قاتل کی محبوبہ بنی رہی ہو!"

"کیا مطلب!" وہ اچھل پڑی۔

"میں ڈنگو کی بات کر رہا ہوں۔"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔"

"پھر ٹونی کا کیا قصہ تھا! کیا وہ تمہارے باپ کا معتمد نہیں تھا!"

"تھا تو...؟"

"وہ کس قسم کے کاغذات کا چکر تھا! ڈنگو نے اُسے کیوں قید کر رکھا تھا!۔" باپ کے قاتل پر روشنی پڑ سکتی ہے! لیکن ٹونی نے اس کا اعتراف نہیں کیا تھا! اُس کا کہنا ہے کہ ہوپی کو بوغا کے آدمیوں نے قتل کیا تھا! بوغا کا نام سنا ہے کبھی۔"

"ہاں سنا تو ہے۔ وہی تو نہیں جو یہاں سے جرمنی کیلئے انڈے سپلائی کرتا ہے!"

"تم نہیں جانتے!" بوغا ایک خطرناک آدمی ہے اُس کا گروہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے لیکر

اُسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں!۔"

"خیر چلو یہی درست ہوگا! لیکن اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ بوغا ہی کے آدمیوں نے اُسے قتل کیا تھا! ظاہر ہے کہ جس طرح لوگوں نے بوغا کو نہیں دیکھا اُسی طرح اس کے گروہ کے آدمی بھی عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہی ہوں گے!"

"کچھ بھی ہو! میں صرف اسی امید پر زندہ ہوں کہ کبھی نہ کبھی تو میرے ہاتھ بوغا کی گردن تک پہنچ ہی سکیں گے!۔"

"کیا تمہیں بھی یقین ہے کہ ٹونی کے پاس اس قسم کے کاغذات ہوں گے جن سے تمہارے باپ کے قاتلوں پر روشنی پڑ سکے گی!"

"نہیں! اگر اس کے پاس کوئی چیز ہوتی تو مجھے ضرور بتاتا! کیونکہ وہ اب بھی میرے ہی ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔"

"تمہارا ڈنگو کا ساتھ کیسے ہوا تھا!۔"

"وہ میرے باپ کے دوستوں میں سے تھا! جب یہ بات مشہور ہوئی کہ میرا باپ بوغا کے کسی انتقام کا شکار ہوا تھا تو وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ وہ ہوپی کے خون کا بدلہ بوغا اور اس کے آدمیوں سے ضرور لے گا! مجھے اس سے نفرت تھی لیکن اس کا علم تھا کہ وہ بھی بوغا کے دشمنوں میں سے ہے! اس لئے میں نے سوچا کہ بوغا سے نپٹنے کے لئے ڈنگو سے بہتر مددگار نہ مل سکے گا لہذا میں نے طوعاً و کرہاً اسے برداشت کر لیا اور کاروبار میں بھی اس کا ہاتھ بٹاتی رہی! لیکن وہ ناشکر گذار کتا....!"

مونیکا کو پھر غصہ آگیا تھا اور وہ بُری طرح ہانپنے لگی تھی!۔

"لیکن یہ تو سوچو کہ اس نے تمہیں اور ٹونی کو یکجا کر کے کاغذات کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟"

"یہی چیز تو سمجھ میں نہیں آتی۔"

"مجھ سے سنو! پہلے تو اُسے میری تلاش اس لئے تھی کہ وہ مجھے اپنے قمار خانے میں ملازم رکھنا چاہتا تھا! لیکن پھر وہ دن یاد کرو جب کسی نے تم سے فون پر ڈنگو کے متعلق پوچھا تھا اور تم نے سے گالیاں دی تھیں!۔"

"اوہ.... وہی چیز تو بنائے مخاصمت بنی تھی۔ میں اُس سے پوچھ رہی تھی کہ دوسری طرف

"کالا جادو! میں نے شتر مرغ کی دم پر کھڑے ہو کر رات بھر جادو جگایا تھا پھر میرے موکلوں نے اطلاع دی تھی کہ ڈنگو ہی ہوپی کا قاتل ہے!۔"

"بکواس مت کرو! تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے! میں تمہیں پہلی بار دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی بڑے فراڈ ہو۔"

"اچھا سچ بتانا کبھی تمہیں ڈنگو کی محبوبہ ہونے پر شرم بھی آئی ہے۔" احمق نے پوچھا۔

"وہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا! ایک مضحکہ خیز تفریح۔"

"لیکن اب وہ تمہیں بڑی بے دردی سے مار ڈالے گا!"

"ہو سکتا ہے!" مونیکا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی!۔

"لیکن میں خواہ مخواہ مر رہا ہوں! مجھے افسوس ہے! ضرورت ہی کیا تھی کہ میں بھی کود پڑتا! مجھے تو ڈنگو کا کاروبار چوپٹ کرنا تھا وہ ہر حال میں کر دیتا۔"

"ہاں! میں بھی یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس معاملے میں کیوں آ کودے۔"

"آہ.... کیا بتاؤں۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تمہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ڈیڑھ درجن بچوں کی ایک جھول مجھے قبر کی طرف ہانکے لئے جا رہی ہو! کیا اسی کو عشق کہتے ہیں!۔"

"بکواس کرو گے تو منہ نوچ لوں گی!۔"

"اُسے نوچنا نہیں چومنا کہتے ہیں شاید.... عشق میں! یا خدا جانے.... میں ابھی عشق میں انڈر گریجویٹ ہوں!"

"بکواس بند کرو! آج تک کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ مجھ سے اس طرح گفتگو کر سکے!"

"تمہارے ستارے گردش میں آ چکے ہیں! کچھ دیر پہلے تمہارے غلام کس طرح پیش آئے تھے یاد ہے یا نہیں!"

مونیکا کچھ نہ بولی! اُس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا!۔

O

مارتھا پاگلوں کی طرح صفدر کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہی تھی! لیکن اس کی آنکھ جلد نہ

کھلی! آج وہ خلاف معمول دن میں سو گیا تھا!۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اس کی نیند کا سلسلہ ٹوٹ گیا!۔

"میں تو سمجھی تھی شائد دروازہ ہی توڑنا پڑے گا۔" مارتھا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں آج میں دن میں کیسے سو گیا!۔"

"ایک بُری خبر ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا!"

"کیا ہوا...؟"

"میں نے منع کیا تھا کہ ڈنگو کے چکر میں نہ پڑو! اب یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ تمہارا احمق لیڈر زندہ ہے یا مار ڈالا گیا؟"

"کیوں کیا ہوا؟" صفدر بوکھلا گیا!۔

"وہ ایک بوڑھے کے میک اپ میں مونیکا کی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا! چونکہ میں پہلے بھی اُسے اُسی میک اپ میں دیکھ چکی تھی اس لئے اسے پہچان گئی اور اس کا تعاقب شروع کر دیا! مونیکا ویران ساحلی علاقے کی ایک عمارت میں داخل ہوئی تھی! اس کے ساتھ اس کے تین خطرناک غنڈے بھی تھے! تھوڑی دیر بعد یہ حضرت بھی اندر تشریف لے گئے لیکن پھر واپسی نہیں ہو سکی! کچھ دیر بعد اندر سے فائروں کی آوازیں بھی آئی تھیں۔"

"کتنی دیر گذری اس واقعہ کو۔"

"تقریباً دو گھنٹے۔"

"خدا کی پناہ! اور تم اب اطلاع دے رہی ہو۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے کہ مجھے کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں تنہا تھی! ایسے حالات میں وہاں سے ہٹنا ممکن نہ تھا! شاید اب بھی نہ پہنچ سکتی! وہ تو اتفاقاً ایک ماہی گیر مل گیا جس کے ہاتھ میں اپنے ایک اسسٹنٹ کو خط بھجوانے میں کامیاب ہو گئی! جب وہ تین آدمیوں سمیت وہاں پہنچ گیا تب ہی میں آ سکی ہوں! آس پاس کچھ کھنڈر ہیں جہاں سے وہ اُس عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں!۔"

"تو پھر میں بھی چل رہا ہوں! کیا اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بُلا لوں!۔"

"دوسرے ساتھی!" مارتھا نے حیرت سے کہا۔ پھر بولی۔ "صرف کالے آدمی کے متعلق کہہ

رہے ہو!۔"

"نہیں! جولیانا اور چوہان۔"

"کہاں رہتے ہو۔ وہ یہاں کب ہیں۔"

"کیوں؟.... کیا مطلب۔"

"اوہ.... تو کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہارا لیڈر انہیں واپس بھجوا چکا ہے!"

"میں نہیں جانتا! خدا جانے وہ کیا کرتا پھر رہا ہے! بعض اوقات سچ مچ پاگل بنا دیتا ہے۔"

"فکر مت کرو! مجھے توقع نہیں ہے کہ آئندہ پھر کبھی اُس سے ملاقات ہو سکے!۔"

"اوہ.... تم کیا جانو اُسے.... اُسے سمجھنا بہت مشکل ہے! وہ چوہوں کیطرح مرنے کے لئے نہیں پیدا ہوا۔ جوزف کہاں ہے۔"

"اُسے اس نے کسی کی نگرانی پر مامور کیا تھا! وہ اب بھی وہی کر رہا ہے!"

صفدر نے بڑی جلدی میں لباس تبدیل کیا! اس خبر نے اُسے الجھن میں ڈال دیا تھا! یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ عمران سے کبھی کوئی غلطی ہی نہ ہوتی! ہو سکتا ہے اس بار سچ مچ موت ہی نے آواز دی ہو! لیکن اُس کی موت کا تصور کتنا تکلیف دہ تھا! صفدر کو اسی وقت احساس ہو سکا! وہ اب تک درجنوں مہمات میں اُس کا رفیق رہ چکا تھا! اس کے ساتھ قہقہے بھی لگائے تھے اور سختیاں بھی جھیلی تھیں! **اکثر اُس پر غصہ بھی آیا تھا! اور پھر اپنے رویئے پر ندامت بھی ہوئی تھی کیونکہ جس** بے تکی بات پر غصہ آیا تھا وہی کچھ دیر بعد بے حد کام کی ثابت ہوئی تھی لیکن یہ معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا! اگر ڈنگو بوغا کے مخالفین میں سے تھا تو پھر اُسی کے پیچھے پڑ جانے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا!۔

وہ مارتھا کے ساتھ جائے واردات کی طرف روانہ ہو گیا!۔

O

ڈنگو نے ایک بار پھر اُس کمرے پر یلغار کی جہاں وہ دونوں قید تھے! اس بار وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ پانچ مسلح آدمی تھے! مونیکا اُسے دیکھتے ہی کسی غصہ ور بلی کی طرح غرا کر کھڑی ہو گئی! لیکن احمق منہ لٹکائے ہی بیٹھا رہا!۔

"ٹونی کہاں ہے۔" ڈنگو نے مونیکا کو گھورتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔

"اگر مجھے معلوم بھی ہوگا تو نہیں بتاؤں گی۔"

"میں تمہارے جسم سے کھال بھی اتروا سکتا ہوں۔"

"میرے لئے اس کی پوستین بنوا دینا۔" احمق نے سر اٹھا کر کہا۔

"تم خاموش رہو۔"

"تو مجھے جواب دے۔ ذلیل! ہوپی کو کس نے قتل کیا تھا!۔"

"میں نے۔" ڈنگو نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اور اس کے باوجود بھی اُسی کی بیٹی میری محبوبہ تھی! میرے لئے کام بھی کرتی تھی! اور اب وہ بھی ہوپی ہی کے پاس پہنچ جائے گی اگر اُس نے ٹونی کا پتہ نہ بتایا!۔"

مونیکا کھڑی دانت پیستی رہی!۔

"ارے تو تم نے مجھے کیوں خواہ مخواہ پکڑ رکھا ہے۔" احمق نے کہا۔

"تمہیں مجھ کو وہ کرتب سکھانا پڑے گا جس کی وجہ سے تم گولیوں سے بچ جاتے ہو!"

"کرتب نہیں.... کالا جادو۔"

"میں احمق نہیں ہوں! خیر تم اپنی بکواس بند کرو! مجھے اس عورت سے نپٹنے دو! تم سے تو میں بعد کو سمجھوں گا!۔"

"اونٹ پر بیٹھ کر سمجھنا! ورنہ پھر غلطی کرو گے!"

دفعتاً عمارت کے کسی گوشے سے شور بلند ہوا.... اور ڈنگو چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا! اُس کے مسلح ساتھی بھی دروازے ہی کی طرف مڑ گئے تھے!۔

عمران نے بڑی پھرتی سے ڈنگو کی کمر پکڑ لی اور اُسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں پر پھینک مارا! اسی دوران میں دوڑتے ہوئے قدموں کی بھی آوازیں آئیں!۔

ڈنگو کے ساتھی اس اچانک حملے سے بوکھلا گئے تھے! وہ ڈنگو کو اٹھانے کے لئے جھکے ہی تھے کہ عمران نے بھی اُن پر چھلانگ لگائی! جن کے قدموں کی آوازیں سُنی گئیں تھیں وہ عمران کے مددگار ہی ثابت ہوئے! صفدر سب سے آگے تھا! پھر کسی کو اتنا ہوش نہ رہا کہ وہ ریوالور استعمال کرنے کی کوشش کرتا! سبھی گتھ کر رہ گئے تھے!۔

دفعتاً مونیکا چیخی! "اوہ.... وہ گیا! وہ پھر نکل گیا!۔ دیکھو!"

مگر کون تھا! ڈنگو کے ساتھی پاگلوں کی طرح لڑ رہے تھے اور دروازہ آپس میں گتھے ہوئے آدمیوں کی وجہ سے دیوار بن کر رہ گیا تھا! عمران نے ایک بار پھر زور لگایا اور کسی نہ کسی طرح دروازے سے گذر ہی گیا۔

ڈنگو کا دوبارہ نکل جانا اُسے گراں گذرا تھا! وہ مضطربانہ انداز میں عمارت کے مختلف حصوں میں دوڑتا پھرا لیکن ڈنگو نہ ملا! صدر دروازے کے قریب دو مسلح آدمی بیہوش پڑے نظر آئے ان کے سروں پر چوٹیں تھیں! شاید انہیں عمران کے مددگاروں ہی نے زخمی کیا تھا!

پھر جیسے ہی وہ عمارت سے باہر نکلا اسے مارتھا نظر آئی!

"اوہو.... تت.... تم.... زندہ ہو۔" وہ اس کی طرف بڑھتی ہوئی بوکھلائے سے انداز میں بولی۔

"کہاں! نہیں تو!۔ ایمرجنسی پر دوبارہ واپس آیا! مرنے کے بعد بھی اگر یہ خیال آجائے کہ تجوری مقفل کرنا بھول گئے تھے تو روح بوکھلا کر جسم میں واپس آجاتی ہے! تم نے ڈنگو کو تو باہر نکلتے نہیں دیکھا۔"

"نہیں ادھر سے کوئی بھی نہیں گذرا۔ اندر کیا ہو رہا ہے۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ اب وہاں کیا ہو رہا ہے! ڈنگو تو نکل ہی گیا! اچھا کوئی گاڑی فالتو ہے یہاں؟"

"ہاں ہے! میری گاڑی! میں دوسری گاڑی میں چلی جاؤں گی!۔"

"مونیکا اندر ہے! ڈنگو اُسے قتل کر دینا چاہتا تھا! اس کی حفاظت بھی تمہارے ذمہ ہوگی! میں بہت جلد ملوں گا!۔ ٹاٹا۔"

مارتھا اُس سے کچھ کہنا چاہتی تھی! لیکن وہ تو دوڑ کر اس کی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا!۔

O

مونیکا ان کے ساتھ چلی تو آئی تھی لیکن اس کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے! اکثر وہ اُن سے پوچھنے لگتی کہ وہ کون ہیں! اور اس معاملے سے انہیں کیا سروکار ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ بتاتے ہی کیا! یہی کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ وہ کرایہ پر حاصل کئے ہوئے کچھ آدمی ہیں۔ صحیح حالات کا علم اُسی شخص کو ہو سکتا ہے جسے وہ احمق جادوگر کے نام سے یاد کرتی ہے!۔

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔" اُس نے مارتھا سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں جو ان لوگوں کی حیثیت ہے وہی میری بھی ہے!۔"

"وہ یوگوسلادیہ کا باشندہ ہے۔"

"پتہ نہیں! ہم سے تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا!۔"

"وہ تمہیں بھی غرق کرے گا! اس کا ساتھ چھوڑ دو۔"

"اُوہ.... تم کتنی ناشکر گذار ہو مونیکا۔" مارتھا بولی! "کیا ڈنگو تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا!"

"یہی تو میں جاننا چاہتی ہوں کہ یک بیک وہ میرا استاد دشمن کیوں ہو گیا! ہمارے درمیان نفاق ڈلوانے والا بھی یہی احمق تھا! میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ کیا چاہتا ہے!۔"

صفدر جو ابھی تک خاموش تھا اسے مخاطب کر کے بولا۔ "ڈنگو تمہارا دشمن کیوں ہو گیا ہے!۔"

"یہ بھی وہی شیطان جانتا ہوگا! میں کیا بتاؤں مجھے کب تک یہاں رہنا پڑے گا۔"

"اگر تم مرنا ہی چاہتی ہو تو ہم کس طرح روک سکیں گے۔" مارتھا بولی۔

"زندگی اور موت کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے لیکن میں اس وقت تک یہاں ٹھہرنا چاہتی ہوں جب تک کہ اس سے فیصلہ کن گفتگو نہ کرلوں! پتہ نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے! کیا تم لوگ ٹونی کو بھی جانتے ہو!۔"

"ہم فی الحال ڈنگو اور مونیکا کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔" صفدر نے کہا اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کریں!۔"

"آخر یہ احمق کس قسم کا آدمی ہے!" مونیکا صفدر کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم بھی مجھے اس کے ہم وطن معلوم ہوتے ہو! تمہارے اور اس کے اندازِ گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہیں تم وہی تو نہیں ہو، جو اُس رات اس کے ساتھ قمار خانے میں تھے جب اس نے جادو کے کرتب دکھائے تھے!۔"

"وہ ہر قسم کا آدمی ہے۔"

"اُس سے پھرتیلا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا.... دس فٹ کے فاصلے سے

اُس پر چھ فائر کئے گئے لیکن ایک بھی گولی اس کے نہیں لگی! فائر کرنے والا ڈنگو جیسا قادر انداز تھا جس کا نشانہ کبھی خطا ہی نہیں کرتا۔"

"نہیں۔" مارتھا بہت متحیر نظر آئی۔!

"یقین کرو جس وقت ڈنگو فائر کر رہا تھا اس احمق کے پیر زمین پر لگتے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بس ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہا ہو!"

مارتھا نے صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر سر ہلا کر بولا۔ "مونیکا کا بیان مبالغہ آمیز نہیں ہے! وہ ایسا آدمی ہی ہے۔"

"کبھی وہ احمق اور پاگل معلوم ہوتا ہے اور کبھی ایسا لگتا ہے جیسے اُس سے زیادہ عقلمند آدمی آج تک پیدا ہی نہ ہوا ہو! ذرا ہی دیر میں اس کی پوری شخصیت بدل جاتی ہے!" مونیکا سانس لینے کے لئے رکی اور پھر بولی مجھے اس کے لئے تشویش ہے کیونکہ ڈنگو بھی مکاری میں اپنا جواب نہیں رکھتا! وہ ہم لوگوں کے لئے سارا شہر کھنگال کر رکھ دے گا!"

صفدر کا دل چاہ رہا تھا کہ بوغا کا تذکرہ چھیڑے لیکن پھر یہی سوچ کر خاموش رہ جانا پڑا کہ کہیں یہ عمران کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ وہ خیالات میں ڈوب گیا۔ مارتھا اور مونیکا گفتگو کر رہی تھیں لیکن صفدر اب اُن سے قطعی بے تعلق یہی سوچے جا رہا تھا کہ اگر ڈنگو بوغا کے مخالفیں میں سے تھا تو اس سے بھڑ جانا کہاں کی دانشمندی ہے!۔ خواہ مخواہ انرجی کیوں برباد کی جا رہی ہے! کیا بوغا کے کسی مخالف سے ٹکرا جانے کے بعد اُس تک رسائی ممکن ہے! صفدر سوچتا اور بور ہوتا رہا!۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک پڑا! مارتھا ریسیور اٹھا رہی تھی! اس نے کسی کی کال ریسیو کی! اور پھر ریسیور رکھ کر بوکھلائے ہوئے انداز میں صفدر کی طرف مڑی۔ "تمہارے لیڈر کی کال تھی! اُس نے کہا ہے کہ.... ڈنگو کے آدمی ادھر آ رہے ہیں! انہیں یہاں مونیکا کی موجودگی کی اطلاع ہو گئی ہے!۔"

"اوہ۔" صفدر مونیکا کی طرف دیکھنے لگا! لیکن اُسے اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نہ دکھائی دیئے۔ وہ بے حد پُر سکون نظر آ رہی تھی!۔

"تم لوگ مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر چلے جاؤ!" اُس نے کہا۔ "میں دیکھ لوں گی۔ ڈنگو مجھے اس وقت تک گزند نہیں پہنچا سکتا جب تک ٹوٹی نہ مل جائے! جاؤ تم سب! مجھے صرف ایک ریوالور اور

کچھ فالتو راؤنڈز دے دو!۔"

"ہمارے پاس نہ ریوالور ہے اور نہ فالتو راؤنڈز۔" مارتھا بولی۔ "لیکن ہم تمہارے مشورے پر ضرور عمل کریں گے!۔"

صفدر نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے.... کیونکہ....!"

مارتھا نے آنکھ مار کر اُسے خاموش کر دیا!۔

صفدر اور مارتھا کے آدمیوں نے دس منٹ کے اندر عمارت چھوڑ دی! صفدر نے باہر نکل کر مارتھا سے پوچھا۔ "تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"اس کی ذمہ داری تمہارے لیڈر پر ہے!"

"کیوں اس نے کیا کہا تھا!۔"

"یہی کہ مونیکا کو تنہا چھوڑ دو اور نگرانی کرو کہ وہ کیا کرتی ہے! اگر وہ عمارت سے کہیں جائے تو اس کا تعاقب کیا جانا ضروری نہیں ہے۔ نگرانی سے مراد غالباً یہی ہے کہ کوئی دوسرا اس کی موجودگی میں عمارت میں نہ داخل ہو سکے!۔"

تقریباً بیس یا بائیس منٹ بعد مونیکا عمارت سے نکلی تھی لیکن اس کے چہرے پر نقاب تھی! اُن کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک ٹیکسی رُکوائی اور اس میں بیٹھ کر ایک جانب روانہ ہو گئی! مارتھا صفدر کے ساتھ ہی تھی یک بیک وہ اچھل پڑی اور صفدر اُسے گھورنے لگا!

"اوہ.... دھوکا! اف فوہ.... شائد وہ تمہارے لیڈر کی کال نہیں تھی!.... اٹھو! جلدی کرو.. وہ ڈنگو تھا! اُس کی گاڑی سامنے والی گلی سے نکلی تھی! وہ اس کے پیچھے گیا ہے!۔"

مارتھا کے دوسرے ساتھی مختلف قہوہ خانوں میں تھے! اس لئے وہ جلدی میں انہیں بھی ساتھ نہ لے سکی! سڑک پر پہنچتے ہی انہیں بھی ٹیکسی مل گئی! سیاہ کار بھی نظر آ رہی تھی چونکہ سڑک پر ٹریفک کا اژدھام تھا اس لئے گاڑیوں کی رفتار تیز نہیں تھی!۔

"سیاہ گاڑی کے پیچھے چلنا ہے۔" مارتھا نے ڈرائیور سے کہا۔ "گستاپو۔"

"او کے۔ مادام۔" ڈرائیور نے اپنی ٹوپی چھو کر کہا۔

"کیا تم نے اس کی آواز پہچانی نہیں تھی!" صفدر نے پوچھا۔

"اب کیا بتاؤں! اس وقت تو یہی معلوم ہوا تھا کہ وہی بول رہا ہے۔"

"مگر اُس نے کہا کیا تھا!۔"

"یہی کہ کسی طرح مونیکا کو عمارت میں تنہا چھوڑ دو اور باہر سے نگرانی کرو! یہ تدبیر اُسی نے بتائی تھی کہ میں ڈنگو کے آدمیوں کا نام لوں اور اُس سے کہوں کہ ہم لوگ اپنی جانیں خطرے میں نہیں ڈال سکتے اس لئے وہاں سے جا رہے ہیں اس کا جو دل چاہے کرے! لیکن اس نے خود ہی یہی تجویز پیش کر دی تھی!۔"

صفدر سوچ میں پڑ گیا! سیاہ کار اب بھی اُن کی نظروں ہی میں تھی! مارتھا کے بیان کے مطابق ڈنگو اُسی کار میں مونیکا کا تعاقب کر رہا تھا!

O

مونیکا نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت نہیں گوارہ کی! اُسے یقین تھا کہ وہ ڈنگو کے آدمیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اُس عمارت سے نکل آئی تھی!

"ڈرائیور! تیز چلو۔" اُس نے کہا۔

"رش بہت ہے مادام۔" ڈرائیور بولا۔ "اس سڑک پر گذر جانے کے بعد ہی میں آپ کی مرضی کے مطابق چل سکوں گا!"

مونیکا خاموش ہو گئی! وہ بہت مضطرب تھی! بار بار گالوں پر لہرانے والی لٹوں کو انگلی سے مروڑنے لگتی تھی!

تھوڑی ہی دیر بعد کار ایک سنسان سی سڑک پر آ گئی! اور اس کی رفتار خاصی تیز ہو گئی! مونیکا شائد ذہنی طور پر اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اس نے اب بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی! یہ اور بات ہے کہ اسے اس تعاقب کا اندازہ نہ ہو سکا کیونکہ اس سڑک پر روشنی ناکافی تھی اور سیاہ کار کی ہیڈ لائیٹس بھی بجھی ہوئی تھیں۔

"بس بس! یہیں روک دو! اُس نے ایک جگہ ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور کرایہ ادا کرنے کے لئے جیکٹ کی جیبیں ٹٹولنے لگی!۔

ٹیکسی سے اتر کر وہ سڑک کے بائیں جانب نشیب میں اُتر گئی! تاروں بھرے آسمان کے پس منظر میں کہیں کہیں چھوٹی بڑی عمارتوں کے آثار نظر آ رہے تھے! وہ ایک جانب بڑھتی چلی گئی!۔

پھر ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب رُکی! جس کی ایک کھڑکی میں روشنی نظر آ رہی تھی!

برآمدے میں پہنچ کر اس نے دروازے پر دستک دی! کچھ دیر بعد اندر سے کسی کے چلنے کی آواز آئی اور پھر دروازے کے پاس ہی قدم رُک گئے!۔

"کون ہے؟" اندر سے کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا!۔

"میں ہوں۔ مونی! دروازہ کھولو۔ مجھے یقین تھا کہ تم یہیں آؤ گے!" مونیکا نے کہا۔

"اوہ...... بے بی...... خدا کے لئے مجھ سے دور رہو۔" اندر سے آواز آئی! "میں تمہاری موت کا خواہاں نہیں ہوں! مجھ پر جو گذرے گی بھگت لوں گا!۔"

"پرواہ مت کرو! ہوپی پوٹامس کی بیٹی موت سے نہیں ڈرتی! دروازہ کھولو۔"

"کیا ڈنگو سے تمہاری صلح ہو گئی ہے!۔"

"نہیں میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتی جب تک کہ اس کے خون سے غسل نہ کر لوں۔"

دروازہ کھل گیا اور مونیکا تیزی سے اندر داخل ہوئی! پھر دروازے کو دوبارہ بند کر کے بولٹ کرنے والی بھی وہی تھی! ٹونی ہکا بکا کھڑا تھا!۔

"تم نے یہ خطرہ کیوں مول لیا بے بی۔ اگر کوئی تمہارا تعاقب کرتا ہوا آیا ہو تو!۔"

"کوئی بھی نہیں! میں مطمئن ہوں!۔"

وہ ایک کمرے میں آئے! یہ عمارت مشرقی وضع کی تھی! اس کے اندر صحن بھی تھا اور اس کی دیواریں سات یا آٹھ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھیں!۔

"کیا سچ مچ تمہارے پاس کسی قسم کے کاغذات ہیں ٹونی۔" مونیکا نے پوچھا!۔

"کک.... کاغذات۔" ٹونی ہکلا کر رہ گیا!۔

"تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ٹونی۔" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "ڈنگو اعتراف کر چکا ہے کہ ہوپی کا قاتل وہی ہے۔"

"کک.... کاغذات...." ٹونی نے پھر طویل سانس لی اور خاموش ہو گیا!۔

"ٹونی! تم جانتے ہو کہ میں ہوپی کی بیٹی ہوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہو گی کہ بالآخر تم میرے ہی ہاتھوں مارے گئے!"

"ہم دونوں آج تک محض انہیں کاغذات کی وجہ سے بچے رہے بے بی ورنہ ڈنگو ہمیں بھی

ٹھکانے لگادیتا!۔"

"اُوہ.... تو تم جانتے تھے کہ ڈنگو ہی ہوپی کا قاتل ہے!۔ بولو.... جواب دو! خاموش کیوں ہوگئے!۔"

"مم.... مجھے شبہ تھا!۔"

"تم بکواس کر رہے ہو! کھلی ہوئی بکواس! اب میں سمجھی! تم شائد انہیں کاغذات کے سلسلے میں ڈنگو کو بلیک میل کرتے رہے ہو!.... کیوں؟"

"کسی کمینے آدمی سے کمینہ پن کا برتاؤ بُری بات تو نہیں ہے۔ بے بی!"

"اُو ذلیل.... تمہاری اس کمینگی کی وجہ سے مجھے بڑی ذلت نصیب ہوئی ہے! میں اپنے باپ کے قاتل کا دل بہلاتی رہی ہوں۔ لاؤ وہ کاغذات اب میرے حوالے کردو.... ورنہ۔"

"دے دوں گا.... دے دونگا۔" وہ خوفزدہ سی آواز میں بولا۔" لیکن ڈنگو مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"لاؤ.... نکالو.... مجھے یقین ہے کہ ایسے موقعہ پر وہ تم سے دور نہ ہوں گے۔"

ٹونی کانپتا ہوا ایک گوشے میں پڑے ہوئے ٹین کے صندوق کی طرف بڑھا اور بیٹھ کر اُسے کھولنے لگا! لیکن جب وہ پلٹا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا!۔

"اُوہ.... نمک حرام! آج تمہیں بھی یہ جرأت ہوئی! مونیکا آنکھیں نکال کر بولی۔" شاید سچ مچ میرے ستارے گردش میں ہیں۔"

"جاؤ۔ چلی جاؤ! نکلو یہاں سے! مجھ سے وہ کاغذات کوئی بھی نہیں لے سکتا! میں اُن سے لاکھوں روپے کماؤں گا۔"

"تم اب ڈنگو سے ایک پائی بھی نہ وصول کر سکو گے۔"

"ہونہہ ڈنگو! وہ حقیر آدمی!۔ وہ ان کی قیمت کیا دے سکے گا! ان کا سودا تو حکومتیں کریں گی! میں ابھی تک کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہا تھا! فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کس حکومت سے بات چیت کی جائے!"

"آخر کیسے ہیں وہ کاغذات!"

جاؤ! چلی جاؤ! ورنہ کہیں ٹریگر دب ہی نہ جائے! جاؤ"

یک بیک مونیکا خوفزدہ نظر آنے لگی اور ٹونی پھر دہاڑا۔ جاؤ! اسی میں تمہاری بہتری ہے! ڈنگو سے صلح کر لو! اتنا کرو کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے! ان کاغذات کا سودا کرنے کے بعد میں اس کی بوٹیاں اڑادوں گا! اور تم ایک معقول رقم کی حقدار ہو گی!۔"

"نہیں۔ نہیں! مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے! تمہاری صورت سے خوف معلوم ہوتا ہے!" مونیکا کانپتی ہوئی بولی۔ "مجھے جانے دو!"

"جاؤ۔ شاباش! تم سمجھدار بچی ہو! ٹونی تمہارا بُرا نہ چاہے گا! وہ ڈنگو کے خون کا پیاسا ہے لیکن ڈنگو کی موت کے بعد تمہیں مفلسی کی زندگی بسر کرتے ہوئے نہ دیکھ سکے گا!۔"

مونیکا دروازے کی طرف مڑ گئی! ٹونی اُس کے پیچھے ریوالور تانے ہوئے چل رہا تھا!۔ مونیکا کے چلنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے لڑکھڑا کر گر پڑے گی!۔

"ڈرو نہیں! اگر تم ایک اچھی بچی ثابت ہوئیں تو میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا۔"

یک بیک مونیکا پلٹ پڑی! اُس کا بایاں ہاتھ ریوالور پر پڑا تھا اور دایاں ٹونی کی کنپٹی پر! ٹونی اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا! ایک طرف تو ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکلا اور دوسری طرف وہ خود لڑکھڑاتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا!۔

"اب بتاؤ.... وفادار کتے!" وہ ریوالور کا رخ اُس کی طرف کرتی ہوئی دانت پیس کر بولی۔

"اُوہ.... تت.... تم.... دھوکے باز!"

"چلو نکالو کاغذات! ورنہ تم جانتے ہی ہو کہ میں کتنی رحم دل ہوں!۔"

ٹونی دیوار سے لگا کھڑا ہانپتا رہا۔

"دیر نہ کرو ورنہ میں سچ مچ تیری کھوپڑی میں کئی سوراخ کردوں گی!۔"

وہ پھر صندوق کی طرف بڑھا!۔

"ٹھہرو! یوں نہیں!" مونیکا نے اُسے روکتے ہوئے کہا اور خود صندوق کی طرف بڑھ گئی! ریوالور کا رخ ٹونی ہی کی طرف تھا! وہ ٹھوکریں مار مار کر صندوق کو کمرے کے وسط میں کھسکا لائی!.... "اب نکالو۔ جلدی کرو۔"

ٹونی گالیاں بکتا ہوا صندوق پر جھک گیا! ڈھکن اٹھا کر کپڑوں کی تہیں ہٹائیں اور سرخ رنگ کا ایک چرمی بیگ نکالا جس پر سیاہ رنگ کے لہریئے پڑے ہوئے تھے!

مونیکا اس کے ہاتھ سے بیگ چھیننے کے لئے جھکی اور اس بار ٹونی نے جھکائی دے کر ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا لیکن ٹھیک اسی وقت دروازے سے کسی نے ان پر چھلانگ لگائی اور بیگ کو سمیٹتا ہوا آگے چلا گیا!۔ یہ ڈنگو تھا! مونیکا کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر گرا تھا جسے وہ دوبارہ نہ اٹھا سکی!۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو!" ڈنگو نے اپنے ریوالور کو جنبش دی اور اُن کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے!۔

"اگر تم نے ذرہ برابر بھی مزاحمت کی تو گولی مار دوں گا۔" ڈنگو دروازے کی طرف ہٹتا ہوا بولا۔ وہ انہیں کور ہی کئے رکھنا چاہتا تھا اس لئے الٹے پیروں چل رہا تھا! یعنی دروازے کی طرف اس کی پشت تھی! غالباً اس کی اسکیم یہ تھی کہ دروازے سے نکلتے ہی اسے باہر سے بند کر دے گا! اس طرح یہاں سے بعافیت نکل جانے میں اسے آسانی ہوتی لیکن وہ ابھی باہر نہیں نکلنے پایا تھا کہ ایک زوردار ٹھوکر اس کی کمر پر پڑی اور چرمی بیگ سمیت فرش پر اوندھے منہ گرا۔

"گڈ...... ویری فائن۔ بریوُ دا!" مونیکا مسرت آمیز لہجے میں چیخی! احمق دروازے میں کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ مونیکا نے جھپٹ کر ٹھوکر ماری اور ڈنگو کا ریوالور دور جا پڑا۔ ڈنگو اٹھ چکا تھا لیکن ہینڈ بیگ اس کی چھاتی سے چمٹا ہوا نظر آیا!۔

"ٹونی پر نظر رکھو!" عمران نے مونیکا سے کہا اور جھک کر ڈنگو کی گردن پکڑ لی!۔

مونیکا نے پھر ٹونی کا ریوالور اٹھا لیا تھا اور اس کا رخ ٹونی ہی کی طرف تھا! لیکن اتنی دیر میں ڈنگو عمران کے لئے بلائے بے درماں بن گیا! وہ بیگ کو چھوڑ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا!۔

"ابے اُو سعادت مند۔ یہ کیا کر رہے ہو۔" عمران دونوں ہاتھوں سے اس کی سر پر چانٹے مارتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "ٹانگیں چھوڑ۔"

لیکن ڈنگو نے بھی شاید جان ہتھیلی ہی پر رکھ لی تھی! وہ چانٹے کھاتا رہا لیکن ٹانگیں نہ چھوڑیں! عمران محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی بھینسے سے کم طاقتور نہیں ہے۔

یک بیک صفدر اور مارتھا کمرے میں داخل ہوئے!

"یہ چرمی بیگ اٹھا لو صفدر۔" عمران نے کہا۔ وہ اب بھی اپنی ٹانگوں کو ڈنگو کی گرفت سے آزاد کرا لینے کی جدوجہد میں مصروف تھا!۔

"خبردار اگر کسی نے بیگ کو ہاتھ لگایا۔" مونیکا غرائی۔

"احمق نہ بنو۔" عمران نے کہا۔ "میں ان کاغذات کو صرف ایک نظر دیکھ کر تمہیں واپس کر دوں گا۔"

صفدر نے بیگ اٹھا لیا! مونیکا اس پر فائر نہ کر سکی۔

"مونی تم غلطی کر رہی ہو! وہ بیگ لاکھوں روپے کا ہے!" ٹونی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم اس کی پرواہ نہ کرو مجھے دوست دشمن کی پہچان کا سلیقہ ہے!" مونیکا نے کہا! پھر ٹونی کی طرف اشارہ کر کے صفدر سے بولی۔ "تم اسی کو کور کئے رکھو! میں ڈنگو کا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے کروں گی!۔"

اُس نے ریوالور اُس کے ہاتھ میں تھمادیا اور خود ڈنگو کی طرف جھپٹی!۔

عمران نے صفدر کو اشارہ کیا کہ وہ بیگ لے کر کھسک جائے۔

مونیکا نے ڈنگو کی گردن پکڑ کر اُسے عمران سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دی اور ٹونی یک بیک چیخا۔ "ارے کمبخت! وہ لے گیا! بیگ لے گیا!۔"

لیکن وہ آگے نہ بڑھ سکا کیوں کہ اب مارتھا ریوالور سنبھالے ہوئے اس کی راہ میں حائل تھی!۔

دفعتاً ڈنگو کے حلق سے کریہہ قسم کی آوازیں نکلنے لگیں اور عمران کی ٹانگوں پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی!۔

"ہائیں۔ ہائیں گلا نہ گھونٹو۔" عمران بولا۔ "میں تو اس سے ٹانگیں دبوا رہا تھا! کئی دن سے دوڑتے دوڑتے ان کا کچومر نکل گیا ہے!۔"

"نہیں! میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گی!"

"تم غلطی کرو گی! ہو سکتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد وہ کاغذات فضول ہو کر رہ جائیں۔"

"جہنم میں گئے کاغذات! مجھے تو اس کا خون چاہئے!۔"

بدقت تمام عمران نے ڈنگو کی گردن چھڑائی! اس پر وہ مونیکا پر جھپٹ پڑا! لیکن مونیکا کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی تھی! وہ دوسری طرف الٹ گیا! پھر اٹھ کر جھپٹا! لیکن مونیکا نے بھی ا۔ کروں ہی پر رکھ لیا تھا اور ساتھ ہی قہقہے بھی لگاتی جا رہی تھی!

کچھ دیر بعد ڈنگو بے سُدھ ہو کر گر گیا۔

O

اسی رات وہ سب ایک ایسی عمارت میں نظر آئے جس کا تعلق ایکس ٹو کے ایجنٹوں سے تھا! ٹونی اور ڈنگو رسیوں سے جکڑے فرش پر پڑے ہوئے تھے اور عمران چرمی بیگ سے کاغذات نکال رہا تھا۔

"اوہو...." وہ یک بیک اچھل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی! کسی بادشاہ کی تصویر، جو شاہانہ لباس میں تھا! مونیکا تصویر پر جھک پڑی۔

"یہ کون ہے؟" وہ بڑبڑائی۔

عمران نے تصویر صفدر کے سامنے ڈال دی اور وہ بھی بوکھلا کر آنکھیں پھاڑنے لگا تصویر کے نیچے لکھا ہوا تھا! "والئی ظلمات۔"

"کیوں پہچانا تم نے۔" عمران نے صفدر سے پوچھا۔

"مگر یہ کمبخت.... شاہی لباس میں! یہ والئی ظلمات کیا بلا ہے۔"

"کون ہے؟" مونیکا نے پوچھا۔

"بوغا۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا! پھر ڈنگو کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "اور یہ بوغا کا ایک ایجنٹ ہے، جو اس کے دشمنوں کو ٹھکانے لگاتا رہا ہے! بوغا کے گروہ سے ٹوٹے ہوئے لوگ اسے بوغا کا دشمن سمجھ کر اس کے پاس آتے ہیں اور یہ نہایت آسانی سے انہیں ختم کر دیتا ہے! تمہیں یاد ہی ہوگا کہ کچھ ہی دن پہلے ایک تفریح گاہ میں ایک آدمی کی لاش ملی تھی۔ کیا وہ پناہ لینے کے لئے ڈنگو کے پاس نہیں پہنچا تھا! میں اسے جانتا ہوں! وہ لا توشے کا ایک باشندہ بالی تھا! ڈنگو ہی نے اسے قتل کرا دیا! کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں ڈنگو۔"

ڈنگو کچھ نہ بولا! عمران کہتا رہا۔ "بوغا کے ایجنٹوں میں شاید یہ کوئی اہم ترین آدمی ہے۔" پھر وہ خاموش ہو کر دوسرے کاغذات نکالنے لگا!

"مونیکا ٹونی کو گھور رہی تھی! کچھ دیر بعد اس نے اس سے پوچھا۔ "یہ کاغذات ہوپی کو کہاں سے ملے تھے!۔"

"اوہ یہ کاغذات خونی ہیں! منحوس ہیں! وہ بھی ان کا سودا کرنا چاہتا تھا! لیکن مارا گیا۔ اور میں

دیکھو میرا کیا انجام ہوتا ہے!۔"

"میں پوچھ رہی ہوں اُسے یہ کاغذات کہاں سے ملے تھے!۔"

"ایک غیر ملکی جاسوس کے قبضے سے! ہوپی نے اُسے قتل کر کے حاصل کئے تھے!۔ میرے خدا کاش یہ میرے قبضے میں نہ آئے ہوتے! ڈنگو اس فکر میں تھا کہ جیسے ہی کاغذات اس کے سامنے آئیں گے وہ ہوپی کو گولی مار دیگا! اور ہوپی نے کچھ اُوٹ پٹانگ اس کے گلے لگا کر ایک لمبی رقم اینٹھ لینے کی اسکیم بنائی تھی! ڈنگو نے وہی کیا جو اس نے سوچا تھا! ہوپی مارا گیا اور ڈنگو کے ہاتھ بے سروپا کاغذات لگے۔ مجھے معلوم تھا کہ اصل کاغذات کہاں ہیں! میں نے سوچا کہ اب میں کسی مناسب موقع پر ان سے فائدہ اٹھاؤں گا! ڈنگو کو شبہ تھا کہ میں اصلی کاغذات کا علم رکھتا ہوں! لیکن اُس نے مجھ پر تشدد نہیں کیا! اب اس نے دوسری پالیسی اختیار کی! میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ ڈنگو ہی ہوپی کا قاتل ہے لہٰذا اس نے ایک بڑی رقم دے کر میرا منہ بند کر دیا! اور دوسری طرف مونیکا پر ڈورے ڈالے! وہ اس سے کہتا رہا کہ بوغا ہی نے ہوپی کو قتل کرایا ہے کیونکہ شاید اس کے پاس بوغا کے متعلق کچھ کاغذات تھے! بہر حال ڈنگو نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن ہوپی کے قاتل سے ضرور انتقام لے گا! ساتھ ہی وہ مونیکا سے یہ بھی کہتا رہا کہ اسے شبہ ہے کہ ٹونی کو اُن کاغذات کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہوں گے! مقصد یہ تھا کہ مونیکا مجھ سے ان کاغذات کا مطالبہ کرے۔ دوسری طرف میں یہ سوچتا تھا کہ ڈنگو مجھے ہوپی کے قتل کے سلسلے میں راز داری کی بہت بڑی رقم ادا کر رہا ہے لہٰذا میں ہوپی کی بیٹی کو اس کے اصل قاتل کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں! بس میں مونی کو ٹالتا رہا اور اسے یقین ہو گیا کہ میرے پاس اس قسم کے کوئی کاغذات نہیں ہیں! ڈنگو کو محض شبہ ہے لیکن پھر اچانک ڈنگو نے مجھ پر تشدد شروع کر دیا!۔"

عمران اس دوران میں کاغذات کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا اور ٹونی کی طرف بھی کسی حد تک توجہ رہی تھی! اس نے کاغذات کو دوبارہ چرمی بیگ میں رکھتے ہوئے ٹونی سے کہا۔ "لیکن یاد کرو! کیا کبھی تم نے کسی سے ان کاغذات کا تذکرہ کیا تھا!۔"

"نن.... نہیں.... مجھے تو یاد نہیں۔"

عمران نے جوزف کو آواز دی! اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا اُس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بہت زیادہ پی گیا ہو! قدم رکھتا کہیں تھا اور

پڑتے کہیں تھے۔!

''اوہ ایڈگر......!'' ٹونی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا اس نے تمہیں کچھ بتایا تھا!'' عمران نے پوچھا۔

صفدر اس آدمی کو گھورتا رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اس کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہو۔ اوہ......وہ یک بیک چونک پڑا...... یہ تو وہی آدمی تھا۔ اسے یاد آ گیا۔ وہی آدمی...... جسے اس نے ڈنگو کے قمار خانے میں اس بنا پر پٹتے دیکھا تھا کہ اس نے جوئے میں کسی قسم کی بے ایمانی پر احتجاج کیا تھا اور ڈنگو نے اس کی میز الٹ دی تھی۔

''میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔'' ٹونی بولا۔

''ایک بار نشے میں تم اس کے سامنے کچھ نہ کچھ ضرور اگل چکے تھے۔'' عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

''مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا''

عمران نے جوزف کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور مونیکا سے بولا۔ ''ٹونی نے اسے ایک بار نشے کی جھونک میں بتایا تھا کہ وہ جب چاہے ڈنگو کو خاک میں ملا سکتا ہے! وہ چاہے تو مونیکا ہی ڈنگو کے سینے میں خنجر اتار دے گی! اس کے پاس ایسے کاغذات ہیں جو مونیکا کے باپ کے قاتل پر روشنی ڈال سکیں گے! جب ڈنگو نے ایڈگر کو قمار خانے میں مارا تھا اور اس کی توہین کی تھی! تب دوسرے دن ایڈگر نے بھی یہی جملے دہرائے تھے! اس نے کہا تھا کہ وہ جب چاہے ڈنگو کو خاک میں ملوا سکتا ہے! ٹونی اس کا دوست تم سے ہی اُس کی گردن کٹوا دے گا! اس کے پاس کچھ ایسے ہی کاغذات ہیں جنہیں دیکھ کر تم بپھر جاؤ! ویسے مجھے تو دراصل یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچانی تھی کہ ڈنگو بوغا کا دشمن نہیں ایجنٹ ہی ہے! بالی پر میری نظر تھی اور وہ یہاں ڈنگو کے علاوہ اور کسی سے نہیں ملا تھا! بس تو ایڈگر اس رات کے دوسرے ہی دن اتفاق سے ایک جگہ مل گیا! اس وقت یہ بھی نشے ہی میں تھا! میں نے رات کا تذکرہ چھیڑ دیا! نشے کی حالت میں غصہ آ جانا بڑی واہیات بات ہوتی ہے! اس نے سب کچھ اگل دیا! اس کے بعد ہی میں نے تفریحاً فون پر ڈنگو سے چھیڑ چھاڑ کی تھی جس کے نتیجہ پر آج وہ سامنے پڑا ہے! فون کال کے بعد یہ بیچارہ بوکھلا گیا تھا! اس کی دانست میں تو ٹونی کے علاوہ اور کوئی اس راز سے واقف ہی نہیں تھا لیکن جب کسی دوسرے سے اس نے ہوپی کے قتل کا راز سنا تو سوچا کہ ممکن ہے یہ نامعلوم آدمی کاغذات کے متعلق بھی جانتا ہو! لہٰذا جلد از جلد اس کا تصفیہ ہو ہی جانا چاہیئے! اس لئے اُس نے تمہیں اور ٹونی کو گھیرا۔ ٹونی نکل گیا! لیکن میں نے

اندازہ لگایا کہ تم وہ جگہ جانتی ہو جہاں ٹونی گیا ہوگا۔ لہٰذا میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی کہ وہ تمہیں اُس عمارت میں تنہا چھوڑ دیں! مجھے یقین تھا کہ اس قسم کا کوئی موقع ہاتھ آتے ہی تم تیر کی طرح ٹونی کی طرف جاؤ گی! دوسری طرف میں نے ڈنگو ہی کے ایک آدمی کی طرف سے اسے فون پر اطلاع دی کہ تم اُس عمارت میں ہو اور غالباً تمہارا ارادہ ہے کہ ٹونی کی تلاش میں جاؤ! ڈنگو تنہا نکل پڑا! چونکہ کاغذات کا معاملہ تھا اس لئے اس نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے آدمیوں میں سے بھی کسی کو ساتھ لے جائے! میں دراصل تم تینوں کو ایک بار پھر یکجا کرنا چاہتا تھا! مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ ڈنگو کے چہرے سے نقاب ہٹائی جائے! میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ کاغذات میرے لئے بھی اتنے ہی اہم ہوں گے جتنے ڈنگو کے لئے ہو سکتے ہیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔'' مونیکا نے سر ہلا کر کہا۔

''میں بھی تو بوغا ہی کی تلاش میں ہوں! اور یہ کاغذات اس کے اصلی ہیڈ کوارٹر کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔''

''کیا تم پہلے بھی کبھی بوغا کو دیکھ چکے ہو!''

''نہ دیکھ چکا ہوتا تو تصویر کی شناخت کیسے کر سکتا!۔''

''مگر تمہیں اس کی تلاش کیوں ہے!''

''پرانی دشمنی! لمبا قصہ ہے جسے میں دہرانا نہیں چاہتا!۔''

''یہ جھوٹا ہے۔ یہ بھی بزنس ہی کرے گا۔'' ٹونی حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''خاموش رہو!'' مونیکا آنکھیں نکال کر بولی۔ ''ورنہ میں تمہیں کتے کی موت مار ڈالوں گی!۔''

''تمہاری تباہی دور نہیں ہے!'' ڈنگو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''لیکن تم میری تباہی دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہو گے۔'' مونیکا نے کہا پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''تم نے کیا فیصلہ کیا! میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گی۔''

''میرا فیصلہ ہے کہ تم اسے ان کاغذات کے عوض لے جا سکتی ہو۔ اگر کاغذات چاہو گی تو وہ بھی مل جائیں گے لیکن ڈنگو نہ مل سکے گا۔''

''مجھے کاغذات کی ضرورت نہیں۔ میں ٹونی اور ڈنگو دونوں کو لے جاؤں گی!۔''

''مگر کرو گی کیا ان کا۔'' صفدر نے پوچھا!

"تمہیں ان فضول باتوں سے کیا سروکار۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "اپنے کام سے کام رکھو ہمیں ان کے نجی معاملات سے کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہئے! میں تو یہ سمجھ کر ان دونوں کو اس کے سپرد کر رہا ہوں کہ یہ انہیں کسی یتیم خانے میں داخل کرا دے گی!

مونیکا چند لمحے سوچتی رہی! پھر اٹھتی ہوئی عمران سے بولی۔ "ذرا ادھر آؤ۔"

وہ عمران کو دوسرے کمرے میں لائی اور چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد بولی۔ "کیا تم ان کاغذات کی مدد سے بوغا کی تلاش میں نکلو گے۔"

"یقینی بات ہے۔"

"میری نظر اُن کے بعض حصّوں پر پڑی تھی! وہ ان جزائر کی کہانی سناتے ہیں جنہیں عام طور پر ظلمات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے! آج تک کوئی بھی ان کے جنگلوں میں نہیں داخل ہو سکا۔"

"میں نے یہی سنا ہے!۔"

"وہ تعداد میں پندرہ ہیں! اور سب کے سب ویران! میرا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی تمہیں وہاں تک نہ لے جا سکے گا!۔"

"آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو!۔"

"میری مدد کے بغیر تم وہاں تک نہیں پہنچ سکو گے!۔"

"تو کرو نا مدد! میں نے کب منع کیا ہے۔"

"میں ساتھ چلونگی۔"

"ارے باپ رے۔" عمران اردو میں بڑبڑایا!۔

"کیا! میں نہیں سمجھی۔"

"مم.... مطلب یہ کہ.... شش شکریہ! ضرور ساتھ چلو۔"

"تم یہاں سے ایسے آدمی بھی نہ مہیا کر سکو گے، جو تمہارے ساتھ جا سکیں۔"

"ٹھیک ہے!" عمران نے طویل سانس لی۔

وہ پھر وہیں آگئے جہاں سے اٹھ کر گئے تھے! مونیکا ڈنگو اور ٹونی کو یہاں سے لے جانے کی تیاری کرنے لگی!۔

عمران سیریز نمبر 38

ظلمات کا دیوتا

پانچواں حصہ

پیشرس

"بوغا" کے سلسلے میں عمران کا آخری ایڈونچر ملاحظہ فرمایئے۔

جی ہاں......!

میں نے ایڈونچر کہا ہے۔

اس لئے پڑھنے سے پہلے ہی اس پر جاسوسی کی چھاپ نہ لگا لیجئے گا۔

میں نے وعدہ کیا تھا کہ یہ بوغا کی آخری کہانی ہو گی...... لہٰذا پڑھئے آخری کہانی...... لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اختتام پر پہنچ کر آپ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ کہانی زبردستی ختم کی گئی ہے۔ ابھی چلتی ہی رہتی تو بہتر تھا...... مگر کیسے چلتی رہتی...... وعدہ تھا...... آخری کہانی کا...... اور یہ قطعی وعدہ اس بنا پر کیا گیا تھا کہ آپ مسلسل کہانی کی اقساط میں بور ہونے لگتے ہیں...... جب آپ بور ہوتے ہیں تو بھلا میں اس "بوریت" سے کیسے محفوظ ہو سکتا ہوں۔

پڑھنے اور لکھنے والے میں "دامان و گریبان" کا ساتھ ہوتا ہے......

چہرے میں تصرف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ کبھی کبھی مصنف کا گریبان اور پڑھنے والے کا ہاتھ بھی ہوتا ہے۔

اس کہانی کے اختتام کے سلسلے میں میں اسی کے امکانات پر غور کر رہا ہوں لیکن قصور مجھ سے زیادہ آپ کا ہے...... نہ آپ کہانی ختم کرنے کا تقاضا کرتے اور نہ یہ آخری کہانی ہوتی۔ اس کے باوجود بھی مجھے توقع ہے کہ کہانی اپنے نئے پن کی وجہ سے ضرور پسند کی جائے گی۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ کو اس میں ایک ایسا کردار بھی ملے گا جسے دیکھنے کی خواہش آپ عرصہ سے ظاہر کرتے آئے تھے۔ اسے ایک نئے روپ میں دیکھئے۔

اس بار کئی احباب اپنے خطوط پر تبصرے کے منتظر ہیں۔

لیکن! بھئی کیا کیا جائے......! یہ سارے صفحات تو کتاب ہی کی نظر ہو گئے...... خیر آئندہ سہی۔ لیکن کم از کم ایک صاحب کے لئے استفسار کا جواب دینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ پوچھتے ہیں۔

"آخر آپ کی کتابوں میں عورت اور مرد دور دور کیوں رہتے ہیں......؟"

سوال بڑا ٹیڑھا ہے لیکن سیدھا سا جواب ملاحظہ فرمایئے۔ ابھی ہمارا معاشرہ ارتقاء کی اس منزل میں ہے جہاں عورت اور مرد کے درمیان کم از کم ایک چپل کا فاصلہ تو ہونا ہی چاہئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر مردوں کے دوش بدوش ترقی کی راہ پر چلنے والی کوئی عورت کسی فٹ پاتھ پر چلی جا رہی ہے اور آپ سے سہواً بھی ٹکراؤ ہو گیا تو آپ اسے دوش بدوش کی بجائے پاپوش بدست دیکھیں گے۔

آیا خیال شریف میں ؟

اچھا اب اجازت دیجئے۔

ابن صفی

۳؍ ستمبر ۱۹۵۹ء

O

کیروسین لیمپ کی روشنی اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں ایسی ہی لگ رہی تھی جیسے گہرے سیاہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان میں کہیں کوئی ننھا سا اداس تارہ نظر آجائے۔

ڈیزی اپنی نظر کو بھی اسی روشنی ہی تک محدود رکھنا چاہتی تھی اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کی طرف آنکھ بھی اٹھا سکتی ان لوگوں نے یہی بڑا کرم کیا تھا کہ اسے ایک چھوٹی سی چھولداری دے دی تھی اس پر مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ بھی انہیں خیموں میں سے کسی ایک میں رات گزارے.... جو باربرداروں یا خود ان کے لئے تھے۔

مگر ڈیزی سوچ رہی تھی۔ کیا اسے نیند آسکے گی؟ اگر وحشت ناک خیالات ذہن سے جھٹک بھی دیئے جائیں تو یہ ساحل سے ٹکرانے والی لہروں کا شور اور دوسری جانب جنگل سے آنے والی بھیانک آوازیں کب سونے دیں گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جس جزیرے میں فلم کی شوٹنگ ہونے والی ہے وہ اتنا ویران اور ڈراؤنا ہوگا۔

سرشام ہی وہ ساحل پر اترے تھے اور ڈیزی نے ڈائریکٹر کے برتاؤ میں نمایاں فرق محسوس کیا تھا بس ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُس کی پوری شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ یہاں پہنچنے سے قبل اس کے لہجے میں بڑی مٹھاس تھی اور ڈیزی نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ یقینی طور پر کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شریف آدمی ہے پورٹ سعید میں اس نے اس سے کاروباری گفتگو کی تھی اور اس فلم کے لئے معاہدہ کیا تھا جس کی شوٹنگ ایک قریبی جزیرے میں ہونے والی تھی۔ یہ سب کچھ بس اتفاقیہ طور پر ہوا تھا۔ ڈیزی ایک شام شہر کے ایک چھوٹے سے کیفے میں چائے پینے کے لئے رک گئی تھی۔

لیکن وہاں رکنا اتفاق پر مبنی نہیں تھا۔ دفتر سے واپسی پر عموماً وہ شام کی چائے وہیں پیا کرتی تھی۔

حسب معمول اس شام کو بھی وہ تنہا تھی شاید ہی کبھی کسی نے اس کے ساتھ کوئی مرد بھی دیکھا ہو وہاں کے کسی گاہک نے بھی کبھی اس سے مل بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی جس کی وجہ غالباً

یہی ہوسکتی تھی کہ ڈیزی کا رکھ رکھاؤ جنس مقابل کے لئے کبھی حوصلہ افزا نہیں رہا تھا۔ بڑی دلکش لڑکی تھی لیکن خدوخال میں تیکھاپن بھی تھا۔ خاموش بیٹھی ہو تو ایسا لگتا جیسے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی ہو۔ جہاں کوئی بولا بس پھاڑ ہی کھائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے گفتگو کرتے وقت کبھی کسی نے لہجے میں تیز مزاجی کی ہلکی سی لہر بھی نہ محسوس کی ہو۔

لیکن اس شام جو کچھ بھی ہوا تھا اسے انہونی ہی کہنا چاہئے۔ اس نے کیفے میں داخل ہو کر ایک خالی میز منتخب کی تھی اور منتظر تھی کہ وہاں کا اکلوتا ویٹر اس کی طرف بھی متوجہ ہو۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایک اجنبی اس کی طرف بڑھا تھا۔

"مادام! کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں گی۔" اُس نے کسی قدر جھجک کر انتہائی شریفانہ لہجے میں پوچھا تھا اور وہ نروس ہو گئی تھی۔

لباس اور لہجے کی بنا پر وہ ایک شائستہ آدمی ہی معلوم ہوا تھا۔

"جج.... جی.... ہاں! یقیناً...." وہ زبردستی مسکرا کر ہکلائی تھی۔

اس نے بیٹھنے سے پہلے بھی اجازت طلب کی تھی اور پھر اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"اوہ!" ڈیزی کی آنکھیں احمقانہ انداز میں پھیل گئی تھیں کیونکہ وہ تو مصر کا ایک مقبول ترین فلم ڈائریکٹر تھا اور وہ خود بھی اس کی بنائی ہوئی فلم بے حد پسند کرتی تھی۔

پھر کچھ دیر رسمی گفتگو کے بعد وہ کھلا تھا۔

"میں آج کل ایک نئی فلم کی تیاری کر رہا ہوں مادام اور اس کے لئے نئے چہروں کی تلاش ہے۔ آپ کو اگر فلم سے دلچسپی ہے تو آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ میرے منتخب کردہ نئے چہرے ایک ہی فلم میں اسٹار بن جاتے ہیں۔"

"جج.... جی ہاں.... میں جانتی ہوں۔"

"مجھے ایک ہیروئن کی تلاش ہے۔"

"اوہ.... تو پھر.... میں کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"میں آپ کو کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ معاف کیجئے گا میرا خیال ہے کہ اس فلم کے لئے آپ سے زیادہ موزوں ہیروئن اور کوئی نہ مل سکے گی۔ ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں اس جسارت کے لئے۔"

ڈیزی کے لئے یہ ایک بڑا سنسنی خیز تجربہ تھا کیونکہ اس کی پسندیدہ ترین تفریح فلم بینی ہی تھی اور عام لڑکیوں کی طرح وہ بھی اپنے ہیروئن بننے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی تھی۔

بالآخر دوسرے دن وہ اسے اپنی ماں کے پاس لے گئی تھی اور بوڑھی عورت نے ایک گرانقدر پیش کش کے عوض اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ معاملات طے ہو گئے تھے۔ لیکن ڈیزی نے اُسے راز ہی رکھا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ بات اس کی فرم کے اسسٹنٹ منیجر تک پہنچے جو اسے ہر قیمت پر فرم ہی میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ڈیزی اس کی وجہ بھی جانتی تھی لیکن خود اسسٹنٹ منیجر اس وقت تک نہیں کھلا تھا۔

بہر حال ڈیزی نے معاہدے پر دستخط کر دیئے تھے اور ڈائریکٹر کے بیان کے مطابق ایک "قریبی جزیرے" کے سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ سفر کا اختتام بارہ گھنٹے کی بجائے تین دن بعد ہوا ہو۔ راستے میں اسے یہی جواب ملا تھا کہ وہ ایک غلط راہ پر آنکلے ہیں اور اب کافی گھماؤ پھراؤ کے بعد دخانی کشتی جزیرے تک پہنچ سکے گی۔ اُسے یقین نہیں آیا تھا اور وہ وسوسوں میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پھر اسے یہ بات بھی بُری طرح کھٹکنے لگی تھی کہ بیس افراد کی پارٹی میں وہ تنہا عورت ہے کیا کہانی میں صرف ایک ہی عورت ہو گی۔ اس نے اس کے متعلق بھی استفسار کیا تھا جس کا جواب یہ ملا کہ کچھ عملہ پہلے ہی جا چکا ہے جس میں چھ سات لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

لیکن یہاں پہنچ کر اس پارٹی کے علاوہ دور دور تک اور کوئی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی سے الجھن میں مبتلا تھی۔ پھر ساحل پر اُترتے ہی وہ اس پارٹی کے بارے میں کیوں نہ پوچھتی جو کچھ دن پہلے یہاں آچکی تھی۔

جواب میں ڈائریکٹر نے اسے بُری طرح جھڑک دی تھی کہ وہ سناٹے میں آگئی اس نے اس کے لہجے میں درندگی سی محسوس کی تھی۔ وہ اسے ایسا ہی خونخوار معلوم ہوا تھا کہ پھر وہ اس سے آنکھیں ملانے کی بھی ہمت نہ کر سکی تھی اور اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

ساحل کی طرف سے آنے والی تیز ہوائیں چھولداری کو بُری طرح جھنجھوڑ رہی تھیں۔ لیمپ کبھی کا بجھ گیا ہوتا اگر اس کی ساخت معمولی قسم کی ہوتی۔ شاید وہ ڈیویز سیفٹی لیمپ کے اصولوں پر تیار کیا گیا تھا روشنی اتنی مدھم تھی کہ چھولداری کی محدود فضا کے لئے بھی ناکافی معلوم ہو رہی تھی۔

یک بیک ڈیزی نے قدموں کی آہٹ سُنی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اُس کا دل شدت سے

دھڑک رہا تھا۔ پھر جیسے ہی کسی نے چھولداری کا پردہ ہٹایا وہ غیر ارادی طور پر اٹھ گئی۔

آنے والا سرے ہی پر رُک گیا۔ یہ وہی ڈائریکٹر تھا جسے اُس کے ساتھی مسٹر بن ہام کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ کشتی ہی پر ڈیزی کو معلوم ہوا تھا کہ اس کا کوئی دوسرا نام بھی ہے۔ ورنہ بحیثیت فلم ڈائریکٹر وہ اُسے یوسف کمیل کے نام سے جانتی تھی وہ کسی سحر زدہ کی طرح اس کے چہرے پر نظریں جمائے رہی۔ اس وقت وہ کتنا ڈراؤنا لگ رہا تھا.... ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ڈیزی نے اسے پہلی بار دیکھا ہو۔

یہی چہرہ اس نے پورٹ سعید میں بھی بارہا دیکھا تھا لیکن وہاں اس پر کتنی نرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے اکثر سوچا تھا کہ وہ بد صورت ضرور ہے لیکن کتنا پُر نور دل رکھتا ہے سینے میں۔ جس کی جھلکیاں آنکھوں ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مگر اب وہ آنکھیں کتنی بھیانک معلوم ہو رہی تھیں۔ موٹی سی بھدی ناک.... تنگ پیشانی بھاری جبڑے اور بائیں نتھنے کے جوڑ میں ایک بڑا سا ابھرا ہوا تل.... کتنا خوفناک چہرہ تھا.... وہ کانپ گئی۔

"کیا تم ڈر رہی ہو؟" بن ہام نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ڈیزی کچھ نہ بولی۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔" وہ مسکرایا "یہ ایڈونچر بھی تمہیں زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"وہ دوسری لڑکیاں کہاں ہیں؟" ڈیزی کی زبان سے بدقت نکل سکا۔

"دوسری لڑکیاں!" بن ہام آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "کیا دوسری لڑکیوں کی موجودگی تمہارا خوف دور کر دے گی۔"

ڈیزی پھر کچھ نہ بولی۔ بھلا اس سوال کا جواب ہی کیا ہوتا۔ بن ہام نے کینوس کے چھوٹے سے فولڈنگ اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا "تمہارے متعلق میرا قیافہ تھا کہ تم ایڈونچر پسند کرتی ہو.... بیٹھ جاؤ۔"

اس نے ربڑ کے بستر کی طرف اشارہ کیا۔ ڈیزی بدستور کھڑی رہی۔

دفعتاً ہام نے غصیلی آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ.... کیا تم نے سُنا نہیں۔"؟

ڈیزی چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تیز ہوا چھولداری کو بدستور جھنجھوڑے جا رہی تھی اور جنگل سے ڈراؤنی آوازوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

"کیا تمہیں اپنا باپ گیسپر یاد ہے؟" ہام نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کیوں؟" ڈیزی چونک پڑی۔ "آپ انہیں کیا جانیں.... وہ تو دس سال ہوئے...."

"ہاں میں جانتا ہوں کہ اُس کی موت کو دس سال کا عرصہ گزرا۔ میں نے پوچھا تھا کیا وہ تمہیں یاد ہے؟"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ اُن کا تذکرہ کیوں نکالا ہے آپ نے.... پہلے تو کبھی...."

"لڑکی! صرف میرے سوالوں کے جواب دو۔" ہام نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

یک بیک ڈیزی نے بھی جھنجھلاہٹ محسوس کی.... وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ اس قسم کے بے تکے سوالات کیوں کر رہا ہے۔

"میں اپنے باپ کا تذکرہ سننا پسند نہیں کرتی اور نہ اُن کے سلسلے میں کسی سوال کا جواب دے سکتی ہوں.... آخر یہ تذکرہ ہی کیوں؟"

"یہی بتا دو کہ تم اپنے باپ کا تذکرہ سُننا کیوں پسند نہیں کرتیں؟"

"آپ کو میرے نجی معاملات سے سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

"احمق نہ بنو!" ہام نے آنکھیں نکالیں۔ "یہ جزیرہ عام جہازی راستوں سے بہت دور ہے......لہٰذا تمہیں اس کی توقع بھی نہ ہونی چاہئے کہ کبھی تمہاری آواز قانون تک پہنچ سکے گی۔"

"آخر ان سب باتوں کا مطلب کیا ہے مسٹر گمیل؟"

"بن ہام کہو.... کیا تم نے میرے ساتھیوں کی زبانی میرا نام نہیں سنا؟"

"تو آپ کا نام یوسف گمیل نہیں ہے؟"

"نہیں!"

"تو پھر.... تو پھر...." ڈیزی کی سانسیں پھر تیز ہو گئیں۔

"تو پھر یہ کہ ہم یہاں کسی فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں نہیں آئے۔ پارٹی میں بیس آدمی شامل ہیں اور اُن میں صرف تم ہی عورت ہو۔"

ڈیزی کا سر چکرا گیا۔ کیروسین لیمپ کی روشنی پہلے سے بھی زیادہ مدھم معلوم ہونے لگی تیز ہوائیں چھولداری کو جیسے اکھاڑ ہی دینے پر تُل گئی تھیں اور جنگل سے آنے والی مہیب آوازیں کانوں سے قریب تر ہوتی محسوس ہونے لگی تھیں۔

"پھر یہ سب کیا تھا؟" وہ ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ لیکن اپنی آواز اسے کسی اندھے کنوئیں کی بازگشت ہی معلوم ہوئی تھی۔

"آواز اونچی نہ ہونے دو.... دماغ ٹھنڈا رکھو۔ حقیقت معلوم ہو جانے کے باوجود بھی تمہیں ہراساں نہ ہونا چاہئے۔" بن ہام نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی.... یہ کیا بکواس ہے۔"

"اچھی بات ہے.... فی الحال میں تمہیں تنہا چھوڑ دینا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ لیکن اتنا ضرور سُن لو کہ یہ جزیرہ.... ظلمات کے جزیروں میں سے ایک ہے۔ اب تم اپنے باپ کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ سوچ سکو گی۔!"

وہ اٹھا اور چھولداری سے باہر نکل گیا۔ ڈیزی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔!

O

صفدر کو اس کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی کہ ڈنگو کا کیا حشر ہوا؟ کیا مونیکا نے اُسے مار ڈالا ہو گا؟ ویسے وہ تو اب بھی قصر جمیل ہی میں مقیم تھی اور ڈنگو کا قمار خانہ بدستور چل رہا تھا۔ لیکن صفدر کو وہاں ان آدمیوں میں سے ایک بھی نہ دکھائی دیا جنھوں نے ڈنگو اور مونیکا کی معرکہ آرائیوں کے دوران سر دھڑ کی بازیاں لگائی تھیں۔

رات کے نو بجے تھے۔ صفدر قمار خانے ہی کی ایک میز پر عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ پچھلے تین دنوں سے وہ یہیں مل رہے تھے۔ صفدر اب بھی اسی ہوٹل میں مقیم تھا اور آج بھی اُسے علم نہیں تھا کہ عمران کا قیام کہاں ہے؟

اس کی معلومات کے مطابق جولیا اور چوہان واپس جا چکے تھے لیکن اُن کی واپسی کی وجہ بھی عمران سے نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

جزائر ظلمات کے سفر کا مسئلہ بھی اس کے لئے اُلجھن کا باعث بنا رہا تھا....! خود عمران کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ ایکس ٹو کے مقامی ایجنٹوں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ وہ سفر کے انتظامات کا ذمہ نہیں لے سکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ جزائر عام جہازی راستوں سے الگ تھلگ واقع تھے۔ بہر حال صفدر کی دانست میں تو یہ سفر ناممکن ہی سا ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر کیا عمران پیچھے ہٹ جائے گا؟ یہ سوال کئی بار اس کے ذہن میں اُبھرا تھا

اور اس وقت بھی وہ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سوا نو بجے عمران اپنی تمام تر حماقتوں سمیت ایک دروازے میں نظر آیا۔ لیکن جسم پر ایسا لباس نہیں تھا کہ اس کی طرف خواہ مخواہ نظریں اٹھتیں۔ آج کل وہ اس سلسلے میں کافی احتیاط برت رہا تھا۔ ایسی حرکتیں نہیں کرتا تھا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ البتہ اگر معمولی حالات میں چہرے پر حماقت بھی نظر نہ آئے تو پھر وہ عمران ہی کیسا؟

آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ صفدر کی میز تک آیا اور اس طرح سر جھکا کر بیٹھ گیا جیسے اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آیا ہو۔

"کیوں؟.... خیریت؟.... کیا بات ہے؟" صفدر زبردستی مسکرایا۔

"اُم.... اُم.... کچھ نہیں!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر بولا میں کب سے سوچ رہا ہوں کہ مرغ کو آبشار کیوں نہیں کہتے؟"

"اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہاں ہمارے مقبرے کس نمونے کے بنیں گے؟"

"پرواہ مت کرو۔ میں ڈیزائن تیار کر رہا ہوں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

"ہم کب تک اس طرح جھک مارتے رہیں گے۔"

"جب تک کہ جھک خود ہمیں ہی مارنے پر نہ آمادہ ہو جائے۔"

"تو اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو بھی نہ کی جائے۔" صفدر نے غصیلی آواز میں کہا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ویٹر نے چاندی کی طشتری میں ایک لفافہ پیش کیا اور دو قدم پیچھے ہٹ کر مودبانہ کھڑا رہا۔

عمران لفافہ چاک کر کے خط نکال رہا تھا۔ صفدر کی اچٹتی سی نظر تحریر پر پڑی۔ لیکن وہ نفسِ مضمون سے آگاہ نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا کہ دو سطروں میں وہ کسی قسم کا پیغام ہی ہو سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے.... چلو!" وہ لفافہ کو توڑ مروڑ کر جیب میں ٹھونستا ہوا بولا اور صفدر کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ویٹر کے پیچھے چل پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ قصر جمیل کے رہائشی حصے کے ایک کمرے میں تھے۔ ویٹر انہیں وہاں پہنچا کر جا چکا تھا۔

"ڈنگو کا کیا بنا؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔

"بھلا اُس بیچارے کا کیا بن سکتا۔ وہ چار انچ بھی بڑا ہوتا تو میں اُسے نائب تحصیل دار بنوا دیتا۔"

"نہیں میں اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔"

"سوچے جاؤ۔ لیکن مونیکا کی موجودگی میں بلند آواز میں نہ سوچنا ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی تاریخ پیدائش یاد آ جائے۔"

پھر صفدر کے کچھ کہنے سے قبل ہی مونیکا کمرے میں داخل ہوئی اور وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ لحیم شحیم ہونے کے باوجود بھی وہ بڑی دلکش تھی اور اس وقت تو.... خصوصیت سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ پہلے کبھی صفدر نے اُسے اتنے اچھے موڈ میں نہیں دیکھا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور ہونٹوں کے گوشے اس انداز میں کانپ رہے تھے جیسے وہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی ہو اور وہ عمران ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیوں! شیطان کے استاد کس فکر میں ہو؟" اس نے عمران ہی سے پوچھا۔

"تم نے مجھے پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کسی عورت کو بھی شاگرد بنایا ہو۔ ویسے کیا تم فوراً ہی کام کی باتیں نہیں شروع کر سکتیں۔"

"ہاں.... آں.... کام کی باتیں۔" وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"یہاں کا کوئی جہاز راں اس سفر کے لئے آمادہ نہیں ہو سکا۔"

"پھر کیا ہوگا۔؟"

"اب ایک آخری گھر دیکھنا ہے اگر اس میں بھی ناکامی ہوئی تو پھر کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔"

"کیا کہا کچھ بھی نہ ہو سکے گا؟"

"کیا ہو سکے گا۔؟" مونیکا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"انتقام کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھے۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بھڑک اٹھی ہے۔"

"دیکھو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں ابھی تک اسی بناء پر رُکا رہا کہ سفر کے انتظامات کا ذمہ تم نے لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھتی ہوں۔ لیکن دوسری صورت میں تم کیا کرتے؟"

"یہ مت پوچھو.... میں سطح سمندر پر بھی تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہوں۔"

"شش.... اس مسئلہ میں تم بے بس نظر آؤ گے۔" مونیکا نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"کسی آخری گھر کی بات کر رہی تھیں تم...."

"ہاں.... آں.... تمہیں اس وقت بلانے کا مقصد یہی تھا کہ اس پر بھی غور کیا جائے اس سلسلے میں جس آدمی سے سابقہ پڑے گا وہ بہت چالاک ہے شاید ڈنگو سے بھی زیادہ! لیکن وہ گمنامی میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی کئی مال بردار دخانی کشتیاں غیر قانونی طور پر اس کے لئے لاکھوں کماتی ہیں۔"

"اچھا تو پھر؟"

"پھر کیا؟ میں دیکھوں گی کہ تم کس طرح اسے آمادہ کرتے ہو؟"

"سوال یہ ہے کہ ہم اس سے کہیں گے کیا؟" صفدر بولا۔ "اصل مقصد تو ظاہر کرنے سے رہے۔"

"اوہ! شاید تم نے بحری قزاقوں کے دفینوں کا تذکرہ بھی کیا تھا!" عمران نے مونیکا سے پوچھا۔

"ہاں.... آں.... مشہور یہی ہے کہ ان جزائر میں دفینے بھی ہیں۔ خود میرے باپ ہوپی نے بھی بظاہر اس مقصد کے تحت سفر کیا تھا اور مجھے علم ہے کہ وہ کس جزیرے کے ساحل پر اترا تھا۔"

"انجام کیا ہوا تھا اس سفر کا۔" صفدر نے پوچھا۔

"آٹھ آدمیوں کی پارٹی میں سے صرف ہوپی ہی زندہ واپس آسکا تھا۔ لیکن اس نے مجھے تفصیل کبھی نہیں بتائی۔ یہی کہتا رہا تھا کہ وہ اس مقام تک پہنچ ہی نہیں سکا جہاں دفینوں کے ملنے کا امکان تھا۔"

عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا اور اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ دفعتاً اس نے کہا "مگر تمہیں یقین ہے کہ وہ بوغا ہی کی تلاش میں گیا ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"آخر کس بناء پر اس نے خطرہ مول لیا ہو گا؟"

"وہ بھی انتقام کی آگ میں بھُن رہا تھا۔"

"اوہو! کیا بوغا نے براہِ راست اسے کوئی تکلیف پہنچائی تھی؟"

"اُس نے اس کے دو جوان بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور بالآخر اس کی موت کا باعث بھی بنا۔ ہوپی اتنا چھچھورا نہیں تھا کہ وہ ان کاغذات کا سودا کسی حکومت سے کر لیتا۔ وہ اپنے بھائیوں کے قاتل کو فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ٹونی کی بکواس تھی کہ وہ بڑی قیمت لگانے والی کسی پارٹی کی تلاش میں تھا۔"

عمران پھر کسی سوچ میں پڑ گیا کئی سوال صفدر کے ذہن میں بھی کلبلا رہے تھے۔

"یہاں ان لوگوں میں سے ایک بھی نہیں دکھائی دیتا جنہوں نے تمہارے خلاف بوغا کا ساتھ دیا تھا" صفدر آخر پوچھ ہی بیٹھا۔

"وہ سب میری قید میں ہیں۔" مونیکا مسکرائی۔ اس جھگڑے کا علم صرف انہی کو تھا جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ دوسرے کچھ بھی نہیں جانتے۔ لہذا انہیں راستے سے ہٹانا ہی پڑا۔ لیکن وہ بھی نہیں جانتے کہ ڈنگو کا کیا حشر ہوا۔ کیونکہ ڈنگو نے آخری معرکہ تنہا ہی سر انجام دینے کی کوشش کی تھی۔ اور اب...."

مونیکا خاموش ہو کر پھر مسکرائی اور بولی "اب دوسروں کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ ڈنگو چھ ماہ کے لئے جاپان گیا ہے۔ اکثر وہ جاپان کا سفر کرتا رہتا تھا۔"

"کیا سچ مچ تم نے اسے مار ڈالا؟"

"انتقاماً کسی کو مار ڈالنا حماقت کی معراج کہلاتا ہے اسے تو اس طرح زندہ رکھنا چاہئے کہ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگے چیخ چیخ کر کہے کہ مجھے مار ڈالو۔"

دفعتاً عمران نے صفدر کو گھور کر دیکھا۔ شاید وہ اُسے اس موضوع پر مزید گفتگو سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

صفدر نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔

"معاملے کی بات کرو۔" عمران نے کچھ دیر بعد مونیکا سے کہا۔!

"یہاں سے ہم ساتھ نہیں جائیں گے۔ تم دونوں باہر چلو جب تمہیں کوئی ٹیکسی مل جائے گی تب ہی میری گاڑی حرکت کرے گی تم دونوں چپ چاپ پیچھے چلے آنا۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس آدمی سے مدد حاصل کرنے کے سلسلے میں کس قسم کی دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔"

"وہ مجھے پہچانتا ہے۔ یہی سب سے بڑی دشواری ہے۔"

"تو پھر ہم یہ دشواری اپنے ساتھ کیوں لے جائیں۔" عمران نے کہا اور مونیکا مسکرائی۔

"تنہا جا کر دیکھو۔ تم عمارت میں داخل بھی نہ ہو سکو گے۔ وہ ایسے آدمیوں سے ملتا ہی نہیں جنہیں پہچانتا نہ ہو۔"

"اور تمہیں چونکہ پہچانتا ہے اس لئے کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ڈنگو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ ڈنگو سے نفرت کرتا ہے ظاہر ہے کہ میں اس کی نفرت سے کیسے بچ سکتی۔"

"لیکن وہ تم سے مل سکتا ہے۔ صرف تم سے ہی نہیں بلکہ تمہارے ساتھ کچھ اجنبی ہوں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا ہو سکے گا۔ تم دونوں میرے ساتھ اندر جا سکو گے۔"

"اگر تم اسے کسی طرح یقین دلا سکو کہ ڈنگو سے تمہارا جھگڑا ہو گیا ہے تو کیا صورت ہو گی؟"

"وہ کبھی یقین نہیں کرے گا یہی سمجھے گا کہ میں کسی قسم کا فراڈ کرنا چاہتی ہوں۔"

"پھر اس کا خیال ہی ترک کر دینا چاہئے۔" عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"اسی لئے تمہیں ساتھ لے جا رہی ہوں کہ شاید تم کوئی راہ نکال سکو۔"

"اگر مجھ کو اسے اچھی طرح سمجھنے کا موقع مل جائے تو یہ ناممکن بھی نہیں ہے ویسے میری کھوپڑی قابل اعتماد نہیں۔ ابھی شریفوں کی طرح گفتگو کر رہا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کب کتوں کی طرح بھونکنے لگوں۔"

"میں اس کی ایک خاص کمزوری سے تمہیں آگاہ کر رہی ہوں۔ سوچو کہ تم اس سے فائدہ

اٹھا سکتے ہو۔ اس کا ایک پارٹنر اس کے لئے دردِ سر بن کر رہ گیا ہے۔ وہ اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے لیکن اس پر اس کی گرفت مضبوط ہے دراصل وہ اس کے بعض بہت ہی خاص قسم کے رازوں سے واقف ہو گیا ہے جس کی بناء پر اسے دبنا پڑتا ہے۔"

"دونوں کے نام بتاؤ۔"

"جس کے پاس ہم چل رہے ہیں وہ گاسکر کہلاتا ہے اور پارٹنر کا نام ہے بن ہام۔ یہ بن ہام بہت چالاک آدمی ہے۔ گاسکر کی طرح گمنام بھی نہیں ہے۔ دونوں کا اشتراک سرمائے اور محنت کا اشتراک کہا جاتا ہے۔ یعنی سرمایہ گاسکر کا ہے اور محنت بن ہام کی۔ لیکن بن ہام شاید پورے بزنس پر قابض ہو جانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ یہی چیز گاسکر کو کھٹکتی ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کا خاتمہ کر دینا چاہتا ہے۔"

"اوہ تو یہ بن ہام بھی اس سے واقف ہی ہو گا۔ ظاہر ہے جب تم جانتی ہو۔"

"ٹھیک ہے اگر وہ نہ جانتا ہو تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔"

"ہوں.... لیکن تمہاری دانست میں اسُ کی اس کمزوری سے کیسے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔"

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔"

"ضرور بتاؤ کیونکہ وقت کم ہے۔ میں زیادہ دن یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ اگر خود ہی کوئی راہ نکالنے بیٹھوں گا تو اس کے لئے دونوں کو قریب سے دیکھنا پڑے گا۔ جانتی ہو کسی کو قریب سے دیکھنا کتنا مشکل ہے.... کتنے دنوں بعد تمہیں قریب سے دیکھ رہا ہوں۔"

مونیکا اپنی آنکھوں میں نشیلا پن پیدا کر کے مسکرائی اور عمران اردو میں بڑبڑایا۔

"یا والد صاحب عرف ابا جان۔"

"کیا....؟" مونیکا چونک پڑی۔

"کچھ نہیں.... میں ذرا اپنے ساتھی سے مشورہ طلب کر رہا تھا۔ ہم آپس میں پدری زبان ہی استعمال کرتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"پدری زبان!" مونیکا نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں! ہماری طرف مائیں عموماً گونگی ہوتی ہیں اس لئے پدری زبان ہی چلتی ہے۔"

"نہیں مجھے وحشت ہوتی ہے ایسی زبان سن کر جسے میں سمجھ نہ سکوں۔ لہٰذا میری موجودگی

میں احتیاط برتو۔ خیر اٹھو ہمیں گاسکر سے ضرور ملنا چاہئے۔"

عمران نے پھر صفدر کی طرف دیکھا شاید وہ اسے خاموش ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"سنو! ہم یہاں سے ساتھ نہیں جائیں گے۔" مونیکا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں باہر جا کر ایک ٹیکسی لو۔"

صفدر نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بُرا سا منہ بنایا تھا۔

باہر آ کر اس نے کہا۔ "ہمارے ساتھ جانے میں کیا بُرائی تھی؟"

"ہوشیار رہنا۔" عمران بولا۔ شاید ہم پھر کسی الجھن میں پڑنے والے ہیں۔"

"کیوں.... کیوں؟"

"پرواہ مت کرو.... ٹیکسی دیکھو!"

صفدر آگے بڑھ گیا۔ قصر جمیل کے پھاٹک کے قریب ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔

ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ مونیکا کی بیوک پھاٹک سے نکلی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔

"اس گاڑی کے پیچھے چلو۔" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔

بیوک کی رفتار تیز نہیں تھی۔ اس لئے ٹیکسی بھی اسی مناسبت سے رینگتی رہی۔

کچھ دیر بعد صفدر نے کہا "اب ہم یقیناً کوئی بڑی غلطی کریں گے میری دانست میں تو مونیکا قابلِ اعتماد نہیں ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اس وقت کی بے سروپا اسکیم میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس لئے صبر کرو.... اور.... اور.... اوہ.... یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم کھنڈروں کی بستی میں سفر کر رہے ہیں۔"

چاروں طرف شکستہ عمارتیں نظر آ رہی تھیں اور ٹیکسی ایسے راستے پر چل رہی تھی جسے سڑک تو کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

گاڑی کے ہیڈ لیمپ ہی رہنمائی کر رہے تھے۔ ورنہ یہاں روشنی کہاں؟

دفعتاً ایک جگہ مونیکا کی گاڑی کی عقبی سرخ روشنی جاگ اٹھی۔

"روک دو!" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ مونیکا کی گاڑی کی رفتار بھی کم ہو گئی تھی۔ انداز رکنے ہی کا سا تھا۔

وہ دونوں ٹیکسی سے اتر آئے اور عمران نے کرایہ ادا کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ "اگر تم اس طرف دیواروں کے پیچھے ٹھہر سکو تو ہماری واپسی کے منتظر رہنا واپسی کا سفر تمہارے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔"

"نہیں جناب!" ڈرائیور کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔ صفدر نے اس وقت اس کی آنکھوں میں شبے کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔ جب وہ گاڑی کے اندر روشنی کر کے سکوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کیا دشواری ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"بس جناب!" ڈرائیور کے لہجے کی تلخی کم نہیں ہوئی تھی۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ادھر آئیں گے تو میں اس پر تیار ہی نہ ہوتا۔"

"آخر کیوں دوست؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ لیکن اُس کی آواز انجن کے شور میں دب کر رہ گئی۔ ڈرائیور گاڑی بیک کر رہا تھا۔

"جہنم میں جاؤ۔" عمران نے بڑبڑا کر شانوں کو جنبش دی۔

گاڑی دوسری طرف مڑ کر آگے بڑھ گئی اور پھر صفدر نے دیکھا کہ مونیکا اپنی گاڑی سے اُتر کر اُن کی طرف بڑھ رہی تھی۔

چاندرات تھی اور آس پاس بکھرے ہوئے کھنڈروں کا سکوت بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔

"چلو! تم لوگ رُک کیوں گئے۔" مونیکا قریب آ کر بولی "کچھ دور پیدل بھی چلنا پڑے گا۔ آگے راستہ ایسا نہیں ہے کہ گاڑی گزر سکے۔"

"گاسکر کسی جہاندیدہ اُلّو کا نام تو نہیں ہے؟" عمران نے اُلّوؤں ہی کی طرح دیدے نچائے۔

"اوہ.... یہ بستی.... بستی دراصل آگے ہے.... ہاہا! تم سمجھے شاید وہ ان کھنڈروں میں رہتا ہے۔"

"چلو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

صفدر اس انداز میں کھکھارا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ لیکن عمران نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔

مونیکا آگے تھی اور یہ دونوں اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ رات خنک تھی مگر اتنی بھی

نہیں کہ عمران کسی سردی کھائے ہوئے بچے کی طرح کانپنے لگتا۔اس کے حلق سے ایسی ہی آوازیں نکل رہی تھیں، جیسے وہ دانت پر دانت جمائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" ۔مونیکا نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

"سس.... سردی.... لگ رہی ہے۔" عمران نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔

"سردی!" مونیکا کے لہجے میں حیرت تھی۔ "سردی کہاں ہے.... اوہ...." اس نے قہقہہ لگایا پھر بولی "شاید تم ڈر رہے ہو۔"

"ہو.... ہو.... ہوپ!"

"اگر ان کھنڈرات سے ڈر رہے ہو تو پھر ظلمات میں تمہارا کیا حال ہو گا؟"

"وہاں.... سس.... سردی تو نہیں ہوتی۔" عمران نے دانت کٹکٹائے۔

"اوہ! چلو" مونیکا نے اس کا شانہ دبوچ کر آگے بڑھایا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ایک بستی میں داخل ہوئے۔بے ڈھنگی وضع کے چھوٹے بڑے مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔مونیکا نے غلط نہیں کہا تھا کہ گاڑی بستی میں داخل نہ ہو سکے گی۔اس وقت وہ ایک تنگ سی گلی سے گزر رہے تھے اور مونیکا نے ٹارچ روشن کر لی تھی وہ صرف اپنے قدموں کی آوازیں سُن رہے تھے وہاں قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔

کچھ دیر بعد مونیکا ایک عمارت کے سامنے رک گئی لیکن اب وہ گلی سے نکل آئے تھے۔یہاں دو رویہ مکانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔مونیکا نے دروازے پر دستک دی اور یک بیک وہ تینوں تیز قسم کی روشنی میں نہا گئے۔ صفدر نے بوکھلا کر اُوپر دیکھا اور اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ کافی قوت والی سرچ لائٹ سے سابقہ پڑا تھا۔

مونیکا برابر دستک دیئے جا رہی تھی۔کچھ دیر بعد روشنی غائب ہو گئی اور دروازے کی پشت سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "آہا! لیڈی مونیکا! مگر تمہارے ساتھ دو اجنبی بھی ہیں.... غالباً غیر ملکی۔"

"ہاں.... آں.... ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔ ہوپی کی بیٹی زبان نہیں بدلا کرتی۔"

"گاسکر بھی ڈرپوک نہیں ہے۔" آواز آئی اور ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا مگر

اندر اندھیرا تھا۔

"سیدھے چلے جاؤ۔" آواز آئی۔ "بائیں جانب روشنی نظر آئے گی وہیں ٹھہرنا۔"

مونیکا آگے تھی، عمران نے صفدر کو دھکا دیا اور وہ بادلِ نخواستہ آگے بڑھا راہداری میں داخل ہو کر ہی اندازہ ہو سکا کہ وہاں گہرا اندھیرا نہیں تھا۔وہ بہر حال ایک دوسرے پر نظر رکھ سکتے تھے۔ کچھ دور چل کر مونیکا بائیں جانب مڑ گئی۔

سامنے ہی دروازہ نظر آیا جس کی جھریوں سے تیز قسم کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔

"خوش آمدید.... ہوپی کی بیٹی۔" دروازے کی پشت سے پھر وہی آواز آئی جس نے باہر اس کا استقبال کیا تھا لیکن اس بار صفدر نے لہجے میں بڑی سختی محسوس کی تھی۔

دروازہ کھلا اور انہیں ایک عجیب سی شکل دکھائی دی۔ پہلی نظر میں یہی اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کوئی عورت ہے یا مرد۔ لباس مردانہ، ہاتھوں میں چمکدار کڑے سر کے بال اس حد تک ضرور بڑے تھے کہ پیچھے سے کسی عورت ہی کا دھوکہ ہوتا۔ عمر چالیس سے کم نہ رہی ہو گی لیکن چہرہ! چہرہ ہی اُسے عجیب الخلقت بنا کر پیش کرتا تھا کیونکہ وہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے یکسر محروم تھا۔ سرے سے روئیدگی ہی نہیں ہوئی تھی۔ ہونٹ پتلے اور دہانہ غیر متناسب حد تک بڑا تھا۔ آنکھیں کسی خونخوار بھیڑیئے کا تصور پیش کرتی تھیں۔ بہر حال وہ چہرہ متضاد کیفیات کا حامل تھا۔

"ادھر۔" وہ کرسیوں کی جانب دونوں ہاتھ گھما کر سانپ کی طرح پھپھکارا۔

صفدر اور عمران نے مونیکا ہی کی تقلید کی اور جب وہ بیٹھ چکے تو اس نے مونیکا سے پوچھا۔ "میں تمہارے دوستوں کو کس زبان سے مخاطب کروں؟"

"یوگوسلاویہ کے باشندے ہیں لیکن انگلش جانتے ہیں۔" مونیکا نے کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہو گا کیونکہ شیطان نے آدم کو سب سے پہلے انگلش ہی سکھائی تھی۔" گاسکر نے کہا پھر عمران سے پوچھا "کیا تم دونوں مسلح ہو؟"

صفدر نے جھرجھری سی لی کیونکہ اسے یہ سوال مونیکا سے کرنا چاہئے تھا۔ براہ راست ان سے پوچھنے کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ مونیکا نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ اس نے مونیکا کی طرف دیکھا جس کے چہرے سے بے تعلقی ظاہر ہو رہی تھی۔اس کی بھنویں تن گئیں۔

دوسری طرف عمران کے چہرے پر ایسے آثار تھے جیسے اس کا تو دم ہی نکلا جا رہا ہو۔ اُس نے

ابھی تک گاسکر کے سوال کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔

"کیا تم بہرے ہو؟" یک بیک گاسکر غرایا اور اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوفناک معلوم ہونے لگیں۔

"یہ سوال تمہیں اس سے کرنا چاہئے، جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔" صفدر نے بھی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ تمہارے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔" گاسکر کا جواب تھا اور اس جواب نے صفدر کو یقین دلایا کہ مونیکا ہی انہیں کسی جال میں پھنسانے والی ہے۔ کم از کم صفدر تو غیر مسلح ہی تھا۔ عمران کے متعلق نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس پوزیشن میں ہوگا۔

"لیڈی مونیکا۔" گاسکر نے آہستہ سے کہا "اس کی جامہ تلاشی لو۔"

اب صفدر کو اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی نظر آیا جس سے اس نے دونوں کو کور کر رکھا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ!" مونیکا نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ شرافت ہے تمہاری۔" صفدر غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

مونیکا نے جواب دینے کی بجائے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے وہ ان کی جیبیں ٹٹول رہی تھی۔

عمران نے تو اب کانپنا بھی شروع کر دیا تھا۔ دفعتاً وہ دانت کٹکٹاتا ہوا بولا۔ "خدا کے لئے رحم کرو.... وہ چیونگم کا پیکٹ ہے۔"

"عمران صاحب ہوش میں آیئے۔" صفدر غرایا۔ زبان اردو تھی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ مونیکا ان کی جیبیں ٹٹول کر ہٹ گئی تھی۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اب وہ اس طرح ان سے بوغا والے کاغذات وصول کرنا چاہتی ہے۔

"آؤ!" یک بیک گاسکر نے بلند آواز میں کسی کو مخاطب کیا اور دوسرے ہی لمحے چھ آدمی مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔

"انہیں مارو۔" گاسکر نے صفدر اور عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ارے.... زیادہ زور سے نہ مارنا۔" عمران گھگھیایا۔ "میرے والدین بہت غریب ہیں۔ اگر کچھ ٹوٹ پھوٹ بھی ہوگئی تو دوبارہ میری مرمت نہ کرا سکیں گے۔"

صفدر ان سے نپٹنے کے لئے پینترا بدل رہا تھا۔ لیکن مونیکا کی ہنسی کی آواز اس کے کانوں تک

پہنچ ہی گئی تھی۔ اس لئے جھلا کر بولی "تم لوگ اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

اس پر گاسکر بھی ہنس پڑا تھا اور صفدر کا دل چاہ رہا تھا کہ سب سے پہلے اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالے آخر عمران جیسا گھاگ آدمی یہاں کیسے آپھنسا اسے اچھی طرح یاد تھا کہ قصر جمیل سے نکلنے کے بعد اس نے کسی نئی الجھن میں پھنس جانے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ پھر اس کے باوجود بھی آپھنسا۔

وہ لوگ ان کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اے دیکھو میرے ساتھی کو معاف کر دو ابھی حال ہی میں اس کے باپ کی شادی ہوئی ہے۔ ہٹ جاؤ دوست تم الگ ہٹ جاؤ ورنہ تمہارے نوجوان باپ کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

گاسکو نے مونیکا کی طرف دیکھا۔ انداز استفہامیہ تھا۔

صفدر جھلاہٹ میں تو مبتلا تھا ہی اس نے بھی کہا۔ "اچھی بات ہے اگر یہ لوگ اس پر آمادہ ہوں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ جب تم مر چکو گے اس کے بعد سوچوں گا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"سمجھدار لڑکے ہو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب تم دیکھو گے کہ نوجوان باپ قیمے کے ڈھیر میں کیسے تبدیل ہو سکتا ہے۔"

صفدر جانتا تھا کہ عمران سے اندازے کی غلطی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً ان چھ آدمیوں پر بھاری رہے گا۔ مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ اس عمارت میں صرف چھ ہی آدمی ہوتے۔

وہ چپ چاپ کمرے کے ایک گوشے میں کھسک گیا اسے یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ اس مسخرہ پن کا ان لوگوں پر کیا رد عمل ہوتا ہے۔

"چلو یہی سہی!" اُس نے گاسکر کی آواز سنی اور اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ خود اسی سے مخاطب تھا۔ "تم وہیں ٹھہرو۔ لیکن اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گے.... ریوالور میں پورے راؤنڈ موجود ہیں۔"

پھر وہ سب یک بیک عمران پر ٹوٹ پڑے۔ کمرہ اتنا کشادہ تھا کہ عمران اپنے کمالات کا مظاہرہ کر سکتا۔ اس کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکل رہی تھیں لیکن حملہ آوروں کے ہوش بھی ٹھکانے آتے جا رہے تھے۔

دو منٹ کے اندر ہی اندر تین آدمی بیکار ہو کر رہ گئے۔ وہ اس وقت ایسے ہی جچے تلے ہاتھ مار رہا تھا جو زد پر آتا کنپٹی سہلاتا ہوا ڈھیر ہو جاتا۔ گاسکر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا اور مونیکا بالکل اسی انداز سے مسکرا رہی تھی۔ جیسے کھیل اُسے پسند آیا ہو۔

لڑتے لڑتے ایک بار عمران نے گاسکر کے داہنے ہاتھ پر جھپٹا مارا اور ریوالور اسی طرح اچھل کر صفدر کی جانب گیا جیسے اُس کے پر لگ گئے ہوں۔ صفدر نے اسے ہاتھوں ہی پر روکا۔

"کھیل ختم!" وہ ان کو روکتا ہوا دھاڑا۔

"نہیں.... چلنے دو۔" عمران کہہ رہا تھا۔ "یہ بے چارے بھی بہت دنوں سے.... گہری نیند.... کو.... ترس رہے ہیں۔"

"گاسکر اور مونیکا! تم اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرنا۔" صفدر ٹریگر پر انگلی رکھتا ہوا بولا۔

لیکن اس نے گاسکر اور مونیکا دونوں ہی کے انداز میں لاپرواہی محسوس کی۔ اب تو گاسکر بھی مسکرا رہا تھا۔

اتنی دیر میں چوتھا بھی گرا۔ بقیہ آدمی اب اس طرح کترا رہے تھے جیسے اپنا بھی وہی حشر دیکھنا پسند نہ کرتے ہوں۔ دفعتاً مونیکا بولی۔ "تم خوامخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو گاسکر۔"

"ہوں!" وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر گونجیلی آواز میں بولا....

"ٹھہر جاؤ! ٹورنامنٹ ختم ہو گیا۔"

"ابھی تو سیمی فائنل ہی چل رہا ہے ڈیئر!" یہ عمران کی آواز تھی "اب اگر تم چاہو تو مجھ پر فائر بھی کر سکتے ہو۔"

"نہیں! نہیں ٹھیک ہے بس کرو۔ تم یقیناً کام کے آدمی ہو۔ مجھے لیڈی مونیکا کے بیان پر یقین نہیں آیا تھا۔ یہ سب کچھ قطعی دوستانہ فضا میں ہوا ہے۔"

"بکواس بند کرو۔" صفدر نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔ "ہمیں اتنا احمق بھی نہ سمجھو.... عمران صاحب.... جلدی کیجئے۔"

ٹھیک اسی وقت دونوں کی گردنیں عمران کی گرفت میں آ گئیں اور ان کے سر ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرائے کہ کمرے کی محدود فضا گونج کر رہ گئی! اس گونج میں دونوں کی چیخیں بھی شامل تھیں اور ٹکراؤ کی آوازیں بھی۔ بالآخر وہ بھی گوشت کے بے جان لوتھڑوں کی طرح فرش

پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران نے دونوں ہاتھ جھاڑے اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالتا ہوا بولا "اگر یہاں صرف چھ ہی تھے تو مجھے تم سے ہمدردی ہے گاسکر۔"

لیکن گاسکر اس کی بات اڑا کر مونیکا سے بولا۔ "یقیناً میرے یہ چھ آدمی ساٹھ پر بھاری تھے.... لیکن.... لیکن...."

وہ خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

"کیا ان میں سے کوئی مر بھی گیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اگر لیڈی مونیکا پر نظر پڑ گئی ہو گی تو ضرور مر گیا ہو گا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا "کیونکہ یہ بالکل بندوق کی طرح مسکراتی ہیں اور توپ کی طرح لچک لچک کر چلتی ہیں۔"

"اے تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو۔" مونیکا غصیلی آواز میں بولی۔

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ "ریوالور واپس کر دو، کیونکہ وہ خالی ہے۔"

"تم کیا جانو۔" گاسکر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وزن پیارے.... نصف بہتر اور نصف بدتر۔" عمران مسکرایا۔ مختلف میکرز کے وزن کا اندازہ ہے مجھے!"

صفدر نے ریوالور کے چیمبرز چیک کئے۔ ایک میں بھی کارتوس نہ دکھائی دیا۔ پھر وہ گاسکر سے بولا "کچھ بھی ہو۔ میں تم دونوں کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"ارے جانے دو" عمران ہاتھ ہلا کر بولا "لیڈی مونیکا کی کھوپڑی کا الّو ابھی عالم ارواح کی طرف پرواز کر جانے کے موڈ میں نہیں ہے.... اب ہمیں واپس چلنا چاہیئے۔"

"احمق نہ بنو" مونیکا نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ گاسکر تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میں پہلے ہی اس سے معاملات طے کر چکی ہوں۔ میں نے تمہارے متعلق جو کچھ بتایا تھا اس پر اسے یقین نہیں آیا تھا.... اب ہم کام کی باتیں کریں گے.... بن ہام کے بارے میں بہت کچھ پہلے ہی بتا چکی ہوں۔"

صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

گاسکر اپنے آدمیوں کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر عمران سے پوچھا "یہ مر تو نہ جائیں گے"

"اگر آئندہ ایسی حرکت کریں گے تو ضرور مر جائیں گے۔ فی الحال اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"آؤ.... تو چلیں.... کسی دوسرے کمرے میں بیٹھیں گے.... اندازاً کتنی دیر بعد انہیں ہوش آئے گا۔"

"حالات پر منحصر ہے اگر فرش پر کھٹل ہوں گے تو یہ ابھی ہوش میں آجائیں گے ورنہ صبح تک چین سے سوئیں گے۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئے جو نسبتاً چھوٹا اور کسی حد تک آراستہ بھی تھا۔ مونیکا نے جلد ہی معاملے کی بات شروع کر دی۔

"بن ہام کل اسی جزیرے کا سفر کرنے والا ہے۔ جہاں ہم جانے والے ہیں۔"

"جزائر کی بات کر رہی ہو یا کسی مخصوص جزیرے کی؟" عمران نے پوچھا۔

"میں اس کے چہرے پر تھکن کے آثار بھی نہیں دیکھتا" گاسکر بول پڑا۔ وہ عمران کو ایسی ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

"پلیز"! عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے پاس وقت کم ہے غیر متعلق باتیں نہ چھیڑو۔"

"میں اس مخصوص جزیرے کا تذکرہ کر رہی ہوں جہاں سے ہوپی بے نیل و مرام واپس آیا تھا۔ اس کے سب سے اُونچے پہاڑ کی چوٹی کسی مگرمچھ کے پھیلے ہوئے منہ سے مشابہ ہے اور وہ اسی مناسبت سے کروکوڈائیل آئی لینڈ کہلاتا ہے۔"

"بن ہام وہاں کیوں جا رہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

مونیکا نے گاسکر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب تم ہی بتاؤ۔"

"میں جانتا ہوں کہ بن ہام کو فلمسازی سے کبھی دلچسپی نہیں رہی لیکن وہ یک بیک فلم پروڈیوسر بن بیٹھا ہے۔ اس سلسلے میں ہر بات انہونی سی معلوم ہوتی ہے۔ فلم بنانا.... وہ بھی کہاں.... ظلمات میں؟.... جہاں کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔"

"اچھا تو پھر......؟"

"اس کے ساتھ جانے والوں میں سبھی میرے لئے اجنبی ہیں۔ صرف کشتی کا اسٹروکر ہی

میرے آدمیوں میں سے ہوگا۔ بقیہ عملہ وہ خود بھرتی کرے گا۔ یعنی کشتی کے عملے سے صرف اسٹروکر پرانا ہوگا۔ ماتحت سب نئے ہوں گے۔ اس چال کا مقصد سمجھے یا نہیں!۔"

"وہ بھی لگے ہاتھ سمجھاتے چلو! وقت کم ہے۔"

"اسے ڈر ہے کہ اگر پورا عملہ ایسا ہوا جس پر میری بھی گرفت ہو تو وہ جزیرے ہی میں رہ جائے گا اور کشتی واپس آجائے گی۔ البتہ تنہا اسٹروکر کی واپسی ممکن نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"اسے بیس آدمی بھرتی کرنے ہیں۔ سولہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی چار نہیں ملے۔"

"میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ بھی مل جائیں۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"سنو! مضحکہ خیز باتیں نہ کرو۔" گاسکر جھنجھلا گیا۔ "جس آدمی کے ذریعے وہ بھرتی کر رہا ہے۔ اس پر میرا بھی کچھ اثر ہے۔ اگر میں چاہوں تو وہ تم لوگوں کو اِن بیس آدمیوں میں کھپا سکتا ہے۔"

"ہم صرف تین ہیں" عمران نے کہا۔

"لیڈی مونیکا بھی جانا چاہتی ہیں۔" گاسکر بولا

"لیکن واپسی پر یہ کسی چڑیا گھر میں نظر آئیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔" مونیکا بول پڑی۔ "اگر میں نہ گئی تو تم بھی نہ جا سکو گے۔"

"کیا بن ہام تمہیں نہیں پہچانتا؟" عمران نے پوچھا۔

"پہچانتا ہے!"

"پھر کیا وہ تمہیں لے جانا پسند کرے گا۔"

"اوہ.... ابھی تم کل ہی تو کہہ رہے تھے کہ میرا ساتھی میک اپ کا ماہر ہے۔" مونیکا نے صفدر سے کہا۔

"میک اپ!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "سوال تو یہ ہے کہ وہ کسی عورت کو لے جانا پسند بھی کرے گا یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے لیڈی مونیکا۔" گاسکر بولا "اب صرف بار برداری کے مزدوروں کی ضرورت ہے۔"

مونیکا کچھ نہ بولی۔

عمران تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔ " اچھی بات ہے۔ مونیکا میں تمہیں مزدور بنادوں گا۔ مگر تمہیں اپنے بال کٹوانے پڑیں گے۔"

" فکر مت کرو یہ بھی ہو جائے گا۔"

" اوہو۔لیڈی مونیکا تم آخر کیوں جانا چاہتی ہو وہاں۔" گاسکر بولا

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ میرے باپ کے قتل کا اس جزیرے سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"خیر مجھے اس بحث سے کیا سروکار۔" گاسکر بڑبڑایا۔ پھر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔" مگر میں اس پر آمادہ کیوں ہوا ہوں۔ بھلا مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ مونیکا کے باپ کے قتل کا سلسلہ اس جزیرے سے جا ملتا ہے۔"

" اس سوال کا جواب بھی خود ہے دے ڈالو۔ ظاہر ہے کہ میں اس قسم کی ارتھمیٹک میں بالکل کچا ہوں۔"

" میں بن ہام کی واپسی نہیں چاہتا۔"گاسکر نے سرد لہجے میں کہا۔"تمہیں اسے ہر حال میں قتل کر دینا ہوگا۔"

" اوہ!بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔" عمران چٹکی بجا کر بولا۔

" بس میں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ میں اسٹروکر کو سمجھا دوں گا جب تک تم اسے روکنا چاہو گے رکا رہے گا۔ اور تمہیں واپس لے کر ہی آئے گا۔"

وہ سب خاموش ہو گئے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔ لیکن صفدر اس کے علاوہ اور کیا سوچتا کہ اس وقت حالات نے مونیکا کی سکیم چوپٹ کر دی تھی۔ لہذا اب وہ کوئی دوسرا جال بچھانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ صرف سوچتا ہی رہا کچھ بولا نہیں۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اب وہ بوغا والے کیس سے بُری طرح بیزار ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا کہ اس کا اختتام کب اور کہاں ہو گا۔

" ہاں تو تمہیں یقین نہیں ہے کہ بن ہام فلم کی شوٹنگ ہی کے لئے وہاں جا رہا ہے۔" عمران نے گاسکر سے پوچھا۔

" مجھے یقین نہیں ہے۔"

" خزانے کا چکر۔" گاسکر نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔" ظلمات کے جزائر اسی لئے خصوصیت سے مشہور ہیں۔ ورنہ ان میں اور کیا رکھا ہے اور میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ تم لوگ بھی اسی چکر میں جا رہے ہو۔"

" ارے واہ!" عمران نے بھونڈا سا قہقہہ لگایا" یہ تو سمجھ گیا۔"

" اچھی بات ہے۔" گاسکر اٹھتا ہوا بولا۔" اب تم لوگ جاؤ۔ کل شام تک وہ روانہ ہو جائے گا۔"

O

ڈیزی کو بڑی مشکل سے نیند آئی تھی۔ بار بار اونگھتی اور چونک پڑتی۔ کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے کوئی جنگلی درندہ جھپٹ پڑا ہو۔ کبھی محسوس ہوتا جیسے کشتی ڈوب رہی ہو۔ کبھی بن ہام کا خوفناک چہرہ جھپٹتا ہوا سا محسوس ہوتا۔

لیکن آخر کار سہمے ہوئے ذہن پر تھکن غالب آ ہی گئی اور اس نے اسے خواب کے تاریک جزیروں میں دھکیل دیا۔

مگر پھر وہ چیخ ہی کے ساتھ جاگی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی گلا گھونٹ رہا ہو۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور تب ہی اسے احساس ہوا کہ وہ خواب نہیں حقیقت میں کسی کے ہاتھ اس کی گردن پر تھے۔

ایک چیخ پھر فضا میں بلند ہوئی۔

" کون ہے؟ کیا ہے؟" کسی نے باہر سے چیخ کر کہا اور نامعلوم ہاتھ اس کی گردن سے ہٹ گئے۔ چھولداری میں اندھیرا تھا لیکن اسے اندازہ ہو گیا کہ گردن دبانے والا تیزی سے نکل گیا ہے۔ وہ پھر چیخنے لگی۔

" کیا ہے۔ کیا بات ہے؟" کسی نے چھولداری کا پردہ جھنجھوڑا اور پھر وہ ٹارچ کی روشنی میں نہا گئی۔ آنے والا بن ہام تھا۔ ڈیزی بُری طرح ہانپ رہی تھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نامعلوم ہاتھ اب بھی اس کا گلا گھونٹ رہے ہوں۔

" کیا ہے۔ کیا ہوا؟" چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں شائد دوسرے بھی جاگ گئے

تھے۔

"خاموش رہو" بن ہام نے اندر سے کہا اور ڈیزی کو گھورتا ہوا بولا۔ "کیا بات تھی۔"

"کک.... کوئی میرا گلا گھونٹ رہا تھا۔" وہ گردن مسلتی ہوئی بدقت بولی۔

"اوہ! تم نے خواب دیکھا ہوگا۔"

"نہیں.... خواب نہیں" !اس نے کہا۔ پھر یک بیک اچھل پڑی اور ہذیانی انداز میں چیخنے لگی" میرا لاکٹ.... میرا لاکٹ....؟"

بن ہام اسے غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ روشنی کا دائرہ اب بھی ڈیزی ہی پر تھا۔

"میرا لاکٹ مسٹر ہام! وہ میرا لاکٹ لے گیا ہے۔" ڈیزی نے کسی طرح ان ہسٹریائی قسم کی چیخوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کون لے گیا ہے؟"

"میں کیا جانوں مجھے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہو۔ لیکن وہ لاکٹ ہی لے گیا ہے؟"

اس نے گردن پر ہاتھ پھیر کر سسکاری لی اور انگلیوں میں چپچپاہٹ سی محسوس کی۔

"اوہو! خون۔" بن ہام بولا کیونکہ ڈیزی کا ہاتھ اب بھی روشنی میں تھا اور وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے خون آلود انگلیوں کو دیکھ رہی تھی۔

بن ہام آگے بڑھا۔ ڈیزی کی گردن پر ایک لمبی سی خراش تھی جس سے خون رس رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو!" ڈیزی نے سسکی لی۔ "میرا لاکٹ مجھے دے دو۔ خدا کے لئے.... ورنہ وہ تم سب پر تباہی لائے گا۔"

"مجھ سے مانگ رہی ہو لاکٹ۔ میں کیا جانوں مگر۔ یہ کیا۔ بھلا کوئی لاکٹ ہم پر کیسے تباہی لا سکتا ہے۔" بن ہام نے کہا اور پھر خاموش ہو کر شاید باہر کی آوازیں سننے لگا تھا۔

"جاؤ۔ تم سب خیموں میں جاؤ۔" اس نے گونجیلی آواز میں کہا اور پھر وہاں سناٹا چھا گیا۔

صرف قدموں کی آوازیں فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

بن ہام پھر لڑکی کی طرف مڑا اور جیب سے دیاسلائی کی ڈبیہ نکال کر اس کے سامنے پھینکتا ہوا

بولا "لیمپ روشن کر دو۔ تم نے اسے بجھایا ہی کیوں تھا۔"

"میں نے نہیں بجھایا تھا۔ بجھا ہی نہیں سکتی تھی۔ اتنے مضبوط دل والی نہیں ہوں کہ ایسے ڈراؤنے ماحول میں چراغ بجھا کر سوتی۔" ڈیزی نے کہا اور اکڑوں بیٹھ کر لیمپ روشن کرنے لگی۔ ساتھ ہی وہ بڑبڑاتی جا رہی تھی۔ "میرا لاکٹ مجھے واپس ملنا چاہئے ورنہ میں خودکشی کر لوں گی۔ آخر تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ لاکٹ تمہارے ہی پاس ہے۔"

"شاید تم پاگل ہو گئی ہو۔ میں کوئی ایسا بیڈھنگا طریقہ کیوں اختیار کرتا۔"

"یا خدا کیا میں پاگلوں میں آ پھنسی ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ لیمپ روشن کر چکی تھی۔

"اِدھر دیکھو۔" ہام کو غصہ آ گیا۔ "تم کیا اُوٹ پٹانگ بک رہی ہو۔"

"مجھے یہاں کیوں لائے.... کیوں لائے ہو۔"

"میری بات کا جواب دو۔ آخر تم کس بناء پر کہہ رہی ہو کہ لاکٹ میرے ہی پاس ہوگا۔"

"تم نے جزائر ظلمات اور میرے باپ کا حوالہ کیوں دیا تھا۔"

"آہا.... تو کیا وہ لاکٹ اسی سلسلے کی کوئی کڑی تھی؟" ہام کا لہجہ متحیرانہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ پُراشتیاق بھی تھا۔

ڈیزی جواب دینے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہام کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے لڑکی کے رونے کی ذرہ برابر بھی پرواہ ہو۔

"او سمجھا۔" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا "دھوکا"

پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ شاید غصہ دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بڑے خیمے میں وہ سب اکٹھے تھے اور بن ہام ایک ایک کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

"بتاؤ! وہ کالی بھیڑ کون ہے جس نے لڑکی کے گلے سے لاکٹ اتارا تھا۔" بن ہام گرجا۔ اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر یک بیک اس نے ایک آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "مورن! تم جواب دو۔"

یہ گٹھیلے جسم کا ایک وجیہہ آدمی تھا۔ قد میں ہام سے کچھ ہی کم رہا ہوگا.... آنکھوں سے

مکاری مترشح تھی۔

" پتہ نہیں کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو.... ہام!" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ " کیسا لاکٹ؟"

" لڑکی کے بارے میں کس نے معلومات فراہم کی تھیں؟" ہام کا لہجہ تلخ تھا۔

" میں نے!" مورن نے جواب دیا۔

" لیکن کوئی بات چھپائی تھی۔"

" احمق نہ بنو!"

" اوہ! یہ جرأت۔" بن ہام آنکھیں نکال کر بولا" کیا تم مجھے نہیں جانتے۔"

" بن ہام! پھر کہوں گا کہ احمق نہ بنو۔ تم اس پارٹی میں ایک غیر ضروری اور غیر اہم شخصیت ہو۔" مورن نے کہا۔

بن ہام نے قہقہہ لگایا اور بولا" ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

" تم خود کو پارٹی کا لیڈر سمجھتے ہو ہام.... حالانکہ یہ بکواس ہے۔"

" کیا مطلب؟"

" اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارا حکم ماننے پر تیار ہو جائے تو مجھے ضرور قتل کرادو۔"

بن ہام نے پلکیں جھپکائیں.... اس قسم کے چیلنج کسی مضبوطی ہی کی بنا پر کیئے جاتے ہیں۔ اسے سوچنا پڑا۔

مورن بڑی لا پروائی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پٹرومکس لیمپ کی روشنی میں بقیہ لوگوں کے وحشت زدہ چہرے عجیب سے لگ رہے تھے۔

مورن ہام کو خاموش دیکھ کر بولا" سنو تمہیں لیڈر بنائے بغیر ہم کشتی نہ حاصل کر سکتے۔ کیا سمجھے!۔"

" تو لاکٹ تمہارے ہی پاس ہے۔"

" میں نہیں جانتا کہ تم کس لاکٹ کا تذکرہ کر رہے ہو۔"

" لڑکی سو رہی تھی۔ کسی نے اس کے گلے سے زبردستی اس کا لاکٹ کھینچ لیا اس کی گردن پر بڑی سی خراش ہے۔"

" یہ تجویز کتنی احمقانہ تھی کہ اسے الگ چھولداری میں رکھا جائے۔" مورن تضحیک آمیز انداز میں مسکرایا۔

" وہ خوفزدہ تھی۔" بن ہام نے کہا پھر یک بیک دانت پیس کر بولا" اوہ کیا بکواس ہے میں تو سچ مچ اسی انداز میں گفتگو کر رہا ہوں جیسے تم ہی لیڈر ہو۔"

" حکم دے کر دیکھو کسی کو۔" مورن نے قہقہہ لگایا اور ڈیزی آگے بڑھ کر بولی" اگر لاکٹ تمہارے پاس ہے تو مجھے واپس کر دو۔ ورنہ وہ تم پر تباہی لائے گا۔"

" بکواس بند کرو۔" مورن نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ پھر ہام سے بولا" یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے درمیان کسی قسم کا جھگڑا ہو۔ مگر اب تمہیں ایک قیدی کی حیثیت سے رہنا پڑے گا۔ نہیں.... جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔"

" اے ٹھہرو!" دفعتاً ایک لمبا تڑنگا حبشی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

" سنا۔؟" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

" ہاں! وہ کسی پرندے کی آواز تھی۔" مورن بولا" تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

" نہیں یہ کسی پرندے کی آواز نہیں تھی۔ میں جنگلوں کا کیڑا ہوں۔"

" پھر تم اسے کیا سمجھے ہو؟"

" بہت قریب سے ہماری نگرانی کی جا رہی ہے اور یہ آواز.... یہ کسی کیلئے کسی قسم کا پیغام تھا۔"

یک بیک ہام نے مورن پر چھلانگ لگائی اور وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ پھر چار آدمیوں کے علاوہ سبھی ان پر جھک پڑے۔ ان چاروں میں یہ حبشی بھی شامل تھا۔ ایک طرف ڈیزی کھڑی کانپ رہی تھی۔ پھر وہ کھسک کر انہیں کے قریب آگئی۔

" یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا پاگل پن ہے۔ کیا یہ اسے مار ڈالیں گے۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

" نہیں پیار کر کے چھوڑ دیں گے۔" اس آدمی نے کہا جو صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا تھا۔" اس لاکٹ میں کیا تھا؟"

" دنیا کا مہلک ترین جادو۔ یہ سب مر جائیں گے.... میرے خدا۔"

" اب کیا خیال ہے....." نو عمر آدمی نے احمق سے پوچھا" کیا اسے بچانے کی کوشش کی جائے؟۔"

"خود کو بچانے کی کوشش کرو....." حبشی بولا "وہ آواز ایسی ہی تھی....کہ ....کہ....ہولی فادر....."وہ اچھل پڑا۔ اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں احمق سے بولا" ہم گھیر لئے گئے ہیں باس!....وہ بہت قریب ہیں۔"

احمق کچھ کہنے والا تھا کہ ہام کی گھٹی گھٹی سی چیخیں سنائی دینے لگیں" ارے کیا تم سب نمک حرام ہو۔ کوئی بھی میری مدد نہیں کرے گا۔"

یک بیک احمق کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور نظر آئے اور اس نے چیخ کر کہا۔

" ہٹ جاؤ۔ مسٹر ہام کو چھوڑ دو۔ ورنہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔"

" کیا کر رہے ہو۔" نو عمر آدمی اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔" ہام کے مر جانے میں ہمارا کیا نقصان ہے۔"

لیکن احمق بدستور ان لوگوں کی طرف ریوالور تانے رہا۔ وہ ہام کو چھوڑ کر ہٹ گئے تھے۔

" کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" مورن اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے دہاڑا۔ "تمہیں کس نے ملازم رکھا تھا؟"

" اِس نے۔" احمق نے اپنے قریب کھڑے ہوئے نو عمر آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ ہام زمین پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ اس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر لمبی لمبی خون آلود خراشیں تھیں۔

" یہ کون ہے؟" مورن نے نو عمر آدمی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

" پارٹی کا لیڈر۔"

" کیا بکواس ہے۔"

" یہی جملہ کچھ دیر پہلے مسٹر ہام نے بھی دہرایا تھا اس لئے میں بُرا نہیں مانوں گا۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم سب جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ جنگلیوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کالا آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔"

ہام اُٹھا اور بالکل پاگلوں کے سے انداز میں مورن کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے مورن کا گلا گھونٹ دینا چاہتا ہو۔

" مسٹر ہام! گولی مار دوں گا اگر تم نے مورن کو ہاتھ بھی لگایا۔" احمق نے اسے للکارا اور ہام کے قدم رک گئے۔ پھر وہ اس کی طرف مڑا۔ ہام کی آنکھیں خونخوار تھیں۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ مجسم سوال نظر آ رہا تھا۔

" مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ مسٹر ہام۔ میں تو پارٹی کے لیڈر کے حق میں بول رہا ہوں۔" احمق نے کہا۔

" تم مورن سے بھی زیادہ پاگل معلوم ہوتے ہو۔"

احمق اسے کوئی جواب دینے کی بجائے حبشی سے بولا۔" کیا تم باہر نکل کر اپنے شبہے کی تصدیق کر سکتے ہو۔"

" میں اندھیرے میں مرنا پسند نہیں کرتا باس۔ ہم صبح تک اسی صورت میں محفوظ رہ سکتے ہیں کہ خیمے سے باہر قدم نہ نکالیں۔ وہ ہمیں گھیر چکے ہیں لیکن صبح سے پہلے حملہ نہیں کریں گے۔

احمق تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ہام سے بولا۔" ہم تمہاری لیڈر شپ تسلیم کر لیں گے اگر تم اس وقت خیمے سے باہر نکلنے کی ہمت کر سکو....اوہ نہیں مسٹر مورن تم یا تمہارے آدمی مجھے کبھی غافل نہیں پا سکتے۔ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی ہٹ کر دیکھو کھوپڑی کا سوراخ سیٹیاں بجائے گا۔"

" تو اس طرح تم ہمیں ان جنگلیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو جو تمہارے بیان کے مطابق ہمیں گھیر رہے ہیں۔" مورن غرایا۔

" ہاہا!" احمق نے قہقہہ لگایا۔" مگر مسٹر مورن تمہارے دو آدمی اس وقت بھی کم ہیں۔ کیا تمہیں ان کے بارے میں تشویش نہیں ہے؟"

" کیا مطلب؟"

" کچھ بھی نہیں۔" احمق کا لہجہ سخت تھا" جوزف اور صفدر! تم ان لوگوں کو جلد از جلد غیر مسلح کر دو۔"

بہتوں نے احمق کو گالیاں دینا شروع کر دیں لیکن صفدر اور جوزف نے ان کی جامہ تلاشی

لے کر غیر مسلح کر دینے میں دیر نہیں لگائی۔

" مسٹر ہام کس خوشی میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔" احمق نے کہا۔ ان کے ساتھیوں نے ہام کی تلاشی نہیں لی تھی۔

" یہ نہیں ہو سکتا۔" ہام دانت پیس کر غرایا۔

" ہاں خود تم سے تو نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے دوسرے ہی یہ تکلیف برداشت کریں گے.... جوزف!"

حبشی نے ہام کو بھی ٹٹولنا شروع کر دیا اور اس کی جیب سے صرف ایک بڑا شکاری چاقو برآمد کر سکا۔

" اب جاؤ!" احمق کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھا کر بولا۔" ان دونوں کی تلاش کرو جنہوں نے تمہیں اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ جنگلی ہمارے گرد گھیرا ڈال رہے ہیں۔"

" میں سمجھا نہیں باس!"

" مسٹر مورن کیا تم اس عقل والے کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" احمق بولا۔

" تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ اسے یاد رکھنا۔" مورن نے آنکھیں نکالیں۔

" میری یادداشت بہت کمزور ہے اس لئے نوٹ کر لوں گا۔ جوزف صفدر باہر جاؤ وہ دونوں تمہیں آس پاس کی جھاڑیوں میں ضرور ملیں گے۔ اب تمہیں اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہ یہاں کون موجود نہیں ہے۔"

صفدر نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر جوزف کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

احمق کے دونوں ہاتھوں میں اب بھی ریوالور موجود تھے اور وہ کسی کی طرف سے غافل بھی نہیں تھا۔ جوزف اور صفدر باہر چلے گئے۔ احمق مورن سے کہہ رہا تھا۔" تمہاری اسکیم یہ تھی کہ یہ حبشی ہی دوسرے لوگوں میں ہراس پھیلانے کا باعث بنے۔ تمہیں یقین تھا کہ وہ آوازیں سن کر جنگلیوں کے حملے ہی کی پیش گوئی کرے گا وہ جانتا ہے کہ جب کئی ٹولیاں کسی شکار کی تلاش میں نکلتی ہیں تو ایک ٹولی دوسری کو اپنی کامیابی کی اطلاع دینے کے لئے پرندوں کی آوازوں ہی کا سہارا لیتی ہے لیکن تم ہراس کیوں پھیلانا چاہتے تھے ؟"

وہ خاموش ہو کر مورن کو گھورنے لگا۔

" بکتے رہو۔" مورن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

" ٹھیک ہے۔ میں اس کا جواب بھی رکھتا ہوں۔" احمق سر ہلا کر بولا" تم جانتے تھے کہ لاکٹ کے سلسلے میں ہنگامہ ضرور برپا ہو گا اور ہام یقینی طور پر تمہیں ہی مجرم سمجھے گا۔ کیونکہ اس کی وجوہات پہلے ہی سے موجود تھیں۔ لہذا تم نے یہ اسکیم بنائی کہ ٹھیک اسی وقت جب لاکٹ کا قصہ چھڑا ہو۔ جنگلیوں کی آمد کا غلغلہ ہو جائے اور اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تم اپنے چند مخصوص ساتھیوں سمیت کسی طرف نکل جاؤ۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔!"

" تو پھر یہی درست ہو گا کہ تم نکل بھاگنے کے لئے یہ ہنگامہ برپا نہیں کرانا چاہتے تھے بلکہ مقصد یہ تھا کہ افراتفری کے دوران ہام اور اس کے مخصوص ساتھیوں کو چن چن کر مار ڈالو.... آہاں.... یہی ہو سکتا ہے.... ورنہ لاکٹ حاصل کر لینے کے بعد تم خیمے کی طرف واپس کیوں آئے۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

دفعتاً صفدر اور جوزف دو آدمیوں کو دھکیلتے ہوئے اندر لائے۔

" گڈ!" احمق مسکرایا۔" یہ ہیں جنگلی جنہوں نے ہمارا محاصرہ کیا تھا۔ مورن لاکٹ نکالو۔ ورنہ بیک وقت دو گولیاں تمہاری کھوپڑی میں پیوست ہو جائیں گی۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ ہام کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک نظر آ رہی تھی۔ اس نے احمق سے پوچھا۔" اور میرا کیا حشر ہو گا؟"

" اس کا فیصلہ یہ لڑکی کرے گی۔" احمق نے ڈیزی کی طرف اشارہ کیا۔

" نہیں نہیں" ڈیزی مضطربانہ انداز میں بولی" میں کسی کی لاش دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔"

" ہشت۔ تم کہہ چکی ہو کہ تمہارا لاکٹ ان لوگوں پر تباہی ضرور لائے گا۔"

" نہیں نہیں! میں کشت و خون دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔"

" اس بے چاری کو یہاں کھینچ لانے کا کیا مقصد تھا ہام؟"

" یہی سور بتائے گا۔" ہام نے مورن کی طرف دیکھ کر کہا۔" اسی نے مجھے اس کا پتہ بتایا تھا

. اور یہاں لانے کی اسکیم بنائی تھی۔"

"آخر کیوں؟ لاکٹ تو تم وہاں بھی چھین سکتے تھے۔"

"مجھے کسی ایسے لاکٹ کے وجود کا علم ہی نہیں تھا جو مورن کی دلچسپی کا باعث بن سکتا۔ وہاں اس نے مجھ سے صرف یہی بتایا تھا کہ یہ لڑکی جزیرے میں دفینوں کی نشاندہی کر سکتی ہے کیونکہ اس کا باپ جو ایک بحری قزاق تھا اسے دفینوں کے متعلق بہت کچھ بتا چکا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میرا باپ بحری قزاق نہیں تھا اس نے مجھے کبھی دفینوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ بس وہ میری ماں سے خفا تھا۔ اس لئے ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔"

"باپوں کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے حتیٰ کہ باپوں کے باپ بھی ایک دوسرے کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر یہ لاکٹ۔ کیا تمہاری دانست میں اس کی کوئی اہمیت نہیں؟"

"بہت زیادہ۔ کیونکہ وہ مرتے ہوئے باپ کا تحفہ تھا۔" ڈیزی نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ میری ماں تو اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی لیکن اس نے کبھی مجھے اس کی وجہ نہیں بتائی۔ سخت ترین تاکید تھی کہ میں باپ سے کبھی نہ ملوں لیکن مجھے اس سے بڑی محبت تھی میں اکثر اس کے گھر جاتی رہتی تھی۔ مگر ماں کو یہ بات معلوم نہ ہونے پائی۔ ایک بار وہ بہت بیمار ہو گیا بچنے کی کوئی امید نہ رہی اس زمانے میں اس نے مجھے وہ لاکٹ دیا تھا اور استدعا کی تھی کہ میں ماں سے اس کا تذکرہ نہ کروں۔ لاکٹ کے لئے اسکی ہدایت تھی کہ میں اس وقت تک اس کو نہ کھولوں جب تک کہ میری شادی نہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے زور دیا تھا کہ میں کسی ایسے آدمی سے شادی کروں جو اچھا جہاز راں اور باہمت ہو۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے شادی سے پہلے اسے کھولا کسی کو دیا تو وہ لاکٹ دونوں پر تباہی لائے گا۔ اس سے زیادہ میں اس لاکٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

ڈیزی خاموش ہو گئی اور احمق مورن کو گھورنے لگا۔

"مجھے جواب دو مورن" اس نے کہا" لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے تھے؟"

"تم میری زبان سے کچھ بھی نہ سن سکو گے۔ کاش میں نے سب سے پہلے تمہیں ہی ٹھکانے لگایا ہوتا۔"

"نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا مسٹر مورن...! لوگ عموماً مجھے احمق سمجھ کر معاف کر دیا کرتے

ہیں۔"

"تم کون ہو؟" بام نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں اس بیوی کا شوہر ہوں جو غالباً کبھی نہ پیدا ہو گی... اور اگر پیدا ہو ہی گئی تو سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گی زندگی بھر!"

O

صفدر کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا صورت ہو گی۔ عمران بام کا ساتھ دے گا یا مورن کا! پورٹ سعید سے روانگی اسی شرط پر ہوئی تھی کہ وہ لوگ جزیرہ نہنگ میں پہنچ کر بام کو ٹھکانے لگا دیں گے مگر بھلا عمران کو اس شرط سے کیا دلچسپی ہوتی۔ وہ تو صرف جزیرے تک پہنچنا چاہتا تھا۔

خود مونیکا نے بھی اس پر زور نہیں دیا تھا کہ شرط پوری ہی کی جائے۔ ویسے کشتی کا اسٹر وکر پوری طرح ان کے قبضے میں تھا۔ ہو سکتا ہے اسے علم رہا ہو کہ گاسکر نے کن شرائط پر اسے ان کا تابع فرمان رہنے کی ہدایت دی تھی۔ بہر حال صفدر جانتا تھا کہ وہ مونیکا کے علاوہ اور کسی کی کوئی بات نہیں مانے گا۔

مگر یہ بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال اس نئی الجھن سے عہدہ برآ ہونا مشکل نظر آ رہا تھا۔ پارٹی ڈیزی سمیت بائیس افراد پر مشتمل تھی لیکن اس وقت سترہ آدمی اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑے تھے اور عمران کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ان سترہ آدمیوں کو اس طرح قابو میں رکھنا کہ وہ آئندہ ان کیلئے کام بھی کرتے رہیں قریب قریب ناممکن ہی تھا۔ اب صفدر یہی سوچ رہا تھا کہ دیکھئے عمران کی الٹی کھوپڑی کیا گل کھلاتی ہے۔

دفعتاً مونیکا نے کہا" مورن کو اس فراڈ کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔"

"تم آخر ہو کون؟" مورن حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"اگر میں خود کو ظاہر کر دوں تو تمہارا دم نکل جائے گا۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ دم کیسے نکلتا ہے۔"

یہ دیکھنا ہے تو پانچ چھ بچوں کے باپ بن جاؤ۔" عمران بول پڑا

"کھیل ختم ہونا چاہئے۔" مونیکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا" میں بام کے حق میں ہوں۔"

"تب پھر ہمیں صرف چھ آدمیوں سے نپٹنا پڑے گا۔ پانچ ہی مورن کے خاص آدمیوں میں،

سے ہیں۔ بقیہ مرعوب ہو گئے تھے۔ لیکن ہام کو اس کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ ان چھ آدمیوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔"

مجھے تم لوگوں کی ہر شرط منظور ہے۔" ہام سر ہلا کر بولا" لیکن لاکٹ اسے واپس کرنا پڑیگا۔"

" لاکٹ اس وقت اس کے پاس نہیں ہے۔" عمران بولا" فکر نہ کرو۔ وہ بھی مل ہی جائے گا۔ اچھا دوست مورن اب تم ہمارے قیدی ہو۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ عمران کے اشارے پر صفدر اور جوزف نے چھ آدمیوں کے ہاتھ باندھ دیئے۔

" خدا کے لئے مجھے واپس بھجوادو۔ اب کیا ہوگا۔" ڈیزی سسکیاں لے رہی تھی۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ حتیٰ کہ مورن اور اس کے ساتھی بھی خاموش تھے کچھ دیر بعد ہام نے پھر لاکٹ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

" مجھے علم ہے کہ لاکٹ اس نے کہاں چھپایا ہے۔" عمران نے کہا۔

" آخر تمہیں ان باتوں کا علم کیسے ہوا تھا۔" ہام نے پوچھا۔

" مورن کا خیال تھا کہ اس پارٹی میں جرمن زبان کسی کو بھی نہیں آتی اس لئے وہ اپنے ان دو آدمیوں سے جرمن میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی لاکٹ اڑانے کی اسکیم بنائی تھی۔ ان دونوں آدمیوں پر اسے شائد پورا پورا اعتماد ہے۔"

" اب مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ پانچ مورن ہی نے مہیا کئے تھے۔" ہام بولا" میرے خدا اتنا بڑا فراڈ۔ گویا میری حیثیت اس سے زیادہ نہیں تھی کہ میں ان لوگوں کے لئے کشتی مہیا کردوں۔ مورن نے مجھے اسی لئے ساتھی بنایا تھا ورنہ انہیں کشتی کہاں مل سکتی۔"

" تو مورن ہی نے تمہیں اس سفر پر آمادہ کیا تھا۔"

" قطعی۔ ورنہ میں تو ان حرکتوں کو حماقت سمجھتا تھا۔ اسی کے خیال دلانے پر میں نے گیسپر کے متعلق چھان بین کی تھی اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی زمانے میں بحری قزاق تھا۔"

" گیسپر کون؟"

" ڈیزی کے باپ کا نام گیسپر تھا۔"

" خیر ختم کرو۔ اس قصے کو۔ کیا تم بقیہ آدمیوں پر اعتماد کرسکتے ہو۔" عمران نے بلند آواز

میں کہا۔ غالباً مقصد یہی تھا کہ سب سن لیں۔

وہ آدمی جن کے ہاتھ نہیں باندھے گئے تھے گڑگڑانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔ ان کے لئے فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کس کا ساتھ دیں۔ حقیقتاً وہ یہاں اس ویرانے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتے تھے انہوں نے وعدہ کیا کہ اب وہ ہام ہی کو لیڈر سمجھیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں ایسے جھگڑوں سے غرض ہی کیا۔ وہ تو معقول معاوضے کے لالچ میں یہاں چلے آئے تھے۔

" نہیں۔ میں لیڈر نہیں بننا چاہتا۔ میں تو اب واپسی ہی میں سب کی بہتری دیکھتا ہوں مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے مورن کے جال میں پھنس کر اس بے چاری لڑکی کو ورغلایا۔ پتہ نہیں اسے یہاں لانے کا کیا مقصد تھا۔"

وہ خاموش ہو کر مورن کو گھورنے لگا۔ پھر بولا تم وہ لاکٹ کسی نہ کسی طرح وہاں بھی حاصل کرسکتے تھے۔ خود اسے یہاں ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

" سوچتے رہو" ! مورن ڈھٹائی سی مسکرایا۔" میری زبان سے اسکے متعلق تم ایک بھی لفظ نہ سن سکو گے۔"

پھر اس نے عمران سے کہا" تم نے اس سور پر اعتماد کرلیا ہے۔ ذرا لاکٹ اس کے ہاتھ لگنے دو۔ پھر دیکھنا۔"

" لاکٹ میں کیا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

" میں کہہ چکا ہوں کہ کچھ بھی نہ بتاؤں گا۔ تم غالباً جانتے ہی ہو کہ وہ کہاں ہے خود دیکھ لینا۔"

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور مونیکا کی طرف مڑ گیا۔ وہ مردانہ لباس میں تھی اور سر پر چڑے کا خود اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ بال چھپ گئے تھے۔ یہ تدبیر عمران نے اسی لئے کی تھی کہ مونیکا کے بال نہ کاٹنے پڑیں۔ ورنہ پہلے تو اس نے کہا تھا کہ اس میک اپ کے لئے بال ترشوانا ضروری ہو جائے گا۔ مونیکا نے اس پر آمادگی بھی ظاہر کی تھی۔ مگر پھر شائد عمران کو اس پر رحم ہی آگیا تھا۔

عمران نے تو اپنی دانست میں بھلائی ہی کی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ مونیکا خود ہی بالوں

بنے تنگ آگئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ چمڑے کا خود چڑھانے سے تو یہی بہتر تھا کہ بال کٹوا دیئے جائیں۔ برابر شکایت کرتی رہتی تھی کہ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالوں کی جڑوں میں سوئیاں چبھ رہی ہوں۔

اس وقت اس نے عمران اور صفدر کو الگ لیجا کر کہا "اگر اب میں خود کو ظاہر کر دوں تو حالات بدل سکتے ہیں۔"

"کیسے حالات؟" عمران نے پوچھا۔

"ہام کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ خدشہ باقی نہ رہے گا کہ وہ ہمیں دھوکا بھی دے سکتا ہے۔"

"آخر کس بناء پر؟"

"اگر اسے میری اصلیت معلوم ہو جائے تو وہ کسی وفادار کتے کی طرح میرے پیچھے دُم ہلاتا پھرے گا۔"

"پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا کہ تمہارے پیچھے دُم بھی ہے۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"فضول بکواس مت کرو۔" مونیکا جھنجھلا گئی۔

عمران چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "مجھے اس سے سروکار نہیں ہے کہ تم کیا کرو گی۔ بہر حال یہ سفر بوغا کے لئے جاری رہنا چاہئے نہ کہ کسی خزانے کے لئے۔"

"مجھے خزانے سے کیا سروکار۔"

"ہم چار آدمی یہ سفر جاری نہ رکھ سکیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام لوگوں کو ساتھ رکھا جائے۔ ہمیں باربرداروں کی ضرورت پیش آئے گی۔ ایسے لوگ درکار ہوں گے جو جنگل میں راستے بنا سکیں۔ یہ پارٹی پورے انتظامات کے ساتھ آئی تھی۔"

"لیکن ٹھہرو۔" مونیکا کچھ سوچتی ہوئی بولی "انہیں قابو میں رکھنا آسان کام نہ ہوگا۔ اگر یہ راز ظاہر ہو گیا کہ ہم کسی دوسرے مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں۔"

"انہیں معلوم کیسے ہوگا کہ ہم کسی دوسرے مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ ان کی اور ہماری راہیں ایک ہی ہوں۔"

"ان بے چاروں کی ابھی کوئی راہ نہیں ہے۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"کیوں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟"

"اگر ہوتی تو مورن جلد بازی سے کام نہ لیتا۔ ہام کو اس نے یہی بتایا تھا کہ جزیرے میں پہنچ کر لڑکی خزانے کی نشاندہی کر سکے گی لیکن حقیقتاً اسے لاکٹ کی فکر تھی کیونکہ شائد لاکٹ ہی اس سلسلے میں رہنمائی کر سکے گا۔"

"تم جانتے ہو اس نے لاکٹ کہاں چھپایا ہے؟"

"وہ اس وقت میری جیب میں ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ مورن نے اسے کھول کر دیکھا نہ ہوگا۔"

"موقع ہی نہیں مل سکا اسے۔۔۔۔ اس نے لاکٹ کھینچا تھا۔ لڑکی چیخی تھی اور ہام اٹھ کر بھاگا تھا۔ یہی ہو سکتا ہے کہ مورن اچانک اسے دیکھ کر نروس ہو گیا ہو۔ ورنہ اسے ختم کر دینے کی اسکیم تو پہلے ہی سے بنا رکھی تھی۔ بہر حال ہام کو دیکھ کر اس نے لاکٹ ایک جگہ چھپا دیا تھا۔"

"اور تم نے شروع ہی سے اس پر نظر رکھی تھی؟"

"نہ رکھی ہوتی تو اس وقت حالات دوسرے ہوتے۔" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔

O

بقیہ رات بخیر و خوبی گذر رہی تھی لیکن ان میں سے شائد ہی کوئی سویا ہو۔

ابھی اجالے میں دھندلاہٹ کی ہلکی سی آمیزش باقی تھی۔ صفدر خیمے سے باہر نکلا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ساری تھکن یک بیک غائب ہو گئی ہو۔ ہوا خوشگوار تھی اور اُفق میں پھیلنے والی ہلکی سی سرخی بڑی بھلی لگ رہی تھی۔

وہ چٹان کے سرے تک چلا آیا۔ خیمے ساحل سے بلندی پر نصب کئے گئے تھے۔ مقصد غالباً یہی تھا کہ گردوپیش پر نظر رکھی جا سکے۔

صفدر نے ایک سگریٹ سلگایا اور چٹان کے سرے پر بیٹھ گیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران آخر اس چویشن کو کس طرح کنٹرول کرے گا۔ ہام اور مورن دونوں ہی خطرناک تھے۔ وہ اس مسئلے پر اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی تک کوئی

ایسا موقع ہاتھ نہیں آ سکا تھا جب مونیکا بھی ساتھ نہ ہوتی۔ اُردو میں گفتگو ہو سکتی تھی لیکن مونیکا کی جان کو آ جاتی۔ جیسے ہی اُردو میں گفتگو کرتے وہ چیخنے لگتی۔

"یقیناً تم لوگ میرے خلاف کوئی سازش کرو گے۔" بس بات جہاں تہاں رہ جاتی۔

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ اجالے کا ملگجا پن دور ہوتا جا رہا تھا اور اُفق کی سرخی پہلے سے زیادہ گہری ہو گئی تھی۔

دفعتاً خیموں کی جانب سے شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے سب یک وقت بولنے لگے ہوں۔ پھر جوزف دکھائی دیا جو تیزی سے صفدر ہی کی طرف آ رہا تھا۔

قریب پہنچ کر اس نے فوجیوں کے سے انداز میں ایڑیاں بجائی تھیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" صفدر نے پوچھا

"عورت!" جوزف نے بسورنے کے سے انداز میں منہ بنالیا۔

"کیا مطلب؟"

"اس عورت نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا جسے میں ماسٹر ٹونی کہتا تھا۔"

"اوہاں! کیا وہ عورت بن گیا۔؟"

"میں اسے پسند نہیں کرتا مسٹر صفدر۔ لیکن باس کو کون سمجھائے۔ آخر اس منحوس عورت کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سے تتری کی چھپکلی چمٹی ہوئی ہے۔ ایسی عورتیں منحوس ہوتی ہیں مسٹر صفدر۔ تباہی لائے گی وہ۔ سولہویں کا چاند ہونے دو خود دیکھ لینا۔ وہ چمگادڑ جھپٹے گی اس پر جو آدھی کالی اور آدھی سفید ہوتی ہے.... ہولی فادر...."

اس نے انگلیوں سے کراس بنایا اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا رہا۔

صفدر نے سگریٹ کے آخری کش لئے اور اس کو اچھالتا ہو بولا "کیا وہ ان سب کے سامنے آگئی ہے؟"

"آگئی ہے اور وہ اس طرح خوش ہو رہے ہیں جیسے اس سے ناچنے کو کہیں گے" ہام اس کے گرد ناچ رہا ہے اور مورن کہتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں ہی سے قتل کردے۔ یہ کتے کے پلے خود کو مرد کہتے ہیں۔"

"تمہارا باس کیا کر رہا ہے؟" صفدر نے پوچھا

"وہ عبادت میں مشغول ہو گیا ہے۔" جوزف نے بڑی عقیدت سے کہا۔ عبادت کا مطلب یہی تھا کہ عمران سر کے بل کھڑا ہو گیا ہو گا۔

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے بہت بُرا ہے۔" جوزف نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "عورت نے مورن اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ کھلوا دیئے ہیں۔ مورن اور ہام نے سمجھوتہ کر لیا ہے۔"

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

"کوئی نہیں جانتا کہ ان جنگلوں کے پیچھے کیا ہے۔" جوزف نے دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر کہا" باس نے اگر دھوکا کھایا تو ہماری ہڈیوں تک کا بھی پتہ نہیں چلے گا۔"

صفدر خیموں کی جانب چل پڑا تھا۔ جوزف کہتا رہا" نہیں کہا جا سکتا کہ ادھر کیسے لوگ ملیں گے۔ مجھے اس جنگل سے خون ہی خون کی بو آ رہی ہے پچھلی رات وہ آوازیں سن کر تو میں یہی سمجھا تھا کہ میں ان لوگوں کو سمجھ سکوں گا۔ مگر وہ تو مورن کا فراڈ تھا.... اوہ.... مگر الائٹ کا کیا قصہ تھا مسٹر صفدر؟"

"میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے نہیں بتایا تھا۔" صفدر نے جواب دیا۔

خیمے میں پہنچ کر اس نے مونیکا کو اپنے اصلی روپ میں دیکھا اور وہ سب بے حد خوش نظر آئے۔ البتہ عمران ایک گوشے میں بُرا سا منہ بنائے بیٹھا تھا اور ڈیزی بھی اس کے قریب ہی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ دونوں دوسروں سے بیزار ہو کر الگ جا بیٹھے ہوں۔ "آؤ آؤ.... تم لوگ کہاں تھے لیڈی مونیکا کے مخصوص ساتھیو؟"

صفدر نے مونیکا کی طرف دیکھا جو ایسے ہی انداز میں کھڑی تھی جیسے وہ سب اسکے غلام ہوں۔

پھر صفدر عمران کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مورن کی گرمجوشی پر سر کو خفیف سی جنبش دی تھی۔ جوزف جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

ڈیزی عمران سے آہستہ آہستہ پوچھ رہی تھی" بتاؤ یہ عورت کون ہے۔ کیا وہی مونیکا جو پورٹ سعید میں بڑی شہرت رکھتی تھی۔"

"خدا جانے۔" عمران بڑبڑایا۔ "اگر کچھ دیر بعد میں بھی عورت ہو گیا تو دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔"

"تم نہیں جانتے تھے کہ یہ کوئی عورت ہے۔"

" جانتا تو مر ہی گیا ہوتا۔"

" کیوں؟"

"عورتوں سے ڈر لگتا ہے مجھے۔" عمران ایک طرف کھسکتا ہوا بولا پھر صفدر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

" بیٹھو بیٹھو۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ذرا اپنی یادداشت درست کر آؤں۔"

" تم اسی کے ساتھیوں میں سے ہو؟"

" ہاں!" صفدر نے لاپرواہی سے جواب دیا

" یہ کیسا آدمی ہے؟"

" اسی سے پوچھنا میں نہیں جانتا۔۔۔ لیکن کیوں؟"

" کچھ نہیں۔ اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتیں اب وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔ کیا مطلب ہوا اس کا؟"

" موسیو صفدر!" مونیکا نے اسے آواز دی اور وہ ڈیزی کی بات کا جواب دیئے بغیر اس کی طرف مڑ گیا۔

" قریب آؤ۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

صفدر آگے بڑھ گیا۔ مونیکا چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر بولی " اسے سمجھاؤ۔"

" کسے سمجھاؤں؟"

" اپنے ساتھی کو۔ کبھی وہ ہوش کی باتیں کرتا ہے کبھی پاگلوں کی سی۔"

" میرا خیال ہے کہ تم خود ہی بہتر طور سمجھا سکو گی۔ اب یہی دیکھو وہ جو رات ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اس وقت۔۔۔"

" شش! میں اس کی بات کر رہی ہوں۔ کیا مجھے اس کے متعلق کچھ بتا سکو گے؟"

" کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

" کیا تمہیں اس کی لیڈر شپ پر پورا اعتماد ہے؟"

" قطعی غیر ضروری سوال ہے۔"

" موسیو صفدر میں الجھن میں ہوں۔"

یہ گفتگو اتنی آہستگی سے ہو رہی تھی کہ دوسروں تک آوازوں کے پہنچنے کا امکان نہیں تھا۔

" وہ دوسروں کو الجھن میں مبتلا رکھنے کا عادی ہے اس کی اصلاح ناممکن ہے۔"

" وہ جو کچھ بھی کہتا ہے اسے سمجھنے نہیں دیتا۔ جب کچھ کر گزرتا ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ مثلاً شائد ابھی اس نے تم سے یہی تو کہا تھا کہ وہ اپنی یادداشت درست کرنے جا رہا ہے۔ اسی کا مطلب سمجھا دو مجھے۔"

مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تم سبھوں کی یادداشت درست کر کے نہ رکھ دے۔"

" کیا مطلب؟" مونیکا نے کہا اور پھر یک بیک اچھل پڑی۔ "یہ آواز کیسی۔۔۔۔ اوہ!"

اور پھر صفدر نے اسے تیزی سے آگے بڑھ کر باہر نکلتے دیکھا اس کے بعد سبھی باہر آ گئے۔

مونیکا اس چٹان کی طرف دوڑی جا رہی تھی جہاں سے ساحل نظر آ رہا تھا۔

" اوہ۔ یہ کیا۔" الفاظ چیخ ہی کی شکل میں زبان سے نکلے تھے۔

چٹان کے سرے پر رک کر وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔۔۔ او دیوانے یہ کیا ہو رہا ہے۔"

دخانی کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی پھر وہ سبھی چیخنے لگے صفدر بوکھلا گیا تھا لیکن پھر بھی اتنا ہوش تو تھا کہ وہ اپنی اور جوزف کی سلامتی کی فکر کر سکتا۔ وہ سب حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے صفدر نے جوزف کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی اسلحہ کے ذخیرے پر قبضہ کر لینا چاہتا تھا۔

پتہ نہیں عمران کو کیا سوجھی تھی۔ فوری طور پر صفدر کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ اسے تو فی الحال بچاؤ کی فکر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی یہ لوگ پاگل ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ مونیکا بھی انہیں کا ساتھ دے۔ عمران سے حرکت ہی ایسی سرزد ہوئی تھی۔

خیمے میں پہنچ کر انہوں نے اسلحہ کے ذخیرے پر قبضہ کر لیا۔ صفدر نے ایک ٹامی گن اٹھائی اور جوزف سے کہا" تم یہیں ٹھہرو۔ میں انہیں خیمے سے دور ہی رکھوں گا۔"

" مگر مسٹر صفدر یہ ہوا کیا؟"

" تمہارا باس کشتی لے بھاگا۔ اب وہ ہمارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔"

" مگر باس نے ایسا کیا ہی کیوں؟"

" اوہ ختم کرو۔ انہیں اسلحہ سے دور ہی رکھنا ہے۔ ہوشیار رہنا۔" صفدر نے کہا اور باہر نکل آیا۔

وہ شور مچاتے واپس ہو رہے تھے۔ صفدر پر نظر پڑتے ہی ان کے جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا۔

" ٹھہرو!" صفدر نے ٹامی گن کو جنبش دی۔

وہ تو رک گئے لیکن انکی زبانیں نہ رکیں۔ حلق پھاڑ رہے تھے گالیاں دے رہے تھے۔ دفعتاً مونیکا آگے بڑھ کر چیخی۔" یہ کیا بیہودگی ہے.... ایسا کیوں ہوا....؟"

" انہیں چپ کراؤ۔ میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" صفدر نے چیخ کر کہا۔ چیخنا یوں پڑا تھا کہ اس شور میں اس کی آواز مونیکا تک پہنچ سکے۔

بمشکل تمام وہ خاموش ہوئے اور مونیکا پھر صفدر کی طرف مڑی۔

" وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔" صفدر نے کہا۔

" کیا بکواس ہے۔"

" اس نے یہی کہا تھا تم خود بھی سن چکی ہو۔ اے تم دونوں کہاں چلے۔ اپنی جگہ پر ٹھہرو" وہ دونوں آدمی رک گئے جو بھیڑ سے کٹ کر کسی اور طرف نکل جانا چاہتے تھے۔

"کیا تم بھی اسی کی طرح پاگل ہو گئے ہو۔ ٹامی گن زمین پر ڈال دو۔" مونیکا نے نرم لہجے میں کہا۔

" اس سے زیادہ عقلمندی مجھ سے پہلے کبھی نہیں سرزد ہوئی۔" صفدر مسکرایا" اگر ذرا سی بھی غفلت کرتا تو یہ بھیڑیے پل بھر میں ہماری تکا بوٹی کر ڈالتے۔"

" آخر مقصد کیا ہے اس کا؟"

" وہ ہمیں یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ واپس آئے گا۔ کیوں گیا ہے؟ اس سے اتنا ہی لاعلم میں بھی ہوں جتنی کہ تم ہو سکتی ہو۔ ان لوگوں کو سمجھاؤ اور قابو میں رکھو وہ واپس آئے گا اور میں نے جو کچھ بھی کیا ہے ذاتی تحفظ کے لئے کیا ہے۔"

" اگر کوئی اسکیم تھی تو اس نے مجھے آگاہ کیوں نہیں کیا۔"

" تم سے پہلے مجھے آگاہ کرنا چاہئے تھا۔" صفدر بولا۔

" خیر ختم کرو۔ مجھے بھی یقین ہے کہ وہ کم از کم مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرے گا ٹامی گن زمین پر ڈال دو۔"

" اس کی واپسی سے پہلے ناممکن ہے مونیکا۔"

" تم مجھے حکم دو مونیکا۔ میں اس سے گن چھین لیتا ہوں۔" موران آگے بڑھ کر بولا۔

" اپنی شامت نہ بلاؤ.... پیچھے ہٹو۔" صفدر غرایا۔

" نہیں!" مونیکا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔" اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ وہ واپس آئے گا۔ اور اسے بھی اپنا دشمن نہ سمجھو۔ اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ خود مجھے اس شدت سے غصہ آیا تھا کہ ان دونوں کی دھجیاں اڑا دیتی۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔

صفدر نے انہیں اس خیمے میں جانے کو کہا جہاں صرف کھانے پینے کا سامان تھا۔

اس نے انہیں تو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا لیکن خود دل ہی دل میں عمران کو برا بھلا کہتا رہا تھا۔ اس حماقت کی بھی سند نہیں تھی۔ خود بھی خطرے میں پڑا تھا اور انہیں بھی خطرے میں ڈال گیا تھا۔ مقصد کچھ بھی نہ رہا ہو۔ طریق کار صفدر کی دانست میں لغو تھا۔

کچھ دیر بعد مونیکا پھر خیمے سے برآمد ہوئی۔ وہ تنہا تھی۔ صفدر ایسی جگہ کھڑا خیمے کی نگرانی کر رہا تھا جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ذرا سی بھی غفلت جہنم ہی میں پہنچا دے گی۔

" دیکھو صفدر! یہ بہت برا ہو رہا ہے۔" مونیکا نے کہا

" پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ وہ تو اسی قسم کا آدمی ہے۔"

" اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ تم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

" وہ خطرات کا کیڑا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے تم ہمیشہ اونگھتا ہوا پاؤ گی لیکن اس کے ساتھیوں کو اسی طرح جاگتے رہنا پڑتا ہے جیسے تلوار کی دھار پر چل رہے ہوں۔ آہا... ٹھہرو.... قریب آؤ.... میں تمہیں بتاؤں۔"

صفدر نے محسوس کیا کہ مونیکا ہچکچا رہی ہے۔

" ڈرو نہیں.... آؤ...."

" بکومت.... میں ڈروں گی؟" مونیکا نے جھنجھلا کر کہا اور اس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔

" دیکھو! کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اسی جگہ اترے ہوں جہاں سے ہمیں سفر شروع کرنا ہے؟" صفدر نے آہستہ سے کہا۔

" یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"یہ لوگ اپنی راہ کا تعین بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس کا انحصار الاکٹ پر تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ہمارا ساتھی جانتا ہے کہ سفر کہاں سے شروع کرنا ہے کیونکہ تمہارے کاغذات میں راہ کی نشاندہی موجود ہے لیکن وہ یہاں اترنے سے پہلے انہیں مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔"

"ہاں چلو..... یہ بھی درست ہے۔"

"اب اسے یہ ظاہر کرنا ہے کہ الاکٹ والے نقشے کے مطابق سفر جاری ہے اس لئے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے ہی سے وہ جگہ دریافت کرلی جائے جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔ اگر وہ اپنا ارادہ ظاہر کرتا تو مورن اور رہام بھی ساتھ جانے پر بضد ہوتے اور انہیں کسی طرح بھی نہ روکا جاسکتا۔ لیکن ان کی موجودگی میں بھلا تمہارے کاغذات کیسے نکالے جاسکتے۔ ان کاغذات میں راہ کی نشاندہی کسی نقشے کی شکل میں نہیں کی گئی بلکہ اس کا بیان ایک سفر نامے کی صورت میں کئی صفحات پر مشتمل ہے پھر بتاؤ انہیں کیسے یقین دلایا جاسکتا کہ اتنے صفحات اس ننھے سے لاکٹ سے برآمد ہوئے ہوں گے..... بات سمجھ رہی ہو نا میری؟۔"

مونیکا نے ایک طویل سانس لی۔

تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"ایسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہی بات ہوگی۔ مگر پھر وہ اتنا احمق کیوں نظر آتا ہے۔ یہی خدشہ رہتا ہے کہ کہیں کوئی بڑی حماقت نہ کر بیٹھے۔"

"احمق بھی ہے۔" صفدر مسکرایا

"اس کی حرکتیں مجھے غصہ دلاتی ہیں۔"

"ان کی طرف دھیان ہی نہ دو..... اوہاں..... ٹھہرو..... کیا تمہیں یقین ہے کہ مورن اور تمہیں دھوکا نہیں دیں گے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔" مونیکا مسکرائی۔ "سرکش ترین مرد بھی ان قدموں پر جھک جاتے ہیں۔"

"تب تو میرا ساتھی یقینی طور پر تمہارے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہوگا۔"

"میں اسے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔" مونیکا نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

صفدر خاموش ہوگیا تھا۔ مونیکا بھی چپ چاپ کھڑی کچھ سوچتی رہی۔

"یک بیک اس نے مسکرا کر کہا" تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔ اگر میں نے اشارہ بھی کر دیا ہوتا تو وہ تمہیں اس حال میں بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ خیمے کے اندر ایک رائفل موجود ہے۔ چھ راؤنڈ بھی ہیں۔ مورن بضد تھا کہ تمہیں گولی مار دے گا۔ مگر میں نے روک دیا۔"

"اس لئے میں ٹامی گن تمہارے حوالے کر دوں۔" صفدر مسکرایا۔

"اوہ تم شائد جھوٹ سمجھتے ہو۔" مونیکا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر مورن کو آواز دے کر کہا کہ وہ رائفل سمیت باہر آجائے۔

مورن نے دیر نہیں لگائی۔ سچ مچ اس کے ہاتھوں میں رائفل تھی۔ مونیکا نے کہا کہ وہ ایک ہوائی فائر کر کے اسے دکھائے۔

صفدر اتنا احمق نہیں تھا کہ ہوائی فائر کا منظر دیکھنے کے لئے ہمہ تن توجہ ہو جاتا۔ اسے یقین تھا کہ مورن اسی پر فائر کرے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ سچ مچ ہوائی فائر ہی تھا اور فائر کرنے کے بعد رائفل کی نالی جھکا دی گئی تھی۔

ٹھیک اسی وقت دوسرے خیمے سے جوزف کی آواز آئی "مسٹر صفدر ہوشیار..... ہوشیار..... میں گوریلوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

"گوریلے!" مورن اچھل پڑا۔ اور صفدر نے ٹامی گن مونیکا کی طرف بڑھا دی" میں نے تو کسی قسم کی آوازیں نہیں سنی۔" مونیکا بڑبڑائی۔

صفدر نے جوزف کو آواز دی اور وہ خیمے سے نکل کر دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"گوریلے..... گوریلے....." وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"تم نے کب سے نہیں پی۔" صفدر نے پوچھا۔

"اوہ..... میں غلط نہیں کہہ رہا۔"

"ہم نے تو کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنی۔" مونیکا بولی۔

"ابھی وہ بہت دور ہیں..... اوہ..... وہ دیکھو..... سنا....." ہوا کے جھونکے کے ساتھ ہلکے سے شور کی آواز آئی تھی۔ مونیکا صفدر کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔" صفدر نے شانوں کو جنبش دی" البتہ اسے جنگلوں کا تجربہ ہے۔"

"اگر وہ گوریلے نہ ہوں تو مجھ پر آسمان کی بلائیں نازل ہوں۔" جوزف جھنجھلا گیا۔

" پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" مورن نے اس سے پوچھا

" بس ہوشیار رہو۔ شاید ان کا رخ اسی طرف ہو جائے۔"

پھر بڑی جلدی میں اسلحہ تقسیم کیا گیا اور وہ سب اس نئی افتاد کے لئے تیار ہو گئے۔

آوازیں کبھی دور کی معلوم ہوتیں اور کبھی قریب کی.... جوزف سمت کا تعین کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جہاں انہوں نے خیمے نصب کئے تھے وہاں سے تقریباً ڈھائی سو گز کے فاصلے پر ایک خشک نالا تھا اور اس کے بعد ہی سے پھر چڑھائی شروع ہو گئی تھی اور جنگل بتدریج گھنا ہوتا چلا گیا تھا۔

وہ خیموں کے گرد پھیل گئے۔ ڈیزی بُری طرح بلک رہی تھی۔ مونیکا خاموش تھی۔ ہونٹ بھینچے ہوئے تھے لیکن چہرے سے خوف نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔

جوزف ٹامی گن لے کر ایک درخت پر چڑھ گیا تھا۔

یک بیک اس نے جنگل کی طرف فائرنگ شروع کر دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں پارٹی کا ایک آدمی چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔

" کور.... کور....!" صفدر چیخا۔ لیکن جتنی دیر میں وہ سنبھلتے ایک اور گرا۔ پھر تو بھگدڑ مچ گئی اور صفدر نے چیخ کر کہا۔" احمقو! ادھر سے کوئی فائرنگ کر رہا ہے۔"

مگر کون سنتا۔ وہ سب دوسری طرف نشیب میں اترتے چلے گئے۔ جوزف نے درخت پر سے فائرنگ روک دی تھی۔

مورن بھی بھاگ نکلا تھا۔ صرف ہام اور مونیکا وہاں رہ گئے۔ صفدر اب بھی اسی جانب فائر کر رہا تھا جدھر سے آئی ہوئی گولیوں نے پارٹی کے دو افراد کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

" وہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا بڑبڑائی۔

اتنے میں صفدر نے جوزف کو درخت سے اترتے دیکھا۔ وہ نہایت اطمینان سے نیچے آیا اور ان کے قریب پہنچ کر بولا۔" وہ کوئی بھی رہا ہو۔ میں نے اسے مار لیا ہے۔"

" مگر کون....؟ یہاں اس ویرانے میں؟" مونیکا حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بڑبڑائی۔

"پتہ نہیں؟" جوزف دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔" ادھر جھاڑیوں میں کوئی چیز ہلتی ہوئی نظر آئی تھی۔ میں سمجھا شائد اب وہ چپ چاپ آگے بڑھ رہے ہیں... مگر... اوہ... یہ

دونوں..؟"

وہ بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف جھپٹا تھا جو اب غالباً ٹھنڈے ہو چکے تھے اس نے جھک کر دیکھا اور پھر سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھوں سے سینے پر کراس بنایا۔

" یہ بہت بُرا ہوا۔" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا" ہم میں سے دو کم ہو گئے۔" پھر ہام سے بولا۔" اپنے آدمیوں کو سمجھاؤ۔ یہ جنگل ہے اگر اسی طرح.... بدحواس ہو کر بھاگتے رہے تو ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔"

" آخر یہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا نالے کے پار والی جھاڑیوں کو گھورتی ہوئی بولی۔

" جاؤ دیکھو۔" صفدر نے ہام کو مخاطب کیا" کہیں وہ بوکھلاہٹ میں سمندر ہی میں چھلانگیں لگانا شروع نہ کر دیں۔"

" ان کے لئے یہی بہتر ہوگا۔" ہام نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

" جاؤ! ہم ادھر دیکھتے ہیں۔" صفدر بولا۔

ہام دوسری طرف مڑ گیا۔

" تم یہیں ٹھہرو مونیکا کے پاس۔" صفدر نے جوزف سے کہا" میں ادھر جا رہا ہوں۔"

"شکریہ! میں اپنی حفاظت خود ہی کر سکتی ہوں۔ ویسے میں بھی چل رہی ہوں تمہارے ساتھ۔"

بالآخر وہ تینوں ہی نالے میں اُتر گئے۔ لیکن دوسری طرف پہنچنے کے لئے انہیں کچھ دور نالے ہی میں چلنا پڑا۔ نالا کافی گہرا تھا۔ اگر خشک نہ ہوتا تو وہ دوسری طرف پہنچ ہی نہ سکتے۔ کیونکہ اس کی چوڑائی بھی آٹھ یا دس فٹ سے کم نہیں تھی۔

جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔

" یہاں اس جگہ میں نے یہاں کوئی چیز دیکھی تھی۔" جوزف نے جھاڑیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

پھر صفدر نے دور تک جھاڑیوں کو چھان مارا۔ لیکن نہ تو کوئی لاش دکھائی دی اور نہ اسی کا اندازہ ہو سکا کہ وہاں کچھ دیر پہلے کوئی چھپا رہا ہوگا۔

" اوہ!" صفدر یک بیک چونک کر بڑبڑایا" کہیں ہم دھوکہ نہ کھا گئے ہوں!"

" کیا مطلب؟" مونیکا اچھل کر پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"واپس چلو۔" صفدر نالے کی طرف دوڑتا ہوا بولا۔ مونیکا اور جوزف بھی اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ نالا پار کر کے صفدر رک گیا۔ وہ اس خیمے کو گھورتا رہا تھا۔ جس میں کچھ دیر پہلے ہام اور اس کے ساتھیوں کو روکے رکھا تھا۔

"کیا بات ہے؟" مونیکا نے آہستہ سے پوچھا۔

"کوئی خیمے کے اندر گیا ہے لیکن وہ ہمارے آدمیوں میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔"

"تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔" جوزف آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ ٹامی گن سنبھالتے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ صفدر اور مونیکا وہیں کھڑے رہے۔ خیمے کے در کا پردہ گرا ہوا تھا۔

جیسے ہی جوزف قریب پہنچا اندر سے آواز آئی۔ "خبردار اگر کوئی اندر آیا تو گولی مار دوں گا۔" جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور آواز سے زیادہ وہ کسی درندے کی غراہٹ ہی معلوم ہوئی تھی۔

"بھاگ جاؤ... جاؤ!" پھر کہا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بولنے والا جلدی جلدی حلق سے کچھ اتار رہا ہو۔

صفدر اور مونیکا آہستہ آہستہ قریب آگئے تھے انہوں نے اندر سے بولنے والے کی آواز بھی سنی تھی۔ صفدر نے جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ وہیں ٹھہرے اور خود پنجوں کے بل چلتا ہوا خیمے کی پشت پر آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ سینے کے بل زمین پر تھا۔

قنات کا نچلا حصہ اوپر اٹھانے میں دشواری نہ ہوئی۔ اس نے اسے صاف دیکھا۔ پشت صفدر ہی کی طرف تھی۔ وہ دوزانوں بیٹھا جلدی جلدی کچھ کھا رہا تھا۔ قریب ہی رائفل پڑی ہوئی تھی۔

صفدر بہ آہستگی اندر رینگ گیا۔

وہ اتنا محو تھا کہ شائد کپڑوں کی سرسراہٹ بھی نہ سن سکا۔

یک بیک صفدر نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اور وہ کسی کٹکھنے کتے ہی کی طرح غرا کر پلٹ پڑا۔

اگر صفدر نے اس کی ناک پر گھونسہ رسید نہ کر دیا ہوتا تو اسے ہفتوں اپنے داہنے شانے پر رونا پڑتا۔ شکستہ حال اجنبی نے ایسے ہی خونخوار انداز میں اس کے شانے پر منہ مارا تھا۔

وہ بالکل درندوں ہی کی طرح غرایا اور لڑتا رہا لیکن اس کا منہ اب بھی چل رہا تھا۔ نوالہ اتنا بڑا

تھا کہ دونوں گال پھولے ہوئے تھے۔ اتنے میں جوزف اور مونیکا بھی اندر گھس آئے اور وہ وحشت زدہ آدمی جلد ہی قابو میں کر لیا گیا۔

لیکن کیا وہ ہوش میں تھا۔ صفدر اسے متحیرانہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

اب اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ جوزف نے اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ رکھا تھا لیکن وہ اس سے نپٹنے کی بجائے ان روٹیوں پر ہاتھ مارنے کے لئے زور کر رہا تھا جو اپنے کھانے کے لئے اس نے باسکٹ سے نکالی تھیں۔

"اوہو! بھوکا ہے۔" مونیکا بولی۔ "چھوڑ دو! کھا لینے دو۔"

"چھوڑ دوں.... کھا لینے دوں؟" جوزف آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"چھوڑ دو!" صفدر نے مونیکا کی تائید کی۔

جوزف کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ خود کو چھڑا کر روٹیوں پر ٹوٹ پڑا۔ مونیکا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ یورپین تھا۔ لیکن رنگت مٹیالی سی ہو کر رہ گئی تھی! سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ لباس کو اگر چیتھڑوں کا ڈھیر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

وہ اس طرح روٹی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منہ تک لے جاتا تھا جیسے خدشہ ہو کہ کہیں وہ چھوٹ کر ہوا میں نہ اڑ جائے۔

مونیکا نے اسے سالٹ میٹ کے بھی کچھ ٹکڑے دیئے جو شکریہ ادا کئے بغیر اس کے ہاتھ سے جھپٹ لئے گئے تھے۔

وہ تینوں ہی اسے تحیر آمیز دلچسپی سے دیکھتے رہے۔ وحشی کو شائد اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ وہ کچھ ہی دیر پہلے ان کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے!

O

کشتی کچھ دور تک تو اسی طرح چلتی رہی کہ اسٹروکر اسے واپسی ہی کا سفر سمجھا یعنی وہ ہر لحظہ جزیرے سے دور ہوتی جا رہی تھی لیکن پھر یک بیک عمران نے کہا" اب پھر داہنی جانب موڑ لو پیارے!"

"کیوں!" اسٹروکر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابھی کام ختم نہیں ہوا۔" عمران نے جواب دیا

"اوہ تو کیا ہام ابھی زندہ ہے؟"

"فی الحال اسے زندہ رکھنا ہی پڑے گا۔ گاسکر نے تمہیں تفصیل سے نہیں بتایا تھا.... مگر کیوں بتاتا.... ضرورت ہی کیا تھی۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" اسٹروکر بولا۔

"اپنی باتیں اکثر خود میری ہی سمجھ میں نہیں آتیں لہٰذا تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ ابھی تو ہام کو بے بس کر کے گاسکر کے حق میں اس سے ایک تحریر لینی ہے۔"

"دیکھو وہ لوگ شور کیوں مچا رہے ہیں؟"

عمران ساحل کی طرف مڑا۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ نظر آئی وہ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہے تھے۔ عمران بھی ہاتھ ہلا کر چیخا تھا۔" ہاں۔ ہاں۔ میں چیونگم کے پیکٹ پورٹ سعید میں بھول آیا ہوں۔ ذرا دوڑ کر لیتا آؤں۔"

"کیا بات ہوئی۔" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔

"لو!" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا" میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔ آدھا پیکٹ بھی وہاں نہیں چھوڑا تھا۔ ہاں ٹھیک ہے کنارے پہنچ کر کنارے ہی کنارے چلتے رہو۔"

"آخر مقصد کیا ہے؟"

"کیا تم کو علم ہے کہ ہام یہاں کیوں آیا ہے؟"

"فلم کی شوٹنگ کے لئے۔"

"آہا....! یہ تم صرف اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم نے رات کشتی ہی پر بسر کی تھی اور ہنگامے کی آوازیں بھی تم تک نہیں پہنچی تھیں۔"

"کیسا ہنگامہ.... میں نہیں سمجھا۔"

عمران نے پچھلی رات کی کہانی دہرائی جسے وہ متحیرانہ انداز میں سنتا رہا۔ پھر بولا" وہ لاکٹ کیسا تھا۔"

"شاید اس کی قیمت کروڑوں تک جا پہنچے۔ لڑکی کا باپ ان قزاقوں میں سے تھا جو افریقہ کے سواحل پر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ کروڑوں کی قیمت کا مال انہوں نے اسی جزیرے میں دفن کیا

تھا۔ اس لاکٹ میں ایسے ہی دفینے کا نقشہ ہے اور یہ لاکٹ لڑکی کو اپنے باپ سے ملا تھا۔"

"اوہ تو وہ فلم کا قضیہ بکواس تھا۔"

"سو فیصدی بکواس.... پیارے دوست!"

"تو اب وہ لاکٹ ہام کے پاس ہے یا مورن ہی کے قبضے میں ہے۔"

"وہ میرے پاس ہے اور اب وہ لوگ لیڈی مونیکا کے تحت کام کریں گے۔"

"لیڈی مونیکا!" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔" کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہاہا۔ تم مذاق سمجھتے ہو۔ ہم چاروں میں سے ایک وہ بھی تھی۔"

"ضرور تم نشے میں ہو۔" اسٹروکر نے قہقہہ لگایا۔

"واپسی پر دیکھ لینا۔ کیا تمہیں وہ نوجوان لڑکا یاد نہیں جو ہر وقت اپنی کھوپڑی پر چہرے کا خود منڈھے رہتا تھا۔ حتیٰ کہ سوتے وقت بھی تم نے وہ خود اس کے سر ہی پر دیکھا ہوگا۔"

"ارے ہاں! میں نے ایک بار اسے ٹوکا بھی تھا۔"

"وہ لیڈی مونیکا ہی تھی۔"

"اوہو تو کیا مجھے مونیکا کی شکل بھی یاد نہیں۔ دور ہی سے سہی لیکن میں نے اسے سینکڑوں بار دیکھا ہے۔"

"وہ میک اَپ میں تھی واپسی پر پھر دیکھ لینا اب اس نے خود کو ظاہر کر دیا ہے۔"

"اوہ.... اوہ.... مجھے کتنی تمنا تھی کہ اسے قریب سے دیکھوں لیکن اگر یہ جھوٹ نکلا تو اچھا نہ ہوگا۔"

"جو عاشق کی سزا وہ میری سزا۔"

"ہائے۔ کتنے اس کے عشق میں مبتلا ہیں۔" اسٹروکر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"وہ سب یہاں ملیریا میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مجھے یقین ہے... اوہ دیکھو... بائیں جانب!"

"کیا.... اس دراڑ میں؟" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ دیکھو کیا یہ کشتی نما نہیں ہے؟"

"ہے تو"

"بس پھر نقشے کے مطابق یہیں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ہم وہاں سے تقریباً تین یا چار

میل آگے ضرور نکل آئے ہوں گے۔"

اسٹرو کر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کشتی کو دراڑ میں موڑ رہا تھا۔ دراڑ اتنی کشادہ تھی کہ اس جیسی تین کشتیاں برابر سے چل سکتی تھیں لیکن آگے چل کر بتدریج تنگ ہوتے ہوتے بالآخر کشتی کی سی شکل اختیار کر گئی تھی جس کے بعد راستہ مسدود تھا۔ ویسے ڈھلان ایسی تھی کہ اسے طے کر کے اوپر پہنچا جا سکتا تھا۔

عمران نے کاغذات کا تھیلا کھول ڈالا تھا۔ کبھی کاغذات پر نظر ڈالتا اور کبھی چاروں طرف دیکھنے لگتا۔

دراڑ دو یا ڈھائی فرلانگ لمبی ضرور رہی ہوگی۔ کشتی آگے بڑھتی ہی جا رہی تھی کہ یک بیک بائیں جانب ایک دراڑ پھر نظر آئی اور کشتی کو پانی کے ریلے سے بچانے کے لئے داہنی جانب ہٹانا پڑا۔ شاید یہ کسی دریا کا دہانہ تھا۔

"بس یہی راستہ ہے۔" عمران نے پُر مسرت لہجے میں کہا لیکن کشتی تو آگے بڑھ گئی تھی۔

اسٹرو کر نے کہا" یہ بھی دیکھو کہ بہاؤ کتنا تیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ کشتی بہاؤ پر نہ چڑھ سکے گی۔"

"تب پھر ہمیں مجبوراً اوپر چڑھ کر پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ بہر حال یہ دریا ہی رہنمائی کر سکتا ہے ڈھلان کے قریب روکنا۔ اوپر جا کر دیکھوں گا کہ دریا کس سمت سے آیا ہے۔"

"لنگر اندازی میں دشواری ہوگی۔ یہاں۔" اسٹرو کر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ کام تو کرنا ہی ہے۔"

جیسے ہی کشتی دراڑ کے سرے سے ٹکرائی عمران نے چھلانگ لگادی اور پانی میں گرتے گرتے بچا۔ کاندھے سے ٹامی گن بھی لٹک رہی تھی۔ اسے سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔ لیکن بہر حال وہ ٹامی گن سمیت خشکی پر پہنچ گیا تھا۔

پانی کی سطح سے دراڑ کی اونچائی کم از کم بیس فٹ ضرور رہی ہوگی اس جگہ کے علاوہ اور کہیں سے اوپر پہنچنا ممکن بھی نہ ہوتا۔ یہی ڈھلوان دراڑ کو کشتی نما بناتی تھی۔ یعنی یہ ڈھلان کشتی کے سرے سے بہت مشابہ تھی۔

عمران اوپر چڑھتا چلا گیا۔

دفعتاً اس نے اسٹرو کر کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔" میں کشتی کو دراڑ کے باہر لے جا رہا ہوں۔

یہاں لنگر نہیں ڈالا جا سکتا۔ واپسی پر آواز دے لینا۔

" جاؤ.... جاؤ...." عمران مڑے بغیر ہاتھ ہلا کر بولا۔

O

وہ روٹیاں ختم کر چکا تھا اور اس کی آنکھوں کی وحشت بھی کسی حد تک دور ہو گئی تھی۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے معدہ پُر ہو جانے کے بعد اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔

ہام اپنے بھاگے ہوئے ساتھیوں کو واپس لایا تھا اور مونیکا ان پر برس رہی تھی۔ بزدلی پر نفرین کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ عورتوں سے بھی بدتر ہیں۔

" میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" مورن اجنبی کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

" مگر مار ڈالنے سے پہلے مجھے تھوری سی پلادو۔" اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی" مہینوں ہو گئے ایک ایک قطرے کو ترس رہا ہوں۔"

" تم نے ہمارے دو آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔" ہام نے بھی آنکھیں نکالیں۔

" ہاں لیکن میں اب تمہیں جو بات بتاؤں گا وہ ہزار جانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوگی۔ اوہ.... کیا تم مجھے تھوڑی سی شراب نہ دو گے؟"

مونیکا نے جوزف کو اشارہ کیا کہ اس کی یہ خواہش بھی پوری کی جائے۔ جوزف نے جگ میں رم انڈیل کر اس کی طرف بڑھائی۔

" ہا.... خدا تمہیں خوش رکھے۔" اجنبی نے کہا اور جگ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

" پیو!" مونیکا نے نرم لہجے میں کہا۔ پھر ہام اور مورن کو اس طرح گھورنے لگی جیسے انہیں اس طرزِ تخاطب سے باز رکھنا چاہتی ہو جو اجنبی کیلئے اختیار کیا گیا تھا۔

وہ دونوں پھر کچھ نہیں بولے۔ اجنبی رم کے بڑے بڑے گھونٹ لے رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شدید پیاس کے عالم میں غیر متوقع طور پر ٹھنڈا پانی ہاتھ آگیا ہو۔ سبھوں کے ہونٹ بند تھے اور نظریں اجنبی پر تھیں جگ خالی کر کے اس نے ایک طرف رکھ دیا۔ کچھ دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

" تم یہاں کیا کرنے آئی ہو خوبصورت عورت؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

" یہی میں تم سے پوچھ سکتی ہوں ظاہر ہے کہ تم یہاں کے باشندے نہیں ہو سکتے۔"

" میری بدنصیبی لائی تھی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔" لیکن میں تمہیں واپس جانے کا مشورہ دونگا۔ مجھے یقین ہے کہ دفینوں کا چکر ہی تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے۔"

" میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" ہام بولا۔

" واپس جاؤ۔ یہ شیطان کا جزیرہ ہے۔ پاگل ہو کر مر جاؤ گے میں تین ماہ سے جانوروں اور پرندوں کا کچا گوشت کھا رہا ہوں۔ آج تم لوگ نظر آگئے اور میں نے اپنے آخری دو کارتوس بھی ضائع کر دیئے۔"

" مگر تم نے گولی چلائی ہی کیوں؟" مونیکا بولی" تم ہمارے پاس آکر کھانا مانگ سکتے تھے۔"

" میں نے پہل نہیں کی تھی۔ میں تو صرف ان جھاڑیوں میں چھپ کر تمہیں دیکھ رہا تھا کہ مجھ پر گولیاں برسنے لگیں تھیں پتہ نہیں کس طرح میں نے خود کو بچایا تھا۔ میرے خدا، شائد وہ ٹامی گن تھی۔ بس پھر غیر ارادی طور پر میں نے بھی اپنے دونوں کارتوس ضائع کر دیئے تھے۔ نشانہ بھی نہیں لیا تھا۔ یہ میری بدنصیبی ہی ہے کہ دو آدمی مر گئے اور مجھے ٹامی گن بھی نہ چاٹ سکی"۔

" تم کون ہو۔ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

" میں دنیا کا سب سے بڑا احمق ہوں اور دفینوں کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ آٹھ آدمیوں کی پارٹی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ بقیہ سات پر کیا گذری۔ ویسے میں تو نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

" کہاں سے؟"

" یہ نہ پوچھو۔ تم یقین نہ کرو گی۔ کیونکہ مہذب دنیا سے آئی ہو جہاں توہم پرستی آہستہ آہستہ سائنسی ترقیات کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہے مگر مجھ سے پوچھو میں نے بڑے حیرت انگیز مناظر دیکھے ہیں اگر اب کوئی مجھ سے یہ کہے کہ شیطان اور بھوت محض وہم ہیں تو میں اس کا خون پی لینے سے بھی گریز نہ کروں گا۔"

" تم بڑی عجیب باتیں کر رہے ہو۔" مونیکا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

" ٹھیک ہے تم یقین نہیں کرو گی۔" اجنبی نے سر ہلا کر کہا۔

" نہیں تم اپنا بیان جاری رکھو مجھے بھوتوں سے بڑی عقیدت ہے۔" صفدر مسکرایا۔

" نن۔ نہیں مسٹر صفدر" جوزف ہکلایا۔" ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہیں بھوتوں سے عقیدت ہے تو ہم کیوں جہنم میں جائیں؟"

" کیا تم یقین کر لو گے کہ خونخوار جنگلیوں کی مذہبی پیشوا ایک سفید فام عورت ہے۔ جو کہتی ہے کہ میں آسمان سے ٹپکی ہوں جو انگریزی جرمن فرنچ اور اطالوی زبانیں بڑی روانی سے بول سکتی ہے اور جنگلیوں سے انہیں کی زبان میں گفتگو کرتی ہے۔"

" اس کا جگ دوبارہ لبریز کر دو۔" مورن نے ہنس کر کہا" تاکہ یہ ہمیں اس سے بھی زیادہ دل چسپ کہانی سنا سکے.... کیوں دوست؟"

" جہنم میں جاؤ.... خود بھگتو گے۔"

" تم یہاں آئے کیسے تھے۔ پہلے یہ بتاؤ۔ ظاہر ہے کہ تمہیں پوشیدہ طور پر کسی بڑی کشتی کا انتظام کرنا پڑا ہو گا۔ پھر وہ کشتی کہاں گئی۔"

" اس کے پرخچے اُڑ گئے تھے وہ غرق ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کو بھی تم کہانی سمجھو گے۔" اجنبی ہانپتا ہوا بولا اور مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

" تم لوگ کچھ دیر کے لئے اپنی زبانیں بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔" مونیکا نے کہا کوئی کچھ نہ بولا۔ مورن نے البتہ بُرا سامنہ بنا کر کہا" تم وقت ضائع کرنا چاہتی ہو.... کرو۔"

پھر وہ خیمے سے باہر چلا گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا" میں تمہاری باتیں غور سے سن رہی ہوں۔"

اس نے جوزف کو اشارہ کیا تھا کہ وہ اس کے جگ میں تھوڑی اور انڈیل دے اجنبی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔" ہم ساحل پر اترے تھے اور اپنا چھوٹا سا خیمہ نصب کیا تھا۔ کشتی لنگر انداز تھی کچھ رات گئے ایک بہت بڑا روشنی کا گولہ پانی کی سطح پر ابھرا تھا اور کشتی سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اُڑا دیئے تھے۔"

" روشن گولہ.... بھلا وہ کتنا بڑا ہو گا؟" ہام نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

" اس کا قطر آٹھ یا دس فٹ ضرور رہا ہو گا۔ پھر وہ فضا میں بلند ہو گیا تھا۔"

" خدا کی پناہ۔" ہام نے کہا اور صفدر کے علاوہ سبھی ہنس پڑے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ مونیکا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

" اوہ" اجنبی دانت پیس کر بولا۔" جہنم میں جاؤ مت یقین کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ابھی مجھے مار ڈالو گے کیونکہ میرے ہاتھوں تمہارے دو آدمی مارے گئے ہیں۔"

" ضروری نہیں ہے۔" صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔" اگر میں تمہیں مارنا چاہتا تو اسی وقت گلا گھونٹ دیتا جب حملہ کیا تھا۔"

اجنبی نے اس کی طرف دیکھا چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔" ہاں تم طاقتور ہو۔ ایسا کر سکتے تھے مگر مجھے بتاؤ۔ آخر میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

" ہاہا!" ٹام نے قہقہہ لگایا" تم یقیناً دفینوں ہی کی تلاش میں آئے تھے لیکن تمہارے دوسرے ساتھی شائد تمہیں یہیں چھوڑ کر کسی دوسری طرف نکل گئے اب تم واپس جانا چاہتے ہو۔ ہم نووارد ہیں۔ لہٰذا تم ہمیں ڈرا کر ہمارے ساتھ واپس جانے کی فکر میں ہو۔"

" اس کے باوجود بھی میں تمہاری کہانی سننا پسند کروں گا۔" صفدر نے اجنبی سے کہا۔

ہام نے بُرا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

اجنبی نے مونیکا کی طرف دیکھ کر کہا" آخر تم عورتیں یہاں کیا کرو گی۔ تمہیں یہاں آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔ آیا شائد تم میں کوئی تجربہ کار آدمی بھی موجود ہے۔ ایسا آدمی جو کبھی یہاں سے بچ نکلا ہو۔"

" ہم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔" صفدر بولا۔

" نہیں ہے تو تم اس قبیلے کے متعلق ضرور جانتے ہو گے جو سفید فام عورتوں کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتا ہے۔"

" نہیں!" ڈیزی چیخ پڑی

اجنبی کی ہنسی میں بے دردی تھی وہ تھوڑی دیر تک ہنستا رہا پھر بولا" اگر ہمارے ساتھ بھی کوئی عورت ہوتی تو وہ جنگلی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے۔"

" میں نہیں سمجھا۔" صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

" یہاں سے صرف چار میل کے فاصلے پر وہ قبیلہ آباد ہے۔ چونکہ لوگ پہلے بھی دفینوں کی تلاش میں یہاں آتے رہے ہیں اس لئے انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کے آنے کا مقصد کیا ہوتا ہے وہ آنے والوں کو پکڑتے ہیں اور اشاروں میں کہتے ہیں کہ اپنی ہی جیسی کوئی سفید فام عورت

لاؤ تب آگے جانے دیں گے۔"

" خاموش رہو۔ عورتوں کو خوفزدہ نہ کرو۔" ہام غرایا۔

" اوہ تو کیا تم ہی ان عورتوں کو لائے ہو۔"

" بکواس مت کرو۔ میں کہتا ہوں آخر اس کی بے سروپا کہانیاں سننے سے فائدہ؟"

" ہمارے لئے ایسی معلومات ضروری ہیں۔" مونیکا نے خشک لہجے میں کہا" تمہیں الجھن تھی نا کہ آخر ڈیزی کو یہاں لانے کا کیا مقصد تھا۔ دیکھو مورن کہاں گیا؟"

ٹام چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر خیمے سے نکل گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا کہ وہ اپنا بیان جاری رکھے۔

" میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ وہ لوگ صرف عورتوں کی حد تک آدم خور ہیں مردوں کا گوشت نہیں کھاتے ہو سکتا ہے پہلے صرف کالی عورتیں کھاتے رہے ہوں۔ پھر اتفاقاً دفینوں کے متلاشیوں کے ذریعے کبھی کوئی سفید عورت بھی ہاتھ لگ گئی ہو۔"

" تو تمہارے ساتھ بھی کوئی عورت تھی؟" صفدر نے پوچھا۔

" نہیں تھی اسی لئے تو ہم پر تباہی نازل ہوئی ہے۔" اجنبی نے کہا۔" ان سے مڈبھیڑ ہوئی اور انہوں نے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیا۔ ہمارے نقشے کے مطابق راہ ادھر ہی سے تھی جہاں وہ قبیلہ آباد ہے۔ ہمیں اس لئے زبردستی ساحل کی طرف دھکیل دیا کہ ہم اپنے ساتھ عورتیں لائیں تب وہ ہمیں نہ صرف آگے بڑھنے دیں گے بلکہ وہاں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے جہاں دفینے ہیں۔"

" بڑا عجیب قبیلہ ہے۔" مونیکا بڑبڑائی اس کی آنکھوں میں بے اعتباری صاف پڑھی جا سکتی تھی۔

" ہماری کشتی تو پہلے ہی تباہ ہو چکی تھی اس لئے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ اب اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ ادھر اُدھر بھٹکتے پھریں۔"

" تم نے ان کا مقابلہ نہیں کیا تھا" صفدر نے پوچھا۔

" اس کا تصور بھی وحشت ناک تھا۔ آٹھ آدمیوں کی بساط ہی کیا۔ وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالتے۔ تمہیں اس جنگل کا اندازہ نہیں ہے۔ کچھ آگے بڑھو گے تب معلوم ہو گا۔ پانچ جنگلی تم سبھوں کے لئے کافی ہوں گے۔ حالانکہ تمہارے پاس ٹامی گنیں بھی ہیں۔"

تمہیں پتہ ہی نہ چلے گا کہ وہ کب آئے اور کدھر سے آئے۔ بید کے زہریلے تیر تمہارے چہروں پر پڑیں گے اور تم گرتے ہی ٹھنڈے ہو جاؤ گے۔"

" بید کے زہریلے تیر۔" صفدر نے حیرت سے دہرایا۔

" ہاں بید کی نوکدار چھڑیاں کمانوں میں رکھ کر کھینچتے ہیں۔ بس جسم کے کسی حصے پر ان سے معمولی سی خراش بھی آجائے تو آدمی کو ختم ہی سمجھو۔ پتہ نہیں کس سریع الاثر زہر میں ان کی نوکیں ڈبوئی جاتی ہیں۔"

" انہی جنگلیوں کی مذہبی پیشوا کوئی سفید فام عورت ہے؟" مونیکا نے پوچھا

" نہیں! وہ دوسرا قبیلہ ہے ہم جنگل میں بھٹکتے پھر رہے تھے کہ اچانک ہم پر حملہ کر کے ہمیں پکڑ لیا گیا۔ ہر آدمی سے تین چمٹ گئے تھے۔ حملہ اتنی آہستگی سے ہوا تھا کہ ہم قبل از وقت ہوشیار نہ ہوئے تھے۔ حملہ آور جنگلی ہی تھے پہلے تو ہم یہی سمجھے کہ وہ وہی آدم خور ہوں گے جنہوں نے سفید فام عورت کی فرمائش کی تھی۔ لیکن...."

" اوہ یہ شور کیسا؟" دفعتاً مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی اور اجنبی بھی خاموش ہو کر سننے لگا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں صفدر بھی سن رہا تھا وہ جھپٹ کر خیمے سے باہر نکلا۔

مورن دوڑتا ہوا اسی طرف آرہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی درندے نے پیچھا کیا ہو۔

" ہم تباہ ہو گئے.... تباہ ہو گئے۔" صفدر کو دیکھ کر اس نے چیخنا شروع کر دیا.... مونیکا اور دوسرے لوگ بھی خیمے سے باہر آگئے تھے۔

" کشتی تباہ ہو گئی۔" وہ قریب پہنچ کر چیخا۔

پھر یک بیک سبھی کی زبانوں سے کچھ نہ کچھ ضرور نکلا تھا۔

مورن ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔" مار ڈالو.... اس سُور کو مار ڈالو۔ یہ کسی قسم کی سازش ہے.... پتہ نہیں وہ کون ہے.... کہاں گیا ہے؟"

" ہوش میں آؤ۔ کشتی کیسے تباہ ہو گئی۔" مونیکا نے سخت لہجے میں کہا

" کشتی ادھر ہی آرہی تھی کہ ایک چمکدار گولا سطح پر ابھرا اور اس سے ٹکرا گیا کشتی کے پرخچے اڑ گئے میں کہتا ہوں اسے مار ڈالو۔"

صفدر اس اطلاع پر بوکھلا گیا پھر ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور اجنبی گر کر تڑپنے لگا۔ وہ خیمے

کے در کے قریب ہی کھڑا تھا۔

صفدر نے مورن کے مخصوص ساتھیوں میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور دیکھا مگر اب اسے ہوش کہاں تھا کہ باز پرس کرتا۔ وہ تو بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑا جا رہا تھا اور اس کے پیچھے جوزف بھی بھاگ رہا تھا۔

پھر اسے خیال آیا کہ کہیں یہ مورن کی چال نہ رہی ہو اس نے پہلے بھی تو کوشش کی تھی کہ اجنبی کو مار ڈالے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ سبھی بھاگے چلے آرہے تھے۔ صفدر رک گیا۔

قریب پہنچ کر مورن نے ایک جانب ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا" وہاں!۔"

" کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟" صفدر نے تیز لہجے میں پوچھا۔

" کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

" اوہ ختم کرو۔" مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی" کشتی پر کون تھا۔"

" میں نے نہیں دیکھا۔ بس کشتی کے ٹکڑے اُڑتے دیکھے تھے۔"

" اب کیا ہوگا.... لاکٹ بھی گیا۔"

" لیکن لاکٹ والی تو موجود ہے.... تلاش کرو ان آدم خوروں کو!" صفدر نے زہریلے لہجے میں کہا۔

" کیا مطلب؟" مورن اسے گھورتا ہوا بولا

" اوباس!" مورن کے خاص آدمی نے کہا۔" اس وحشی اجنبی نے ایسے آدم خوروں کی کہانی سنائی تھی جو سفید فام عورتوں کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔"

ڈیزی بھی وہیں موجود تھی لیکن اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

مورن صفدر کو گھورتا رہا پھر دانت پیس کر بولا۔" تم لوگ پتہ نہیں کیا چاہتے ہو۔"

" مورن خود کو قابو رکھو۔" مونیکا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" مگر بتاؤ اب کیا ہوگا۔ ہم واپس بھی تو نہیں جا سکتے اور یہ سب کچھ تمہارے ساتھی کی بدولت ہوا۔"

" میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ اس راستے کی تلاش میں تھا جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔"

" اور سفر شروع ہو گیا۔" مورن نے ہذیانی قسم کی ہنسی کے ساتھ کہا۔

" مجھے یقین نہیں ہے کہ کشتی تباہ ہو گئی ہو۔" صفدر بولا۔

" تم پاگل ہو گئے ہو..... میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

"تم باہر کیوں چلے آئے تھے؟"

"اس کی بکواس نہیں سننا چاہتا تھا۔"

"حالانکہ اب اسی کی ایک بکواس دُہرا رہے ہو۔ آخر اس کا مقصد کیا تھا؟"

"میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا۔ مونیکا اب تم صرف اسی شرط پر زندہ رہ سکتی ہو کہ ان دونوں آدمیوں کو مار ڈالوں۔"

ٹھیک اسی وقت جوزف کی پتلون کی جیب سے ایک فائر ہوا اور مورن پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں ریوالور جیب سے باہر بھی نکل آیا اور اب وہ مورن کے ان دونوں مخصوص ساتھیوں کو کور کر رہا تھا جو کسی طرح بھی اس کا ساتھ دے سکتے تھے۔

کوئی کچھ نہ بولا وہ سب دم بخود تھے دفعتاً ہام چیخا۔ "مورن جھوٹا تھا۔ وہ رہی کشتی۔"

بائیں جانب سے بہت فاصلے پر دھواں سا دکھائی دے رہا تھا پھر کچھ دیر بعد چمنی کا اوپری حصہ نظر آیا۔ مورن ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

" ہم بے قصور ہیں مادام۔" مورن کے ساتھیوں میں سے ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" آخر اس کا مقصد کیا تھا؟" مونیکا بڑبڑائی۔

" مقصد پھر دیکھنا۔" جوزف غرایا" پہلے یہ بتاؤ کہ ان دونوں کا کیا کروں۔"

وہ دونوں پھر گڑگڑانے لگے۔ جوزف اب بھی ان کی جانب ریوالور اٹھائے ہوئے تھا۔ اور ان کے ہاتھ اوپر تھے۔

" فی الحال ان کے ہاتھ باندھ دو۔"

" ہم وعدہ کرتے ہیں مادام..... دیکھئے ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔"

" تم نے اجنبی پر گولی چلائی تھی؟"

" ہم سمجھے تھے کہ کشتی سچ مچ تباہ ہو گئی۔ ہم پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ مورن نے یہ جھوٹ کیوں بولا تھا۔"

" مورن ہمیں زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے چاہا تھا کہ تم سبھوں کو میرے ساتھی پر غصہ آئے کہ وہ کشتی لے گیا تھا اور ہم پر ٹوٹ پڑو۔ اس نے غالباً یہی اندازہ لگایا تھا کہ کشتی کی تباہی کے متعلق معلوم کر کے تم لوگ پاگل ہو جاؤ گے اور اس پاگل پن کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم مونیکا سمیت زندہ دفن کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد ہی وہ ہام کو بھی ختم کر دیتا اور جب ہمارا ساتھی واپس آتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ مورن کیسے دیکھ سکتا کہ لاکٹ کسی دوسرے کے قبضہ میں رہے اور یہ بے چاری ڈیزی تو آدم خوروں کے لئے لائی ہی گئی تھی۔"

" خدا کے لئے واپس چلو۔ یہ کیا دیوانگی ہے۔" ڈیزی بلبلا اٹھی۔

کوئی کچھ نہ بولا مورن کے دونوں ساتھیوں کے ہاتھ باندھے جا رہے تھے۔

اب کشتی پوری طرح سامنے آ گئی تھی۔ مگر فاصلہ زیادہ تھا توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ بیس منٹ سے پہلے وہاں پہنچ سکے۔

" پہلے ہی مرحلے پر کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔" ہام بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

" کیا تمہیں پہلے سے اندازہ نہیں تھا۔" مونیکا نے خشک لہجے میں پوچھا تھا

" تھا تو مگر اس کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم آپس ہی میں کٹنے مرنے لگیں گے۔"

" انسانیت سے گرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔" صفدر بولا۔" تم لوگ آدم خوروں سے بھی بدتر ہو۔"

" میرے فرشتوں کو بھی حقیقت کا علم نہیں تھا اور نہ میں کبھی اس پر تیار نہ ہوتا کہ لڑکی کو بھی ساتھ لایا جائے۔ کسی نہ کسی طرح لاکٹ وہیں حاصل کر لیا جاتا۔ اب تو میری بھی یہی تجویز ہے کہ ہم واپس چلیں۔"

" یہ ناممکن ہے۔" مونیکا نے سخت لہجے میں کہا۔

" اوہ تم ایک عورت ہو کر ایسا کہہ رہی ہو۔" ڈیزی گھگھیائی" کیا تم بھی مجھے آدم خوروں کے حوالے کر دو گی۔"

" میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔"

" تمہیں آدم خوروں سے خوف نہیں معلوم ہوتا؟"

" میری زندگی ہی آدم خوروں میں گذری ہے۔" مونیکا نے لاپروائی سے کہا۔

وہ سب کشتی کی طرف دیکھ رہے تھے دفعتاً انہوں نے اسٹروکر کی آواز سنی

" چلو.... جلدی کرو.... وہ خطرے میں ہے.... دوڑو۔"

" یہ کیا مصیبت ہے۔" مونیکا دانت پیس کر بولی" سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے۔"

کشتی ساحل سے آلگی تھی انہوں نے اسٹروکر کو دیکھا جو دونوں ہاتھ اُٹھا کر چیخ رہا تھا۔" آؤ چلو.... وہ خطرے میں ہے۔" جوزف پہلے ہی دوڑ کر کشتی کے قریب پہنچ گیا تھا۔

" کیا بات ہے؟ جلدی بتاؤ۔" وہ کشتی پر چھلانگ لگاتا ہوا بولا۔

" وہ راستہ تلاش کرتا ہوا اوپر گیا تھا۔ میں کشتی ہی میں تھا کچھ دیر بعد میں نے ٹامی گن کے فائروں کی آوازیں سنی.... سینکڑوں آدمیوں کی چیخیں۔"

"کتنی دور گئے تھے......؟"

" تین یا چار میل۔"

بقیہ لوگ بھی قریب آگئے تھے اسٹروکر انہیں بتا رہا تھا کہ عمران نے وہ جگہ دریافت کرلی تھی جہاں سے سفر شروع کرنا تھا۔ اس نے لاکٹ کے کاغذات کا بھی حوالہ دیا۔

" اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" مونیکا نے صفدر سے پوچھا

" بڑی دیر کر رہے ہو تم لوگ۔" صفدر نے کہا۔" ہمیں وہاں جلدی پہنچنا چاہئے۔ ہام تم یہیں ٹھہرو۔ میں تمہارے تین آدمی لے جارہا ہوں۔ خیموں کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔"

" میں بھی ساتھ چلوں گی۔" مونیکا بولی۔

" یہ ناممکن ہے لیڈی مونیکا۔ اب تو کسی پر اعتماد کیا ہی نہیں جاسکتا۔ کیا پتہ ہم بقیہ لوگ یہیں رہ جائیں۔ نہیں کشتی اسی شرط پر جائے گی کہ تم یہیں ٹھہرو۔"

" ٹھیک ہے۔" صفدر نے بھی ہام کی تائید کی۔" تم یہیں ٹھہرو۔ حالات ایسے پیش آئے ہیں کہ ہام کا غیر مطمئن ہونا بےجا نہیں۔"

مونیکا خاموش رہی بہر حال اس نے اس تجویز سے اختلاف نہیں کیا۔ خیمے سے وہ ٹامی گن بھی آگئی جسے کچھ دیر پہلے جوزف استعمال کرچکا ہے۔ صفدر نے ہام کے ساتھیوں میں سے تین

آدمی منتخب کئے اور کشتی پھر اسی جانب چل پڑی جدھر سے آئی تھی۔

O

وہ چاروں بڑی احتیاط سے اوپر پہنچے جوزف خصوصیت سے کسی شکاری کتے کی طرح چوکنا تھا۔ ٹامی گن اسی کے پاس تھی۔

"یہاں تو سناٹا ہے مسٹر صفدر۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

صفدر بھی چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

" وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے فائروں کی آوازیں سنی تھیں۔ چیخیں سنی تھیں۔ لیکن مجھے تو یہاں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آرہی۔" جوزف بولا۔

" غیر معمولی سے کیا مراد ہے؟"

" اوہ یہ جنگل ہیں مسٹر صفدر۔ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے اپنے نشان چھوڑ جاتا ہے۔ میں کیسے سمجھاؤں۔ یہ باتیں سمجھ سکتا ہوں سمجھا نہیں سکتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ پچھلے تین دن سے یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔"

" اوہو! تو کیا پھر کوئی دھوکہ۔"

" ٹھہرو۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور نتھنے سکوڑ کر دو تین گہری گہری سانسیں لیں پھر بولا "فائرنگ بلاشبہ ہوئی ہے۔"

" تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔" صفدر جھلا گیا" کبھی کہتے ہو کہ کچھ بھی نہیں ہوا اور کبھی فائروں کی بات کرتے ہو۔"

" میرا خیال ہے کہ اب تم دونوں لڑنا شروع کرو گے۔" ایک جھاڑی سے آواز آئی اور وہ اچھل پڑے۔ آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہوسکتی تھی۔ جھاڑیاں ہٹا کر وہ ان کے سامنے آگیا۔

" کیا ہوا۔ کیا بات تھی باس؟" جوزف کہتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

" تمہارے لئے شراب کا چشمہ تلاش کر رہا تھا اچانک اسی وقت خیال آیا کہ اگر یہاں ایک کافی ہاؤز کھول دیا جائے تو کیسا چلے گا۔"

" عمران صاحب حالات ابتر ہوچکے ہیں اس لئے ہوش کی باتیں کیجئے۔" صفدر بولا

" اوہ! وہ ہاں! تین چار تھے میں نے انہیں مار کر پانی میں پھینک دیا تھا۔"

" کون تھے؟"

" لاحول ولا قوۃ۔ بڑے بد اخلاق تھے کہ اپنا نام پتہ بتائے بغیر ہی مر گئے۔" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا پھر ہام کے ساتھیوں سے بولا۔ " تم لوگ جاؤ اور انہیں یہیں لے آؤ۔ ہمارا سفر یہیں سے شروع ہوگا۔ سب ٹھیک ہے۔"

وہ کھڑے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے رہے۔

" کیا تم نے سنا نہیں.... جاؤ! اور تم دونوں یہیں ٹھہرو۔"

صفدر کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ ہام کے ساتھی نشیب میں اتر گئے۔

" مورن کا رویہ کیسا رہا؟" عمران نے پوچھا۔

" میں نے اسے مار ڈالا" جوزف بولا اور عمران اسے گھورنے لگا۔ شائد جوزف اسے مورن کی کہانی سنانے کے لئے پہلے ہی سے بے چین تھا۔ ان دونوں نے جلدی جلدی اسے سارے حالات سے آگاہ کیا۔ عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا" یہ تو چند گھنٹوں کی نہیں پورے ایک ماہ کی رپورٹ معلوم ہوتی ہے۔ کاش وہ اجنبی اسی طرح نہ مار ڈالا گیا ہوتا۔"

" اس کی ذمہ داری بھی سراسر آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔" صفدر نے برا سامنہ بنا کر کہا "آخر اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔"

" اس کی کئی وجوہات تھیں۔ میں ان لوگوں کا امتحان کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا مجھے معلوم کرنا تھا کہ کون کس حد تک مونیکا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ دوسری وجہ! چونکہ انہیں یہی باور کرانا تھا کہ سفر لاکٹ میں پائے جانے والے نقشے کے مطابق ہی کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ ضروری سمجھا کہ کم از کم وہ جگہ تو پہلے ہی دریافت کر لی جائے جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ان سبھوں کی موجودگی میں وہ کاغذات نہ نکالے جا سکتے جو مونیکا کے ملازم سے حاصل کئے گئے تھے۔"

" ٹھیک ہے میں نے مونیکا کو یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خود بھی پاگل ہو گئی تھی آپ کے اس طرح بھاگ آنے پر.... پھر اگر میں اور جوزف ذرا سا بھی چوکتے تو ہمارا قیمہ بن کر رہ جاتا۔ وہ سب ہی دیوانگی کی سرحدوں کو چھونے لگے۔ ہم دونوں نے فوراً ہی میگزین پر قبضہ کر لیا

تھا۔"

" یہی وجہ ہے کہ ایکس ٹو تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔" عمران نے آہستہ سے کہا اور پھر سوچنے لگا۔

" مم.... مگر.... یہاں آپ پر کس نے حملہ کیا تھا؟" صفدر نے پوچھا۔

" دماغ چل گیا تھا میرا۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا" پتہ نہیں اس جزیرے کی آب و ہوا کیسی ہے۔ بات بات پر پاگل ہو جانے کو دل چاہتا ہے۔ یہ درخت دیکھ رہے ہو نا.... وہ سامنے.... بس ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کمبخت نے مجھے آنکھ بھی ماری ہو اور منہ بھی چڑایا ہو۔ آ گیا غصہ کر ڈالی فائرنگ.... اس کے تنے پر تم گولیوں کے بنائے ہوئے متعدد سوراخ دیکھ سکتے ہو۔"

" لیکن اسٹروکر نے ہزاروں آدمیوں کی چیخیں بھی سنی تھیں۔

" کیا بتایا اس نے؟ لاکھوں آدمیوں کی چیخیں۔ جب مجھے غصہ آتا ہے تو حلق سے بیک وقت لاکھوں قسم کی آوازیں نکلتی ہیں۔"

" ہوں" صفدر نے ہونٹ بھینچ کر طویل سانس لی اور پھر غصیلی آواز میں پوچھا "اس کا مطلب" ؟

" یہی کہ آنکھ مارنے سے خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔"

" اس درخت پر سے کسی نے آنکھ ماری تھی؟" جوزف نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

" ہائیں! زیادہ پی گئے ہو کیا.... ابے درخت نے آنکھ ماری تھی۔"

جوزف نے دانت نکال دیئے۔ پھر سنجیدگی سے بولا" باس یہ جنگل ہیں یہاں فائرنگ سے بچنے کی کوشش کرو۔ آواز دور دور تک پھیلتی ہے۔ وہ آدمی جو مار ڈالا گیا بتا رہا تھا کہ یہ جزیرہ غیر آباد نہیں ہے۔ آدمخوروں کی بستیاں ہیں۔"

" عورت خوروں کی بستیاں۔" عمران نے تصحیح کی" تم کہاں کے گلفام ہو کہ وہ تمہیں بھون کر کھا جائیں گے۔"

" آخر یہ سب کیا تھا آپ بتاتے کیوں نہیں!" صفدر پھر جھلا گیا یہاں آپ کو محتاط رہنا پڑے گا۔ سنجیدگی اختیار کیجئے۔"

" میں نہیں چاہتا تھا کہ خود ہی ان لوگوں کو راہ مل جانے کی اطلاع دوں اس کے لئے پائلٹ

ہی مناسب رہتا اور سب سے بڑی وجہ یہ کہ میں ہر ایک کو چاق و چوبند دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس جزیرے کی آب و ہوا اونگھتے رہنے میں بہت مدد دیتی ہے۔"

" وہ سب ٹھیک ہے باس.... لیکن اسے لکھ لو کہ فائروں کی آوازیں ہمیں کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کریں گی۔ ادھر بھی فائرنگ ہو چکی ہے۔"

یک بیک اس نے خاموش ہو کر جھرجھری سی لی اور کسی شکاری کتے کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ صفدر نے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے فوری طور پر وہ کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

" باس۔" جوزف آہستہ سے بولا " میں آس پاس کسی اور کی بھی موجودگی محسوس کر رہا ہوں"

" ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ شائد اس بار عمران کے ستارے گردش میں آ گئے ہیں۔

" وہ دیکھو!" دفعتاً جوزف ایک جانب ہاتھ اٹھا کر چیخا اور صفدر اس سیاہ سی چیز کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھ سکا جو بجلی کی سی سرعت سے بائیں جانب والی جھاڑیوں میں غائب ہو گئی تھی۔

عمران نے بڑے سعادتمندانہ انداز میں ٹامی جوزف کو تھما دی اور خود کاندھے سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے سے ایک ماؤتھ آرگن نکال کر بجانا شروع کر دیا۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ جوزف اب بھی انہیں جھاڑیوں کو گھورے جا رہا تھا اور ٹامی گن کو بھی اس پوزیشن میں لے آیا تھا کہ کسی لمحے بھی نشانے پر فائرنگ کر سکے۔

" عمران صاحب! میں پاگل ہو جاؤں گا۔" صفدر غرایا۔" ختم کیجئے!"

عمران نے ماؤتھ آرگن ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا" زیادہ عقلمند بننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ غرق ہو جاؤ گے۔"

" ان جھاڑیوں میں کیا ہے؟"

" ایک ایسی سرنگ کا دہانہ جو میلوں تک پھیلی ہوئی ہے اور وہی ہے اصل راستہ۔"

" میں نے ابھی ایک سیاہ سی چیز وہاں دیکھی تھی۔"

" ان سیاہ سی چیزوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔"

" کیا مطلب؟"

" ڈیڑھ سو سیاہ فام اور ننگ دھڑنگ جنگلی!"

" اور آپ کھڑے ماؤتھ آرگن بجا رہے ہیں۔"

" طبلہ بجانا چاہئے تھا مجھے تو.... مگر کہاں سے مہیا کروں۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولا" خبردار جوزف فائر نہ کرنا۔"

" وہ نہیں کرے گا تو میں شروع کر دوں گا۔" صفدر کی جھلاہٹ بڑھ گئی۔

" فضول ہے۔ اس درخت کے تنے پر دیکھو۔"

" کیا دیکھوں۔ ہاں گولیوں کے نشانات دیکھ رہا ہوں.... پھر....؟"

" ساری گولیاں اسی پر پڑی تھیں ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔؟"

" کیا مطلب؟"

" ان کا لیڈر ایک سفید فام آدمی ہے لیکن اس نے بھی لنگوٹی ہی لگا رکھی ہے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ظلمات کے دیوتا کے پجاریوں کا خون نہیں بہا سکو گے۔ یقین نہ آئے تو فائر کر کے دیکھو وہ ان لوگوں سے دور کھڑا تھا۔ میں نے ٹامی گن سیدھی کی۔ اس انداز میں فائرنگ شروع کی کہ ایک ہی چکر سبھوں کے لئے کافی ہو۔ لیکن ان میں سے ایک بھی نہ گرا اور ساری گولیاں گویا ان سے کترا کر اس درخت پر پڑی تھیں۔"

" آپ نے کوئی طلسم ہوشربائی خواب تو نہیں دیکھا ہے۔" صفدر ہنس پڑا۔

" اچھی بات ہے جوزف فائرنگ شروع کر دو اس جھاڑی پر۔" عمران نے کہا

جوزف پہلے تو ہچکچایا پھر سنبھل کر گولیاں برسانے لگا۔

" دیکھو!" عمران نے درخت کی طرف اشارہ کیا۔" وہ دیکھو۔"

درخت کا تنا چھلنی ہوا جا رہا تھا۔

" ختم کرو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں بولا۔" تمہیں دیوتا کی بڑائی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔"

جوزف فائرنگ بند کر کے بُری طرح کانپنے لگا تھا دفعتاً جھاڑیوں سے آواز آئی" یہ بھی ممکن ہے کہ گولیاں پلٹ کر خود تمہارے ہی سینوں پر پڑیں۔"

یہ جملہ بڑی شستہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لہجہ بھی انگریزوں ہی کا سا تھا۔

" نہیں نہیں" عمران جلدی سے بولا۔" ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے میں تو ان دونوں کو یقین دلانا چاہتا تھا۔ میرے ساتھی بھی بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔"

صفدر دم بخود کھڑا رہا۔ اور جوزف کا تو دم ہی نکلا جارہا تھا۔

"مم... میں نے تو... خبیث روحوں کی پرچھائیاں پہلے ہی دیکھ لی تھیں۔" وہ کانپتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد صفدر نے پوچھا" لیکن آپ نے ان لوگوں کو کیوں بلوایا ہے؟"

"اکیلے ڈوبنا پسند نہیں ہے.... مرو تو سب کے ساتھ مرو۔"

" یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"کسی ایسے کالے آدمی کا گوشت جو بہت زیادہ پیتا ہو۔"

"مم مار ڈالا.. بب باس۔" جوزف کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔" تم نے انہیں بتایا تو نہیں....؟"

" مردوں کی طرح سیدھے نہ کھڑے ہوئے تو ضرور بتادوں گا۔"

" یا خدا.... یا خدا.... ہولی فادر...."

" اگر کوئی گیت یاد ہو تو شروع کردو.... میں ماؤتھ آرگن بجاؤں گا۔"

" عمران صاحب خدا کے لئے سنجیدگی.... کچھ سوچئے۔"

" ماؤتھ آرگن سوچنے پر کوئی پابندی نہیں لگائے گا.... سوچتے رہو۔"

" کسی طرح خود بھی نکل جاتا تھا۔ آخر ان بیچاروں کو کیوں پھنسوا رہے ہیں۔"

عمران ماؤتھ آرگن بجاتا رہا۔

" ٹھہریئے ذرا ایک منٹ.... ایک بات سن لیجئے۔" صفدر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

" سناؤ یار...." عمران جھلا گیا۔

" یہ لوگ جھاڑیوں سے باہر کیوں نہیں آتے؟"

" ہمارے دوسرے ساتھیوں کے منتظر ہیں۔"

" آپ نے بتادیا ہے؟"

" جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ ممی اور ڈیڈی بچپن ہی سے سمجھاتے آئے ہیں۔"

" خدا غارت کرے۔" صفدر دانت پیس کر رہ گیا۔

" جھوٹ بولو گے تو ضرور غارت ہو جاؤ گے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا اور پھر ماؤتھ آرگن ہونٹوں کی طرف لیجانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جوزف نے ٹامی گن اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔" لو رکھو باس! میرا آخری وقت قریب آپہنچا ہے۔ میں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن اس عورت کی بددعا ضرور پوری ہوگی جو چاندنی راتوں میں بے چینی سے میرا انتظار کیا کرتی تھی!"

" خدا تیری کھوپڑی پر چپتیں نازل کرے جوزف۔ تجھے بھی کہاں عورت یاد آئی ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور صفدر کو اشارہ کیا کہ ٹامی گن اس سے لے لے۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک صفدر وہیں بیٹھا بور ہوتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے گولیوں کا رُخ کیسے بدل گیا تھا اور اب کیا ہوگا؟ کیا وہ سب قیدی بنا لیے جائیں گے! یا مار ڈالے جائیں گے؟ عمران کی کسی اسکیم کے متعلق قبل از وقت اندازہ لگالینا مشکل کام تھا۔

" شائد وہ لوگ آگئے۔" عمران بڑبڑایا۔" خاموش بیٹھے رہو خود ہی اوپر آجائیں گے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔

پھر تھوڑی دیر بعد مونیکا تیر ہی کی طرح عمران کی طرف آئی تھی۔

" یہ کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟" اس نے پوچھا

" میں ایک بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگیا ہوں۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا

" وہاں سے اس طرح بھاگے کیوں تھے؟"

" صفدر تمہیں اس کے متعلق شاید پہلے ہی بتا چکا ہے.... مگر یہ نئی مصیبت!"

" کیا بات ہے؟"

عمران اس کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر سارے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بولا " بھائیو! میں ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میری مدد کرو۔"

" کیا بات ہے؟" ہام نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

" میں سامنے والی جھاڑیوں پر فائرنگ کرتا ہوں تو گولیاں اس درخت پر پڑتی ہیں۔"

" دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔" ہام نے آنکھیں نکالیں۔ وہ عمران کے متعلق کوئی اچھی

رائے نہیں رکھتا تھا اور مونیکا سے بھی اس کا اظہار کر چکا تھا۔

"اپنے سارے ساتھیوں سے کہو کہ بیک وقت ان جھاڑیوں پر فائرنگ کریں۔"

"آخر تم کچھ بتاتے کیوں نہیں؟" مونیکا جھنجھلا گئی۔

"اس ٹامی گن پر کسی خبیث روح کا سایہ ہو گیا ہے۔" اس نے صفدر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی ٹامی گن کی طرف اشارہ کیا۔ پھر صفدر ہی سے بولا "دکھاؤ بھئی انہیں بھی دکھاؤ۔ مگر تم لوگ اس درخت پر بھی نظر رکھنا۔"

صفدر جو مر جانے کی حد تک اکتا گیا تھا ٹامی گن اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "خود ہی دکھائیے۔"!

بہر حال عمران ہی نے فائرنگ کی۔ مگر نتیجہ پہلے سے مختلف نہیں تھا وہ سب بری طرح بوکھلا گئے۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" مونیکا عمران کے قریب کھسکتی ہوئی منمنائی۔

"ان جھاڑیوں کے پیچھے تقریباً ڈیڑھ سو جنگلی موجود ہیں لیکن ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"نہیں!"

"دیکھ لینا۔ ان لوگوں سے کہو کہ ان کے پاس جتنا بھی اسلحہ ہے ایک جگہ ڈھیر کر دیں اور خالی ہاتھ کھڑے ہو جائیں۔"

"یہ تو موت ہی کو دعوت دینا ہو گا۔"

"تم ان پر فائرنگ کر کے ہی کیا کر لو گی۔ بہتر یہی ہے کہ انہیں فی الحال اعتماد میں لینے کی کوشش کی جائے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ گولیوں کا رخ کیوں بدل جاتا ہے؟"

یک بیک جھاڑیوں سے شور بلند ہوا اور لاتعداد سیاہ فام آدمی ان کی طرف بڑھنے لگے۔

ڈیزی بُری طرح چیخ رہی تھی صفدر نے جھپٹ کر اسے سہارا دیا ورنہ وہ گر ہی جاتی۔

آدم خوروں کی کہانی نے اسے پہلے ہی سے خوفزدہ کر رکھا تھا۔

عمران پھر ماؤتھ آرگن بجانے لگا تھا۔

"ارے۔ ارے تمہارا دماغ خراب ہوا ہے کیا؟" مونیکا عمران کو جھنجھوڑنے لگی۔

کچھ لوگوں نے بدحواسی کے عالم میں فائر بھی کیے لیکن وہ سیاہ فام اور نیم برہنہ وحشی بھیانک

انداز میں ناچتے اور نصف دائرے کی شکل میں آگے ہی بڑھتے رہے پھر تو سچ مچ ہاتھوں سے رائفلیں چھوٹنا شروع ہو گئیں۔ جوزف سینے پر ہاتھوں سے کراس بنائے دعائیں پڑھ رہا تھا آگے بڑھنے والے بڑھتے ہی رہے ان میں سے کوئی زخمی تک نہ ہو سکا تھا۔

"یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا اس پاگل نے؟" ہام دانت پیس کر دہاڑا۔ "بند کرو یہ گانا بجانا۔"

لیکن عمران پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ ماؤتھ آرگن کی آواز ویرانے میں گونجتی رہی اور جنگلیوں نے ان کے گرد اپنا دائرہ مکمل کر لیا۔

ان کے ہاتھوں میں سروں سے اونچے نیزے تھے۔ شکلیں مہیب تھیں جنہیں کھریا اور گیرو سے بنائی ہوئی لکیروں نے اور وحشت ناک بنا دیا تھا۔ یک بیک انہوں نے دائرے ہی کی شکل میں آہستہ آہستہ ٹھمکنا شروع کر دیا۔

"ہاہا.... ناچو گے۔" عمران نے قہقہہ لگایا۔ "ناچو۔ اگر میری ایجاد کردہ دھنوں پر ناچ سکو۔" وہ پھر ماؤتھ آرگن بجانے لگا۔

جنگلی آہستہ آہستہ ٹھمکتے رہے اور ان کا دائرہ گردش کرتا رہا۔ دفعتاً انہوں نے گانا بھی شروع کر دیا اور قدم پہلے کی نسبت تیزی سے اٹھنے لگے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" مونیکا عمران کے کان کے قریب منہ لے جا کر چیخی۔

"نہیں ناچ سکتے۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا "میری دھن پر نہیں ناچ سکتے اپنی ہی دھن میں مست ہیں۔ آؤ ہم تم رمبا شروع کر دیں۔"

"تم ان لوگوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہو۔" مونیکا دانت پیس کر بولی۔ "جنگلی وحشی اگر کچھ نہیں کر سکتے تو خاموش رہو۔"

دفعتاً جوزف بھی کھسک کر عمران کے قریب آ گیا اب اس کی آنکھوں میں خون کی بجائے حیرت کے آثار تھے۔ عمران اسے سوالیہ انداز میں گھورنے لگا۔ جنگلیوں کے گیت کی لے بلند ہی ہوتی جا رہی تھی اور دائرے کی گردش بھی پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔

جوزف اس کے کان کے قریب منہ لا کر بولا "میں اس گیت کو سمجھ سکتا ہوں باس۔ یہ زبان نائجیریا کے نشیبی حصے میں بولی جاتی ہے مگر یہ گیت عجیب ہے اس سے دشمنی کی بو نہیں آتی۔ یہ گیت پسندیدہ مہمانوں کے لئے مخصوص ہے۔"

" اوہ تب تو یہ یقیناً وہی آدم خور ہیں۔" مونیکا نے کہا۔

" آہا!" عمران خوش ہو کر بولا " اگر یہ بات ہے تو میں ان سے عورت پکانے کی ترکیب ضرور سیکھوں گا۔"

" بس اب ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے ورنہ گولی ماردوں گی۔"

" ڈرو نہیں!" اچانک جھاڑیوں سے آواز آئی۔" اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ویسے تم یہ تو دیکھ ہی چکے ہو کہ تمہارے آتشی حربے بیکار ہو کر رہ گئے ہیں، تم سب ابھی اور اسی جگہ ختم کیے جا سکتے ہو۔"

" ارے یہ کون ہے؟" مونیکا بوکھلا کر جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگی، یہ تو کوئی انگریز ہی معلوم ہوتا ہے۔"

جنگلیوں کا رقص نقطۂ عروج پر پہنچ کر تھم گیا تھا اور اب وہ پھر پہلے کی طرح خاموش کھڑے تھے ان کی آنکھوں میں اب پھر وہی پہلے کی سی اداسی اور ماحول سے بے تعلقی پائی جاتی تھی یہ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ انہوں نے ذرا سی دیر قبل کوئی طوفانی رقص پیش کیا ہوگا۔ بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی مشین چلتے چلتے اچانک رک گئی ہو۔ رکی ہوئی مشین کے پرزوں سے یہ تو نہیں ظاہر ہو سکتا کہ وہ ایک ہی سیکنڈ پہلے چل رہی تھی۔

" جوزف اب میں تمہارے لیے ایک جنگلی دھن بجانے جا رہا ہوں۔ تم بھی ناچو۔ ڈرو مت۔ کیا تم نہیں جانتے۔ ہر وقت پچیسیوں خبیث اور پچاسوں چڑیلیں میرے پیچھے لگی رہتی ہیں۔"

" او خدا کے لئے اس قصے کو جلدی ختم کرو۔" مونیکا نے عمران کو جھنجھوڑ کر کہا۔ ماؤتھ آرگن پھر اس کے ہونٹوں سے نکل آیا اور وہ کراہ کر بولا۔ "تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں.... وہ ناچ کر مجھے غصہ دلاتے ہیں، میں بجانے لگتا ہوں۔ پچھلے سال میں ایک قوال کی ضد میں رات بھر حلق پھاڑتا رہا تھا۔ قوالی سمجھتی ہو نا!"

" میں کچھ بھی نہیں سمجھتی۔ آخر یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

" یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے میگزین پر قبضہ کر کے ہمیں نہتا کر دیں۔ ارے باپ رے وہ دیکھو!"

عمران ساحل کی طرف مڑا تھا۔ انداز ایسا تھا کہ وہ سب ہی اسی جانب دیکھنے لگے تھے۔ ان کی کشتی بہت دور جا چکی تھی۔

" یہ کمبخت پائلٹ بھی ڈر کر بھاگ نکلا۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔" اب کیا ہوگا اب واپسی کی امید نہ رکھو۔ وہ اس کی پرواہ کیے بغیر آگے ہی بڑھتا جائے گا کہ اتنا لمبا سفر اس کے اکیلے کے بس کا روگ نہیں!"

" سب تمہاری بدولت ہوا ہے۔" مونیکا چیخی" اگر تم ہام کے آدمیوں کو صورت حال سے آگاہ کر دیتے تو ہم ادھر آنے کی حماقت نہ کرتے۔"

" آپس میں جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" جھاڑیوں سے پھر آواز آئی۔" تمہیں اپنی سلامتی میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ میرے بلکہ اس پجارن کے الفاظ ہیں جو ہزاروں سال سے زندہ ہے جو کبھی نہیں مرتی صرف چند دنوں کے لئے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ وہ نور کا مجسمہ ہے؟"

" ہائیں!" عمران دونوں ہاتھ اٹھا کر پُر مسرت لہجے میں چیخا۔" وہ یہاں ہے.... یہاں اس جزیرے میں.... میرے خدا.... اوہ.... اوہ۔"

" کیوں؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟" جھاڑیوں سے آواز آئی۔

" ہائے یہ نہ پوچھو! میں اسی کی تلاش میں ساڑھے پچیس بار پیدا ہو چکا ہوں۔ پہلے یونان میں پیدا ہوا تھا.... لیکن وہ اس وقت مصر میں تھی.... جب مصر میں پیدا ہوا.... تو معلوم ہوا کہ اب وہ تبت میں ہے.... تبت میں پیدا ہونے کی ہمت نہیں پڑی تھی.... کیوں کہ چپٹی ناکوں سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے.... بہر حال آخری بار ہنالولو میں پیدا ہو کر سیدھا یہیں چلا آرہا ہوں.... اگر یہاں بھی نہ ملی تو میں اب پیدا ہونا ہی چھوڑ دوں گا۔"

" تم کیسی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔" اس بار آواز غصیلی تھی.... " اس پارٹی کا راہبر کون ہے سامنے آئے۔"

" میں راہبر ہوں جناب!" ہام نے آگے بڑھ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

" اپنے آدمیوں سے کہو کہ غیر مسلح ہو جائیں۔"

" بہت بہتر جناب!" ہام نے کہا

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔" مونیکا بولی۔

"لیڈی مونیکا! عقل سے کام لو۔ کشتی واپس جا چکی ہے۔ ہم ہر طرح ان کے قبضے میں ہیں۔ اپنی فائرنگ کا انجام بھی دیکھا ہے۔"

ہام کے کہنے پر سب غیر مسلح ہو گئے۔ عمران تو پہلے ہی ٹامی گن پھینک چکا تھا۔ کسی کی جیب میں شکاری چاقو تک نہ رہ گیا۔

"ٹھیک ہے!" جھاڑیوں سے آواز آئی" اب ہر طرح مطمئن ہو جاؤ! چین کی نیندیں تمہیں آج ہی نصیب ہوں گی۔"

"مگر تم مجھ سے خواہ مخواہ ناراض ہو گئے ہو پیارے! عمران نے کہا" حالانکہ میں ہی تم لوگوں کا سب سے بڑا عقیدت مند ثابت ہوں گا۔"

"تم خاموش رہو۔" ہام نے آنکھیں دکھائیں۔

"ارے تم اس لہجے میں باس سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔" جوزف غرایا۔

"ہشت!" عمران بولا۔" جھگڑا نہ کرو۔ ہام ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے خاموش ہی رہنا چاہئے۔"

"سنو! خاموش ہو جاؤ۔" جھاڑیوں سے آواز آئی۔" مقدس پجارن کا حکم ہے کہ ہم تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیں.... تم دفینوں کی تلاش میں آئے ہو نا؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔

"فکر نہ کرو۔" پھر آواز آئی۔" ہم تو تارک الدنیا لوگ ہیں ہمیں دفینوں سے کیا سروکار؟ وہ تو ہماری ٹھوکروں سے پیدا ہوتے ہیں۔"

"ذرا ایک ٹھوکر اس جوزف کے بچے کو بھی رسید کرنا۔ تاکہ یہ شراب کے بیرل میں تبدیل ہو جائے۔" عمران نے ہانک لگائی اور جوزف بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

"آخر تمہاری پجارن کو ہم سے کیا سروکار؟" مونیکا نے پوچھا۔

"اس جزیرے کی ہر چیز سے مقدس پجارن کو سروکار ہے.... اچھا اب سفر کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

O

وہ چلتے رہے حتیٰ کہ سورج مغرب میں جھک گیا۔

راستہ حقیقتاً دشوار گزار تھا۔ صفدر محسوس کر رہا تھا کہ راہبر کے بغیر جنگلوں میں گھسنا دوسرے الفاظ میں موت کو دعوت دینا ہے۔ جنگلیوں نے ان کا سارا سامان سروں اور کاندھوں پر اٹھالیا تھا خود انہیں اس کی تکلیف نہیں برداشت کرنی پڑی تھی۔ لیکن وہ کہاں تھا جس کی آواز جھاڑیوں سے آئی تھی۔ عمران کے بیان کے مطابق وہ کوئی سفید فام تھا۔ لیکن اس قافلے میں وہ شریک نہیں تھا۔

ڈیزی کو ہوش آگیا تھا اور صفدر کے ساتھ چل رہی تھی۔ چل کیا رہی تھی بس وہی اسے چلا رہا تھا۔ قدم قدم پر وہ لڑکھڑاتی اور صفدر ہی اسے سہارا دیتا۔ اس کے علاوہ کسی اور نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ کس حال میں ہے۔

"سچ بتاؤ! یہ آدم خور تو نہیں ہیں۔" وہ بار بار پوچھتی اور صفدر بظاہر اسے تسلیاں تو دیتا لیکن حقیقتاً وہ خود بھی مطمئن نہیں تھا۔

دفعتاً اس نے عمران کی آواز سنی جو غالباً مونیکا سے کہہ رہا تھا" اب کیا میں خود بھی آدم خوری پر اتر آؤں۔ صبح سے بھوکا ہوں۔"

"اوہ.... اوہ.... کون کیا کہہ رہا ہے؟" ڈیزی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

صفدر کیا جواب دیتا۔ اس خوفزدہ لڑکی کو مطمئن کر دینا آسان کام نہیں تھا۔

قافلہ چلتا رہا۔ ہام کے ساتھیوں میں سے کئی تھکن کی وجہ سے لڑکھڑا رہے تھے۔ یا ہو سکتا ہے وہ بھی خائف رہے ہوں۔

"اب مجھ میں چلنے کی سکت نہیں رہ گئی۔ میں کیا کروں؟" ڈیزی ہانپتی ہوئی بولی۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ کیا اسے پسند کرو گی کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے چلوں۔"

"نہیں نہیں ٹھیک ہے۔ گھسٹتی رہوں گی کسی نہ کسی طرح۔ اف فوہ اب کتنا اندھیرا ہو گیا ہے۔ کیسا گھنا جنگل ہے۔ سورج کی ایک کرن کا بھی گزر نہیں یا پھر رات ہو گئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔ مگر اب یہ سفر کیسے جاری رہ سکے گا۔"

اندھیرا تو بڑھتا ہی جارہا ہے۔"

اچانک کسی نے چیخ کر کچھ کہا اور بار بار ایک ہی لفظ دہراتا رہا۔ وہ غالباً کوئی جنگلی ہی تھا۔

" باس!" جوزف عمران سے بولا۔" وہ رکنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔" پھر بلند آواز میں بولا" ٹھہر جاؤ رک جاؤ سب" ! یہ الفاظ اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

قافلہ رک گیا لیکن اتنا اندھیرا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو بہ آسانی پہچان نہیں سکتے تھے۔ دفعتاً جنگلیوں نے چیخنا شروع کر دیا اور ہام کے بعض ساتھیوں کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکلنے لگیں۔

" اوہ! خاموش خاموش۔ ڈرو نہیں۔" جوزف بلند آواز میں بولا۔" وہ اپنے دیوتا سے روشنی مانگ رہے ہیں۔ سورج مانگ رہے ہیں۔"

" میرے لئے چیونگم کے پیکٹ بھی مانگ لیں تو بہتر ہے۔" عمران نے کہا

" اوہ خدا کے لئے چپ رہو۔ تمہاری آواز مجھے زہر لگتی ہے۔" مونیکا نے کہا

ڈیزی صفدر سے کہہ رہی تھی۔" تمہارا ساتھی عجیب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے مستقبل کی فکر ہی نہ ہو۔ یا تو یہ پاگل ہے یا بھوت تمہارا کیا خیال ہے۔"

" کچھ بھی نہیں وہ ایسا ہی آدمی ہے۔"

" اب یہی دیکھو کہ ہم مرے جا رہے ہیں اور اسے صرف چیونگم کی فکر ہے۔ کالا آدمی اسے باس کہتا ہے کیا وہ اس کا ملازم ہے؟"

" ڈیزی، ڈیزی! تم کہاں ہو؟" دفعتاً مونیکا کی آواز آئی۔

" میرے ساتھ!" صفدر نے جواب دیا

" ٹھیک ہے۔ اس کا خیال رکھنا.... بے چاری لڑکی!"

" وہ مونیکا سے بھی نہیں ڈرتا۔" ڈیزی بولی

" مونیکا؟" صفدر ہنس پڑا۔" وہ بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے؟"

" مورن اور ہام اس کے سامنے ہکلانے لگتے ہیں۔"

" ہوگا۔ لیکن میرا ساتھی دوسری قسم کے لوگوں میں سے ہے اسے متاثر ہونا نہیں آتا۔ اس تعلق زیادہ نہ سوچو۔ ورنہ تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا۔"

" میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں۔ مگر وہ ایک مستقل خلش کی طرح میرے ذہن پر حاوی ہو گیا ہے۔"

" بُری علامت ہے۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

اچانک جنگلیوں کا شور اتنا بڑھ گیا کہ قریب کھڑے ہوئے دو آدمی بھی ایک دوسرے کی آواز سننے میں دشواری محسوس کرنے لگے۔ اور پھر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سچ مچ ایسا ہی محسوس ہوا جیسے سورج کا ایک ٹکڑا گھنیری شاخوں میں آپھنسا ہو۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ زمین پر گری ہوئی سوئی بھی دور سے دیکھی جاسکتی تھی۔

جنگلیوں نے خوشی کے تین نعرے لگائے اور جوزف بری طرح کانپنے لگا۔ دوسروں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ لیکن آواز صرف اسی کے حلق سے نکل رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ب باس! ہم یقیناً کسی جادوگر کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔ موت ہی ہمیں لائی ہے اس جزیرے میں۔"

عمران کسی شریر بچے کے سے انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا اس کے چہرے سے ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔

صفدر بھی کھسک کر اس کے قریب ہی آگیا تھا۔ ڈیزی بھی بڑھ آئی۔

" واقعی ہم کسی مصیبت کا شکار ہونے والے ہیں۔" صفدر نے کہا

" ہو چکے ہیں مائی ڈیئر مسٹر صفدر" عمران بولا" مگر یہ مسٹر کی ٹر اور صفدر کا در مجھے ہم قافیہ معلوم ہوتے ہیں.... کیا خیال ہے تمہارا.... اگر میں صرف ٹردر کہوں تو کیا حرج ہے؟"

"جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو لوگ اسی طرح پاگل ہو جاتے ہیں۔" صفدر جھلا گیا

" ہا.... آم.... دیکھو ٹردر ایک طرف ہو جاتے پر دوسری طرف باقی بچا مس صف۔ صف میں ی اور ہ کا اضافہ کئے دیتا ہوں۔ چلو بن گیا مس صفیہ۔ تو تم اس وقت بالکل مس صفیہ ہی کے انداز سے گفتگو کر رہے ہو.... اوئی اللہ ہم تو کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں.... ہائے دولہا بھائی اب کیا ہوگا۔"

صفدر بھنا کر خاموش ہو گیا۔

قافلہ پھر چل پڑا تھا۔ صفدر اس بار عمران کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا" ہم

یہاں کیوں آئے تھے؟"

" بکواس مت کرو۔ اس پر بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔"

" یہ روشن دائرہ ہمارے ساتھ ہی حرکت کر رہا ہے۔" مونیکا بولی۔" مگر نہ تو شاخوں میں الجھتا ہے اور نہ اس کی رفتار میں کمی آتی ہے۔ آخر ہے کیا بلا؟"

" بناسپتی سورج.... ایسا ہی سورج اب سے پچاس سال پہلے میرے دادا نے بھی بنایا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

" میں نے تم سے نہیں پوچھا۔"

" میں نے اپنے فرشتوں کو بتایا ہے۔"

" مجھ سے سنو۔ میں جانتا ہوں۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا" یہ لوگ میتسو کے پجاری معلوم ہوتے ہیں جو ریز دیعنی سورج دیوتا کا بیٹا ہے۔"

" اور کچے شلجم چبانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔" عمران نے ٹکرا لگایا۔

"تم پھر بولے۔"

"اچھا شب تاریک کے بچے تم ہی بولے جاؤ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

" میں مم.... میں کیا بولوں باس.... یہ پوچھ رہی تھیں۔"

اب وہ نشیب میں اتر رہے تھے۔ ایسی ہی ڈھلان تھی کہ اگر روشنی نہ ہوتی تو کوئی اپنے ہاتھ پیر توڑ بیٹھتے۔

" اب تو میں گری.... میں گر رہی ہوں.... مسٹر صف...."

ڈیزی جھومتی ہوئی صفدر پر آگری اور اس نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا۔ ورنہ جھٹکا تو ایسا ہی تھا کہ دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے چلے جاتے۔

اندازہ کرنا دشوار تھا کہ ڈھلان کا اختتام کہاں ہوا ہوگا کیونکہ ساری راہ جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی ہر دو چار قدم کے بعد راستہ بنانے کے لئے جھاڑیاں ہٹانی پڑتی تھیں لیکن وہ پگڈنڈی انسانی قدموں ہی کی بنائی ہوئی تھی اور اسے استعمال کرنے والوں نے مصلحتاً اس پر جھاڑیاں جھکی رہنے دی تھیں۔ جہاں سے انہوں نے سفر شروع کیا تھا وہاں بھی کم از کم وہ تو راستہ تلاش کرنے میں ناکام ہی رہتے حالانکہ وہاں وہ پگڈنڈی نہیں بلکہ ایک کشادہ سڑک معلوم ہوتی تھی۔ مگر کسے اندازہ ہوتا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے کیا ہے؟۔

وہ بڑی احتیاط سے نیچے اترتے رہے۔ یہاں بھی راستہ اتنا کشادہ ضرور تھا کہ دو آدمی برابر چل سکیں۔ ڈیزی صفدر کے شانے پر جھول گئی تھی۔

" میں معافی چاہتی ہوں۔ اب میرے پیروں میں قوت نہیں رہ گئی۔" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں کہہ رہی تھی۔" تمہارے علاوہ مجھے اور سب درندے معلوم ہوتے ہیں۔"

صفدر کو اخلاقاً اس کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔ ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ہمدردی کا شائبہ بھی اس کے ذہن کے کسی گوشے میں موجود نہیں تھا۔

یک بیک عمران کے ماؤتھ آرگن کی آواز فضا میں گونجنے لگی اور جوزف نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا" کیا کرتے ہو باس! کہیں سانپ نہ نکلنے لگیں۔"

" میرا بس چلے تو تمہیں قتل ہی کر دوں۔" مونیکا کی آواز آئی۔

روشنی کا دائرہ یکساں رفتار سے اب بھی ان کے سروں پر پرواز کر رہا تھا۔ لیکن اس جانب نظر اٹھانا بھی دشوار تھا۔ ڈھلوان شروع ہونے سے پہلے ایک بار صفدر سے ایسی حماقت سرزد ہوئی تھی۔ لیکن نتیجے کے طور پر دیر تک اس کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے گنجان دائرے رقص کرتے رہے تھے اور اس وقت ڈیزی ہی نے اسے سہارا دیا تھا۔ ورنہ وہ ایک قدم بھی نہ چل سکتا۔ سورج پر تو ایک بار اڑتی نظر ڈالنا ممکن تھا لیکن اس روشن دائرے پر خدا کی پناہ! صفدر کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے آنکھیں حلقوں سے نکل کر پھٹ جائیں گی۔

دفعتاً آگے چلنے والے جنگلی رک گئے ان میں سے ایک چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔

" او باس.... " جوزف بولا۔" وہ مجھے بلا رہا ہے۔"

" جاؤ! ابے ہاں دیکھو! ذرا معلوم کرنا کہ ان لوگوں کو نشے پانی سے بھی کچھ دلچسپی ہے یا نہیں؟"

جوزف انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ جو جہاں رکا تھا وہیں کھڑا رہا۔

" مجھ پر غشی سی طاری ہو رہی ہے۔" ڈیزی نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا اور صفدر نے جوزف کو آواز دی۔" جوزف! ان سے کہو اب ہم نہیں چل سکیں گے۔"

" اوہ شکریہ!" ڈیزی بولی۔" تم میں اتنی ہمت تو ہے کہ اس اسپرٹ میں گفتگو کر سکو اور سب تو مر کر ہی رہ گئے ہیں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ سبھی ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ عمران کا ماؤتھ آرگن بھی خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جوزف واپس آگیا۔

"میں کہتا ہوں باس! اگر میں ساتھ نہ ہوتا تو تم لوگ کیا کرتے۔" اس نے کہا۔

"تمہاری یاد میں روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔"

"نہیں باس! وہ پُراسرار قوت جانتی تھی کہ میں ساتھ ہوں۔"

"کیا بکواس ہے.... جلد کہہ چکو۔"

"آگے راستہ نہیں ہے اور وہ ایک غار میں اترنے کو کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ دیوتا کا سورج اس جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔ اگر تمہارے پاس روشنی کے لئے کچھ ہو تو نکالو۔ اور ہاں! اب اس وقت آگے نہیں جائیں گے۔ کتنی سردی ہے۔ باس یہاں!! ابھی تک احساس نہیں ہوا تھا۔ اب رکے ہیں تو...."

"میں نے کیا کہا تھا تم سے؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اوہ۔ ہاں! وہ نشہ نہیں استعمال کرتے میں نے پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر وہ نشہ استعمال کریں گے تو ان پر دیوتا کا قہر نازل ہو گا۔"

"پتہ نہیں کیسا نامعقول دیوتا ہے۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

ہام نے پیٹرومیکس اور کیروسین لیمپ نکلوائے۔ ویسے ان کے پاس کاربائیڈ لیمپس بھی تھے اور وافر مقدار میں کاربائیڈ بھی۔ لیکن وہ اسے آئندہ کے لئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ سب غار میں اترتے چلے گئے لیکن عمران سب سے پیچھے رہ جانے کے لئے ایک جگہ رک گیا تھا۔ روشنی کا دائرہ اب متحرک نہیں تھا لیکن روشنی بدستور پھیلی ہوئی تھی۔

عمران غار کے دہانے پر کھسک آیا۔ یہاں اب اس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ غالباً وہ اس روشن دائرے کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

پھر اسے غار ہی میں اترنا پڑا کیونکہ وہ اس روشنی سے بچنا بھی چاہتا تھا۔

یک بیک وہ روشن دائرہ کسی الیکٹرک لیمپ کی ہی طرح بجھ گیا اور عمران نے ایک طویل سانس لی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس سے ایک زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ نہ تو اب قافلے والوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور نہ پیٹرومیکس لیمپ کی روشنی ہی نظر

آرہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک وہیں بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر مڑ کر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ کاندھے سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے میں ایک الیکٹرک ٹارچ بھی تو تھی۔

وہ راستے بھر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا آیا تھا لیکن اس کا ذہن بری طرح الجھا رہا تھا۔ کیا یہ حقیقتاً بوغا ہی کا جزیرہ تھا یا غلط فہمی کی بناء پر وہ کسی دوسری راہ پر آ لگا تھا!

ٹارچ روشن کر کے وہ آگے بڑھتا رہا اس کے قدموں کی آواز غار میں گونج رہی تھی وہ غار تو گویا شیطان کی آنت ہی بن کر رہ گیا تھا۔ کہیں سرنگ کی شکل اختیار کرتا اور کہیں اتنا کشادہ نظر آتا کہ عمران کو رک کر چاروں طرف روشنی ڈالنی پڑتی۔ اس کے ساتھی کہاں تھے؟ تقریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے باوجود بھی ان کا سراغ نہ مل سکا اور پھر اسے سوچنا پڑا کہ کہیں وہ غلط راستے پر نہ آ پڑا ہو۔

غار کی ساخت ایسی ہی تھی کہ اس کی کچھ شاخیں بھی ہو سکتی تھیں مگر سوال تو یہ تھا کہ وہ آگے ہی بڑھتا رہے یا پھر دہانے کی طرف واپس جا کر از سر نو تلاش کا آغاز کرے۔

ابھی وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا تھا کہ یک بیک ایک گوشے میں ہلکی سی روشنی دکھائی دی اور غیر ارادی طور پر اس کے قدم اسی جانب اٹھ گئے۔

روشنی ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ سے پھوٹ رہی تھی قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس کا مخرج ایک اتنا بڑا سوراخ تھا جس سے سینے کے بل کھسکتا ہوا وہ بآسانی گزر سکتا۔ تھوڑی دیر تک اسی پتھر پر ہاتھ ٹیکے جھکا رہا۔ پھر سوراخ کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی دوسری طرف جھانکنے کے لئے اپنا چہرہ اس کے قریب لے گیا کسی نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ اس نے مصلحتاً ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ ایسا بن گیا جیسے گردن پر وہ ہاتھ قضا ہی کا ہاتھ ثابت ہوا ہو۔ پھر کچھ کر گزرنے کا وقت تو وہی تھا۔ جب ایک جھٹکے کے ساتھ اسے پیچھے کی جانب کھینچا گیا تھا۔ ٹارچ والا بھرپور ہاتھ حملہ آور کے منہ پر پڑا۔ عمران برق کی سی سرعت سے پلٹا تھا اور اس کی گردن حملہ آور کی گرفت سے نکل گئی تھی۔

پھر اس نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ نیچے تھا اور عمران اس طرح چھاتی پر سوار اس کا گلا گھونٹ رہا تھا جیسے سانس لینے کی بھی مہلت نہ دینے کا ارادہ رکھتا ہو!

O

صفدر کو یاد نہیں تھا کہ غار کے دہانے اور اس مقام کا درمیانی فاصلہ کس طرح طے ہوا تھا کیونکہ غار کے باہر ہی ڈیزی پر غشی طاری ہو گئی تھی اور اسے ہاتھوں پر اٹھانا پڑا تھا۔ پھر اسی حالت میں متواتر چلتے رہنا آسان کام تو نہیں تھا شاید وہ یہ بھی نہ بتا سکتا کہ اب جس جگہ سامان اتارا جا رہا تھا وہاں تک پہنچنے میں کتنا وقت صرف ہوا تھا۔ اس نے تو بس ڈیزی کو ایک طرف ڈال دیا تھا اور خود اکڑوں بیٹھ کر کسی فربہ مینڈک کی طرح ہانپنے لگا تھا۔

"خدا کی پناہ" ہام نے مونیکا سے کہا" یہ غار ہے یا کوئی کھوکھلا پہاڑ۔ تقریباً چار فرلانگ کا فاصلہ ضرور طے کیا ہوگا۔ لیکن کہیں آسمان کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دکھائی دی۔"

مونیکا کچھ نہ بولی۔ وہ ان جنگلیوں کو دیکھ رہی تھی جو اب شاید الاؤ روشن کرنے کی فکر میں تھے۔ ان میں سے کچھ کہیں سے خشک لکڑیاں لا لا کر ایک جگہ ڈھیر کرتے رہے مونیکا کبھی لکڑیوں کے ڈھیر کی جانب دیکھتی تھی اور کبھی بے ہوش ڈیزی کی طرف۔ پھر اس نے مضطربانہ انداز میں جوزف کا بازو پکڑتے ہوئے کہا " کہیں یہ آدم خور ہی نہ ہوں.... معلوم کرو.... معلوم کرو...."

" نہیں یہ آدم خور نہیں ہیں۔" جوزف نے جھٹکے کے ساتھ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔" مجھ سے دور ہی سے بات کیا کرو.... ہاں۔"

" کیا مطلب؟" مونیکا کی بھنویں سکڑ گئیں۔

" ہاتھ نہ لگایا کرو مجھے۔"

" دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟"

لیکن جوزف جواب دیئے بغیر جنگلیوں کی طرف بڑھ گیا۔ مونیکا اسے خون خوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹ پڑے گی۔

کچھ دیر بعد صفدر کی حالت سنبھل گئی۔ لیکن ڈیزی اب بھی بیہوش پڑی تھی ہام کے ساتھی کھانے پینے کا سامان نکال رہے تھے۔ ہام نے انہیں متنبہ کیا کہ شراب زیادہ مقدار میں نہ پئیں۔

جنگلی اب ان کی طرف سے لاپرواہ نظر آ رہے تھے۔ الاؤ روشن ہو گیا تھا۔

یک بیک صفدر کو عمران کا خیال آیا اور وہ تیزی سے مجمع کا جائزہ لینے لگا۔ بھلا اتنی دیر وہ خاموش کیسے بیٹھتا۔ اس نے سوچا پھر وہ کہاں ہے؟

دس منٹ کے اندر اندر ہی اس نے وہ ساری جگہیں دیکھ ڈالیں۔ جہاں جہاں اس کی پارٹی کے آدمی یا جنگلی موجود تھے لیکن عمران نہ ملا۔ پھر مونیکا آ ٹکرائی شاید وہ بھی عمران ہی کی تلاش میں تھی۔ صفدر نے اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے۔

" وہ کہاں ہے؟" مونیکا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا

" میں خود بھی اسی کی تلاش میں ہوں۔" صفدر نے جواب دیا۔

" اوہ میرے خدا" ! وہ اپنی گردن مسلتی ہوئی بولی۔" سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کن لوگوں کے چنگل میں آ پھنسے ہیں۔ کیا تم بتا سکو گے کہ ہم یہاں کس راستے سے آئے تھے۔"

" میں نے اس پر غور نہیں کیا۔"

" میرا دعویٰ ہے کہ تم راستہ نہیں تلاش کر سکو گے۔ میں نے ابھی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی!"

" ہم بوغا کی تلاش میں نکلے تھے نا؟"

" مگر کیا یہ بوغا کے آدمی ہیں؟" مونیکا نے حیرت سے کہا۔

" کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ میں تو اسے ایک اسمگلر کی حیثیت سے جانتا تھا۔ پھر تمہارے کاغذات نے اسے کسی جزیرے کا حکمران ثابت کیا۔ اور اب ہم ایسے لوگوں سے دوچار ہیں جن کا ٹامی گنیں بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ جن کا دیوتا اندھیری رات میں سورج پیدا کر سکتا ہے۔"

" آخر وہ کیا بلا تھی.... وہ روشنی...."

" اس پر تو وہی روشنی ڈال سکے گا جو خود بھی بعض شیطانی قوتوں کا مالک ہو۔"

" کون؟"

" میں عمران کے متعلق کہہ رہا ہوں مگر وہ ہے کہاں۔ ہام سے پوچھو شائد اس نے دیکھا ہو۔ کیونکہ وہ میرے اندازے کے مطابق سب سے پیچھے تھا۔ اوہ یہ جوزف کہاں گیا؟"

صفدر جوزف کو آوازیں دینے لگا اور مونیکا ہام کی طرف بڑھ گئی جو ایک آئل اسٹو پر غالباً کافی کے لئے پانی رکھے اس کے قریب ہی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

جوزف جنگلیوں کی بھیڑ ہی سے برآمد ہوا تھا۔

" بڑے ٹھس لوگ ہیں مسٹر صفدر! کسی معاملے میں بھی زبان نہیں کھولتے۔" اس نے قریب آکر کہا۔

" تمہارے باس کہاں ہیں؟"

" باس!... اوہ باس.... یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ سناٹا کیوں ہے!"

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

" وہ یہاں نہیں ہیں۔ میں دیر سے تلاش کر رہا ہوں۔" صفدر نے کہا

" اوہ نہیں!" جوزف نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں نکالیں پھر جلدی سے بولا" میں دیکھتا ہوں۔"

" ٹھہرو!" میرا خیال ہے کہ تم غار کے دہانے تک واپس نہیں جاسکو گے۔"

" کیوں؟"

" ہمیں تو راستہ نہیں مل سکا۔"

" یہ بہت برا ہے مسٹر صفدر! اور یہ کمبخت کسی ایسی بات کا جواب ہی نہیں دیتے جس کا تعلق ہماری یا ان کی ذات سے ہو۔"

" انہوں نے ہمارا اسلحہ کہاں رکھا ہے؟ ہمیں ایک بار پھر کوشش کرنی چاہئے۔"

" نہیں مسٹر صفدر میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا ہم کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ کوئی پُراسرار قوت ان کے ساتھ ہے۔"

مونیکا ہام سے گفتگو کرنے کے بعد تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔

" ہام نے اسے ڈھلان پر رکتے دیکھا تھا" وہ ہانپتی ہوئی بولی" اور اس کا خیال ہے کہ وہ غار میں داخل ہی نہیں ہوا تھا۔"

" خیال ہے یا یقین ہے؟"

" اوہ کچھ کرو باتوں سے کیا فائدہ؟ یہ حقیقت ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

صفدر نے ابھی تک اسے اتنی زیادہ پریشان نہیں دیکھا تھا۔

" جانے دو۔ تم اس سے تنگ بھی تو آگئی تھیں۔ راستے بھر برا بھلا کہتی آئی تھیں۔"

" فضول باتیں نہ کرو۔ چلو اسے تلاش کریں۔"

یک بیک کسی گوشے سے عجیب سی آواز آئی۔ وہ آواز کی جانب متوجہ ہوگئے بائیں طرف ایک بڑی چٹان پر تیز قسم کی روشنی نظر آئی۔ انہیں یقین تھا کہ آواز بھی اسی چٹان سے آئی تھی۔

پھر چاروں طرف سکوت طاری ہوگیا۔ کیونکہ روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی اور پیٹرومیکس لیمپ تو گویا اس کے آگے رونے لگے تھے۔

دفعتاً جنگلیوں نے ایک دل ہلا دینے والا نعرہ لگایا اور پھر سناٹا چھا گیا۔ ہام اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ کھسک کر ایک جگہ اکٹھا ہوگئے تھے۔ مونیکا صفدر اور جوزف نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

پھر چٹان کے پیچھے سے ایک ایسا مجسمہ ابھرا جو سر سے پیر تک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ واضح تھی ورنہ انگلیاں تک ڈھکی ہوئی تھیں! جنگلیوں نے پھر ایک نعرہ لگایا اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔

جوزف کانپ رہا تھا صفدر اس کفن پوش مجسمے کو گھورتا رہا جواب پھر آہستہ آہستہ چٹان کے عقب میں نیچے کھسکتا جا رہا تھا۔ اسی کے ساتھ گویا روشنی بھی سمٹ رہی تھی اور پھر وہ اس چٹان ہی تک محدود ہو کر گئی۔

مجسمہ غائب ہو چکا تھا۔ لیکن چٹان بدستور روشن رہی۔ اس وقت بھی یہ روشنی پیٹرومیکس لیمپ کی روشنی سے مختلف ہی معلوم ہو رہی تھی۔

" مم.... مسٹر صفدر!" جوزف ہکلایا۔

اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے پھر نعرہ لگایا اور زمین پر اٹھ گئے۔

" یہ کیا بلا تھی؟" مونیکا آہستہ سے بڑبڑائی صفدر کچھ نہ بولا۔ اسے تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے خواب دیکھ رہا تھا۔ ایسا بے سروپا خواب جو عموماً معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دفعتاً وہ چٹان کی طرف بڑھا اور مونیکا اسے روکنے لگی۔

دوسری طرف کئی جنگلی نیزے تان کر جھپٹے اور جوزف چیخنے لگا۔" ٹھہرو ٹھہر جاؤ مسٹر صفدر! یہ کیا کر رہے ہو۔ اتنے آدمیوں کی زندگیاں خطرے میں نہ ڈالو!"

صفدر کو رک ہی جانا پڑا۔ جنگلی بھی قریب پہنچ چکے تھے وہ نیزے تانے ہوئے چٹان کے

سامنے جم گئے اور ان میں سے ایک نے نیزہ ہلا کر جوزف سے کچھ کہا تھا۔

" پلٹ آؤ مسٹر صفدر! خدا کے لئے.... تم سمجھدار ہو۔" جوزف نے کہا۔

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے مڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان حالات سے کس طرح گلو خلاصی ہوگی۔ ٹھیک اسی وقت اس نے ڈیزی کی چیخ سنی۔ اسے ہوش آگیا تھا اور وہ ہاتھوں سے منہ چھپائے دوزانوں بیٹھی بری طرح کانپ رہی تھی۔

صفدر تو وہاں سے ہٹ گیا تھا لیکن جنگلی اب بھی چٹان کے قریب ہی موجود تھے۔

جوزف نے آگے بڑھ کر کہا" یہ کیا کر رہے تھے۔ خواہ مخواہ کسی نئی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جب تک چٹان پر روشنی موجود ہے کوئی ادھر نہیں جاسکتا!"

" جہنم میں گئی روشنی اور تم سب بھی...." صفدر غرایا اور ڈیزی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

O

" چھوڑ.... دو.... خدا کے لئے چھوڑ دو۔" عمران کا شکار گڑگڑایا۔" تم کوئی مہذب آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

زبان انگریزی تھی لیکن لہجے کے متعلق عمران صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔ گردن پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑگئی۔

" تم کون ہو؟" اس نے پوچھا

" ایک مصیبت زدہ.... تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے۔"

" کچھ دیر پہلے تمہیں بھی مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے تھی۔" عمران نے کہا

" میں اندازہ نہیں کرپایا تھا کہ تم کون ہو۔"

" آہا! اب پہچانا کہ میں تو تمہارا وہی پڑوسی انکل نام ہوں۔"

" نہیں! مطلب یہ کہ میں تمہیں کوئی جنگلی سمجھا تھا۔"

" ہائیں جنگلی۔ ذرا پھر تو سمجھنا۔ بھرتہ بنا کر رکھ دوں گا.... ہاں!"

" تم شاید نئے پھنسے ہو۔" مغلوب ہانپتا ہوا بولا۔" اسی لئے تمہاری آواز میں اتنی زندگی ہے"۔

عمران نے جیبیں ٹٹولیں اور جب اطمینان ہوگیا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو اچانک

حملے کے لئے کار آمد ثابت ہو سکے تو وہ اسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

" کھڑے ہو جاؤ! اور مجھے بتاؤ کہ اس طرف کیا ہے؟"

مغلوب اٹھ بیٹھا لیکن کھڑا نہیں ہوا شاید وہ اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا۔ وہ یقیناً کوئی یورپین ہی تھا۔ بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے اور جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔

" میں وہاں رہتا ہوں۔" اس نے کچھ دیر بعد سوراخ کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا

" تنہا یا اور کوئی بھی ساتھ ہے؟"

" کوئی بھی نہیں۔ مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا تم بھی کبھی دیوانگی کا شکار رہ چکے ہو مگر یہ سوال تو قطعی غیر ضروری ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہاں کیوں نظر آتے۔"

" آہا! تو یہ اس جزیرے کا پاگل خانہ ہے۔"

" ساری دنیا پاگل خانہ ہے جوان آدمی۔" مغلوب نے کھوکھلی سی آواز میں کہا۔

" اب سمجھا تم شاید کوئی فلسفی ہو؟"

" کاش فلسفی ہی ہوتا۔ فلسفیوں کو خزانے کی تلاش نہیں ہوتی۔"

" تو تم خزانے کی تلاش میں آئے تھے؟" عمران نے پوچھا۔

" میں نے اسی رجحان کو دیوانگی کہا تھا آخر مجھے کس چیز کی کمی تھی۔ اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے خزانے کا خبط سوار ہوا اور آج تم مجھے اس حال میں دیکھ رہے ہو"۔

" ٹھہرو! ذرا یہ بتاؤ کہ یہ غار اندازاً کتنا لمبا چوڑا ہوگا۔"

" غار!" مغلوب یک بیک ہنس پڑا۔" تم اسے غار کہہ رہے ہو یہ تو ایک شیطانی بھول بھلیاں ہیں۔ میں دو ماہ سے یہاں ہوں لیکن اس جگہ نہیں پہنچ سکا جہاں اس کا اختتام ہوا ہو۔"

" یہاں تم زندہ کس طرح ہو۔ کیا کھاتے ہو۔ کیا پیتے ہو؟"

" مجھے وہ جگہ معلوم ہے جہاں خشک لکڑیوں کا ڈھیر ہے اور وہیں وہ چیز بھی مل جاتی ہے جس سے بہ آسانی معدے کی آگ بجھائی جاسکتی ہے۔ جنگلیوں کی غذا.... دو ماہ سے میں نے وہ آگ نہیں بجھنے دی جس کی روشنی تم اس سوراخ میں دیکھ رہے ہو۔ دو ماہ سے میں نے سورج نہیں

دیکھا"۔

" بدنصیب ہو۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا" میں نے تو کچھ دیر پہلے اندھیرے میں سورج دیکھا تھا۔"

" ہاہا!" شکستہ حال آدمی وحشیانہ انداز میں ہنسنے لگا۔" پھر بولا۔" تو تم پوری طرح پھنس چکے ہو۔"

" میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو؟"

" خبیثوں کے جنگل میں آ پھنسے ہو اور خود ہی کچھ دنوں بعد میری ہی طرح خبیث ہو کر رہ جاؤ گے۔"

" ارے تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

" اب تو ہنسی ہی آتی ہے اس حال پر.... تمہارے پاس سگریٹ تو نہ ہو گی میں تمہیں ایک سگریٹ کے لئے قتل بھی کر سکتا ہوں.... اوہ تھیلے میں ایک آدھ بوتل بھی ہو گی.... کیوں؟"

" نہیں! مجھے تمباکو اور شراب دونوں ہی پسند نہیں ہیں۔"

" تب تم بھی یا تو خبیث ہو یا فرشتے۔"

" تم یہاں کیسے پہنچے تھے؟" عمران نے پوچھا

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا" وہیں چلو۔ یہاں ان خبیثوں سے مڈبھیڑ بھی ہو سکتی ہے۔"

" تو وہ نہیں جانتے کہ تم یہاں رہتے ہو؟"

" انہیں معلوم ہوتا تو اب تک میں نہ جانے کہاں پہنچتا۔"

" مگر یہ روشنی۔ کیا یہ انہیں اس طرف متوجہ نہیں کر سکتی؟"

" میں اس وقت اسے ڈھانکنا بھول گیا تھا۔"

" اچھی بات ہے پہلے تم چلو! میں نے تم پر اعتماد کر لیا ہے۔"

" کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ میں بھی تمہاری ہی طرح خدا پرست ہوں.... دھوئیں کے دیوتا کا پجاری نہیں۔"

عمران سوچ رہا تھا کہ یہ بھی کہیں انہیں آٹھ آدمیوں میں سے نہ ہو جن کا ایک ساتھی

مورن کے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بھی صفدر کے بیان کے مطابق ایسے ہی کسی دیوتا کی کہانی سنائی تھی۔

دوسرا آدمی سوراخ میں رینگ گیا پھر عمران نے بھی اس کی تقلید کی۔

اسے تو غار در غار ہی کہنا چاہئے۔ اس نے اندر پہنچ کر سوچا۔ ایک جانب سلگتی ہوئی لکڑیاں چیخ رہی تھیں اور یہاں کی محدود فضا کے لئے ان کی روشنی ناکافی نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شکستہ حال آدمی عمران کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔

" بیٹھ جاؤ۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا" میں تمہارے چرمی تھیلے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہوں کیا اس میں کھانے کی بھی کوئی چیز نہیں؟"

" ٹوتھ برش اور شیونگ اسٹک۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ ویسے جان بہار صابن خوش ذائقہ بھی ہوتا ہے ہمارے یہاں کی فلمی اداکارائیں اپنے حسن کی تازگی برقرار رکھنے کے لئے یہی صابن کھاتی ہیں۔ کہو تو پیش کروں۔"

اجنبی ہنسنے لگا۔ پھر سنجیدگی سے بولا" آج کتنے دنوں بعد مجھے ہنسی آئی ہے ہم آٹھ تھے لیکن پتہ نہیں بقیہ سات زندہ بھی ہوں یا...." وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا" ہم پہلے تو آدم خوروں کے جال میں جا پھنسے تھے۔ وہاں سے چھٹکارا ملا تو یہ مقبرہ نصیب ہوا۔"

" آدم خوروں سے کیسے نجات ملی تھی؟"

" بڑی مضحکہ خیز بات تھی انہوں نے کہا تھا کہ اپنی ہی جیسی کوئی سفید فام عورت ساتھ لاؤ گے تو آگے جانے دیں گے۔ ہمیں وہاں سے بھاگنا پڑا تھا۔ وہ تعاقب کرتے رہے تھے۔ درمیان میں ایک ندی آ پڑی اور ہم آگے بڑھنے سے معذور ہو گئے اس وقت تک ہم نے ایک فائر بھی نہیں کیا تھا لیکن اس موقعہ پر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا ہم فائرنگ کے لئے تیار تھے مگر اچانک وہ لوگ بھاگ ہی نکلے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس طرح بھاگ جانے کی کیا وجہ تھی۔ پھر ہم نے فائر نہیں کیے تھے۔ ایسے جنگل میں جو دیکھا بھالا نہ ہو فائرنگ کے سلسلے میں محتاط ہی رہنا چاہئے۔ پتہ نہیں کب کوئی دوسری بلا نازل ہو جائے مگر ہم پر تو دوسری بلا فائر کیے بغیر ہی نازل ہوئی تھی۔"

" کون سی بلا؟"

" یہی لوگ جنہوں نے میرے لیے یہ مقبرہ مہیا کیا ہے۔" اجنبی نے طویل سانس لے کر کہا" اچانک سینکڑوں جنگلیوں نے ہمیں گھیر لیا تھا ہم اتنے خوفزدہ ہوگئے تھے کہ غیر ارادی طور پر فائرنگ شروع کردی تھی۔ لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ ان میں سے کوئی زخمی تک نہیں ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہماری ساری گولیاں ان سے کترا کر ایک درخت کے تنے پر پڑ رہی تھیں۔ پھر ہم پکڑ لئے گئے تھے۔ ہماری رائفلیں چھن گئی تھیں اور ہمیں یہاں تک آنے پر مجبور کیا گیا تھا چلتے چلتے رات ہوگئی تھی اور ایک پر اسرار دائرہ جو سورج کی طرح روشن تھا۔ ہمارے ساتھ فضا میں پرواز کرتا رہا۔ دن کا اجالا بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا اس روشنی کے مقابلے میں۔ اتنی خیر گی مجھے آج بھی یاد ہے۔ خدا کی پناہ! سورج کی طرف دیکھنا تو آسان ہے مگر اس دائرے کی طرف .... اوہ .... اوہ .....۔"

وہ پھر خاموش ہوگیا۔ عمران الجھن میں مبتلا تھا اس کی خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کہانی کا خاتمہ ہو جائے تاکہ وہ معاملے کی بات کر سکے۔

" بہر حال ہم نے وہ رات یہیں بسر کی تھی۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا" اور دوسرے دن پھر سفر شروع ہوگیا تھا۔ ہم ایک بستی میں پہنچے تھے جہاں بے شمار جھونپڑیاں تھیں لیکن کیا ان جھونپڑیوں میں کسی سفید فام عورت کا پایا جانا تمہارے لئے حیرت انگیز نہ ہوگا؟"

" میرے لئے کچھ بھی حیرت انگیز نہیں ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا" اگر میں اس سفید فام عورت میں بے شمار جھونپڑیاں دیکھوں تب بھی میرے کان پر جوں نہیں رینگ سکتی۔"

" بہت چہک رہے ہو۔" اجنبی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا" لیکن کل تک تم کسی لاش ہی کی طرح بے حس ہو جاؤ گے۔"

" پرواہ نہ کرو بیان جاری رکھو۔"

" میں کچھ نہیں بتاؤں گا.... جہنم میں جاؤ۔"

" تم غلط سمجھے مجھے تمہارے بیان پر یقین ہے۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ مجھے وہاں کسی سفید فام عورت کی موجودگی پر حیرت نہ ہوگی۔ حیرت کے لئے وہ روشن دائرہ اور بیکار ہو جانے والی گولیاں ہی کیا کم ہیں۔ مگر ٹھہرو۔ کیا وہاں کسی نے تمہیں انگریزی ہی میں مخاطب کیا تھا۔

" اوہاں! یہ بتانا تو بھول ہی گیا۔ کسی نے خیال دلایا تھا کہ ہم اپنی ضائع ہونے والی گولیوں پر نظر رکھیں۔ بولنے والا دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہاں تو میں اس عورت کی بات کر رہا تھا۔ وہ مقدس پجارن کہلاتی ہے۔ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا رہتا ہے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم صرف اس کی آواز ہی سن کر پاگل ہو جاؤ گے۔"

" اس اطلاع کا شکریہ۔ اب میں اس کا سامنا ہونے سے پہلے ہی کان اکھڑوا دوں گا۔"

" پھر تم نے میرا مذاق اڑایا۔" اجنبی نے آنکھیں نکالیں۔

" کچھ بھی ہو میں تمہیں یہاں سسک سسک کر مرنے کے لئے نہیں چھوڑوں گا۔" عمران نے کہا۔

" کتنے آدمی ہیں تمہارے ساتھ؟"

" اٹھارہ"

" اوہ! کچھ بھی نہیں۔ اتنے آدمی کیا کرلیں گے۔ اور پھر...." وہ کچھ سوچنے لگا۔ اور عمران نے پوچھا۔" تمہاری کشتی تو ساحل ہی پر موجود ہوگی۔"

" کاش ایسا ہوتا۔" اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی۔" وہ تو پہلے ہی تباہ ہوگئی تھی یہ واقعہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ پانی کی سطح پر ایک چمکدار گولہ ابھر کر کشتی سے ٹکرایا تھا۔ اور کشتی کے پرخچے اڑ گئے تھے۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا" کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آدم خوروں نے تمہیں اس جگہ پہنچانے کے لئے ہی دوڑایا ہو۔ اگر یہ بات نہیں تھی تو پھر خود ہی کیوں غائب ہوگئے تھے"۔

" میں نے بھی اکثر اس پر غور کیا ہے اور اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔"

" خیر تو پھر تم اس بستی سے دوبارہ یہاں تک کیسے پہنچے تھے؟"

" میں اور میرا ساتھی نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ایک جگہ ہم دونوں بھی بچھڑ گئے۔ پتہ نہیں اس کا کیا اثر حشر ہوا ہو۔ ہم دونوں نے اپنی رائفلیں بھی کسی نہ کسی طرح حاصل کرلی تھیں۔ کچھ دن جنگل میں بھٹکتے رہنے کے بعد بالآخر مجھے اس عظیم غار کا دہانہ مل گیا تھا۔ یادداشت کے سہارے میں نے سفر جاری رکھا جو آج بھی جاری ہے لیکن غار کا دوسرا دہانہ آج

تک نہ مل سکا۔"

" اچھا مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے خشک لکڑیاں اور غذا حاصل کرتے ہو۔"

" اوہ.... غذا.... وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ایسی حیرت انگیز غذا بھی آج تک تمہاری نظروں سے نہ گذری ہو گی.... یہ دیکھو!"

وہ اٹھ کر ایک گوشے میں چلا گیا واپسی پر اس کے ہاتھ میں شکر قند سے ملتی جلتی کوئی چیز تھی۔ یہ دیکھو اسے آگ میں بھونتے ہیں۔ پھر اس کا چھلکا اتارنے پر اندر سے جو چیز نکلتی ہے وہ عمدہ قسم کے ابلے ہوئے چاولوں سے بہت مشابہ ہوتی ہے لذیز ہو یا نہ ہو پیٹ تو بھر ہی جاتا ہے اور جسمانی توانائی برقرار رہتی ہے۔ کیا تم بھوکے ہو؟"

" اس حد تک نہیں کہ شکر قند جیسی کوئی چیز نگل سکوں۔"

" پتھر چبانے پڑیں گے۔" اسے پھر غصہ آ گیا۔ "سارا کس بل نکل جائے گا۔"

" اٹھو اور مجھے بتاؤ کہ خشک لکڑیاں کہاں سے حاصل کرتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ میرے ساتھی وہیں ہوں گے۔"

" اب دوسری بار کیوں مصیبت میں پڑو گے۔"

" اوہ! میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا.... پارٹی میں دو عورتیں...."

" عورتیں.... ہی ہی.... " وہ عجیب سے انداز میں ہنسا اور اٹھتا ہوا بولا" چلو؟"

کشادہ غار میں پہنچ کر اجنبی نے کہا" ٹارچ مت روشن کرنا مجھے راستے کا اندازہ ہے۔ اب میں دوبارہ ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔

" عمران نے اس کا شانہ پکڑ لیا اور وہ چلتے رہے تقریباً دو یا تین منٹ بعد عمران نے محسوس کیا کہ وہ ایک پتلی سی دراڑ میں داخل ہو رہے ہیں یہ اتنی ہی تنگ تھی کہ دو آدمی برابر سے نہیں چل سکتے تھے یہاں گھٹن بھی محسوس ہونے لگی تھی شاید سو قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ پھر کھلی جگہ میں آ گئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اجنبی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی عمران زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر سنبھلنے کا موقع کسے ملتا۔ حملہ آور کئی تھے اور پھر اندھیرا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا ذرا ہی سی دیر میں وہ بے بس ہو کر رہ گیا۔

یک بیک اندھیرے میں چمکدار ستارے بھی اڑنے لگے کیونکہ سر پر پڑنے والی ضربیں ایسی

ہی شدید تھیں۔

" ارے ارے! ناریل نہیں کھوپڑی ہے بھائی۔" عمران کی زبان سے اتنا ہی نکل سکا تھا کے بعد تو اس کا ذہن بھی تاریکیوں ہی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

O

دوسرے دن وہ سورج نہ دیکھ سکے کیونکہ مطلع ابر آلود تھا۔ غار کے دہانے سے نکلتے ہی انہیں احساس ہوا تھا کہ اب وہ جنگلوں میں نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی راہ دشوار گذار جھاڑیوں ہی سے گذری تھی۔ پچھلی رات بھی وہ سو نہیں سکے تھے لہذا اس وقت قدم اٹھانا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا۔

ڈیزی کی حالت تو شروع ہی سے غیر ہو رہی تھی لیکن اب تو مونیکا کے چہرے پر بھی پہلی ہی نظر میں مُردنی سی محسوس کی جا سکتی تھی۔

صفدر عمران کے متعلق الجھن میں مبتلا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی حماقت بالآخر لے ہی ڈوبی ہو۔ جوزف صبح سے اس کے ہی بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

ہام مونیکا کے ساتھ ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ بقیہ لوگ ایسے بے تعلقانہ انداز میں چل رہے تھے جیسے اس سفر کا اختتام پھانسی کے تختے پر ہی ہونے والا ہو۔

" لیڈی مونیکا؟" ہام کہہ رہا تھا" پہلے ہم سب مر جائیں گے تب کہیں تم تک کسی کا ہاتھ پہنچے گا۔"

" ہوں!"

" تمہیں پریشان نہ ہونا چاہئے۔"

" ہام کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں موت سے ڈرتی ہوں!"

" پھر کیا بات ہے میں تمہارے چہرے پر تازگی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

" میں اپنے لئے نہیں اس کے لئے پریشان ہوں"

" اوہ! ملازمین اسی لیے ہوتے ہیں کہ آقا کے کام آ جائیں۔" ہام نے کہا۔

" ملازمین!" مونیکا نے حیرت سے کہا" تم غلط سمجھے وہ میرا ملازم نہیں دوست ہے ایسا دوست جو کئی بار میرے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال چکا ہے۔"

" میں سمجھا۔ شاید اس ملازم میں سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے۔" ہام نے طنزیہ لہجے میں

کہا۔

" اتنی بے دردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو" مونیکا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا" کیا تمہیں یاد نہیں کہ اس نے تمہاری بھی جان بچائی تھی۔"

" وہ تو لیڈی مونیکا کی ذہانت تھی۔"

" ہرگز نہیں میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ تمہارے اور مورن کے درمیان کیا ہے۔ میں تو شروع سے آخیر تک یہی سمجھتی رہی تھی کہ تم حقیقتاً کسی فلم کی شوٹنگ ہی کے سلسلہ میں یہاں آئے ہو۔"

" مگر تم اس طرح آئی ہی کیوں تھیں؟"

" ہمیں دفینوں کی تلاش میں یہاں آنا تھا۔ لیکن کشتی کا انتظام ممکن نہیں تھا ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں مجھے گاسکر کے پاس بھی جانا پڑا ہوگا۔ یہ بات مجھے اسی سے معلوم ہوئی تھی کہ تم کسی فلم کی شوٹنگ کے لئے ظلمات کے کسی جزیرے کا سفر کرنے والے ہو۔ اور تمہیں باربرداروں کی ضرورت ہے۔"

" کیا؟" ہام کے لہجے میں حیرت تھی" بھلا گاسکر کیا جانے کہ میں کہاں کا ارادہ رکھتا ہوں میں نے اسے نہیں بتایا تھا۔"

" میں نہیں جانتی کہ اسے کیسے معلوم ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے مورن ہی نے بتایا ہو۔"

" ممکن ہے۔ وہ تو شروع ہی سے مجھے دھوکا دیتا رہا تھا۔"

پھر دونوں ہی خاموش ہوگئے۔ دوسری طرف ڈیزی بھی عمران ہی کا تذکرہ کر رہی تھی۔

دوپہر کو وہ پھر ایک جگہ رُکے۔ اس بار قیام کھلے ہی میں ہوا تھا اور جنگلی ان کے گرد حلقہ بناتے رہے تھے۔ میگزین اب بھی ان کے قبضے میں تھا اور وہ بڑی ہوشیاری سے اس کی نگرانی کر رہے تھے۔

ان لوگوں کے پاس ابھی خشک روٹیوں کی وافر مقدار موجود تھی اور سالٹ میٹ بھی تھا۔ کافی کے لئے اسٹو روشن کیے گئے جوزف کو کھانے کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ تو ایک بڑے سے جگ میں رم انڈیل کر ایک طرف جا بیٹھا تھا۔ مونیکا ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی ویران آنکھوں سے خلا میں گھور رہی تھی۔ ڈیزی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ چند لمحے

کھڑی رہی پھر بیٹھتی ہوئی بولی۔

" تمہیں پژمردہ دیکھ کر میرا دل بھی ڈوبنے لگا ہے۔"

" اوں" مونیکا اس طرح چونکی تھی جیسے وہاں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔ چند لمحے خالی الذہنی کے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔" مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ مجھے تمہارے مشورے پر عمل کرنا چاہئے تھا۔"

" گذری باتوں کا تذکرہ ہی فضول ہے۔" ڈیزی نے کہا" دیکھو میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہ لاکٹ میرے علاوہ اور کسی کو راس نہیں آسکتا۔"

" ہاں.... آں.... لاکٹ اسی کے پاس تھا۔"

" میں بھی اس کے لئے بہت مغموم ہوں۔"

" کیوں؟" مونیکا پھر چونک کر اسے گھورنے لگی۔

" وہ کتنا عجیب تھا۔ جب تک ہمارے ساتھ رہا ہمیں مضمحل نہیں ہونے دیا۔ کچھ نہیں تو اس پر غصہ ہی آتا تھا اور تھوڑی دیر کے لئے ڈراؤنے اور غیر یقینی مستقبل کا خیال ذہن سے محو ہو جاتا تھا اس وقت بھی وہ ہمیں پژمردہ نہ ہونے دیتا۔"

" تم تو اس انداز میں گفتگو کر رہی ہو جیسے وہ مر ہی گیا ہو۔" مونیکا نے آنکھیں نکالیں۔

" نن۔ نہیں اوہ... غلط نہ سمجھو مطلب یہ کہ میں بھی اس کے لئے پریشان ہوں۔"

" وہ کبھی نہیں مر سکتا سمجھیں" مونیکا چیخ کر بولی اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں اور ہونٹ اس طرح کانپ رہے تھے جیسے شدید غصے نے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہو۔

" اوہ میں نے یہ کب کہا۔" ڈیزی کہتی ہوئی اٹھی اور خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگی۔

" نہیں تم سب یہی سمجھتے ہو۔" مونیکا اسی انداز میں چیخی۔" مگر میں کہتی ہوں۔ وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ کبھی نہیں۔ وہ معمولی آدمی نہیں ہے۔"

پھر وہ خاموش ہوگئی اور پہلے ہی کی طرح درخت کے تنے سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں۔

"کیا بات تھی؟" صفدر نے ڈیزی سے پوچھا جو اب اسی کے قریب کھڑی کانپ رہی تھی۔

" سب پر وحشت سوار ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا" سب جنگلی ہوگئے اب یہ خواہ مخواہ کھانے کو دوڑی تھی۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس سے زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ عام عورتوں سے بہت مختلف ہے۔ آخر بات کیا تھی؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے تمہارے ساتھی کا تذکرہ کیا تھا۔ بس بگڑ گئی۔ جو کچھ کہا تھا سنا ہی ہے تم نے۔ خدا کی قسم میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مر ہی گیا ہوگا۔ عجیب عورت ہے۔"

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور کچھ سوچنے لگا۔ ڈیزی پھر بولی "اسی لئے میں چاہتی تھی کہ لاکٹ میرے ہی پاس رہے۔ دوسروں پر وہ ضرور تباہی لائے گا۔"

"ہاں۔ آں! دیکھو تم بہت تھک گئی ہو میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کچھ دیر آرام کریں گے تم بھی سو جاؤ۔"

دفعتاً جوزف نے رونا شروع کر دیا۔ وہ پورا جگ ختم کر چکا تھا۔ غالباً یہ شب بیداری اور تھکن ہی تھی جس کی وجہ سے اسے اچھا خاصا نشہ ہو گیا تھا ورنہ بلانوشی کو نشے سے کیا سروکار۔ رونے کا انداز اتنا بھونڈا تھا کہ جنگلی بھی ہنس پڑے تھے۔

"اب اسے کیا ہو گیا؟" ہام نے مضحکانہ انداز میں صفدر سے پوچھا۔

"پوچھو! شاید تمہاری بات کا جواب دے ہی نکلے۔" صفدر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"میں ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔" جوزف بھوں بھوں روتا ہوا بولا۔ "پوچھو! کیا پوچھنا ہے؟"

کچھ پوچھنے کی بجائے سبھی ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ مونیکا کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"مجھے رونے دو" جوزف ہچکیاں لیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ میں شاید یتیم ہو گیا ہوں۔ وہ میرا اباپ تھا.... وہ میرا اباپ تھا۔"

"کیوں بکواس کر رہا ہے" مونیکا وحشیانہ انداز میں چیخی اور جھک کر ایک بڑا سا پتھر اٹھانے لگی۔

صفدر جھپٹ کر ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔ "کیا کر رہی ہو۔ وہ نشے میں ہے۔"

وہ سیدھی کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ ہلاتی ہوئی چیخی "تو پھر میں بھی پاگل ہو گئی ہوں۔ ہر اس

آدمی کا سر کچل دوں گی جو اس کے متعلق بری بات سوچے گا۔ سمجھے تم سب سن لو۔"

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے کوئی نہیں سوچ سکتا۔" صفدر اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف لے جاتا ہوا بولا "میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ اسی فکر میں ہوگا کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائے۔ ساتھ رہ کر کچھ نہ کر سکتا۔"

مونیکا ٹھنڈی پڑ گئی۔ صفدر کافی دیر تک اسے سمجھاتا رہا۔ اس دوران میں جوزف بھی خاموش ہو گیا تھا۔ مگر یہ خاموشی صرف رونے ہی کی حد تک تھی۔ زبان تو اب بھی چل رہی تھی۔ وہ ڈیزی سے عمران کی باتیں کر رہا تھا۔

دن ڈھلے سفر دوبارہ شروع ہوا۔ جوزف صفدر کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور اب اس کی ذہنی حالت اعتدال ہی پر تھی۔

دفعتاً صفدر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جوزف تمہیں جنگلوں کا تجربہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ یہ کیسے جنگل ہیں۔ اتنا سفر طے کر چکے لیکن ابھی تک کسی درندے کی آواز سنی اور نہ کسی سے مڈبھیڑ ہی ہوئی۔"

"تم نے بڑی اچھی بات سوچی مسٹر صفدر! ہاں یہ بڑی عجیب چیز ہے میں بھی اس کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا بھی تھا کہنے لگے یہ سب اسی دیوتا کی مہربانی ہے۔ جو خود بھی دھواں ہے اور دھوئیں ہی میں رہتا ہے اس نے سارے درندوں کو ختم کر دیا۔ اب وہ بے دھڑک جنگل کے تاریک ترین حصوں میں گھس سکتے ہیں اور مسٹر صفدر!" اس کی آواز سرگوشیوں میں تبدیل ہو گئی۔" میں ان جنگلیوں کو بھی شبہے کی نظر سے دیکھتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" صفدر نے پوچھا

"یہ نائیجیریا ہی کے جنگلوں کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے یہاں آ بسے ہیں" صفدر نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"یہ بھی درست ہے کہ ایسا ناممکن ہے" جوزف سر ہلا کر بولا "عقل کام نہیں کرتی کبھی میں بھی دیوتاؤں کا پجاری رہ چکا ہوں۔ لیکن مجھے آج تک کوئی دیوتا نظر نہیں آیا۔ لیکن یہ اپنے دیوتا کو دیکھتے بھی ہیں پچھلی رات والا کفن پوش تو تمہیں یاد ہی ہوگا۔"

"ہاں! کیا وہی تھا ان کا دیوتا؟"

" نہیں اسے تو وہ دیوتا کا سپہ سالار کہتے ہیں۔"

" خدا کی پناہ! یہ دیوتا ہے یا چنگیز خان!"

" باس نے بڑی زبردست غلطی کی ہے ہم بھوتوں کے جزیرے میں آ پھنسے ہیں مسٹر!"

" ہشت!" صفدر نے بُرا سا منہ بنایا۔

اچھا تو بتاؤ۔ وہ سورج کیسا تھا جس نے اندھیرے میں ہماری رہنمائی کی تھی۔ ٹامی گن تو اسی طرح بہک گئی تھی جیسے بیسیوں بوتلیں چڑھا لی ہوں۔ آخر ہماری گولیاں انہیں چھوڑ کر اس تنے پر کیوں پڑتی رہی تھیں؟"

صفدر کچھ نہ بولا۔ بولتا بھی کیا وہ خود بھی ابھی تک ان چیزوں کے متعلق کوئی واضح رائے نہیں قائم کر سکا تھا اور پھر وہ پچھلی رات والا کفن پوش۔

قافلہ بڑھتا رہا۔ اب وہ پھر نشیب میں اتر رہے تھے لیکن ڈھلان ایسی نہیں تھی کہ چلنے میں دشواری ہوتی۔ میلوں تک ہرا بھرا میدان پھیلا ہوا تھا۔ بھورے رنگ کی چٹانوں کا دور تک پتہ نہیں تھا۔ بعض جگہ گھریلو چوپایوں کے ریوڑ بھی چرتے ہوئے دکھائی دیتے۔ پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی میدان طے ہو گیا اب پھر انہیں دشوار گزار جنگل کا سامنا تھا۔

" کیا مصیبت ہے" ہام بڑبڑایا" کبھی ختم بھی ہو گا یہ سفر؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔ صفدر جوزف سے کہہ رہا تھا" گایوں کے ریوڑ تو کئی جگہ دکھائی دیتے تھے لیکن کوئی بستی نہ ملی۔"

" خدا رحم کرے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔" میرا خیال غلط نہیں ہے ہم بھوتوں کے جنگل میں آ پھنسے ہیں۔ کبھی گھٹتے ہوئے چاند والی راتوں میں تمہارے پیروں تلے کوئی انڈا آ کر تو نہیں ٹوٹا تھا؟"

" کیا بکواس ہے.... کیا مطلب؟"

" آہ! مجھے آج بھی یاد ہے مسٹر صفدر میں بچہ ہی تھا اس زمانے میں" جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔" ایک رات میرے پیروں تلے انڈا ٹوٹ گیا تھا اور میری ماں نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ دھاڑیں مار مار کر روئی تھی اور کہا تھا کہ میں کبھی نہ کبھی بھوتوں کے جنگل میں ضرور پھنسوں گا"۔

" کاش تمہارے باس نے یہ گفتگو سنی ہوتی۔"

" ہائے باس!" جوزف نے سسکیاں سی لیں اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے چیخ چیخ کر کچھ کہنا شروع کر دیا۔ وہ جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ جوزف تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر خود ہی بلند آواز میں کچھ بولا۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

" وہ کہہ رہے ہیں اپنے سر جھکا لو۔" جوزف نے انگریزی میں کہا اور اسکی آواز اتنی بلند تھی کہ انگریزی سمجھنے والے نزدیک و دور یکساں طور پر سن سکیں۔

" اپنے سر جھکا لو! کیوں کہ تم مقدس پجارن کی حدود میں داخل ہو رہے ہو!"

اور ہام دبی زبان سے گالیاں بک رہا تھا۔

O

عمران کو ہوش آ گیا تھا لیکن وہ آنکھیں بند کیے ہی پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے پہلے اپنے سارے حواس مجتمع کر لینا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں کس سچویشن کا سامنا ہو لہذا ذہن کو کم از کم اس قابل تو ہونا چاہئے کہ آنکھیں کھلتے ہی حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

کچھ دیر بعد اس نے خواہ مخواہ کراہ کر کروٹ لی اور آنکھیں کھول دیں چاروں طرف ہلکی روشنی نظر آئی۔ وہ غار ہی کے کسی حصے میں تھا۔ لیکن یہ روشنی.... یہ رُوشنی.... چراغ پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا!

ایک انسانی کھوپڑی تھی جس کی آنکھوں کے حلقے آگ کی لپٹیں اگل رہے تھے اسی لئے چاروں طرف بکھری ہوئی روشنی میں ہلکی سی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے محسوس کیا کہ اس کا چرمی تھیلا غائب ہے۔

یہ بہت برا ہوا۔ اس نے سوچا۔ مونیکا کے کاغذات بھی اسی تھیلے میں تھے۔

پھر اس نے اپنی جیب ٹٹولی اور کسی قدر مطمئن نظر آنے لگا۔

اجنبی بھی قریب ہی اوندھا پڑا ہوا تھا۔ عمران دونوں ہاتھوں سے اپنا سر ٹٹولنے لگا کئی جگہ ورم محسوس ہوا لیکن کھوپڑی بہر حال محفوظ تھی۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا ورنہ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ ضربیں کھوپڑی پھاڑ ہی دینے والی تھیں۔

وہ کھسکتا ہوا اجنبی کے قریب پہنچا اور جھک کر دیکھنے لگا کہ وہ کس حال میں ہے۔

"اوہ! شاید ہمارا آخری وقت قریب ہے۔" اجنبی آہستہ سے بولا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

" ذرا اُٹھ کر بیٹھ جاؤ پیارے! تاکہ میں تمہیں جی بھر کر دیکھ لوں۔" عمران کی آواز درد ناک تھی۔

" وہ کھوپڑی دیکھ رہے ہو؟" اجنبی نے پوچھا

" میری کھوپڑی اس سے زیادہ روشن ہے یقین نہ آئے تو خود ٹٹول کر دیکھ لو۔" آہا! دیکھو کہیں تمہاری کھوپڑی باغ و بہار بن کر نہ رہ گئی ہو۔"

" میرے سر میں کئی زخم ہیں۔"

" بہر حال دو کھوپڑیاں مل کر بہت کچھ کر سکتی ہیں۔"

اجنبی کراہ کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "کیا اس کھوپڑی کو یہاں سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے!"

" پہنچ سے باہر ہے کافی بلندی پر رکھی ہوئی ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔ یہ دیکھو کہ اس حصے میں پہلے کبھی آ چکے ہو یا نہیں؟"

وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جگہ زیادہ کشادہ نہیں تھی اسے بھی " غار در غار" ہی کہا جا سکتا تھا لیکن نکاسی کا راستہ کہیں بھی نہ دکھائی دیا۔

" پتہ نہیں تمہارا کیا حشر ہو۔" اجنبی بھرائی ہوئی آواز میں بولا" مجھے تو خیر مرنا ہی تھا ویسے بھی زندگی سے تنگ آ چکا ہوں۔"

" میں نے پوچھا تھا اس حصے میں پہلے بھی کبھی آئے ہو؟"

" نہیں!" اجنبی نے کہا اور کھوپڑی کو گھورنے لگا۔

عمران اٹھ کر گرد و پیش کا جائزہ لینے لگا تھا۔ دفعتاً بائیں جانب روشنی کی ایک پتلی سی لکیر نظر آئی جو غار میں پھیلی ہوئی روشنی سے مختلف تھی۔

قریب پہنچنے پر وہ ایک پتلی سی دراڑ ثابت ہوئی روشنی دوسری طرف سے پھوٹ رہی تھی۔

لیکن یہ دراڑ بس اتنی ہی کشادہ تھی کہ اس سے دوسری جانب بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اجنبی بھی اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

" ادھر کیا ہے؟ اس نے پوچھا

" روشنی کے علاوہ اور کچھ نہیں نظر آتا۔" عمران نے جواب دیا۔

پھر وہ غالباً کسی قسم کی آواز ہی سن کر تیزی سے مڑا تھا۔

" اوہ!" اس نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے سامنے ہی ایک کفن پوش کھڑا انہیں گھور رہا تھا اور اس کی پشت پر غار میں ایک اتنی کشادہ دراڑ نظر آ رہی تھی جس سے دو آدمی ایک ساتھ بہ آسانی گذر سکتے۔ اسے یقین تھا کہ اس نے ہوش آنے پر اس قسم کی کوئی دراڑ نہیں دیکھی تھی۔

اجنبی بھی اس نئے آنے والے کو آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا اس کی وضع قطع عجیب تھی سر سے پیر تک ایسے لباس میں ملبوس تھا جس سے صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔ داہنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز نما عصا تھا جس کے سرے پر ننھی ننھی نوکیلی برنجیاں سی ابھری ہوئی تھیں۔

" تمہیں وہ کاغذات کہاں سے ملے تھے؟" اس نے انہیں انگریزی میں مخاطب کیا۔

" بتاؤ!" عمران نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا۔

" اچھا تو تم وہی ہو۔" عمران کا ساتھی سر ہلا کر بولا" جس نے ہمیں جھاڑیوں سے مخاطب کیا تھا۔ تم انگریزی بول سکتے ہو مجھے کسی ایسے ہی بھوت کی تلاش تھی تم ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟"

" نجات کا راستہ یہی ہے میرے سوال کا جواب دو۔"

" جواب!" عمران کا ساتھی دانت پیس کر بولا" تم نے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ لیکن یہ ہاتھ اب بھی میرے قابو میں ہیں۔"

یک بیک وہ کفن پوش کی طرف بڑھا اور کفن پوش نے گرز نما عصا اس طرح اس کی جانب اٹھایا جیسے اسی سے اس کو پیچھے دھکیل دے گا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں سرے سے ابھری ہوئی برنجوں سے چنگاریوں کی پھوار سی نکل کر اس پر پڑی اور وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے کوٹ میں آگ لگ گئی تھی اور وہ اسے اتار پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

" ارے ٹھہرو ٹھہرو!" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا" ذرا مجھے سگریٹ تو سلگا لینے دو۔"

اس نے جیب سے ایک سگریٹ کیس نکالا تھا اور اسے کھول کر سگریٹ نکال رہا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو؟" ساتھی اپنے کپڑے نوچتا ہوا چیخا" بچاؤ.... مجھے بچاؤ! یہ کوٹ اتار دو!"

دفعتاً کفن پوش کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی اور وہ دراڑ میں الٹ گیا پھر چند لمحے ہاتھ پیر پٹختا رہا اور اس کے بعد ساکت ہوگیا۔ عمران کا ساتھی کوٹ اتار کر پھینک چکا تھا۔ لیکن پھر وہ اپنی تکلیف بھی بھول گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ کیونکہ اس نے عمران کو کفن پوش کی ٹانگیں پکڑ کر غار میں کھینچتے دیکھا۔

کفن پوش کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اور عمران اس کوشش میں تھا کہ اس کا سفید لباس خون آلودہ نہ ہونے پائے۔ بمشکل تمام وہ اس میں کامیاب ہو سکا۔

"یہ۔۔۔۔یہ۔۔۔۔کیسے ہوا؟" اس کا ساتھی ہکلایا۔

"نجات کا راستہ یہی ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا" لیکن یہ میرے سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں رہ گیا۔"

سگریٹ اب بھی اس کے ہونٹوں میں دبی ہوئی تھی۔

"کیا تم نے فائر کیا تھا۔ مگر میں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی اور نہ تمہارے ہاتھ میں ریوالور ہی دیکھا تھا۔"

"پرواہ مت کرو نشیلی آنکھیں بڑے بڑوں کا کام تمام کر دیتی ہیں۔"

یار تم عجیب آدمی ہو۔ آخر کیسے مار ڈالا اسے۔۔۔۔اف فوہ۔۔۔۔یہ گرز نما چیز

"خبردار اسے ہاتھ نہ لگانا"

"کیوں؟"

"اسے مجھ پر چھوڑ دو! ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی مصیبت نازل ہو جائے!"

O

بستی میں یہ ان کا تیسرا دن تھا لیکن ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ یہاں لائے جانے کا مقصد کیا ہے۔

بستی بے شمار چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل تھی ہر جھونپڑی کے سامنے دو تین گائیں ضرور نظر آئیں۔ اکثر جگہ بہت پرانی وضع کے چوبی ہل بھی دکھائی دیتے جن کا مطلب یہی تھا کہ باشندے کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں لہذا اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ آدم خور ہرگز نہ ہوں گے۔ مرد عموماً ننگے بدن دکھائی دیتے لیکن عورتیں پورے جسم ڈھانپتی تھیں۔ صفدر محسوس

کر رہا تھا کہ ان کے رکھ رکھاؤ میں بھی آدمیت پائی جاتی ہے۔

انہیں اب تک کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی تھی البتہ جوزف کا معاملہ دوسرا تھا اس نے تو یہاں قدم رکھتے ہی جنگلیوں کی شان میں قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے تھے کیونکہ انہوں نے شراب کے ذخیرے پر قبضہ کر کے اسے ضائع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ مقدس پجارن کی حدود میں نشہ آور چیزیں ممنوع ہیں۔

بہر حال جوزف کی حالت ابتر تھی وہ کسی لاش ہی کی طرح بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ مونیکا کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار مستقل ہو کر رہ گئے تھے۔ ڈیزی گو اب پہلے کی طرح خوفزدہ نہیں تھی لیکن اس کی آنکھوں میں ہر وقت ویرانی سی نظر آتی۔

ہام صبح سے شام تک بات بات پر گالیاں ہی بکتا رہتا۔ جھونپڑی کے باہر پہرہ دینے والے جنگلی اگر انگریزی سمجھتے ہوتے تو کب کا اسے نیزوں سے چھلنی کر ڈالا ہوتا۔

آج صبح ہی سے اس کے اور مونیکا کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہی تھیں۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوا تھا کہ مونیکا اسے مارنے دوڑی تھی لیکن صفدر درمیان میں آ گیا تھا۔

بقیہ لوگ تو قطعی بے تعلق تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تقدیر پر شاکر ہو گئے ہوں انہیں کسی سے بھی گلہ نہ ہو۔ خود ہی ذمہ دار ہوں مصائب کے۔

ہام کو دیکھتے وقت نہ تو ان کی آنکھوں میں نفرت ہوتی اور نہ غصہ حتیٰ کہ مونیکا کے طعنے بھی گراں نہیں گزرتے تھے۔ وہ انہیں بزدل اور بے حس کہتی لیکن وہ اس پر بھی جوش میں نہ آتے۔

مونیکا کا خیال تھا کہ انہیں لڑ مرنا چاہئے۔ انجام خواہ کچھ ہو۔ وہ یہ بھی بھلا بیٹھی تھی کہ اس سفر کا مقصد کیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مقصد کی طرف صفدر کا بھی دھیان نہیں جاتا تھا۔ حالات ہی ایسے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے سمگلر کی تلاش میں نکلا تھا۔ لیکن بھلا اس کا ان جادوگردں سے کیا تعلق۔ پتہ نہیں یہ لوگ کون تھے اور کیا چاہتے تھے۔

عمران کے متعلق وہ مونیکا کو تو تسلیاں دیتا رہتا تھا لیکن خود اسے یقین نہیں تھا کہ وہ زندہ ہی ہو گا۔ پھر مستقبل کے متعلق کچھ سوچنا ہی بیکار تھا۔

اگر ہام اور مونیکا کی جھڑپیں وقتاً فوقتاً چونکاتی نہ رہتیں تو وہ اتنا بھی نہ سوچ سکتا۔ جب پچھلی

کا عالم ہو تو ذہن اونگھتے ہی رہنے میں زیادہ لذّت محسوس کرتا ہے۔

اس وقت بھی دونوں لڑ پڑے تھے۔ ہام کہہ رہا تھا کہ یہ جنگلی آدم خور ہی ہیں۔ کسی خاص تقریب کے موقع پر ان دونوں کے کباب بنائیں گے۔ فی الحال تو مکئی کی روٹی کھلا کھلا کر انہیں فربہ کر رہے ہیں۔

" تم ذلیل ہو بکواس بند کرو" مونیکا دہاڑی۔" اگر وہ آدم خور ہیں تب بھی مجھے پرواہ نہیں لیکن میں تمہارا جسم نیزوں سے چھلنی ہوتا دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ہام نے اس پر قہقہہ لگا کر اسے اور زیادہ تاؤ دلایا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ہام کا یہ اذیت پسندانہ رجحان موجودہ بے بسی ہی کی پیداوار ہو۔

" اسے منع کرو۔" مونیکا نے صفدر سے کہا" ورنہ میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔"

" تم خواہ مخواہ کیوں چڑتی ہو..... بکنے دو!"

" یہ احسان فراموش اور ذلیل ہے۔"

" مجھ پر کسی کا کوئی احسان نہیں" ہام غصیلے لہجے میں بولا۔

" بتاؤں۔" مونیکا نے آنکھیں نکالیں۔

" بھئی اس سے کیا فائدہ؟ تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے۔" صفدر نے بیچ بچاؤ کرانا چاہا۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے ڈھول اور تاشوں کی آوازیں آئیں۔اور جھونپڑوں کے پہرے داروں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

صفدر جھپٹ کر جھونپڑے کے دروازے کے قریب آ گیا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ افق میں رنگین لہریئے پھوٹنے لگے تھے پیش منظر میں جنگلیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا۔ جو ناچتا گاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ قریب پہنچے۔ جھونپڑی کے گرد پھیل گئے اور ان کا رقص پہلے ہی کی طرح جاری رہا۔ البتہ وہ اب گا نہیں رہے تھے۔

دفعتاً پہرے داروں میں سے ایک نے انہیں مخاطب کر کے کچھ کہنا شروع کیا۔ جوزف زمین پر پڑا کروٹیں بدل رہا تھا اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے۔

" سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" صفدر نے اس پر جھکتے ہوئے کہا

" جہنم میں جائیں۔ کہہ رہے ہوں گے کچھ..... میں مر رہا ہوں۔۔'

تمہاری تکلیف کسی حد تک رفع ہو سکتی ہے۔"

" کیسے؟" جوزف ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

" میں جھوٹ نہیں بولتا۔ مگر پہلے تم اس کی بات سن کر مجھے بتاؤ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

جوزف چند لمحے پلکیں جھپکتا رہا پھر کھسکتا ہوا دروازے کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر ان لوگوں سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر صفدر سے بولا۔" وہ لوگ پارٹی لیڈر کو عبادت خانے میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

" کیوں؟"

" مقدس پجارن کا حکم"

" مم... مگر.... لیڈر" صفدر نے مایوسانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ وہ سبھی جوزف کے قریب آ گئے تھے۔ صفدر کی نظریں ہام کے چہرے پر رُک گئیں۔

" نہیں میری طرف نہ دیکھو" ہام نے ہاتھ ہلا کر زہریلے لہجے میں کہا" مجھ میں لیڈری کی صلاحیت نہیں ہے۔"

" تم نے اس کی طرف کیوں دیکھا تھا؟" مونیکا صفدر پر چڑھ دوڑی" تم بھی چوڑیاں پہن کر بیٹھو میں خود جاؤں گی۔"

" میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ ہام جیسے تجربہ کار آدمی پر سبقت لے جاؤں.... ورنہ!"

"تم ہی جاؤ۔" کیونکہ تم ایک بہت بڑے دانش مند آدمی کے ساتھی ہو۔"

" ضرور جاؤ۔" ہام بڑا سا منہ بنا کر بولا" تم بھی بڑے دانش مند بن جاؤ۔"

مونیکا پھر ہام کی طرف پلٹی ہی تھی کہ صفدر نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا میری استدعا ہے کہ خود کو قابو میں رکھو۔ اسے بکنے دو۔ ہمیں احتیاط سے کام لینا ہے۔"

" تاکہ احتیاط سے قبر میں پہنچ جائیں۔" ہام نے پاگلوں کے سے انداز میں قہقہہ لگایا۔

" تم نے مجھ سے کیا کہا تھا مسٹر صفدر۔" جوزف نے آگے پیچھے جھولتے ہوئے ہانک لگائی۔

" ہاں ٹھہرو میرے تھیلے میں رکٹی فائیڈ اسپرٹ کی ایک بوتل موجود ہے۔"

" آہا چلے گی۔" جوزف یک بیک اچھل پڑا۔" لاؤ نکالو جلدی کرو۔ یہ باسٹرڈ جھوٹے ہیں کہ یہاں نشہ آور چیزیں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے انہیں تاڑی پیتے دیکھا ہے۔ تاڑ کے درخت پر ہانڈیاں لٹکتی دیکھی ہیں۔ یہ سب فراڈ ہیں ان سے کہو کہ میرے لئے تاڑی ہی مہیا کر دیا کریں۔"

کچھ دیر بعد صفدر ان کے ساتھ جانے کے لئے باہر نکلنے لگا۔ لیکن دفعتاً ڈیزی راستہ روک کر بولی۔" تم نہ جاؤ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

" اے لڑکی! ہٹو سامنے سے۔" مونیکا کسی کٹکھنی کتیا کی طرح غرائی۔

ڈیزی سہم کر ایک طرف ہٹ گئی اور صفدر نے مونیکا سے کہا" میں کہتا ہوں دماغ ٹھنڈا رکھو۔ تمہیں اس بے چاری کا خیال رکھنا چاہئے۔"

" جاؤ سب ٹھیک ہے۔" مونیکا نے کھردرے لہجے میں کہا

ڈیزی صفدر کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔ زیادہ تر یہی کوشش کرتی کہ اس کے قریب ہی رہے۔ وہ کہتی تھی کہ اس پوری بھیڑ میں اس کے علاوہ اور کسی میں بھی اسے انسانیت نہیں نظر آتی۔

صفدر باہر نکلا اور جوزف نے چیخ کر کچھ کہا اور ناچنے گانے والوں کی ٹولیاں اس کے گرد اکٹھی ہونے لگیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہ ایک جانب چل پڑے صفدر بیچ میں تھا اور وہ دو دو کی قطار میں اس کے دونوں جانب چل رہے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ افق پر رنگین لہریئے پہلے کی بہ نسبت زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔ بسیرا لینے والے پرندوں کے شور سے فضا گونج رہی تھی عجیب سا پر اسرار ماحول تھا۔ بستی سے گزر کر اب وہ ایک پتھریلے راستے پر چل رہے تھے یہاں جھاڑیاں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ دشوار گزار تھا اندھیرے میں تو ادھر سے گزرنا خودکشی ہی کے مترادف ہوتا۔

جنگلی صفدر کو درمیان میں لئے ہوئے ایک ہی قطار میں آ گئے تھے۔ ابھی اتنا اندھیرا نہیں پھیلا تھا کہ وہ گڑھے اور کھائیاں نظر نہ آتیں جن سے قدم قدم پر سامنا ہو رہا تھا۔

یک بیک صفدر کو ایک بڑی سریلی سی آواز سنائی دی لیکن دور کی آواز تھی۔ نغمگی سے بھرپور نسوانی آواز اور اتار چڑھاؤ سے وہ کوئی گیت ہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے

گئے آواز قریب ہوتی گئی۔

پھر ایک مسطح جگہ پر پہنچ کر جنگلیوں نے اس کے گرد حلقہ بنالیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر صفدر کو ایک بڑی سی عمارت کے آثار نظر آئے۔ اتنی دھندلاہٹ تو پھیل ہی گئی تھی کہ تھوڑے فاصلے سے بھی عمارت کا تفصیلی جائزہ لینا مشکل ہوتا آواز اسی عمارت سے اب بھی آ رہی تھی۔ وہ یقیناً کوئی گیت ہی تھا لیکن الفاظ صفدر کے لئے غیر مانوس تھے.... آواز.... آواز.... کیسی آواز تھی.... صفدر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا وجود آواز کے ہر اتار کے ساتھ فضا میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ کتنی گھلاوٹ تھی۔ کتنا رسیلا پن تھا۔

افق کے رنگین لہریئے سیاہی میں گھلتے جا رہے تھے۔ دفعتاً گیت تھم گیا۔ جنگلی بھی رک گئے اور ایسا معلوم ہوا جیسے زمین ہی گردش کرتے کرتے اچانک ساکن ہو گئی ہو۔

چند لمحے صرف جھینگروں کی جھائیں جھائیں فضا میں گونجتی رہی پھر ایک نسوانی آواز ابھری "خوش آمدید۔ اے راستی سے بھٹکے ہوئے انسان.... اس معبد کے در و دیوار سے تجھے دوستی کی بو آئے گی۔ آ... کہ تیرے گرد اندھیرے جال بن رہے ہیں آ... کہ تاریکیاں تجھے ہڑپ کرنے کے لئے بڑھ رہی ہیں آ... کہ یہاں روشنی تیری منتظر ہے۔"

صفدر آگے بڑھا لیکن جنگلیوں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی البتہ انہوں نے اسے راستہ دینے کے لئے حلقہ توڑ دیا تھا۔ صفدر پوری قوت سے قدم رکھتا ہوا عمارت کی طرف بڑھا جیسے ہی قریب پہنچا ایک دروازے میں روشنی کا جھماکہ سا ہوا۔ اور وہ جھجک کر ایک قدم پیچھے ہٹ آیا اس سے یہ فعل قطعی غیر ارادی طور پر سرزد ہوا تھا اسے خوف کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ ایک کھلا ہوا در تھا اس میں دروازے کے پاٹ نہیں تھے۔ مگر روشنی اب بھی موجود تھی صفدر آگے بڑھا۔ اسے توقع تھی کہ اندر کوئی ایسا آدمی ضرور موجود ہوگا جو اس کی راہنمائی کر سکے لیکن وہاں تو سناٹا تھا۔ قریب و دور ایک متنفس بھی نظر نہ آیا۔

در و دیوار سے خوشبوؤں کی لپٹیں سی نکلتی محسوس ہو رہی تھیں دفعتاً پھر وہی گیت شروع ہو گیا جسے وہ دور سے ہی سنتا آیا تھا مگر.... اوہ.... یہ گیت تو خوشبوؤں ہی کی طرح در و دیوار سے پھوٹ رہا تھا۔ صفدر کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ وہ خائف نہیں تھا اسے از خود رفتگی ہی کہنا چاہئے۔ خوشبوؤں کی لپٹیں اور گیت کی لے اسے ان دیکھے جہانوں کی جھلکیاں دکھا رہی تھیں اسے ایسا

محسوس ہو رہا تھا جیسے خود روئی کے گالے کی طرح فضا میں اڑتا پھر رہا ہو۔ گیت کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہلکورے لیتا ہوا بیکراں پہنائیوں میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ اس کے حواس پر صرف تین چیزیں مسلط تھیں۔ مدھم سی ٹھنڈی روشنی۔ نغمگی.... اور خوشبو.... ان کے علاوہ اور کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔

اس کے قدم اٹھتے رہے۔ بس وہ کسی ایسے اندھے کی طرح چلا جا رہا تھا جس کے ہاتھ میں لاٹھی بھی نہ ہو۔

دفعتاً ایک کریہہ سی جھنکار نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ جہاں تھا وہیں قدم رک گئے ہوش آیا.... روشنی اب بھی پھیلی ہوئی تھی.... خوشبوئیں اب بھی چکراتی پھر رہی تھیں.... لیکن گیت شاید سکوت کے ویرانوں میں جا سویا تھا۔

اس نے جھرجھری سی لی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ آگے راستہ مسدود تھا۔ سامنے ہی ایک اونچا سا اسٹیج نظر آیا۔ وسط میں فرش سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ کر فضا میں بل کھاتی ہوئی تحلیل ہوتی جا رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے آس پاس کوئی نظر بھی نہ آیا۔ وہ عورت کہاں تھی جس نے اسے "خوش آمدید" کہا تھا۔ کتنی شستہ انگریزی میں اسے مخاطب کیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے تین فٹ کے دائرے میں دھواں چکرانے لگا۔ فرش سے چھت تک لیکن کیا مجال کہ دھوئیں کی ایک باریک سی لکیر بھی اس محدود دائرے سے باہر نکلی ہو۔ کچھ دیر بعد صفدر نے محسوس کیا کہ دائرے کے وسط میں ایک تصویر سی ابھر رہی ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے خدوخال واضح ہوتے گئے اور پھر دفعتاً لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اس کی آنکھیں دھوکا نہیں دے سکتی تھیں۔ اور اسے اپنی یادداشت پر پورا بھروسہ تھا۔ یہ سو فیصدی بوغا تھا لیکن دھوئیں کے مجسمے کے روپ میں فرط حیرت سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں کیونکہ یہ مجسمہ حرکت بھی کر سکتا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا۔ ہونٹ ہلے تھے اور پھر صفدر نے بوغا کی آواز بھی صاف پہچانی تھی وہ کہہ رہا تھا۔

"دفینوں کی تلاش میں آئے ہو.... مگر کس کام کے وہ دفینے جو تمہارا پیٹ بھی نہ بھر سکیں تمہاری کشتی تباہ ہو چکی ہے۔ اس لئے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جاؤ.... سونے اور چاندی

کے ڈلے کھود نکالو اور انہیں اس طرح چبا کر نگلو کہ وہ ہضم ہو کر جزو بدن ہو جائیں۔ کر سکو گے ایسا؟ نہیں تو پھر ایڑیاں رگڑ کر مرنا پڑے گا۔ یہاں تم ایک من سونے کے عوض ایک مٹھی مکئی یا ایک پیالہ دودھ بھی نہ حاصل کر سکو گے۔"

صفدر کے ہونٹ تنفر آمیز انداز میں سکڑ گئے اور اس نے غصیلے لہجے میں کہا" کیا تم میری آواز سن سکو گے؟"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں؟"

"ہمیں یہاں اس طرح کیوں لایا گیا ہے؟"

"تاکہ تمہیں نجات کے راستے پر لگایا جا سکے کہ اصل چیز محنت ہے دولت نہیں۔ محنت ہی یہاں تمہارا پیٹ بھر سکے گی۔ تمہارے لئے آسائشیں مہیا کر سکے گی۔ سونے چاندی کے ٹکڑوں کے بدلے تمہیں یہاں اناج نہیں مل سکے گا۔ مگر ٹھہرو تم بہت دلیر معلوم ہوتے ہو کہ تمہیں کسی قسم کا سوال کرنے کا ہوش بھی رہا ورنہ یہاں تو لوگ عموماً غش کھا کر گر جاتے ہیں۔

صفدر نے سوچا کہ شاید وہ ابھی پہچانا نہیں جا سکا۔ اس لئے بہتر ہے کہ زیادہ باتیں نہ کی جائیں۔

"میں کمزور اعصاب کا آدمی نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"جو کچھ بھی ہو بہت خوب ہو۔ فائدے ہی فائدے میں رہو گے اچھا جاؤ بائیں جانب جو دروازہ ہے۔ اس سے گزر کر وہیں ٹھہرو تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے۔"

لیکن صفدر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آہستہ آہستہ مجسمے کے خدوخال دھندلے پڑنے لگے اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں صرف دھواں ہی چکراتا رہ گیا پھر دھوئیں کا حجم بھی کم ہونے لگا اور بالآخر وہی پتلی سی لکیر باقی رہ گئی۔

اب پھر پہلا ہی سا سکوت طاری تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر بائیں جانب والے دروازے کا رخ کیا۔

جیسے ہی وہ دروازے سے گزرا۔ کھٹاکے کی آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اوپر سے پتھر کی ایک سل پھسلتی ہوئی نیچے آئی تھی اور دروازہ بھی دیوار بن کر رہ گیا تھا۔

لیکن اس سے پہلے ہی صفدر کو اس کمرے میں ایک ایسا منظر دکھائی دیا تھا۔ جس نے دروازے

سے الجھنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس کے سارے ساتھی وہاں موجود تھے۔ لیکن کوئی بھی ہوش میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سبھی بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ پہلی نظر میں تو ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ مر چکے ہوں کچھ ہی دیر پہلے اس نے انہیں بستی کے ایک جھونپڑے میں چھوڑا تھا۔ آخر وہ وہاں کیسے آپہنچے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں لانے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا ہو۔

یہاں اتنی تیز روشنی نہیں تھی کہ ہر گوشے میں اجالا ہوتا۔ یک بیک ایک تاریک گوشے سے ایک عورت آگے بڑھی، وہ قدیم وضع کے سفید لبادے میں ملبوس تھی اور چہرہ بھی سفید ہی نقاب میں پوشیدہ تھا۔ البتہ سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز نما عصا تھا جس کے سرے پر نوکیلی برنجیاں سی ابھری ہوئی تھیں۔

"خوش آمدید" اس کی مترنم آواز کمرے میں گونجی اور پھر صفدر نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کسی بات پر بوکھلا گئی ہو۔ اسی طرح لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی تھی جیسے کوئی غیر متوقع چیز سامنے آگئی ہو۔ نقاب سے اس کی آنکھیں گویا ابلی پڑ رہی تھیں۔ پھر وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جو فرش پر بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے ہی لمحے میں صفدر نے اسے جھک جھک کر ہر ایک کا چہرہ دیکھتے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کسی خاص آدمی کی تلاش ہو۔

کچھ دیر بعد وہ سیدھی کھڑی ہو کر صفدر کی طرف مڑی اور اُسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ طویل راہداری سے گزر کر وہ پھر ایک بڑے کمرے میں پہنچے عورت اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

وہ اپنا عصا اٹھا کر بولی "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"ابھی تمہارا دیوتا خود ہی بتا چکا ہے کہ ہم دفینوں کی تلاش میں آئے ہیں۔" صفدر مسکرایا۔

"میں نہیں تسلیم کر سکتی۔"

"تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمہارا دیوتا احمق ہے بے پر کی اڑاتا ہے۔"

"دیوتا نے غلط نہیں کہا تھا۔ تم اسی بہانے سے آئے ہو لیکن میری روحانی قوت اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تم کسی دفینے کے لئے یہاں کا سفر اختیار کرو گے۔"

"نہ تسلیم کرے۔ اب تو آہی پھنسے ہیں۔"

"واپسی ناممکن ہو گی۔"

"مجھے علم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ ہماری کشتی یا تو واپس گئی ہو گی یا تباہ کر دی گئی ہو گی۔ میں بھی اب کچھ سمجھ رہا ہوں۔ مقدس پجارن! لیکن تمہارا دیوتا میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کیا سمجھ رہے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" صفدر نے لاپروائی سے کہا" اب تمہارا دوسرا اقدام کیا ہو گا؟"

"تمہارا لیڈر کہاں ہے؟"

"میں ہی لیڈر ہوں۔"

اسے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔"

"تمہاری مرضی!"

"ہوش میں آؤ۔ میں تمہیں اسی جگہ فنا کر دینے کی بھی قوت رکھتی ہوں۔"

"اپنی روحانی قوت سے کہو کہ مجھے پہچاننے کی کوشش کرے۔ وہ تمہیں بتائے گی کہ میری نظروں میں نہ موت کی کوئی اہمیت ہے اور نہ زندگی کی۔"

"اچھی بات ہے... تو سنبھلو!" اس نے اپنا عصا اٹھایا ہی تھا کہ پشت سے آواز آئی "ٹھہرو"!

عصا نیچے جھک گیا۔ صفدر بھی آواز کی جانب مڑا۔

اسے ایک دروازے میں وہی کفن پوش نظر آیا جسے وہ کچھ دن پہلے غار میں دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی عصا دکھائی دیا جیسا پجارن کے پاس تھا۔

''تم نے بغیر اجازت یہاں داخل ہونے کی جرات کیسے کی؟'' پجارن قہر آلود لہجہ میں بولی۔

''تم ...... میں ...... دیوتا کا پیشکار ......نہیں...... تھانیدار ......اوہ ...... کیا کہتے ہیں۔ سپہ سالار ہوں......!'' کفن پوش نے جواب دیا۔

''پاگل ہوا ہے......دفع ہو جا یہاں سے......!'' وہ چیخی۔''تو نے آج پھر پی لی ہے شاید اس کی سزا ملے گی تجھے۔''

"مجھے حق حاصل ہے کہ میں ہر ایک کو غلط اقدام سے باز رکھوں۔ تمہارا خیال غلط ہے کہ میں نشے میں ہوں۔ تم اسے فنا کرنے جا رہی تھیں۔ حالانکہ یہ دیوتا کی پالیسی کے خلاف ہے۔"

"تو مجھ سے بحث کر رہا ہے۔"

" دیوتا نے مجھے متبنٰی کر لیا ہے۔ اس لئے میں چاند ستاروں سے بھی بحث کر سکتا ہوں تمہاری کیا حقیقت ہے....اس وقت میری روحانی قوت خالص مکھن سے بھی زیادہ زوردار ثابت ہو سکتی ہے۔ پیاری تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا...."

عورت بے ساختہ اچھل پڑی اور صفدر پر تو گویا بم گر پڑا تھا کیونکہ اس نے عمران کی آواز صاف پہچانی تھی۔ اس سے پہلے وہ آواز بنا کر بولتا رہا تھا۔

شاید ایک منٹ تک کسی کی زبان سے کچھ نہیں نکلا تھا۔ پھر نقاب پوش عورت بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔" جاؤ چلے جاؤ یہاں سے تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔"

" پیدائشی پاگل سمجھ لو۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔"

" تم کیا چاہتے ہو؟"

" بوغا کی لاش....یا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا تعلق تم لوگوں سے ہو گا۔"

" وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

" تمہارے ہاتھوں تو میں اتنی بار مرا ہوں کہ اب خود کو بھوت کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

" دیوانے سچ مچ تمہاری موت آئی ہے۔ اسے تمہاری اس حرکت کی اطلاع ہو چکی ہو گی۔ تم نے جس آدمی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔ اس نے تمہارے قابو میں آنے سے قبل اسی عصا کے ذریعے اشارہ ضرور دیا ہو گا۔"

" پرواہ مت کرو۔ اب اس سفر کی تیاری کرنی ہے تمہیں جس کے لئے یہ سب کچھ ہوا ہے میں جانتا ہوں کہ دیوتا کا سپہ سالار اس سفر میں تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔"

" اوہ تو تم مجھے....مجبور کرو گے؟"

" پھر کیا تم اس سفر سے باز رہو گی؟"

" نہیں یہ لوگ تو یقینی طور پر جائیں گے لیکن تم دونوں...." وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔" نہیں میں اس بار تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

" کنفیوشس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کسی عورت کے ہاتھوں مرنے سے سرخاب کے پر

لگ جاتے ہیں۔"

" بکومت! چلو اسی کمرے میں جہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔"

" تھریسیا! ہوش میں آؤ تم اس وقت میری قید میں ہو۔ فرار کے سارے راستے مسدود کر چکا ہوں۔"

" احمق نہ بنو۔ تم یہاں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بوغا کو تمہاری اس حرکت کا علم ہو گیا ہو گا۔ ابھی اس نے صفدر سے گفتگو کی تھی میں اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ صفدر کو پہچانتا ہے۔ حالانکہ شاید ہزاروں میں بھی پہچان لے۔ تم دونوں اس کے لئے ایک مستقل الجھن بن کر رہ گئے ہو۔ لاتوشے میں اس نے تم سے ایک کام لینا چاہا تھا لیکن ناکامی کے بعد جھلا گیا ہے۔"

" مگر اس نے مجھے کیسے پہچانا ہو گا....وہ کہاں ہے؟"

" آج کل جزیرے ہی میں ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ملے گا۔"

" تم بھی نہیں جانتیں؟" عمران نے پوچھا

" ہرگز نہیں!"

" یہ تمہاری توہین ہے تھریسیا! میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ بوغا تم سے زیادہ اونچا مقام رکھتا ہو گا۔"

" شکریہ!" تھریسیا ہنس پڑی۔" لیکن تم میری انا کو ابھار کر مجھے بوغا کے خلاف نہیں اکسا سکو گے۔" وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔

" ٹھہرو! اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا" عمران نے گرز نما عصا اٹھا کر کہا لیکن تھریسیا ایک ہی جست میں پچھلی دیوار سے جا ٹکرائی اور صفدر کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے زمین اپنے محور سے ہٹ گئی ہو۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔

سمجھ ہی میں نہ آسکا کہ ہوا کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ذہنی جھٹکا رہا ہو جو اسے اس طرح فرش پر لے آیا تھا۔ بس اس نے بجلی کڑکنے کی سی آواز سنی تھی اور اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے تھے۔ قدم لڑکھڑائے تھے اور وہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

دفعتاً اس نے عمران کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی، سر آئزک نیوٹن کی ایسی کی تیسی پھر تھریسیا

کا قہقہہ سنائی دیا اور اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھا ہی رہ گیا۔ عمران کو جو بھی اس حالت میں دیکھتا اسے سکتہ ہی ہو جاتا۔ وہ فضا میں معلق بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہا تھا اور اس کے سر پر چھت میں ایک روشن دائرہ تیزی سے گردش کر رہا تھا اس کی روشنی کمرے میں پہلے سے پائی جانے والی روشنی سے بالکل مختلف تھی اور اس کا فوکس بھی محدود تھا۔

" سر آئزک نیوٹن کو گالیاں دے رہے ہو تم؟" تھریسیا نے پھر قہقہہ لگایا

" کیوں نہ دوں کشش ثقل کا مسئلہ ہی خبط ہو کر رہ گیا ہے اور مجھے نہیں یاد آتا کہ اس سلسلے میں کنفیوشس نے کیا کہا تھا۔"

" کنفیوشس نے یہی کہا ہو گا کہ ہر معاملے میں کود پڑنا افیون کھا کر سو رہنے سے بھی بدتر ہے۔ بس اب اسی طرح لٹکے رہو۔" تھریسیا نے کہا اور پھر صفدر کو گھورتی ہوئی بولی " اگر تم آگے بڑھے تو خاک کا ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گے۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ یوں بھی وہ غیر محتاط اقدامات کا قائل نہیں تھا۔ چپ چاپ اسی طرح بیٹھا رہا۔

" اب اس چیز کی کیا وقعت رہ گئی ہے جس کے بل بوتے پر تم مجھے اپنا قیدی سمجھ رہے تھے"۔ تھریسیا پھر عمران سے مخاطب ہوئی۔

" ہاں یہ بیکار ہو گیا ہے۔" عمران نے گرز نما عصا کو جنبش دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

" صرف بیکار ہی نہیں ہو گیا بلکہ اسی کی وجہ سے تم اس مصیبت میں مبتلا ہوئے ہو۔"

" آہا! اب یاد آیا کہ کنفیوشس نے کیا کہا تھا۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

" کیا کہا تھا" تھریسیا نے مضحکانہ لہجے میں پوچھا

" یہی کہ اگر بیوی بدزبان ہو تو چھوڑ دو۔ گھوڑا بے لگام ہو تو چھوڑ دو!"

یہ کہہ کر اس نے عصا ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ پھر خود تو دھم سے فرش پر آگرا اور عصا چھت والے روشن دائرے سے جا چپکا۔

" سمجھ دار ہو لیکن یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ میرے قریب آنے کا کیا انجام ہو گا۔"

''شاعری کرنے لگوں گا'' عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

" اب بتاؤ! ان تینوں آدمیوں کا کیا حشر ہوا؟"

" ایک تو اب حشر ہی کا منتظر رہے گا اور بقیہ دونوں وہیں قید ہیں۔"

" تمہارا کیا حشر ہونا چاہئے؟"

" بس ایک بار مسکرا کر دیکھ لو۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پھر کنفیوشش کچھ بھی کہا کرے مجھے پرواہ نہیں ہو گی۔"

" بکواس بند کرو۔" یک بیک تھریسیا غضب ناک ہو گئی۔ " اس بار میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

" مگر ابھی تو یہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہی تھیں۔"

" کسی طرح عصا تم سے حاصل کرنا تھا سمجھے! کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جانا۔ تم جیسے نہ جانے کتنے خاک میں مل چکے ہیں۔"

" اسے سمجھاؤ! کہ میں نے اس کے فراق میں کتنی راتیں سو کر گزاری ہیں۔" عمران نے صفدر سے کہا" اسے یقین دلاؤ کہ کتنی بار ہفتوں کا کھانا ایک ہی نشست میں کھا گیا ہوں"

" خاموش رہو اور چپ چاپ دوسری طرف مڑ جاؤ! تم بھی اٹھو" اس نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

صفدر چپ چاپ اٹھ گیا وہ اس گرز نما عصا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن اس نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ عصا ہاتھ سے نکل جانے کے بعد سے عمران کے رویہ میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اب وہ نہ تو پہلے کی طرح چہک رہا تھا اور نہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب بھی تھریسیا کو قہقہوں میں اڑاتا رہے گا۔ وہ بھی خاموشی سے دوسری جانب مڑ گیا تھا۔

" اسی کمرے کی جانب چل پڑو جہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔" تھریسیا کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

" چلو بھائی!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ " کنفیوشس نے اس موقع کے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہو گا۔ لیکن میری یادداشت پھر میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔"

وہ چلتے رہے۔ صفدر تھریسیا کے قدموں کی آواز بھی سن رہا تھا لیکن اس نے یا عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ صفدر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بوغا یہاں موجود نہیں ہے۔ مگر وہ خواہ کہیں بھی ہو انہیں اس کے سامنے ضرور پیش کیا جائے گا لہذا فی الحال اس کا امکان نہیں تھا کہ وہ اس سے پہلے

ہی مار ڈالے جائیں۔

یک بیک اس نے کسی قسم کی بو محسوس کر کے نتھنے سکوڑے۔ عمران بھی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا تھا۔ صفدر نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ سر چکرا گیا پھر اسے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا اور عمران نے کتنی دیر تک اپنے نتھنے چٹکی سے دبائے رکھے تھے۔

O

دوسری بار ہوش آنے پر اس نے سب سے پہلے مونیکا کی آواز سنی تھی۔ غالباً وہ کسی پر برس رہی تھی اس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن جنبش بھی نہ کر سکا۔ سارے جسم میں چبھن سی محسوس ہو رہی تھی ذہن ابھی پوری طرح صاف نہیں ہوا تھا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ فضا میں تیر رہا ہو• آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی تھی!

پھر آہستہ آہستہ اسے علم ہو سکا کہ اس کا سارا جسم رسیوں سے جکڑا ہوا ہے اور کروٹ بھی نہیں لے سکتا۔ سر پر بادلوں سے ڈھکا ہوا آسمان تھا اور وہ چت لیٹا ہوا اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے بادلوں کے پار دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

بہت سے قدموں کی آوازیں کانوں میں گونج رہی تھیں۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر اسے کیوں اس طرح لے جایا جا رہا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی تو شاید اپنے پیروں سے ہی چل رہے تھے تو پھر عمران کی حالت بھی اس سے مختلف نہ ہو گی وہ بھی اس طرح اسٹریچر میں جکڑ دیا گیا ہو گا اور دوسروں ہی کے کاندھوں پر اس کا بھی سفر جاری ہو گا۔ پھر اس نے جوزف کی آواز سنی جو شاید جنگلیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

صفدر صرف گردن گھما سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی آزاد نہیں تھے یک بیک اس نے تھریسیا کی آواز سن کر گردن گھمائی وہ اسی لباس میں تھی جس میں پچھلی رات نظر آئی تھی۔ عصا ہاتھ میں تھا اور وہ کسی قدیم ملکہ ہی کی طرح سفر کر رہی تھی۔ ایک زرنگار کرسی تھی جس کے پایوں سے دو لمبے لمبے بانس باندھے گئے تھے اور اس طرح اسے آٹھ جنگلی اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔

"کیا تم جاگ رہے ہو؟" تھریسیا نے صفدر سے پوچھا۔

"مجھے یہی سمجھنے دو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"ایسا خواب جو ابدی نیند پر ختم ہو گا۔"

"مگر مجھے اس طرح کیوں لیجایا جا رہا ہے؟"

"یہ مخصوص رعایت ہے.... دوسرے پیدل ہی گھسٹ رہے ہیں۔"

یک بیک مونیکا بھی گرجنے لگی" تم یقیناً یورپین ہو لیکن ان جنگلیوں سے زیادہ وحشی معلوم ہوتی ہو۔ کیا تمہیں اس بے چاری لڑکی پر رحم نہیں آتا جس کے لئے دو قدم چلنا بھی مشکل ہے"۔

اب صفدر کو ڈیزی کا خیال آیا یقیناً اس کی حالت ابتر ہو گی۔

"تم میں کئی رحم دل بھی ہوں گے" تھریسیا نے تلخ لہجے میں جواب دیا" ان سے کہو کہ وہ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھالیں۔

"ان دونوں کو رسیوں سے کیوں جکڑ رکھا ہے کیا وہ بھاگ جائیں گے؟"

"خاموش رہو۔ اب مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں ہر کس و ناکس سے گفتگو نہیں کرتی۔" تھریسیا نے کہا۔

مونیکا بڑبڑاتی رہی لیکن اب تھریسیا بھی صفدر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"آخر یہ عورتیں کیوں آئی تھیں؟" اس نے ہنس کر پوچھا۔

"کیا عورتوں کو دفینوں سے دلچسپی نہیں ہوتی؟"

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں مزدوروں کی حیثیت سے اس پارٹی کے ساتھ آئے ہو گے۔"

"خیال غلط نہیں ہے لیکن تمہارے انداز گفتگو سے یہی محسوس ہوتا ہے جیسے تم اس قسم کی پارٹیوں کی منتظر بیٹھی رہتی ہو۔"

تھریسیا ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی" تمہارا خیال بھی غلط نہیں ہے ہم اس طرح کی پارٹیاں بلواتے رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے ایجنٹ آس پاس کے ممالک میں دفینوں کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ لہذا اس قسم کی پارٹیاں اکثر آتی رہتی ہیں۔"

"تو کیا دفینے محض بکواس ہیں؟"

"اب تو بکواس ہی ہیں! کیونکہ ہم بہت پہلے ان پر قبضہ کر چکے ہیں۔"

"مگر تم ان لوگوں کا کیا کرو گی؟"

"یہ ایک نئی قوم بنیں گے.... زیرو لینڈ کے شہری کہلائیں گے۔"

"آہا تو کیا.... یہی جزائر.... زیرو لینڈ کہلاتے ہیں؟"

"نہیں! یہ زیرو لینڈ کا صرف ایک معمولی سا حصہ ہے زیرو لینڈ کا دارالحکومت کہاں ہے۔ شاید تمہارے فرشتے بھی وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔"

"مگر بوغا تم لوگوں سے کیسے جاملا۔ وہ تو ایک اسمگلر تھا۔"

"وہ ہمیشہ ہی سے ہمارے ساتھ رہا ہے۔ ہمارے وسائل کا تعلق بھی تمہاری ہی دنیا سے ہے۔ اس لئے ہمیں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مختلف حلقوں سے زر مبادلہ کمانے کے لئے اسمگلنگ کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن وہ جو ہمارے آلہ کار ہیں۔ اسے صرف بین الاقوامی پیمانے پر ہونے والی اسمگلنگ ہی سمجھتے ہیں۔ انہیں اس کے اصل مقصد کا علم نہیں ہے۔"

"اور بوغا بھی انہیں لوگوں میں سے ہے؟"

"ہرگز نہیں وہ تو اس تنظیم کا سربراہ ہے اور زیرو لینڈ کی ایک بہت بڑی شخصیت.... البتہ اس کے تحت کام کرنے والے زیرو لینڈ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"تو ان جزیروں میں تم لوگ بستیاں بسا رہے ہو؟"

"عارضی بستیاں۔ یہاں زیرو لینڈ کے لئے کام ہوتا ہے۔"

"آہا سمجھا.... تو اس طرح تم لوگ مہذب دنیا سے مزدور مہیا کرتے ہو۔"

"ٹھیک سمجھے! جنگلیوں سے مشینوں پر کام نہیں لیا جاسکتا۔ ان سے تو بس ایسے ہی کام لئے جاتے ہیں جیسا تم اس وقت دیکھ رہے ہو لیکن یہ بھی نہیں جانتے کہ یہاں آپھنسنے والے مہذب آدمیوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ اس بستی سے بھی واقف نہیں ہیں جہاں تم لے جائے جارہے ہو۔ انہیں ایک مخصوص جگہ سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے گا۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ محض انہیں قابو میں رکھنے کے لئے تم لوگوں نے یہ ڈھونگ پھیلایا ہے.... تم پجارن ہو.... اور وہ دیوتا...."

"نہ صرف انہیں قابو میں رکھنے کے لئے بلکہ مہذب دنیا کے آدمیوں کو بھی مرعوب کئے

رکھنے کے لئے! تاکہ وہ کبھی ہمارے خلاف سازش کا خیال بھی دل میں نہ لاسکیں کیا تم بھی اس وقت بوکھلا نہ گئے ہو گے جب تمہاری گولیاں حیرت انگیز طور پر ضائع ہو گئی ہوں گی مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم لوگوں نے ٹامی گنوں سے جنگلیوں پر گولیاں برسائی تھیں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں بوکھلا گیا تھا۔ لیکن جانتی ہو عمران اس وقت کیا کر رہا تھا؟"

"کیا کر رہا تھا؟"

"ماؤتھ آرگن بجا رہا تھا۔"

"مگر اب اس وقت کیوں خاموش ہیں یہ حضرت؟ میں الجھن میں ہوں۔"

"کیا ہوش میں ہے؟"

"پوری طرح! لیکن اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی نئی چال سوجھ گئی ہو۔ میرے ستارے اچھے تھے کہ وہ یک بیک اس طرح ظاہر ہو گیا ورنہ بعد میں شائد مجھے خودکشی ہی کرنی پڑتی۔"

"شاید اپنی اس حماقت پر زندگی بھر افسوس کرتا رہے۔"

"اسے حماقت نہ کہو اگر تمہاری زندگی خطرے میں نہ ہوتی تو وہ کبھی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔"

"تو کیا واقعی تم مجھے مار ڈالتیں؟" صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

لیکن تھریسیا اس سوال پر خاموش ہی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد صفدر نے پوچھا" لیکن وہ پچھلی رات معلق کیسے ہو گیا تھا۔ وہ روشنی کیسی تھی؟"

"وہ روشنی.... ابھی تجرباتی دور میں ہے۔ لیکن ایک دن ہم اسی کے ذریعہ چاند تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ عمران محض اس عصا کی وجہ سے معلق ہوا تھا کشش اس پر نہیں بلکہ براہ راست عصا پر اثر انداز ہوئی تھی چونکہ اس نے اسے پکڑ رکھا تھا اس لئے وہ بھی اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔"

"لیکن معلق کیسے ہو گیا تھا؟ اگر اس روشن دائرے کی قوت کشش زمین کی قوتِ کشش پر غالب آ گئی تھی تو عمران کو بھی اسی سے جا چپکنا تھا۔ اگر وہ عصا اس کو اس حد تک اوپر لیجا سکتا تھا کہ اس کے پیر زمین چھوڑ دیں تو درمیان ہی میں لٹکے رہ جانے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟"

"شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ ایک عصا میرے ہاتھ میں بھی تھا، اس سے نکلنے والی برقی رو

عمران کو نیچے کھینچ رہی تھی۔ پھر وہ معلق کیوں نہ ہو جاتا۔ مقصد اسے تنہا کرنا تھا اگر میرے عصا سے برقی رو خارج نہ ہو رہی ہوتی تو اس کا عصا اسے اوپر ہی لیے چلا جاتا۔"

" تمہارا عصا بھی کیوں نہیں کھینچا تھا؟"

" اگر دائرے کے فوکس میں ہوتا تو یقینی طور پر اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ یہ عصا! زیرولینڈ کے سائنس دانوں کی حقیر سی ایجاد تمہاری دنیا کی سب سے زیادہ متحیر کن ایجادات پر بھاری ہے۔ ایک ننھی سی بیٹری اس سے ہزار طرح کے کام لے سکتی ہے اور اسے صرف وہی روشنی.... اوہ مگر میں تمہیں یہ سب کیوں بتا رہی ہوں۔"

" نہ بتاؤ لیکن میں ان آدم خوروں کے متعلق ضرور پوچھوں گا جو صرف عورتوں کا گوشت کھاتے ہیں۔"

" اور تم لوگ ان آدم خوروں سے بھی زیادہ بھیانک ہو جو ان بیچاریوں کو ان کی بھینٹ چڑھانے کے لئے ساتھ لائے ہو۔ وہ آدم خور نہیں ہیں۔ ایسی خطرناک مہمات میں عورتیں حصہ نہیں لیتیں اس لئے یہ تدبیر کی گئی ہے۔ آخر بستی کے لئے عورتوں کی بھی ضرورت ہے۔ اکثر لوگ یہاں آئے اور ان آدم خوروں نے ہماری اسکیم کے مطابق انہیں آگے نہیں بڑھنے دیا اور وہ واپس چلے گئے پھر دوبارہ آئے اور کسی نہ کسی طرح چند عورتیں بھی ساتھ لائے اور اب تو ہر پارٹی کے ساتھ دو چار عورتیں ضرور ہوتی ہیں تاکہ انہیں آدم خوروں کے حوالے کر کے دفینوں کے صحیح مقامات معلوم کئے جائیں۔ لیکن وہ آدم خور انہیں دوڑاتے ہوئے ٹھیک اسی جگہ پہنچا دیتے ہیں جہاں سے تم لوگوں نے یہاں کیلئے سفر شروع کیا تھا۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم دونوں نے ادھر کا رخ کیوں کیا تھا؟"

دفعتاً عمران نے ہانک لگائی " صفدر! میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے اس لئے ماؤتھ آرگن بجانا چاہتا ہوں۔ ان سے کہو کم از کم میرا ایک ہاتھ تو آزاد ہی کر دیں۔"

مونیکا جھپٹ کر اس کے پاس پہنچی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخنے لگی۔" کھولو! اسے کھول دو! سنگدل عورت!"

" ہٹو.... ہٹ جاؤ.... اس کے قریب سے...!" تھریسیا غرائی پھر اس نے جنگلیوں سے کچھ کہا اور وہ اسے گھسیٹتے ہوئے پیچھے لے گئے۔

" یہ کون ہے اور خصوصیت سے عمران ہی کے گرد کیوں ناچتی رہتی ہے پتہ نہیں کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہوں۔" تھریسیا نے صفدر سے کہا" مگر یہ جولیانا فٹنر واٹر تو نہیں ہو سکتی۔"

" میں نہیں جانتا کون ہے۔" صفدر کا مختصر سا جواب تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ عمران اسے خاموش ہی دیکھنا چاہتا ہے۔

" اسے سمجھاؤ کہ اس سے دور ہی رہے ورنہ" تھریسیا نے جملہ پورا نہیں کیا مونیکا اب بھی چیخے جا رہی تھی۔

" یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم نہتے لوگ تمہارا کیا بگاڑ لیں گے جو اس طرح لے جائے جا رہے ہیں" صفدر نے کہا۔

" جو نہتے لوگ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے وہ اپنے پیروں ہی سے چل رہے ہیں ہاں آں کسی حد تک یہ بھی ممکن ہے کہ تم آزاد کر دیئے جاؤ۔ لیکن وہ.... قطعی ناممکن ہے۔"

"تھریسیا کیا تمہیں شکرال کی مہم یاد نہیں۔ کیا ہم نے تمہیں اپنا قیدی بنایا تھا؟"

" مجھے آج تک افسوس ہے اپنی حماقت پر کہ میں نے عمران کو قتل کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

" میں سن رہا ہوں۔" عمران نے ہانک لگائی اس کا اسٹریچر بھی قریب ہی تھا" اب قتل کر دو۔ وہاں لے جا کر کیا کرو گی؟"

" اس سے کہو خاموش رہے۔" تھریسیا نے غصیلی آواز میں کہا

" اچھا ایک بات بتاؤ" صفدر نے آہستہ سے پوچھا" کیا تم اسے مرتے دیکھ سکو گی؟"

" خاموش رہو!" تھریسیا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

دوپہر کو ایک جگہ انہوں نے قیام کیا تھریسیا کی زرنگار کرسی ایک اونچی جگہ رکھ دی گئی تھی۔ ہام اور اس کے ساتھیوں کو چاول اور خشک مچھلیاں دی گئیں۔ کھانے کی تیاری میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا۔ صفدر اور عمران اب بھی اسٹریچروں ہی میں جکڑے پڑے تھے۔ کھانے کے لئے بھی انہیں اٹھنے کی اجازت نہ ملی۔ تھریسیا کا حکم تھا کہ کوئی انہیں اسی طرح لیٹے ہی لیٹے کھلا دے۔ مونیکا اور ڈیزی اٹھی تھیں۔ ڈیزی صفدر کے پاس رک گئی۔

مونیکا عمران پر جھکتی ہوئی بولی تھی" بتاؤ میں کیا کروں تمہارے لئے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں

ہے کہ میرا جسم نیزوں سے چھد کر رہ جائے گا۔ مگر اس کے بعد کیا ہوگا.... آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"تم انہیں کیا سمجھتی ہو؟"

"سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہ بوغا ہی کی طاقت ہے"

"نہیں" ! مونیکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یقین کرو میں نے بھی اس کے متعلق غلط اندازہ لگایا تھا۔"

"کیا تم اس عورت کو پہلے سے جانتے تھے؟"

"بوغا کے بہتیرے ساتھی میرے جانے پہچانے ہیں۔"

"مگر مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ عورت تمہارے ساتھ کسی قسم کی لاگ رکھتی ہو"۔

"میں تو نہیں سونگھ سکا۔ تمہاری ناک تیز معلوم ہوتی ہے۔ ارے تو بیٹھی کیوں ہو کھلاؤ نا مجھے! آخری وقت چاول اور مچھلی ہی نصیب ہونا تھا۔"

دفعتاً تھریسیا جھلائے ہوئے لہجے میں چیخی" اے عورت تم ہٹو کوئی اور کھلائے گا اسے!"

"کیوں" مونیکا پلٹ کر غرائی۔

"بکواس مت کرو۔ یہ حکم ہے۔"

"ہٹ جاؤ مونیکا۔ ورنہ وہ تمہیں خاک کا ڈھیر بنا دے گی" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"آخر یہ مجھے خصوصیت سے تمہارے قریب کیوں نہیں جانے دیتی۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہے"۔

" اسی سے پوچھو۔ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

" تم نہیں ہٹیں ابھی؟" تھریسیا نے پھر اسے للکارا۔

مونیکا جھلاہٹ میں مڑی اور قریب ہی سے ایک پتھر اٹھا کر اس پر کھینچ مارا۔ تھریسیا بھی شاید غافل نہیں تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا عصا اٹھایا تھا۔ پتھر آدھے ہی راستے سے پلٹ کر مونیکا کے سر پر پڑا اور وہ چیخ مار کر الٹ گئی۔ بس ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس پتھر نے فوری طور پر اس کا کام تمام کر دیا ہو۔

کس میں اتنی ہمت تھی کہ وہ مونیکا کے قریب جاتا......؟ مونیکا اٹھی لیکن کھڑی نہ ہو سکی گھٹنوں کے بل بیٹھی آگے پیچھے جھولتی رہی۔ پیشانی سے بہے ہوئے خون سے پورا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

" میں تمہیں اس دیوانگی کی سزا ضرور دوں گا۔" دفعتاً صفدر نے عمران کی غراہٹ سنی مگر یہ احمق عمران کی شوخیوں سے بھرپور آواز نہیں تھی یہ تو اس خوفناک روح کی آواز تھی جو اکثر عمران کے جسم میں حلول کر جاتی تھی۔

اس کے جسم سے لپٹی ہوئی رسی کے کئی بل تڑاتڑ ٹوٹے اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کئی جنگلی نیزے تان کر اس کی طرف جھپٹے لیکن انکے قریب پہنچنے سے پہلے ہی عمران نے اسٹریچر سے ایک پٹی کھینچ لی تھی۔ وہ بھلا اس پٹی کو کب خاطر میں لاتے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں تو نیزے تھے۔ انہوں نے اس پر بھرپور چھلانگیں لگائی تھیں۔ عمران کی جگہ اور کوئی ہوتا تو بیک وقت تین نیزے اسے چھید کر رکھ دیتے لیکن دو نیزے تو زمین پر پڑے تھے اور ایک اٹھا ہی رہ گیا تھا اور اس لئے اٹھا رہ گیا تھا کہ اسے استعمال کرنے والے کی کھوپڑی لالہ زار بن گئی تھی اور وہ غالباً سوچ رہا تھا کہ آگے گرے یا پیچھے۔

وہ دونوں دوبارہ سنبھلے اور پھر تو چاروں طرف سے عمران پر یلغار ہو گئی لیکن وہ اس سے پہلے ہی اتنا پیچھے ہٹ گیا تھا کہ اس کے ساتھی اس یلغار سے متاثر نہ ہو سکیں۔ جوزف نے بھی بڑی پھرتی دکھائی تھی۔ اگر وہ صفدر کا اسٹریچر دوسری طرف نہ گھسیٹ لے جاتا تو وہ بری طرح کچلا گیا ہوتا۔

عمران جنگلیوں میں گھرا ہوا بالے کے ہاتھ دکھا رہا تھا کیا مجال کہ جسم پر ذرا سی خراش بھی آئی ہو۔ سارے نیزے اسٹریچر کی پٹی ہی سے ٹکراتے تھے دو منٹ کے اندر ہی کئی زخمی بھی ہوئے تھے۔ جس کے سر پر پٹی پڑ جاتی دوبارہ نہ اٹھ پاتا۔

تھریسیا بوکھلاہٹ میں کرسی پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے شاید اس کا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا کہ عمران کے دوسرے ساتھی جو آزاد ہیں کسی وقت بھی اس پر یلغار کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اسے صفدر کی آزادی کی خبر نہ ہو سکی۔ جوزف نے چپ چاپ اسے کھول دیا تھا۔

صفدر لیٹے ہی لیٹے قریب کی جھاڑیوں میں رینگ گیا وہ اس چٹان کے پیچھے پہنچنے کی کوشش

کر رہا تھا۔ جس پر تھریسیا کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔

ہام اور اس کے ساتھیوں سے اس کی توقع فضول تھی کہ وہ کسی قسم کی مدد کریں گے کیونکہ انہیں تو یقین ہو چکا تھا کہ وہ کسی شیطانی قوت کے زیر اثر آگئے ہیں۔ اس وقت بھی ہام اپنے بال نوچ نوچ کر کہہ رہا تھا۔

" یہ کیا کیا.... اس پاگل آدمی نے۔ کیا اس نے مونیکا کو زخمی ہوتے نہیں دیکھا تھا کیا وہ کسی آدمی کی قوت تھی جس نے پھینکے ہوئے پتھر کا رخ موڑ دیا تھا۔ یہ سور کا بچہ سب کی تباہی کا باعث بنے گا۔"

مونیکا ایک طرف بیہوش پڑی تھی۔

جوزف جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ خالی اسٹریچر پر تھریسیا کی نظر پڑنے پائے اس نے کوشش کی تھی کہ ہام کے ساتھیوں میں سے کوئی صفدر کی جگہ لیٹ جائے لیکن سبھوں نے کٹکھنے کتوں کی طرح دانت نکال کر اسے گالیاں دی تھیں۔ کوئی اور موقعہ ہوتا تو جوزف ان کے سر توڑ دینے کی کوشش کرتا لیکن اس وقت وہ اپنا دماغ ٹھنڈا ہی رکھنا چاہتا تھا۔

عمران کے ہاتھ ابھی تک سُست نہیں ہوئے تھے۔ دفعتاً جوزف نے تھریسیا کی چیخ سنی اور قلانچیں بھرتا ہوا اس کی جانب دوڑا۔ عصا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور وہ صفدر سے گتھی ہوئی تھی۔ جوزف نے عصا پر قبضہ کرنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔

اب جنگلی عمران کو چھوڑ کر صفدر کی طرف جھپٹے اور عمران نے چیخ کر کہا" جوزف دستے میں لگا ہوا سرخ بٹن دباؤ۔"

جوزف کے حواس بحال ہی تھے اس لئے اس سے کسی قسم کی بوکھلاہٹ سرزد نہ ہوئی اور پھر وہ تو جنگ و جدل کا موقع تھا۔ ایسے مواقع ہی پر وہ پوری طرح بیدار نظر آتا تھا۔

سرخ بٹن دبتے ہی نوکیلی برجیوں سے چنگاریوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جنگلی ٹھٹکے اور پھر خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگے۔ اتنی دیر میں عمران ان سے کتراتا ہوا جوزف کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے عصا لیا اور پھر جنگلیوں کی طرف دوڑ پڑا عصا سے چنگاریاں اب بھی پھوٹ رہی تھیں۔ جنگلیوں کے پاؤں اکھڑ گئے شاید وہ عصا ہی انکا دم نکال لینے کے لئے کافی تھا۔ وہ بے تحاشہ ایک جانب بھاگتے چلے جارہے تھے۔ جب نظروں سے اوجھل

ہو گئے تو وہ تھریسیا کی طرف بڑھا جو اب بھی صفدر سے الجھی ہوئی تھی۔

" اب الگ ہٹتی ہو یا میں تم پر بھی چنگاریاں برساؤں" عمران نے کہا" تم بھی اسے چھوڑ دو صفدر!"

صفدر نے اسے چھوڑ دیا لیکن تھریسیا پر تو شاید دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا وہ اسے بری طرح نوچ کھسوٹ رہی تھی۔

آخر صفدر نے جھلا کر اسے دھکا دیا اور وہ چٹان کے نیچے لڑھک گئی۔

"خبر دار" عمران نے للکارا "اب پتھر چلانا مت شروع کر دینا ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا"۔

لیکن وہ بھی شائد جنگلیوں کی طرح کسی جانب بھاگ نکلنے کی فکر میں تھی۔ عمران تاڑ گیا اور دوسرے ہی لمحے میں اس نے چٹان کے نیچے چھلانگ لگا دی۔

"بہت مشکل ہے تھریسیا اب تم مشکل ہی سے مجھے دھوکا دے سکو گی" اس نے کہا" بہتری اسی میں ہے کہ مجھے بوغا تک پہنچا دو۔"

تھریسیا خاموش کھڑی رہی۔ اتنے میں صفدر بھی نیچے پہنچ گیا۔

"اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دو" عمران نے اس سے کہا۔

" یہ نہیں ہو سکتا۔ ہر گز نہیں۔" تھریسیا اپنا نقاب الٹتی ہوئی بولی۔

"ہا۔ آ۔" عمران نے احمقانہ انداز میں ٹھنڈی سانس لی اور بولا" اب تو واقعی نہیں ہو سکتا مگر صرف مجھ سے۔ بہتر یہی ہے کہ چپ چاپ ہاتھ بندھوا لو۔"

"اور تم نے یہ سب کچھ اس عورت کے لئے کیا ہے کیوں؟" تھریسیا آنکھیں نکال کر بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر آگے بڑھ کر تھریسیا کے ہاتھ باندھنے لگا تھا۔

"اچھی بات ہے" تھریسیا دانت پیس کر بولی" میں دیکھوں گی کہ تم کدھر جاتے ہو۔ مجھ سے توقع نہ رکھو کہ میں بوغا تک تمہاری رہنمائی کروں گی۔"

"جہنم میں گیا بوغا۔" عمران نے گردن جھٹک کر کہا۔" اب تم مل گئی ہو یہاں سے سیدھے سوئٹزرلینڈ چلیں گے۔ وہاں ایک چھوٹا سا بنگلہ بنا کر میں انڈے دیا کروں گا اور تم تلا کرنا۔"

"بڑے ظالم ہو" تھریسیا کی ہنسی میں بے بسی شامل تھی۔

"فکر مت کرو۔ تمہیں اسی شان سے لے چلیں گے۔ اسی کرسی پر بیٹھو۔ ہمارے آدمی تمہیں اٹھائیں گے۔ لیکن عصا میں اپنی دم میں لٹکاؤں گا تاکہ جنگلی پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔"

"اوہ ٹھہرو! تم زخمی تو نہیں ہوئے" تھریسیا نے پوچھا" ان کے نیزے بڑے زہریلے ہوتے ہیں۔"

"مرنے دو۔ تمہیں کیوں فکر ہے جلدی کرو.... چلو!"

تھریسیا ہنسنے لگی۔ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر اس نے ہنستے ہی ہوئے کہا۔

"مذاق سمجھے ہو۔ مجھ پر اس طرح ہاتھ ڈال دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ بھاگ گئے ہوں گے۔ جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر نیزے پھینکیں گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔"

"تب پھر دوسری تدبیر بھی ہو جائے گی۔"

"میں بھی تو سنوں۔" تھریسیا نے زہر خند کے ساتھ کہا۔

"ڈیزی تمہارے کپڑے پہنے گی اور تم ڈیزی کے.... میں اور صفدر پھر اسٹریچر پر لیٹ جائیں گے۔ انہوں نے تمہاری شکل کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ تمہاری طرف توجہ تک نہ دیں گے۔ ڈیزی کے چہرے پر نقاب ہو گا اور ہاتھ میں عصا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا" تھریسیا پھر چیخ پڑی۔

"یہی ہو گا اور تمہارے حلق میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے پٹی باندھ دی جائے گی تاکہ تم انہیں ان کی زبان میں مخاطب کر کے کچھ کہہ نہ سکو!"

"اچھی بات ہے دیکھنا کیا حشر ہوتا ہے تمہارا"

"وہ جھاڑیوں سے چھپ کر دیکھیں گے اور اسے بھی مقدس پجارن کی پر اسرار قوتوں کا کرشمہ سمجھیں گے۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ نعرے لگاتے ہوئے باہر آئیں اور جلوس میں شریک ہو جائیں.... کیا خیال ہے؟"

تھریسیا سر جھکائے کھڑی اپنا نچلا ہونٹ چباتی رہی۔

O

مونیکا نے ڈیزی کے کپڑے تھریسیا کو پہنائے تھے اور ڈیزی مقدس پجارن بن گئی تھی لیکن

وہ تھریسیا کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ہونٹوں پر پٹی نہ باندھ سکی۔

تھریسیا نے بلند آواز میں قسم کھائی تھی کہ وہ مونیکا کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ وہ عمران کو بھی برا بھلا کہتی رہی تھی۔ اور عمران نے صفدر سے کہا تھا" ذرا دیکھنا میرے کان پر جوں تو نہیں رینگ رہی۔"

صفدر بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا" یہ طریق کار مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ تھریسیا ہمیں کسی اندھے کنویں ہی میں جا گرائے گی۔"

"وہ نہ گرائے تب بھی اندھا کنواں تو ہر قدم پر موجود ہے"

"کیوں نہ ہم یہیں ٹھہریں!"

"اور ممی ڈیڈی کی آمد کے منتظر رہیں" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور صفدر برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا۔

مونیکا تھریسیا سے بہت بری طرح پیش آتی لیکن عمران نے اسے سختی سے تنبیہہ کی تھی۔ دوسری طرف وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر تھریسیا کو موقعہ مل گیا تو مونیکا خاک ہی میں مل جائے گی۔ اس نے اسے قسم کھاتے سنا تھا۔ ہام کے ساتھی شاید اس زرنگار کرسی میں ہاتھ بھی نہ لگاتے۔ لیکن وہ عمران سے بھی خائف تھے خود ہام کا یہ عالم تھا کہ اب وہ اس سے آنکھ ملا کر گفتگو کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

بہر حال چار آدمیوں نے مقدس پجارن کی کرسی کاندھوں پر اٹھائی اور جلوس حرکت میں آ گیا۔ لیکن عمران کی اسکیم کے مطابق نہ تو تھریسیا کا منہ بند کیا جا سکا تھا اور نہ صفدر اس پر تیار ہوا تھا کہ انہیں دوبارہ اسٹریچروں پر جکڑ دیا جائے۔

تھریسیا کے ہاتھ پشت پر بندھے تھے لیکن وہ اس طرح چل رہی تھی جیسے اپنی خوشی سے ہاتھ بندھوائے ہوں۔ پیشانی پر شکن تک نہیں تھی اور چہرے پر نظر آنے والی تازگی کا کیا پوچھنا۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی مسرور و شاداں محفل سے اٹھی ہو۔

راستے کے بارے میں عمران نے بھی ذرہ برابر تشویش نہیں ظاہر کی تھی۔ بس ناک کی سیدھ ہی میں چل پڑا تھا۔ صفدر ایک بار پھر الجھن میں پڑ گیا تھا۔ لیکن اس نے عمران سے پوچھا نہیں کہ اس اندھا دھند سفر کا انجام کیا ہوگا ضروری نہیں تھا کہ تھریسیا کی منزل بھی اسی جانب

ہوتی جدھر اب ان کے قدم اٹھ رہے تھے۔

جوزف تھریسیا کے پیچھے چل رہا تھا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ تھریسیا کی طرف سے مطمئن رہے۔ اگر اس نے جنگلیوں کو دیکھ کر ان سے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ اس طرح اس کی پشت پر نیزہ مارے گا کہ انی دوسری طرف نکل جائے گی۔ کبھی کبھی وہ بڑبڑانے لگتا۔ تھریسیا کو برا بھلا کہتا مگر اس لئے نہیں کہ وہ انہیں جہنم میں لے جا رہی تھی بلکہ اس کی وجہ تھریسیا کا وہ حکم تھا جس کے تحت اس کی حدود میں شراب نہیں داخل ہونے پاتی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا" میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم اسی دنیا کی مخلوق ہو ورنہ چڑیلیں اتنی واہیات نہیں ہوتیں کہ شراب نہ پینے دیں اگر مجھے آج صبح شیپلالی نہ مل جاتی تو میں قبر ہی میں پہنچ جاتا۔

تھریسیا نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر افسوس ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ کر اس کے لئے اعلیٰ قسم کی شراب مہیا کرے گی۔ جوزف موج میں آ گیا اور تھریسیا اس سے مونیکا کے متعلق پوچھنے لگی سوال کچھ اس انداز کا تھا کہ جواب اس کا اور عمران کا تعلق ظاہر کردے۔

" ارے وہ! جوزف نے برا سا منہ بنا کر کہا" وہ بھی انہیں عورتوں میں سے ہے جو میرے پاگل باس پر عاشق ہو کر اپنی حالت تباہ کر لیتی ہیں۔"

" وہ خود اس میں دلچسپی نہیں لیتا؟" تھریسیا نے پوچھا۔

" باس.... اور کسی عورت میں دلچسپی لے گا۔ ہاہا.... میں نے سنا ہے وہ اپنے باپ سے محض اسی لئے خفا رہتا ہے کہ اس نے اس کی ماں سے شادی کیوں کی تھی۔ خود اپنے ہی پیٹ سے اسے کیوں نہیں پیدا کیا تھا۔"

" تم اس کے ملازم ہو؟"

" وہ میرا باپ ہے میں بھی اکثر سوچتا ہوں کہ کاش اسکے پیٹ سے پیدا ہوتا۔"

دوسری طرف عمران جو سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ صفدر سے بولا" جوزف بڑا اچھا جا رہا ہے"

" ہاں میرا خیال ہے کہ اسے شیپلالی مل گئی ہے"

" نہیں! یہ بات نہیں۔ جانتے ہو میں نے رسی کیسے توڑ ڈالی تھی؟"

" رسی تڑانا محاورہ ہے۔ عمران صاحب!"

" خیر خیر وہی سہی ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس محاورے کو عملی جامہ پہناؤ۔ ہاں تو وہ کبھی کبھی میرے اسٹریچر کے ساتھ بھی چلنے لگتا تھا اس کے قدم لڑکھڑاتے اور وہ اسٹریچر کی پٹی پر ہاتھ رکھ دیتا۔ اس کی انگلیوں میں ایک ریزر بلیڈ دبا ہوا تھا۔ بس وہ اسی طرح رسی کو کمزور کرتا گیا اور جب مجھے ضرورت محسوس ہوئی میں نے خود کو آزاد کرا لیا۔ ورنہ کیا تم مجھے ہرکولیس کا پٹھا سمجھتے ہو۔ یہ رسی تو ہاتھی سلمہ کے ابا جان سے بھی نہ ٹوٹتی۔"

" تب تو واقعی اچھا جا رہا ہے۔ اوہو! میں اس واقعے کو بھول گیا اس نے تو میری بھی مدد کی تھی۔ وہ موقع ایسا تھا کہ تھریسیا بھی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئی تھی۔ لیکن جوزف میری رسی کھول رہا تھا۔ اس سے یہ حماقت بھی سرزد ہو سکتی تھی کہ خود بھی اسٹریچر کی دوسری پٹی کھینچ کر بھڑ جاتا۔ آہا! ٹھہریئے آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس بیچارے کا کیا حشر ہوا جو آپ کو غار میں ملا تھا۔

" وہ ان دونوں میں سے ایک کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا جنہیں میں غار ہی میں قید کر آیا ہوں۔ واقعی اگر وہ نہ ملتا تو شاید میں غار ہی میں سر ٹکراتا رہ جاتا نہ وہ عصا ہاتھ لگتا اور نہ میں یہاں پہنچ سکتا۔ یہ عصا بھی اس صدی کی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ وہ گولیاں یاد ہیں نا تمہیں جو جنگلیوں پر ضائع ہوئی تھیں۔ اس کا باعث وہی عصا تھا جھاڑیوں میں چھپے ہوئے سفید فام آدمی نے اس کا رخ اسی درخت کی طرف کر رکھا تھا۔ لہذا گولیاں جنگلیوں تک پہنچنے سے پہلے ہی درخت کی طرف مڑ جاتی تھیں۔ اس عصا سے کئی کام لئے جا سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس میں کہیں کوئی چھوٹا سا ٹرانس میٹر بھی فٹ ہو۔ کیونکہ تھریسیا نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ بوغا کو میری حرکات کی اطلاع ہو گئی ہو گی۔ مگر ان دونوں نے مجھے ٹرانس میٹر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا جنہیں میں غار میں قید کر آیا ہوں۔"

" اگر بوغا کو اطلاع ہو گئی ہو گی تو پھر آپ کے اس اطمینان کو کیا کہا جائے" صفدر نے کہا

" پاگل پن کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا" عمران سر ہلا کر بولا۔

" تو گویا ہم سب خودکشی کرنے والے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ قافلہ چلتا رہا۔

مونیکا سب سے آگے ڈیزی کی کرسی کے ساتھ چل رہی تھی۔ عصا ڈیزی کے ہاتھ میں تھا یک بیک قریب ہی سے جنگلیوں کے نعرے کی آواز آئی اور ہام کے ساتھیوں کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ عمران نے انہیں للکارا اور پھر وہ جھپٹ کر تھریسیا کے پاس جا پہنچا۔

"تم مطمئن رہو" تھریسیا نے مسکرا کر کہا" میں اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالوں گی۔"

"تم اکثر مجھے متحیر کر دیتی ہو!"

" یہ نہ سمجھو کہ اس میں کسی قسم کی کوئی چال ہے" تھریسیا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میرا ہاتھ تم پر کبھی نہ اٹھ سکے گا۔ اگر چاہتی... تو تمہیں عبادت خانے ہی میں ختم کر دیتی۔"

" اگر خود ہاتھ نہیں اٹھا سکتیں تو..... کسی دوسرے سے قتل کرا دو۔"

دفعتاً مونیکا چیخی اے.... ہٹو اس عورت کے پاس سے۔"

" خدا کی قسم اس کتیا کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گی۔" تھریسیا دانت پیس کر بولی۔" کب سے جانتے ہو اسے؟"

" میں تو اب بھی نہیں جانتا۔" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا" مگر یہ میرے باپ کے دادا تک کو جان بیٹھی ہے۔"

" دیکھوں گی میں اسے.... اور کان کھول کر سن لو اگر تم نے اب اسے منہ لگایا تو اپنے حق میں بھی مجھے برا ہی سمجھنا۔"

" ارے باپ رے لو وہ کلوٹے بھی آ ہی پہنچے۔"

جنگلیوں کا غول یک بیک سامنے آ گیا تھا۔ قافلے کو رک جانا پڑا۔ پجارن کی کرسی آگے ہی تھی۔ انہوں نے نیزے ہلا ہلا کر نعرے لگائے اور کرسی کے گرد ناچنے لگے۔

" یہ ٹھیک ہے" عمران بڑبڑایا۔

" اگر میں اس حال میں بھی محض اشارہ کر دوں تو تم لوگوں کی ہڈیوں تک کا پتہ نہ چلے۔"

" یہ دیکھ لو اسٹریچر کی پٹی اب بھی میرے ہاتھ ہی میں ہے" عمران نے لاپرواہی سے کہا

" میں تمہارے اس کمال کی بھی معترف ہوں۔ کاش تم ہمارے ساتھ ہوتے.... عمران زیرولینڈ جنت ہے۔"

" بھلا جنت میں شیطان کا گزر کہاں!"

اب جنگلیوں نے قافلے کے ساتھ دو رویہ چلنا شروع کر دیا تھا۔ عمران نے ہنس کر کہا" دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ وہ اسے تمہارا معجزہ ہی سمجھیں گے۔ مگر انہیں کم از کم مجھ سے تو الجھنا ہی چاہئے تھا"۔

"جب پجارن ہی نے معاف کر دیا تو وہ کیا کر سکیں گے" تھریسیا مسکرائی

"اے تم نہیں ہٹے وہاں سے" مونیکا نے پھر ہانک لگائی۔

" ٹھہرو کتیا۔ ابھی بتاتی ہوں تمہیں" تھریسیا آہستہ سے بڑبڑائی۔

عمران نے کہا" مونیکا کیا تمہیں خطرے کا احساس نہیں ہے۔ خاموشی سے چلو۔"

" مجھے اس کے علاوہ اور کسی خطرے کا احساس نہیں ہے کہ وہ تمہیں زندہ دفن کر دینے کی فکر میں ہے" مونیکا نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو" عمران غرایا

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ تم نے کبھی ایسے لہجے میں مجھ سے گفتگو نہیں کی۔"

"اب کرے گا" تھریسیا ہنس پڑی" کیونکہ یہ میری ہی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"کیوں؟ کیا یہ سچ ہے؟" مونیکا عمران کی طرف دوڑ پڑی۔

تھریسیا رک گئی۔ اس کے ہاتھ آزاد نہیں تھے۔ لیکن تیور سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس حال میں بھی لڑ ہی جائے گی۔ قافلہ گزرتا رہا۔ مونیکا دوسروں کے درمیان سے راہ بناتی ہوئی جھپٹی چلی آ رہی تھی۔ تھریسیا کے ساتھ عمران کو بھی رک جانا پڑا تھا۔ جنگلی سمجھے شاید وہ بھاگنے کی فکر میں ہیں۔ اس لئے ان میں سے کچھ نیزے تانے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ جوزف نے ان سے کچھ کہا لیکن وہ بدستور بڑھتے ہی رہے۔ یہ ایک اونچی سی چٹان تھی۔ جس پر یہ لوگ رکے تھے جیسے ہی مونیکا قریب آئی تھریسیا نے تیزی سے جھک کر اس کے سینے پر ٹکر ماری۔ یہ اتنے غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ عمران بھی مداخلت نہ کر سکا۔ مونیکا شاید اس کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی چٹان کے سرے تک چلی گئی۔

"اوہ" عمران چیخ پڑا۔ چٹان کے سرے پر مونیکا قدم جمانے میں ناکام رہی تھی پھر انجام کیا ہوتا؟ بڑی دلدوز چیخ تھی۔ جنگلی بھی سرے کی جانب جھپٹے تھے۔ مونیکا سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں نظر آئی لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

عمران اس کی پرواہ کئے بغیر کہ خود اس کا کیا حشر ہو گا۔ نشیب میں دوڑنے لگا۔ اس کے علاوہ شاید ہی کوئی اس کی جرأت کر سکتا۔

" مونیکا.... مونیکا...." وہ چیخ رہا تھا۔

" اس سے .... ہوشیار .... خدا حافظ .... یہ الفاظ نہیں بلکہ چیخیں تھیں .... مونیکا کی آخری چیخیں .... اور پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔

O

ڈیزی بری طرح بدحواس ہو گئی تھی۔ اگر صفدر نے حاضر دماغی سے کام نہ لیا ہوتا تو بڑی ابتری پھیل جاتی۔ شاید ڈیزی بھی عصا پھینک کر چیختی ہوئی کسی طرف بھاگ نکلتی۔

دوسری طرف ہام دانت پیستا ہوا تھریسیا کی طرف بڑھا تھا۔ شاید ارادہ یہی تھا کہ اس کا گلا گھونٹ دے۔ لیکن جوزف نیزہ اٹھا کر بولا " وہیں ٹھہرو باس کے حکم کے خلاف تم ایک قدم بھی نہ اٹھا سکو گے۔"

" تو کیا وہ اسے معاف کر دے گا۔" ہام دہاڑا۔

" میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے گا۔ تم دور ہی رہو۔"

تھریسیا خاموش کھڑی تھی لیکن اس کے چہرے پر نہ تو پشیمانی کے آثار تھے اور نہ سراسیمگی کے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہی نہ ہوئی ہو۔

عمران تھوڑی دیر بعد کچھ جنگلیوں کے نرغے میں واپس آیا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا یک بیک وہ تھریسیا سے بولا " تمہارا انجام بڑا بھیانک ہوگا۔"

" اس عورت کے لئے" تھریسیا آنکھیں نکال کر غرائی۔

" نہیں ایسے ہی ہزاروں ذی روح انسانوں کے لئے جنہیں تمہارے ہاتھوں تباہی نصیب ہوئی ہے۔"

تھریسیا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف مڑ گئی۔

" کیا اس کی لاش یونہی پڑی رہے گی باس؟" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" یہاں اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں اسے ایک گڑھے میں چھوڑ آیا ہوں۔" عمران نے کہا اور تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا ڈیزی کے قریب پہنچ گیا۔

" ڈرنامت " اس نے آہستہ سے کہا " تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ میں ساتھ ہی چل رہا ہوں۔"

شام ہوتے ہوتے قافلہ وہاں جا پہنچا جہاں جنگلیوں کے آگے بڑھنے کی حد ختم ہوئی تھی۔ یہ وہی پہاڑ تھا جس کی چوٹی دور سے کسی مگرمچھ کا پھیلا ہوا دہانہ معلوم ہوتی تھی۔ جنگلیوں نے نعرے لگائے اور پھر پجارن کی کرسی کے گرد ناچنے لگے۔

تھریسیا عمران کے قریب ہی کھڑی مسکراتی رہی اس نے کہا۔ " اب بتاؤ یہاں سے جنگلی تو تمہاری رہنمائی نہ کر سکیں گے۔"

" رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں۔ میں دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں آکودا ہوں۔"

" اب بھی کچھ نہیں بگڑا .... زیرولینڈ تمہیں خوش آمدید کہہ سکتا ہے۔"

" میں بھی دیر سے یہی سوچ رہا ہوں" !

" مگر مکاری نہیں چلے گی۔"

" ہاں اب تو واقعی نہیں چلے گی۔ اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کر لو تو بہتر ہے۔"

" مجھے بیوقوف نہیں بنا سکو گے۔"

" پھر تمہیں کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے۔"

" میرے ہو جاؤ، صرف میرے" وہ اس کے قریب کھسکتی ہوئی جذباتی انداز میں بولی۔

" ارے باپ رے۔" عمران خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

" میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ جیسے اُسے مار ڈالا ہے۔"

" تو بتاؤ نہ کہ کوئی کسی کا کیسے ہو جاتا ہے۔ یہ سائنس میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔"

" میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔" تھریسیا نے کھسیانے انداز میں کہا پھر غصیلی آواز میں بولی۔

" اس سے کہو کہ کرسی سے نیچے اتر آئے کرسی یہیں رہے گی اور یہ جنگلی یہیں میری واپسی کے بھی منتظر رہیں گے۔"

یک بیک ہام آگے بڑھ کر بولا۔ " ہم کہیں بھی نہ جائیں گے۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔"

" آہا تو کیا دفینے حاصل کئے بغیر ہی واپس چلے جاؤ گے۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

" میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے یہاں سے کوئی نہیں لے جا سکتا۔"

" کوئی بھی نہیں جائے گا، کوئی بھی نہیں جائے گا۔" ہام کے دوسرے ساتھی چیخنے لگے۔

" یہ پاگل پن ہے کہ ہم کسی قیدی کے قیدی بنیں۔" ہام نے کہا۔

" اوہ! تو تم مجھے قیدی سمجھتے ہو۔ حالانکہ اس وقت بھی میں آنِ واحد میں تم سبھوں کا خاتمہ کر سکتی ہوں۔"

" ہام عقل کے ناخن لو" صفدر بولا " اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ دوسری صورت

میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا پڑے گا۔ تم نہیں جانتے یہاں ان لوگوں نے اسی طرح مہذب دنیا کے لوگوں کی بستیاں بنائی ہیں، جو اس پر آمادہ نہیں ہوتے وہ اسی آدمی کی طرح بھٹکتے پھرتے ہیں جسے ساحل پر مورن کے ساتھیوں نے مار ڈالا تھا۔"

ہام خاموش ہو گیا۔ صفدر نے یہ سب کچھ بلند آواز میں کہا تھا تاکہ دوسرے بھی سن سکیں۔ پھر وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ صفدر یا عمران کو مخاطب کر کے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ڈیزی عمران کی ہدایت پر کرسی سے اتر آئی تھی۔ تھریسیا نے کہا۔" اب ہمیں کچھ دور پہاڑ پر چڑھنا ہوگا۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ لڑکی اوپر جا سکے۔"

"پھر کیا خیال ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ ڈھونگ اب ختم کر دو۔ میں نہیں چاہتی کہ فوراً ہی تم پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے۔"

"کیا ان جنگلیوں کی موجودگی ہی میں؟" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں اوپر چل کر۔ تم بوغا کی قوت سے نہیں ٹکرا سکو گے۔ پھر خواہ مخواہ موت کے منہ میں کود پڑنے سے کیا فائدہ۔"

کچھ دیر بعد وہ سب چڑھائی پر نظر آئے۔ جنگلی نیچے ہی رہ گئے تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"بڑا لمبا فراڈ پھیلایا ہے تم لوگوں نے۔" عمران بولا۔

"ہم ساری دنیا میں حسبِ ضرورت مختلف ذرائع استعمال کرتے ہیں۔"

جوزف شیلالی کی پتیاں چبا چبا کر چوس رہا تھا اس نے منہ چلاتے ہوئے کہا" مگر میں نے دنیا کے کسی حصے میں کوئی ایسا نظام نہیں دیکھا جہاں شراب پر تو پابندی ہو لیکن تاڑی حلال سمجھی جائے۔ کیا اس میں نشہ نہیں ہوتا؟"

"اوہ! تم نے درختوں پر ہانڈیاں لٹکی دیکھی ہوں گی۔ مگر وہ پینے کے لئے نہیں ہوتی۔ وہ تو اس میں چاول اُبالتے ہیں۔"

"تاڑی کے چاول۔" جوزف ہونٹ چاٹنے لگا۔

صفدر مونیکا کے لئے مغموم تھا۔ وہ اسے کبھی اچھی نہیں لگی تھی اس کے خلاف وہ عموماً شدید جھلاہٹ اور نفرت میں مبتلا رہتا تھا لیکن اس کی اچانک موت اسے گراں گزری تھی۔ اگر وہ عمران

کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر تھریسیا کی گردن مروڑ کر رکھ دیتا۔ لیکن عمران معلوم نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ اس نے اس وقت تو اس کے چہرے پر گہرے تاسف کے آثار دیکھے تھے جب وہ مونیکا کی لاش کسی گڑھے میں رکھ کر اوپر واپس آیا تھا۔ مگر اب یہ کہنا دشوار تھا کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں مونیکا کی دھندلی سی پرچھائیں بھی باقی ہو۔ وہ اس کی قاتلہ سے ہنس ہنس کر گفتگو کر رہا تھا۔

کچھ بلندی پر پہنچ کر وہ ایک ایسی چٹان کی اوٹ میں آگئے جس کا سلسلہ دُور تک پھیلا ہوا تھا اور یہاں نیچے سے دیکھ لئے جانے کا بھی امکان نہیں تھا اس لئے تھریسیا رکتی ہوئی بولی۔

" بس اب یہیں مجھے اپنے لباس میں آجانا چاہئے۔"

صفدر کو عمران کی آنکھوں میں متضاد کیفیتیں نظر آئیں جیسے وہ خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دینا بھی چاہتا ہو اور دوسری طرف یہ بھی چاہتا ہو کہ حالات کے خلاف اس کی جدوجہد جاری ہی رہے۔ غالباً اس مرحلے پر اس کی قوتِ فیصلہ ہی جواب دیتی جا رہی تھی۔ تھریسیا کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔

تھریسیا نے عصا کے لئے ڈیزی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن عمران نے اس سے پہلے ہی اس پر قبضہ کرتے ہوئے کہا" یوں نہیں! میں اسے قابلِ استعمال نہیں رہنے دوں گا۔"

اس نے اس کے نچلے سرے کو گھمانا شروع کیا۔ جلد ہی وہ کسی پیچ دار ڈھکن کی طرح الگ ہو گیا۔ پھر صفدر نے دیکھا کہ اس نے اس کے اندر سے شیشے کی ایک نلکی نکالی اس میں سبز رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

" ارے۔ ارے" تھریسیا نے اس کی طرف بڑھنے کی بڑی کوشش کی تھی۔ لیکن جوزف جھپٹ کر بیچ میں آگیا اور دانت نکال کر بولا۔" نہیں! میڈم.... باس کی باتوں میں دخل دینے سے بد ہضمی ہو جاتی ہے۔"

عمران اس نلکی کو بہت احتیاط سے جیب میں رکھ چکا تھا۔ پھر اس نے عصا اس کی طرف بڑھایا۔ تھریسیا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑائی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار بھی تھے اور پیشانی پر سلوٹیں بھی ابھر آئی تھیں۔

یک بیک پشت سے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پستہ قد جنگلی کھڑا ہنس رہا تھا۔ تھریسیا نے دہاڑ کر اس سے کچھ کہا لیکن جنگلی نے انگریزی میں جواب دیا۔" مادام تھریسیا۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف یہ دیکھنے کے لئے چلا آیا تھا

که اب عشق کس منزل میں ہے!"

تھریسیا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے اس عورت کو کیوں مار ڈالا؟" جنگلی نے پوچھا۔

"خاموش رہو۔" تھریسیا غرائی۔

"اپنے ہاتھ گرفتاری کے لئے پیش کرو تھریسیا۔" جنگلی نے سرد لہجے میں کہا" تم نے زیرو لینڈ سے غداری کی ہے۔ ذاتی پرخاش کی بنا پر تم نے ایک ایسی عورت کو مار ڈالا۔ جو یقینی طور پر زیرو لینڈ کے کام آتی۔"

"آہا۔" عمران احتراماً جھکتا ہوا بولا۔" میں نے پہچان لیا جہاں پناہ کلوٹ المعظم کو۔"

"یہ تو بوغا معلوم ہوتا ہے"صفدر آہستہ سے بولا۔ جوزف اس کے قریب ہی کھڑا تھا اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں اور پھر بولا۔"ہاں شاید مگر یہ سر سے پیر تک سیاہ فام کیسے ہو گیا"۔

"میک اپ!"

یک بیک جوزف نے جنگلی پر چھلانگ لگائی لیکن وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا ساتھ ہی اس نے اپنے تھیلے سے سیاہ رنگ کا ایک پستول نکال لیا تھا۔ ٹریگر دبتے ہی پستول سے پانی کی باریک سی دھار نکل کر جوزف کی پیشانی پر پڑی اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس کی حالت سے تو دوسروں نے یہی اندازہ لگایا کہ جیسے اس کے سر پر موٹا سا لٹھ رسید کر دیا گیا ہو۔

"ہائیں۔ ہائیں!" جوزف اسی طرح جھومتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"میں غافل نہیں تھا۔"بوغا نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر عمران سے کہا" مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ ایک الکٹرو اسپکٹر غلط ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا اس لئے مجھے خود ہی معاملات کو دیکھنا پڑا۔ صفدر تم اسی رومال سے تھریسیا کے ہاتھ پھر باندھ دو۔ صرف وہی قیدیوں کی طرح چلے گی۔"

" بوغا ہوش میں آؤ۔" تھریسیا غرائی" میں تم سے کمتر نہیں ہوں۔ مجھے اپنا ماتحت نہ سمجھو۔ میں تمہاری دیکھ بھال کے لئے یہاں بھیجی گئی تھی۔"

"میری کسی لغزش پر تم بھی باز پرس کر سکتی ہو؟" بوغا نے لاپروائی سے کہا۔

"تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔"

"اوہ! صفدر کیا تم نے سنا نہیں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

"آخر مجھے کیوں نہیں دیتے کوئی حکم جہاں پناہ"عمران گڑگڑایا"میں تو زیرو روڈ.... اوہ... لینڈ کا سب سے پرانا خادم ہوں۔"

"تم دونوں ساتھ ہی قتل کئے جاؤ گے تمہارا قتل میری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہے۔"

"مگر جنگلیوں ہی کی طرح قتل کرنا ویسے پہلے بھی بہتیرے لوگ مجھے قتل کر چکے ہیں۔ لیکن کسی جنگلی کے ہاتھوں قتل ہونے کا موقع آج تک نہیں ملا۔"

"بکواس بند کرو۔ اس حبشی کو اٹھاؤ اور سامنے والے غار میں اتر چلو۔ تھریسیا تم یہیں میرے پاس ٹھہرو گی۔"

تھریسیا نے عمران کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی۔ صفدر اس کا مطلب نہ سمجھ سکا لیکن عمران کے چہرے سے اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ اس اشارے کا مطلب سمجھا ہے یا نہیں۔

" اس پستول سے ایسی لہریں بھی خارج ہو سکتی ہیں جو اسی جگہ تم سب کا خاتمہ ہی کر دیں۔" بوغا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

" یہ بات غلط نہیں ہے۔" تھریسیا عمران سے بولی۔

"بڑی مصیبت ہے۔"عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا" غلطی ہوئی مجھ سے کہ اس جادو کے ڈنڈے کا مال مسالا میں نے پہلے ہی نکال لیا تھا۔ ورنہ تم اس وقت اچھی طرح بوغا کی خبر لے سکتیں"۔

" تھریسیا! اسپکٹر میری طرف پھینک دو۔" بوغا نے کہا۔

تھریسیا نے اس طرح شانوں کو جنبش دی جیسے اسے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو! اسپکٹر بدستور اس کے ہاتھ ہی میں رہا۔

" اوہ تو تم مذاق سمجھی ہو۔" بوغا غرایا۔" نیچے دیکھو.... کیا ہے؟"

ادھر تھریسیا کی پلکیں جھپکیں اور ادھر بوغا کے پستول سے پھر وہی باریک سی دھار نکلی لیکن تھریسیا حقیقتاً غافل نہیں تھی۔ اس لئے دھار اس کے بائیں شانے پر سے گزرتی ہوئی ہام کے ایک ساتھی کے چہرے پر پڑی اور وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔

تھریسیا نے اسپکٹر بوغا پر دے مارا، جو پڑتا تو سر ہی پر پڑتا۔ لیکن وہ بھی احمق نہیں تھا۔ بڑی صفائی سے خود کو بچا گیا۔

"بہت خوب، اب تم اپنی سزائے موت میں اذیتوں کا بھی اضافہ کرتی جا رہی ہو تھریسیا! کہ

سسک سسک کر مرنا پسند کرو گی؟"

"نہتوں کو دھمکیاں دینا مردانگی نہیں ہے بوغا۔" صفدر نے کہا۔

"نہتے؟" بوغا نے حیرت سے کہا۔ پھر قہقہہ لگا کر بولا۔" عمران سے کہو کہ اب وہ سگریٹ کیس نکالے جس سے بے آواز فائرنگ ہوتی ہے۔"

عمران نے ہونٹ سکوڑ کر دیدے نچائے اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر صفدر نے اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھے۔ بوغا ہنس رہا تھا بالکل اسی طرح جیسے کسی ننھے سے بچے کا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

"تمہیں تمہاری انسانیت لے ڈوبی۔ اگر ان دونوں کو قید کرنے کی بجائے مار ڈالتے تو شاید اس وقت حالات دوسرے ہوتے۔" بوغا نے سنجیدگی سے کہا" مجھے انہیں سے معلوم ہوا تھا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی خطرناک چیز ہے جس سے تم نے میرے ایک ہرکارے کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا تھا پھر بھلا میں اسے تمہارے پاس کیوں رہنے دیتا وہ کھلونا دلچسپ ہے۔"

"مگر اب میں کس سے دل بہلاؤں گا" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دلچسپ ہے! مگر اس سے زیادہ نہیں۔" بوغا نے اپنے پستول کی طرف اشارہ کیا" یہ دیکھو"۔

پھر چٹان کی طرف اس کا رخ کر کے ٹریگر کھینچا۔ نال سے چمکدار لہریئے نکل کر چٹان کے ایک حصے سے ٹکرائے۔ آسمانی بجلی کا سا کڑاکا ہوا اور پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔

"یہ پتھر تھا۔" بوغا مسکرایا"تمہارے جسموں کے چیتھڑے تو فضا میں اڑتے پھریں گے"۔

"زیرولینڈ زندہ باد۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر ہانک لگائی۔" یہ تو تیر نظر کا بھی والد صاحب قبلہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی عاشق کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔"

"زیرولینڈ کے نام کا نعرہ مت لگاؤ تم سے بڑا مکار آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ میں اس فریب میں نہیں آسکوں گا کہ تم زیرولینڈ کے وفادار بھی بن سکتے ہو۔ تمہیں زندہ رکھنا کسی سانپ کو بخش دینے کے مترادف ہوگا۔"

"ارے تو یار یہیں کب تک کھڑے رہیں گے۔ ارے ارے یہ تھریسیا کو کیا ہوا۔" عمران نے کہا اور تھریسیا کی طرف جھپٹا جو کھڑے کھڑے یک بیک گر گئی تھی۔

وہ زمین پر پڑی ایڑیاں رگڑ رہی تھی اور اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" عمران دونوں ہاتھ پھیلا کر چیخا۔

"مم.... میں نے.... تو کچھ بھی.... نہیں کیا۔" بوغا کی آواز کانپ رہی تھی اور آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ بھی دو چار قدم آگے بڑھ آیا۔

جہنم میں گئی تھریسیا۔ عمران کے لئے تو بس یہی کافی تھا کہ ایک پل کے لئے بوغا کی توجہ اپنے پستول کی طرف سے ہٹ گئی تھی اس نے اس انداز سے اس پر چھلانگ لگائی کہ داہنا ہاتھ تو پستول پر پڑا اور بایاں اس کی گردن پر۔

پستول کچھ دُور جا کر گرا اور بوغا عمران سے لپٹ پڑا۔

حالانکہ صفدر نے پستول تک پہنچنے کے لئے بڑی پھرتی دکھائی تھی لیکن تھریسیا پر سبقت نہ لے جا سکا وہ لیٹے ہی لیٹے اچھلی تھی اور پستول پر جا پڑی تھی۔

"پیچھے ہٹو؟" تھریسیا ہانپتی ہوئی بولی" میں نے اس وقت اپنے خون کا مزہ چکھا ہے پاگل ہو رہی ہوں۔"

صفدر کو سچ مچ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک دکھائی دی تھی۔ وہ چپ چاپ پیچھے کھسکتا چلا گیا۔

عمران اور بوغا خونخوار درندوں کی طرح ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے تھریسیا ان کی طرف پستول اٹھائے ہوئے آگے بڑھی اور عمران کی جیب سے وہ نلکی نکال لی، جو اس نے الکٹرو اسپکٹر سے نکالی تھی۔

"تو تم میری مدد نہیں کرو گی۔" بوغا ہانپتا ہوا دہاڑا۔

"ایسے کتوں کو میں نے کبھی معاف نہیں کیا۔" تھریسیا کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ اس نے الکٹرو اسپکٹر بھی اٹھالیا تھا اور اس میں دوبارہ نلکی رکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اسے ٹسٹ کرنے کے لئے ایک بٹن دبایا۔ برنجیوں سے چنگاریوں کی پھواریں نکلنے لگیں۔

دونوں ہی بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ تھریسیا صرف ایک تماشائی کی طرح کھڑی رہی۔ لیکن وہ دوسروں کی طرف سے بھی غافل نہیں معلوم ہوتی تھی۔ صفدر نے عمران کی مدد کے لئے آگے بڑھنا چاہا۔

" خبردار!" تھریسیا! اسپکٹر اٹھاتی ہوئی بولی۔ وہیں ٹھہرو۔ میں زیرولینڈ کے ایک محافظ کو پورا پورا موقع دوں گی۔"

یک بیک عمران کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے نہ صرف اس نے بوغا کو چھوڑ دیا تھا بلکہ دوسرے ہی لمحے میں گرتا ہوا دکھائی دیا۔

بوغا قہقہہ لگاتا ہوا جھکا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کا گلا گھونٹنے جا رہا ہو۔ مگر پھر ایک لمبی کراہ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ عمران کی بھرپور لات اس کے منہ پر پڑی تھی۔ پھر عمران نے اُسے دوبارہ اٹھنے کا موقعہ نہ دیا۔ تھریسیا ہنس رہی تھی، کہہ رہی تھی "یہ تو کچھ نہ ہوا۔ تم نے میری نقل اتاری ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی بے دردی سے بوغا کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بوغا کا جسم سرد پڑ گیا۔ شاید وہ ایسا اقدام نہ کرتا لیکن خود زندہ رہنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ کم از کم ایک دشمن سے تو پیچھا چھڑا ہی لیتا۔ ابھی تھریسیا باقی تھی اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس فکر میں ہو گی۔

جیسے ہی وہ بوغا کو چھوڑ کر اٹھا۔ تھریسیا بولی۔

" اب تمہارا کیا حشر ہونا چاہئے۔"

" مجھے اس اسمگلر کی تلاش تھی جس نے میرے ملک کو اقتصادی طور پر بڑا نقصان پہنچایا تھا میں نے اُسے مار ڈالا۔ اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ تم شوق سے میرے ٹکڑے اڑا سکتی ہو۔ مم.... مگر.... اف فوہ.... دل کو دل سے روڈ ہوتی ہے۔ تمہارے منہ سے خون بہتا دیکھ کر میں کیسا بے چین ہوا تھا۔"

" بکو مت! تم مجھے اسی حال میں چھوڑ کر بوغا سے جا الجھے تھے۔"

" میں نے سوچا کہ پہلے اسے مار ڈالوں پھر اطمینان سے تمہاری لاش پر آنسو بہاؤں گا مگر افسوس میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ہائے۔ کیسا جی چاہتا ہے کہ کوئی مر جائے اور میں سینہ پیٹ پیٹ کر روؤں۔ اس کی یاد میں زندگی بھر آنسو بہاؤں۔ کیک پیسٹری کی بجائے شدت غم میں گھاس کھاؤں۔ خون جگر کی بجائے مٹی کا تیل پیوں۔"

" بکواس بند کرو۔" تھریسیا جھلا کر چیخی " تمہیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے واپس جانا ہو گا۔ چلو اٹھاؤ اس بے ہوش حبشی کو۔"

پھر وہ خون تھوکنے لگی۔

" یہ کیا ہوا تھا؟" عمران نے پوچھا۔

" میرے منہ میں کئی زخم ہیں۔ بڑی بیدردی سے میں نے اپنا ہی گوشت چبایا تھا۔ میں کہتی ہوں.... چلو.... تمہیں ابھی واپس جانا پڑے گا۔"

O

وہ ایک طویل غار نما سرنگ سے گزرتے ہوئے پہاڑ کی دوسری جانب کھلے میدان میں نکل آئے تھے۔ تھریسیا ان کے پیچھے چلتی رہی تھی۔ عمران نے کئی بار کوشش کی تھی کہ کسی طرح بوغا کے پستول اور الکٹرو اسپکٹر پر قبضہ کرے۔ لیکن ممکن نہ ہوا.... تھریسیا ہوشیار تھی۔

"اب ہمیں کہاں چلنا ہو گا۔" صفدر نے پوچھا۔

"اس کشتی پر جو تمہیں پورٹ سعید تک لے جائے گی۔"

"مگر میں تو یہیں رہنا چاہتا ہوں۔" عمران بولا " کتنے دنوں سے مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"خاموش رہو، مجھے غصہ نہ دلاؤ" تھریسیا جھلا گئی۔

"خدا کے لئے خاموش رہئے" ڈیزی عمران کے قریب ہوتی ہوئی آہستہ سے بولی۔" آپ اسے کیوں چھیڑتے ہیں؟"

"اے لڑکی! الگ ہٹو!" تھریسیا نے اسے للکارا۔" کیا تمہیں اس عورت کا انجام یاد نہیں"۔

"کیا ہم وہ بستی دیکھ بھی نہ سکیں گے جہاں یہ لوگ بسائے جاتے" صفدر نے پوچھا۔

"نہیں! دوبارہ آکر دیکھنا۔ ظاہر ہے کہ اب ان جزیروں پر بین الاقوامی پیمانے پر ریڈ کیا جائے گا۔ لیکن اتنا یاد رکھو کہ اس جزیرے کو ویران کرنے میں ایک دن سے زیادہ نہیں صرف ہو گا۔ زیرو لینڈ کی کوئی چیز تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکے گی۔ ہمارے وسائل لامحدود ہیں۔ بس ان عمارتوں کے کھنڈر دیکھ لینا جو ہم نے یہاں بنائی تھیں۔"

"کیا تم ان تمام آدمیوں کو ہلاک کر دو گی جو یہاں تمہارے لئے کام کرتے ہیں۔"

"نہیں! وہ کسی دوسرے یونٹ میں پہنچا دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ تمہارے پورٹ سعید پہنچنے سے پہلے ہی ہو جائے گا۔"

جوزف جواب ہوش میں آ گیا تھا بڑبڑایا" مگر وہ شراب کہاں ہے جس کا وعدہ تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اگر وہ نہیں تو پھر ایک فائر ہی کر دو مجھ پر! کتنا تیز نشہ ہوتا ہے.... ہائے ہائے...."

" شراب کشتی ہی میں مل جائے گی۔" تھریسیا بولی۔

" ارے تو کیا ہم سچ مچ واپس جا رہے ہیں!" عمران نے ہانک لگائی۔

" رکنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تمہارے ستارے اچھے تھے کہ بوغا مجھ سے الجھ گیا۔ اب تم کچھ کر گزرنے کا ارمان رکھتے ہو تو وہ بھی کر کے دیکھ لو۔ میں اسی حد تک تمہیں چھوٹ دے سکتی ہوں جس حد تک زیرو لینڈ کا مفاد خطرے میں نہیں پڑتا۔ اور تمہاری رہائی میں ایک مقصد بھی پوشیدہ ہے۔"

" وہ کیا؟"

" ہم چاہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً زیرو لینڈ کا غلغلہ اٹھتا ہی رہے۔"

" بھلا اس میں کیا مصلحت ہے؟"

" پہلے ہی سے ہماری ہیبت طاری رہے تمہاری دنیا پر.... پھر جب ہم اٹھیں تو کانپتے ہوئے ہمارے قدموں پر آگرو۔ تمہارے لئے اتنا ہی اطمینان کافی ہے کہ تم نے بوغا کو مار لیا۔ زیرو لینڈ کے مقابلے میں تم کیا.... تمہاری پوری دنیا ایک حقیر چیونٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جس دن ہم اٹھیں گے۔ وہی قیامت کا دن کہلائے گا۔"

"چیونگم بنانے والے کارخانوں پر رحم کرنا اُس دن... ورنہ میں تو.. بے موت مر جاؤں گا۔"

" بکو مت! میں تمہیں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ تمہاری کوئی بھی حرکت تمہیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے اس لئے محتاط رہو کشتی خود کار ہے۔ ریڈیائی لہروں سے کنٹرول کی جاتی ہے۔ تم میں سے کسی کو صرف اسٹیئر کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر تم نے کچھ دور پہنچ کر اسے پھر جزیرے کی طرف موڑنے کی کوشش کی تو وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی۔"

" لیکن پورٹ سعید پہنچنے پر اس کی واپسی کیسے ہوگی؟" صفدر نے پوچھا

" جب تمہارا آخری آدمی اس پر سے اتر جائے گا تو.... وہ تباہ ہو جائے گی۔ واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اترتے ہی اس سے دُور بھاگنے کی کوشش کرنا۔"

" مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہاں چنے بُھنانے آئے تھے۔" عمران بڑبڑایا۔

تھریسیا ایک جگہ رُکتی ہوئی بولی۔ " ٹھہر و جاؤ!"

وہ سب رک کر اس کی طرف مڑے۔ عمران آگے بڑھ آیا۔ تھریسیا اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ آخر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

" جاؤ! تم سے زیادہ سنگ دل آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا.... لیکن؛ ہمیشہ یاد رکھنا.... کہ کوئی دوسری عورت تمہاری ہو کر ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکے گی.... میں تمہارے متعلق ہر وقت باخبر رہتی ہوں۔"

" آہ! تھریس ڈارلنگ! میں قریب آکر آہستہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں...." عمران نے اس سے بھی زیادہ زور سے ٹھنڈی سانس لی تھی اور آگے بڑھا تھا۔

" پیچھے ہٹو!" تھریسیا نے للکارا اور ساتھ ہی اسپکٹر سے چنگاڑیوں کی پھوار بھی نکلی۔

عمران نے بمشکل خود کو چنگاریوں کی زد سے بچایا اور پھر خاموشی سے پیچھے ہٹتے ہی ہوئے بن پڑی تھی۔

O

پھر وہ اس جگہ آئے جہاں سے واپسی کا سفر شروع ہونا تھا۔ غالباً یہ وہی ندی تھی جس کا دہانہ انہوں نے عمران کے دریافت کردہ ساحل پر دیکھا تھا وہاں کئی کشتیاں نظر آئیں۔ لیکن گھاٹ پر ایک متنفس بھی نہ دکھائی دیا۔ قریب ہی ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس پر وائرلیس کے دو پول استادہ تھے۔ تھریسیا نے انہیں بتایا کہ کشتی وہیں سے کنٹرول کی جائے گی۔

"میں ایک بات معلوم کرنا چاہوں گا۔" صفدر نے تھریسیا سے کہا۔ "کیا ادھر سے کبھی دوسرے ممالک کے طیارے نہیں گزرتے۔"

"اکثر گزرتے ہیں۔"

"پھر تمہاری یہ بستی ابھی تک دوسروں کی نظر سے کیسے پوشیدہ رہی۔"

"اوپر سے پورا جزیرہ کہر میں ڈھکا ہوا نظر آتا ہے۔ تم نے یہاں ہر وقت ہلکی سی دھند محسوس کی ہوگی۔ سوفٹ کی بلندی سے بھی تمہیں یہاں کی کوئی چیز نہ دکھائی دے گی۔ یہ کہر مصنوعی ہے"۔

وہ کشتی میں جا بیٹھے! عمران کے چہرے کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ تھریسیا دوڑتی ہوئی عمارت کی طرف چلی گئی۔

"اب موقعہ ہے باس!" جوزف بڑبڑایا۔

"یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا اگر میں اس بے بس لڑکی کو یہاں سے صحیح و سلامت نکال لے جاؤں۔" عمران نے ڈیزی کی طرف اشارہ کیا۔ "کیونکہ یہ یہاں خزانوں کی تلاش میں نہیں آئی تھی۔"

پھر اس نے صفدر سے کہا" تم اسٹیرنگ سنبھالو۔ اس کی ضرورت بھی اسی وقت تک رہے گی جب تک کہ ہم کھلے سمندر میں نہ پہنچ جائیں اس کے بعد تو اس کا رخ ادھر ہی ہو گا جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔"

"کہیں جہنم ہی میں نہ پہنچ جائیں۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

"تھریسیا کو مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔" عمران بولا۔

یک بیک مائیکرو فون سے آواز آئی۔" اسٹیرنگ سنبھالو.... ہوشیار....ورنہ چٹانوں سے ٹکرا جاؤ گے!"

آواز تھریسیا ہی کی تھی۔ صفدر تیزی سے اسٹیرنگ تک پہنچا۔ کشتی حرکت میں آگئی اور پھر مائیکرو فون سے آواز آئی۔

"جاؤ!....عمران....جاؤ....تم جانور ہو....کاش! کبھی آدمی بن سکو....کاش!....کبھی ایسا ہو سکے....خدا حافظ!" تھریسیا کی آواز دردناک تھی۔

"ابے او!" عمران نے جوزف سے کہا" ذرا دیکھنا! میری دم تو نہیں ہل رہی؟"

"نہیں باس!" جوزف بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا۔ پھر سنبھل کر بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

ختم شد